

مُصْطَفَا
اِيْمَانِ وَالِدِيْنِ نَبِيِّ

9 سرائل کا مجموعہ



تقدیم و ترجمہ

مُحَقِّقُ الْعَصْرِ

مفتی محمد طارق قادری

حجاز پبلی کیشنز، لاہور

ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ

9 رسائل کا مجموعہ

تقدیم و ترجمہ

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاں بیک لاہور

042,35300353...0300.4407048

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

نام کتاب	ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ
تقدیم و ترجمہ	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	علامہ محمد فاروق قادری
حروف سازی	محمد عمران عنصر قادری
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
اشاعت اول	۲۰۱۲ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ۱، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نواز بیک لاہور

042,35300353...0300.4407048.

9۔ مجموعہ رسائل اور ان کے مصنفین کے نام

1۔ أمهات النبی ﷺ امام ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی (التونی: ۲۳۵)

2۔ حضور ﷺ کے والدین کے بارے اسلاف کا مذہب

3۔ والدین مصطفیٰ ﷺ جنتی ہیں

4۔ حضور ﷺ کے آباء کی شانیں

5۔ نسب نبوی ﷺ کا مقام

6۔ والدین مصطفیٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا

7۔ والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ

امام جلال الدین سیوطیؒ (التونی: ۹۱۱ھ)

8۔ ہدایۃ الغیبی الی اسلام آباء النبی ﷺ

مولانا قاری عبدالغفار شاہ

9۔ نور الہدیٰ فی آباء المصطفیٰ ﷺ

حضرت مولانا علی احمد چشتی سیالوی

مقدمہ

ایمان والدین

اور

اہل علم کے اقوال

والدین مصطفیٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا“ کے نام سے شامل ہے جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ اسکے بارے میں وارد شدہ حدیث ہرگز موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہے بلکہ انہوں نے اسی موضوع پر اپنے دوسرے رسالے ”حضور ﷺ کے والدین جنتی ہیں“ میں بڑی طویل اور بے نظیر گفتگو کی ہے۔

چوتھا راستہ: وہ دین حنیف پر تھے، امام فخر الدین رازی، علامہ محقق سنوسی، شارح شفاء علامہ تلمسانی، امام ابن حجر مکی کا یہی موقف ہے، علامہ زرقانی نے بھی اس کی تائید و تصویب کی۔

آئمہ امت کے حوالہ جات

یہاں ہم حضور ﷺ کے والدین شریفین کے حوالے سے مسلمہ آئمہ امت کے حوالہ جات تحریر کئے دیتے ہیں:

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی (المتوفی: ۶۶۸ھ) تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ہم نے اپنی کتاب التذکرہ ایمان میں تفصیلاً لکھا ہے۔

ان اللہ تعالیٰ احیالہ اباء وامہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ وامنابہ (الجامع لاحکام القرآن: ۶۴۲) فرمایا اور وہ دونوں آپ ﷺ پر ایمان لائے

۲۔ شارح مسلم امام محمد بن خلیفہ الابی (ت: ۸۳۷ھ) ایک حدیث مسلم کے تحت امام نووی کے اس جملہ کہ

کفر پر فوت ہونے والا دوزخی ہے اور اسے کسی رشتہ دار کی قرابت فائدہ نہیں دے سکتی۔ پر لکھتے ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اہلسنت کا مختار اور پسندیدہ قول یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین ناجی اور جنتی ہیں۔ ان سے ہرگز کفر و شرک ثابت نہیں اس مقصود کو پانے کے لیے اہل علم نے چار راستے اپنائے اور اس پر اپنے اپنے قوی دلائل فراہم کیے ہیں۔

پہلا راستہ: انہیں دین کی دعوت نہیں پہنچی لہذا وہ عذاب میں مبتلا نہ ہوں گے بلکہ نجات پا جائیں گے۔ امام سبکی، امام غزالی، شارح مسلم امام ابی اور امام شرف الدین مناوی نے اس راہ کو اختیار کیا۔

دوسرا راستہ: یہ اہل فترت میں سے ہیں روز قیامت ان کا امتحان ہوگا اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت و برکت سے اس امتحان میں کامیابی حاصل کریں گے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ کا یہی موقف ہے۔

تیسرا راستہ: وہ زندہ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے، امام ابن شاہین، امام ابو بکر خطیب بغدادی، امام ابن عساکر، امام سہلی، امام محبت الدین طبری، امام ناصر الدین دمشقی، حافظ ابن سید الناس، حافظ شمس الدین دمشقی، حافظ ابن حجر مکی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، امام سید احمد حموی اور امام قرطبی وغیرہم کا یہی موقف ہے۔

امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس موقف پر باقاعدہ مستقل رسالہ لکھا جس کا ترجمہ

۹۰ شہدائے جنت

قلت انظر هذا الاطلاق
وقد قال السهيلي ليس لنا ان
نقول ذلك فقد قال عليه السلام لا تؤذوا
الاحياء بسب الاموات وقال
تعالى ان الذين يؤذون الله
ورسوله ولعله يصبح ماجاء انه
عليه السلام سأل الله سبحانه فاحياله
ابويه فامنابه وقد ررسول الله
عليه السلام فوق هذا ولا يعجز الله
شيء

کہ میں کہتا ہوں غور کرو امام نووی نے یہ
بات ہر ایک کے حوالے سے کہہ دی ہے
(حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات
درست نہیں) امام سہیلی نے فرمایا ہے کہ ہمیں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایسی بات کہنا ہرگز
جائز نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے
مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ
اور اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے جو لوگ اللہ
تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے
ہیں اور ممکن ہے وہ روایت صحیح ہو جس میں ہے
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ
تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ
فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس سے بھی بلند ہے
اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بھی کوئی شے عاجز
نہیں کر سکتی

آگے امام نووی نے لکھا تھا۔

مذکورہ حدیث یہ بھی واضح کر رہی ہے کہ زمانہ فترت میں بچوں کی پوجا کرنے
والا دوزخی ہوگا اور دعوت نہ پہنچنے والے پر عذاب ہوگا کیونکہ انہیں دعوت ابراہیمی پہنچی ہے

اس پر امام اُبی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں غور کیجئے۔ ان کے کلام میں
تناقض ہے کیونکہ جنہیں دعوت پہنچ گئی وہ اہل
فترت رہتے ہی نہیں۔

قلت تأمل مافی کلامہ من التناقض
فان من بلغتهم الدعوة ليسوا
باهل فترة (اکمال العلم: ۶۱۶، ۱-۶۱۷)

۳۔ شارح بخاری امام احمد بن محمد قسطلانی (ت: ۹۲۳) اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کے بعد
لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں ہر
گز کوئی ایسی گفتگو نہ کی جائے جس میں
ان کی طرف کس نقص یا عیب کی نسبت ہو
یقیناً یہ گفتگو نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچا
ئے گی۔ کیونکہ عرف یہ ہے کہ جب بھی
کسی کے والد کا عیب یا نقص بیان کیا
جاتا ہے تو اس کے تذکرہ سے اسکی اولاد کو
اذیت و تکلیف پہنچتی ہے اس لیے آپ
ﷺ کی ہدایات میں سے ہے مردوں کو
برا کہہ کر زندوں کو اذیت نہ دو اسے امام
طبرانی نے معجم صغیر میں نقل کیا اور اس میں
کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کو اذیت

فالحذر الحذر من ذکرهما بما
فيه نقص فان ذلك قد يؤذي
النبي ﷺ فان العرف بانہ
اذا ذکر ابو الشخص بما ينقصه
او وصف يو وصف به وذلك
الوصف فيه نقص تاذي ولده
بذكر ذلك له عند المخاطبة
وقد قال عليه السلام لا تؤذوا
الاحياء بسب الاموات رواه
الطبرانی فی الصغیر ولا ريب ان
اذاه عليه السلام كفر يقتل
فاعله ان لم يتب عندنا

دینا کفر ہے اور ایسا کرنے والے کو ہمارے نزدیک قتل کر دیا جائے گا اگر وہ توبہ نہ کرے اس پر مزید بحث مقصد المعجزات میں آرہی ہے بعض علماء (سیوطی) نے والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کو متعدد دلائل سے ثابت کیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس اعلیٰ عمل پر جزا کے خیر عطا فرمائے۔

وستاتی مباحث ذالك ان شاء
الله تعالى في الخصائص من
مقصد المعجزات وقد اظنبت
بعض العلماء في الاستدلال
لايمانها فالله تعالى يثيبه على
قصده الجميل

(المواهب اللدنية: ۱۸۲، ۱۸۳)

۳۔ امام عبد الوہاب شعرانی (ت: ۹۷۳ھ) امام سیوطی کی تحقیق اور رسائل پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

میں نے تمام کا مطالعہ کیا ہے انہوں نے اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام لازمی امر ہے اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت اور ان کیلئے اللہ نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے اور قرآن عظیم میں یہ بھی ہے کہ، اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

وقد طالعتها كلها فرأيتها ترجع
الي ان الادب مع رسول الله
واجب وان من اذاه فقد اذى الله
ونال تعالى ان الذين يؤذون الله
ورسوله لعنهم الله في الدنيا
والاخرة واعد لهم عذابا مهينا
وفي قرآن العظيم وما كنا
معدلين حتى نبعث رسولا

آگے چل کر لکھتے ہیں:

قال الشيخ جلال الدين السيوطي
خاتمة حفاظ مصر رحمه الله وقد
صرح جماعات كثيرة بان ابوي النبي
ﷺ لم تبلغهما الدعوة الله تعالى
يقول وما كنا معذيين حتى نبعث
رسولا وحكم من لم تبلغه الدعوة انه
يموت ناجياً ولا يعذب ويدخل الجنة
(الواقيت والجواهر ۲: ۴۰۸، ۴۰۹)

امام جلال الدین سیوطی (جو مصری حفاظ
حدیث میں آخری ہیں) کہتے ہیں اہل علم
کی کثیر جماعتوں نے یہ تصریح کی کہ
حضور ﷺ کے والد یوحنا کو دعوت دین نہیں
پہنچی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد لرامی ہے اور ہم
عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم
رسول نہ بھیج لیں۔ اور جن لوگوں تک
دعوت نہیں پہنچی ان کا حکم یہ ہے کہ وہ ناجی
فوت ہوں گے۔ ان پر کوئی عذاب نہ ہوگا
اور وہ جنتی ہوں گے۔

۵۔ شیخ الاسلام امام ابن حجر مکی (المتوفی: ۹۷۴ھ) شرح قصیدہ أم القری میں اہم نوٹ
لکھتے ہیں۔

لك ان تاخذ من كلام الناظم
الذي علمت ان الاحاديث مصرحة
لفظاً في اكثره ومعنى في كله ان
اباء النبي ﷺ غير الانبياء و
أمهاته الي آدم وحواء ليس لهم
كافر لان الكافر لا يقال في حقه
تم نے کلام ناظم (امام بوصیری) سے یہ
جان لیا کہ احادیث مبارکہ صراحتاً اور معناً
واضح کر دیتی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام
آباء اور ماہیں حضرت آدم اور حضرت
حواء سے لیکر کوئی کافر نہیں کیونکہ کافر کو اعلیٰ؛
پاک اور بزرگ نہیں کہا جاسکتا۔

بلکہ وہ سراپا پلید ہیں جیسا کہ فرمان ہے
 مشرک نجس ہیں اور احادیث سابقہ
 نشاندہی کر رہی ہیں کہ آپ ﷺ کے آباء
 اعلیٰ، افضل اور پاک ہیں۔ وہ حضرت
 اسماعیل تک اہل فترت ہیں۔ اور نص
 صریح کے مطابق مسلمانوں کے حکم میں
 ہیں۔ اس طرح حضرت ابراہیم سے لیکر
 حضرت آدم تک اسی طرح دو رسولوں
 کے درمیان بھی۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی
 فرمان ہے وہ آپ کا سجدہ کرنیوالوں میں
 منتقل ہونے کو بھی دیکھتا ہے۔ اس کی
 ایک تفسیر یہ ہے کہ مراد ایک سجدہ والے
 سے دوسرے سجدہ والے کی طرف نور کا
 منتقل ہونا ہے۔ تو یہ صراحت ہے کہ حضور
 کے والدین جنتی ہیں کیونکہ وہ آپ
 ﷺ کے سب سے قریبی اور فضیلت
 والے ہیں اور یہی بات حق ہے بلکہ ایک
 حدیث میں جس کو متعدد محدثین نے صحیح
 قرار دیا اس میں طعن کرنیوالے کی طرف

انہ مختار ولا کریم ولا طاهر
 بل نجس كما في اية انما المشر
 كون نجس وقد صرححت الا
 حاديث السابقة بانهم مختارون
 وان الاءاء كرام والامهات
 طاهرات وايضاً فهم الى
 اسماعيل كانوا من اهل الفترة
 وهم في حكم المسلمين بنص
 الاية وكذا من ابرهيم الى آدم
 وكذا بين كل رسولين وايضاً
 قال الله تعالى وتقلبك في
 الساجدين على احد التفاسير
 فيه ان المراد تنقل نوره من
 ساجد الى ساجد وحينئذ فهذا
 صريح في ان ابوي النبي
 ﷺ امنة وعبدالله من اهل
 الجنة لا نهما من اقرب المختارين
 له وهذا هو الحق بل في حديث
 صححه غير واحد من الحفاظ

ولم يلتفتوا لمن طعن فيه ان الله
احياهما له فامنا به خصوصية لهما
وكرامة لمناب^{عليه السلام}
(أفضل القرئ لقراء أم القرئ: ۱-۱۵۱)

توجہ ہی نہیں کی جائیگی کہ اللہ تعالیٰ نے
حضور ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا
اور آپ ﷺ پر ایمان لائے اور یہ
آپ ﷺ کی خصوصیت اور فضیلت ہے

۶: امام ابن نجیم (المتوفی: ۱۰۰۵ھ) کافر پر لعنت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن مات على الكفر ايح لعنته الا
والدى رسول اللہ^{صلی اللہ علیہ وسلم} لثبوت ان
الله تعالى احياهما حتى امنابه
(الاشباه والنظائر: ۲۵۳)

ہر فوت شدہ کافر پر لعنت کرنا جائز ہے
مگر حضور ﷺ کے والدین شریفین
کے بارے میں ثابت ہے کہ زندہ
ہو کر اسلام لائے تھے۔

۷: امام احمد شہاب الدین خفاجی (المتوفی: ۱۰۶۹ھ) حضرت عمر عبدالعزیز کے اس عمل
پر کہ انہوں نے اس ملازم کو نکال دیا جس نے حضور ﷺ کے والد گرامی کے بارے
میں غلط کلمات کہے، لکھتے ہیں۔

وفى ذلك اشارة الى اسلام ابويه
عليه السلام قال ابن حجر وهذا هو الحق
بل فى حديث صححه غير واحد
من الحفاظ ولم يلتفتوا لمن طعن
فيه ان الله تعالى احياهما له فامنا به
خصوصية لهما وكرامة لمناب^{عليه السلام}
فقول ابن دحية يرد القرآن والاجماع

اس میں حضور ﷺ کے والدین کے اسلام کی
طرف اشارہ ہے حافظ ابن حجر کہتے ہیں ان کا
مسلمان ہونا ہی حق ہے بلکہ حدیث ہے جسے
متعدد حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے اور اس
میں طعن کرنے والوں کی طرف توجہ ہی نہ کی
جائے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین
کو زندہ کیا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے،

یہ ان کی خصوصیت ہے اور آپ ﷺ کی شرف عظمت ہے، ابن وحیہ کا کہنا کہ یہ قرآن واجماع کے خلاف ہے، محل نظر ہے، کیونکہ یہ مذکورہ خصوصیت اور شرافت کے پیش نظر، شرعی اور عقلی طور پر ممکن ہے اسے قرآن اور اجماع رد نہیں کرتے کیونکہ موت کے بعد ایمان کا نفع نہ دینا خصوصیت اور کرامت کے علاوہ میں ہے، اس مسئلہ میں بعض خاموشی اختیار کر نیوالوں نے کیا خوب کہا۔ کہ حضور ﷺ کے والدین کا نقص بیان کرنے سے بچو کیونکہ آپ ﷺ کو اس سے اذیت ہوتی ہے، طبرانی میں حدیث ہے مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف مت پہنچاؤ، رہا معاملہ حدیث مسلم کا کہ ایک شخص نے پوچھا تھا یا رسول ﷺ میرا باپ کہاں ہے؟ فرمایا آگ میں، جب وہ واپس چلا گیا، آپ ﷺ نے دوبارہ بلا کر فرمایا۔ میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں، اسکی تاویل ضروری ہے اور میرے نزدیک خوب صورت ترین اسکی تاویل یہ ہے کہ یہاں اب سے مراد چچا ابو طالب ہے،

لیس فی محله لان ذلك ممكن شرعاً وعقلاً علی جهة الكرامة والخصوصية فلا يرد القران والاجماع وكون الايمان به لا ينفع بعد الموت محله فی غیرالخصوصية والكرامة وما احسن قول بعض المتوقفين فی هذه المسئلة الحذر الحذر من ذكرهما بنقض فان ذلك قد يؤذي ^{عليه السلام} ذي منقلب حديث الطبراني لا تؤذوا الاحياء بسبب الاموت انتهى وحديث مسلم قال رجل يا رسول ^{عليه السلام} اين ابي قال في النار فلما مضى وولى دعاه فقال ان ابي واباك في النار يتعين تاويله واظهر تاويله له عندى انه اراد بابيه عمه ابا طالب لان العرب تسمى العم

أباً فإنه عمه الذي كفله بعد موت جده عبد المطلب وانقلب^{صلوات} إنما قصد بذلك ان يطيب خاطر ذلك الرجل خشية ان يرتد لوقوع سمعه اولاً ان اباه في النار بدليل انه قال له ذلك بعد ان ولي^{صلوات} او كان ذلك قبل ان ينزل عليه قوله تعالى وما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً كما وقع لعن^{صلوات} ان سئل من اطفال المشركين فقال هم مع ابائهم ثم سئل عنهم فذكر انهم في الجنة

(نسيم الرياض: ۴-۳۱۴)

کیونکہ عرب چچا کو اب کہتے ہیں کیونکہ حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد چچا نے ہی آپ ﷺ کی کفالت کی تھی۔ باقی آپ ﷺ نے اسکی تسلی کیلئے ایسا کہا، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ سنتے ہی کہ اسکا والد آگ میں ہے مرتد ہو جائے یہی وجہ ہے کہ اسے واپس بلا کر ایسا فرمایا۔ یا یہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے کہ ہم عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیج لیں، جیسا کہ آپ ﷺ سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا وہ اپنے آباء کیساتھ (دوزخ میں) ہوں گے پھر انکے

بارے میں دوبارہ پوچھا گیا تو فرمایا وہ جنتی ہیں

۸۔ امام محمد بن عبدالباقی زرقانی (ت: ۱۱۲۲ھ) اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی بحث کے بعد اپنا نقطہ نظر ان الفاظ میں الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

اے مالکی (مخاطب) ہم نے تم پر حضور ﷺ کے والدین بارے میں تفصیلاً واضح کر دیا ہے جب کوئی ان کے بارے میں پوچھے تو کہو وہ جنتی ہیں یا تو اس لیے کہ ان دونوں کو زندہ کیا گیا اور آپ ﷺ پر ایمان لائے جیسا کہ حافظ سہیلی،

وقد بينا لك ايها المالكي حكم الابوين فاذا سئلت عنهما فقل هما في الجنة اما لانهما احيا حتى امنا كما جزم به الحافظ السهيلي والقرطبي وناصر الدين بن المنير

قرطبی اور ناصر الدین ابن المنیر نے اس پر جزم کیا۔ اگرچہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ ان سے پہلے حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس پر جزم کا اظہار کیا کیونکہ زیر بحث معاملہ فضائل کا ہے اور ایسے مقام پر حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے یا اس لیے کہ وہ دونوں بعثت سے پہلے زمانہ فترت میں تھے۔ اور بعثت سے پہلے عذاب کا سوال ہی نہیں اس پر امام اُبی نے جزم کیا یا اس لیے کہ وہ دونوں دینِ حنفی اور توحید پر تھے اور ان سے شرک ہرگز ثابت نہیں۔ جیسا کہ شیخ سنوسی اور تلمسانی متاخر محشی شفاء نے اس پر یقین کا اظہار کیا یہ ہمارے علماء کی تصریحات ہیں جو ہمارے مطالعہ میں آئیں اور ہم نے اس کے مخالف کسی کو نہیں پایا مگر جس نے ابن دحیہ سے بوپائی لیکن اس کا امام قرطبی نے خوب و کافی رد کیا۔

وان كان الحديث ضعيفاً كما
 جزم به اولهم ووافقهم جماعة
 من الحفاظ لانه في منقبة وهي
 يعمل فيها بالحديث الضعيف
 واما لانهما اتان في الفترة قبل
 البعثة ولا تعذيب قبلها كما جزم
 به الأبي واما لانهما كانا الحنيفية
 والتوحيد لم يتقدم لهما شرك
 كما قطع به الامام السنوسي
 والتلمساني المتأخر محشي
 الشفاء فهذا ما وقفنا عليه من
 نصوص علمائنا ولم نر لغيرهم
 ما يخالفه الا ما يشم من ابن
 دحية وقد تكفل برده القرطبي
 (مصباح السيرة الحمدية: ۳۳۹، ۱)

۹۔ علامہ محمد بن الحاج کردی (المتونی: ۱۱۸۹ھ) اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی گفتگو میں کہتے ہیں۔

وجب القطع والا اعتقاد بنجا تهما
تعظيماً لجنابہ ﷺ ولا يسكن
قلب ذى تقى الا بذلك — ولا
يجوز الاقدام على هذا الحكم الا
بعد نص صريح لا يعارضه نص
آخر وانى لك هذا فى والديه
ﷺ اذ مامن دلائل يدل على عدم
نجاتهما الا هو ضعيف ساقط
وعارضه دليل مثله او اقوى منه كما
بينها الحفاظ (رفع الخفاء- ۱- ۵۵)

آپ ﷺ کی تعظیم کے پیش نظر آپ
ﷺ کے والدین کی نجات کا اعتقاد کرنا
لازم ہے اور کسی بھی خوف الہی رکھنے
والے کا دل اس کے بغیر سکون نہیں پا
سکتا اور کسی بھی کفر کا حکم ایسی صریح نص
کی بنیاد پر لگا یا جاسکتا ہے جس کے
مخالف کوئی دلیل نہ ہو اور آپ ﷺ کے
والدین کریمین کے حق میں ایسی دلیلیں
کہاں؟ بلکہ جو بھی دلیل ان کے ناجی
ہونے کے خلاف ہے وہ ضعیف اور
ناقابل استدلال ہے اس کے مخالف
اسکے ہم پلہ یا اس سے قوی دلیل موجود
ہے جیسا کہ حفاظ حدیث نے واضح کیا
ہے۔

۱۰۔ مفسر قرآن قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتونی: ۱۲۲۵ھ) رقمطراز ہیں کہ آیت مبارکہ
وما كان للنبي والذين امنوا ان يستغفروا للمشركين الاية - کے بارے میں
کہنا کہ یہ آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں نازل ہوئی غلط ہے:

جو روایات بتاتیں ہیں کہ یہ آیت مبارکہ حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں نازل ہوئی ان میں سے کوئی بھی قابل استدلال نہیں اور نہ ہی ان میں اپنی مخالف احادیث کے مقابلہ کی صلاحیت ہے لہذا ان کی تردید لازمی و ضروری ہے

وما يدل على ان الآية نزلت في امانة
أم النبي ﷺ وعبد الله ابيه فلا
يصلح منها شئء وليس شئء منها
ما يصلح ان يعارض ما ذكرنا في
القوة فيجب ردها
(المظہری: ۳۰۶، ۳)

مخالف کے دلائل کا ضعف بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اس مذکورہ آیت سے آپ ﷺ کے والدین کے مشرک ہونے پر استدلال جائز نہیں ہمارے بزرگ عالم امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے والدین بلکہ حضرت آدم علیہ السلام تک آباء اور اہمات کے ایمان پر متعدد رسائل تحریر کئے ہیں، میں نے بھی ان ہی سے ایک رسالہ تیار کیا ہے جس کا نام ”تقدیس آباء النبی ﷺ“ ہے اس کا مطالعہ مفید رہے گا۔

فلا يجوز القول بكون ابوي النبي
ﷺ مشركين مسنداً بهذه الآية
وقد صنف الشيخ الاجل جلال
الدين السيوطي رضي الله تعالى
عنه رسائل في اثبات ايمان ابوي
رسول ﷺ وجميع آبائه وامهاته
الى آدم عليه السلام وخلصت
منها رسالة سميتها بتقدیس آباء
النبي ﷺ فمن شاء فليرجع اليه
(المظہری: ۳۰۸-۳)

اسی طرح ”ولاتسنل عن اصحاب الجحيم“ کے تحت مخالف دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فليس بمرضى عندى وليس بقوى
 ولو صح فلا دليل فيه على ان المراد
 باصحاب الجحيم ابوالغلبه رضي الله عنه وعلى
 تقدير التسليم فتلك الاية لا تدل
 على كفرهما فان المؤمن قد
 يكون من اصحاب الجحيم
 لاكتساب بعض المعاصي حتى
 تدركه المغفرة بشفاعه شافع او
 دون ذلك او يبلغ الكتاب اجله وقد
 صح عنه رضي الله عنه انه قال بعث من خير
 قرون بنى آدم

مجھے یہ پسند نہیں اور نہ ہی یہ قوی ہیں، اگر یہ
 صحیح بھی ہوں تو اس پر کوئی دلیل نہیں کہ
 اصحاب جحیم سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین
 ہیں، اگر تسلیم بھی کر لیں تو یہ آیت انکے کفر پر
 دال نہیں، کیونکہ بعض مومن بھی تو گناہوں
 کی وجہ سے اصحاب جحیم ہو سکتے ہیں اور پھر وہ
 کسی شافع کی شفاعت یا کسی اور سبب یا
 عذاب مکمل ہونے پر جنت جائیں گے، اور
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کیساتھ ثابت ہے
 فرمایا، میں ہر دور میں اولاد آدم علیہ السلام
 کے بہتر خاندان میں رہا ہوں

آگے اس پر متعدد روایات صحیحہ پیش کرنے کے بعد فرمایا:

وقد صنف الشيخ الاجل جلال
 الدين السيوطي في اثبات اسلام
 آباء النبي رسائل واخذت من تلك
 الرسائل رسالة فذ كرت فيها ما
 يثبت اسلامهم ويفيد اجوبة شافية
 لما يدل على خلافه قلله الحمد
 (المعظمى: ١-١٢٠/١٢١)

شیخ کامل امام جلال الدین سیوطی نے
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد کے ثبوت اسلام
 پر متعدد رسائل تصنیف فرمائے ہیں، میں
 نے بھی ان سے استفادہ کرتے ہوئے
 رسالہ تصنیف کیا ہے جس میں انکا اسلام
 ثابت کیا اور مخالف کے دلائل کا شافی جواب
 دیا ہے، تمام حمد اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے۔

سورة الشعراء کی آیت ”وتقلبك في الساجدين“ کے تحت اسکی مختلف

تفاسیر ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

بلکہ یہ کہنا سب سے بہتر ہے کہ یہاں آپ ﷺ کا پاک اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنیوالوں کی پشتوں سے پاک سجدہ کرنیوالی خواتین کے ارحام کی طرف اور موحدہ سجدہ کرنیوالی خواتین کے ارحام سے موحد و پاک پشتوں کی طرف منتقل ہونا مراد ہے۔ حتیٰ کہ یہ آیت واضح کر رہی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام آباء واجداد مومن ہیں، امام سیوطی نے بھی یہی بات کہی ہے آیت کے اس معنی پر روایات واحادیث شاہد ہیں، بخاری میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا میں ہر دور میں اولاد آدم کے بہتر خاندان میں رہا ہوں، حتیٰ کہ اس خاندان میں بھی جس میں میں ہوں۔ مسلم میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں سے حضرت اسماعیل کو چنا

بل الاولیٰ ان يقال المراد منه تقلبك من اصلاب الطاهرين الساجدين لله الی ارحام الطاهرات الساجدات ومن ارحام الساجدات الی اصلاب الطاهرين ای الموحدين والموحدات حتی یدل علی ان ابناء النبی ﷺ کلهم كانوا مؤمنين كذا قال السيوطی ومما يؤيد هذا التاويل مارواه البخاری فی الصحيح عنه ﷺ قال بعثت من خير قرون بني ادم قرناً فقرناً حتى بعثت من القرن الذي كنت فيه وروى مسلم من حديث واثله بن الاسقع قوله ﷺ ان الله اصطفى من ولد ابرهيم اسماعيل واصطفى من ولد اسماعيل بني كنانة

اور اولاد حضرت اسماعیل میں سے
کنانہ کو، بنو کنانہ سے قریش کو، قریش
سے بنو ہاشم کو، اور بنو ہاشم سے مجھے
چنا امام سیوطی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
والدین کے ایمان پر چھوٹے بڑے
متعدد مسائل لکھے ہیں۔ جن میں
خوب تحقیق ہے، بندہ نے بھی ان سے
استفادہ کرتے ہوئے ایک رسالہ اس
موضوع پر تحریر کیا ہے۔ لہذا اسکا بھی
مطالعہ کر لیا جائے۔

واصفی من بنی کنانة قريشا
واصفی من قريش بنی هاشم
واصفانی من بنی هاشم ... وقد
صنف السيوطی فی اثبات ایمان
ایاء النبی ﷺ اجمالاً وتفصيلاً
کتاباً و ذکر فیہ مالہ وما علیہ
وخلصت منه رسالة فليرجع اليها
(المظہری: ۸۷/۷)

اس رسالہ کا ترجمہ ڈاکٹر محمود عارف نے کیا ہے جو تقدیس والدین کے نام سے شائع ہوا
۱۱: مولانا بحر العلوم عبدالعلی محمد نظام الدین فرنگی محلی (المتوفی: ۱۲۲۵ھ) اس مسئلہ پر
رقمطراز ہیں:

حضرات انبیاء علیہم السلام کی طرف
ایک لمحہ کیلئے بھی کفر کی نسبت نہیں کی
جاسکتی نہ حقیقتاً اور نہ والدین کے تابع
کر کے حکماً لہذا ضروری ہے۔ کہ نبی کا
تولد مسلمان والدین کے ہاں ہی ہو یا ان
دونوں کی موت نبی کے تولد سے پہلے ہو

ان الانبياء عليهم السلام
معصومون عن حقيقة الكفر
وعن حكمه بتبعية ابائهم
وعلى هذا فلا بد من ان يكون
تولد الانبياء بين ابوين
مسلمين، او يكون موتهما

قبل تولدهم لكن الشق الثاني
 قلما يوجد في الاباء لا يمكن
 في الامهات، ومن ههنا بطل
 مانسب بعضهم من الكفر الى
 ام سيد العالم مفخر بنى آدم
 عليه السلام وذلك لانه حينئذ يلزم
 نسبة الكفر بالتبع وهو خلاف
 الاجماع بل الحق الراجع هو الاول،
 واما الاحاديث الواردة في ابوى سيد
 العالم صلوات الله وسلامه عليه واله
 واصحابه فمتعارضة مروية احاداً فلا
 تعويل عليها في الاعتقادات واما آزر
 فالصحيح انه لم يكن ابا
 ابراهيم عليه السلام بل ابوه
 تارح كذا صحح في بعض التواريخ
 وانما كان آزر عم ابراهيم عليه
 السلام ورباه الله تعالى في حجرة
 والعرب تسمى العم الذى ولى
 تربية ابن اخيه اباه وعلى هذا

دوسری صورت ابا میں کم ہے اور ماؤں
 میں تو ممکن ہی نہیں کہ وہ تولد سے پہلے
 فوت ہو جائیں یہی وجہ ہے کہ سید عالم فخر
 بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی طرف کفر کی
 نسبت کرنا باطل و حرام ہے ورنہ حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بالتبع کفر کی نسبت لازم
 آئیگی اور یہ خلاف اجماع ہے بلکہ حق
 و راجح قول پہلا ہی ہے کہ نبی کے
 والدین مسلمان ہوتے ہیں، رہا معاملہ
 ان روایات کا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین
 کے بارے میں مروی ہیں وہ متعارض
 اور احاد ہیں ان کو اعتقادات میں حجت
 نہیں بنایا جا سکتا رہا مسئلہ آزر کا تو وہ صحیح
 قول پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا
 والد نہیں بلکہ ان کے والد تارح
 ہیں، جیسا کہ بعض تواریخ میں صحت
 کیساتھ ثابت ہے۔ ہاں وہ حضرت
 ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے اللہ تعالیٰ
 نے ان کے ذریعے ان کو پالا،

اور عرب پرورش کرنے والے چچا کو بھی اب کہتے ہیں، لہذا اس معنی کے مطابق سورۃ لانعام کی آیات ۷۴ میں اب سے مراد چچا ہی ہے۔

التأويل قوله تعالى 'واذ قال ابراهيم
لاييه ازر . (الانعام: ۷۴)

اور فرمایا:

بلکہ سورۃ توبہ آیت: ۱۱۳ کے بارے میں جو منقول ہے کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اب کے بارے میں نازل ہوئی ہے نبی اور اہل ایمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے طلب مغفرت کریں اگرچہ وہ قریبی ہوں اس کے بعد کہ اس پر انکار ہو جائے کہ وہ دوزخی ہیں۔

وهو المراد مباروی فی بعض
الصحاح انه نزل فی اب سید العالم
ﷺ (ما كان للنبي والذين آمنوا
ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا
اولى قربي من بعد ما تبين لهم
انهم اصحاب الجحيم (التوبه: ۱۱۳)

تو یہاں اب سے مراد چچا ہی ہے اور یہ کیسے مراد نہ ہو؟ صحیح البخاری میں صراحۃً ہے کہ یہ ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئے۔ لہذا عقیدہ یہ رکھنا چاہیے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء صاحب ایمان ہیں، امام سیوطی نے اس مسئلہ کو نہایت ہی کامل انداز میں بیان کیا ہے۔

فان المراد بلاب العم كيف لاوقد وقع
صريحاً في صحيح البخارى انه نزل في ابى
طالب هذا. وينبغي ان يعتقد ان ابا سید
العالم ﷺ من لدن ابيه الى امم كلهم
مؤمنون فقد بينه السيوطى بوجه اتم

(فواتح الرحموت: ۲-۱۲۲)

۱۲: امام احمد بن محمد صاوی مالکی (المتوفی: ۱۲۴۱ھ) اللہ تعالیٰ کے مبارک فرمان
وتقلبك في الساجدين

(الشعراء: ۲۱۹) دیکھتا ہے۔

کے تحت لکھتے ہیں:

والمراد بالساجدين المؤمنون
والمعنى يراك متقلبا في اصلاب
وارحام المؤمنين من آدم الى
عبدالله فاصوله جميعا مؤمنون
(حاشیہ صاوی: ۳-۲۵۷)

ساجدین سے مراد اہل ایمان ہیں اب معنی یہ
ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اہل ایمان کی
پشتوں اور ارحام میں منتقل ہونے کو بھی دیکھتا
ہے تو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر
حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک آپ
کے تمام آباء و اصول اہل ایمان ٹھہرے

۱۳: امام ابن عابدین شامی (المتوفی: ۱۲۵۲ھ) آپ ﷺ کے والدین کریمین کے
بارے میں لکھتے ہیں۔

الاترى ان نبينا ﷺ قد اكرمه
الله تعالى بحياة ابويه له حتى امننا
به كما في الحديث صححه
القرطبي وابن ناصر الدين
الدمشقي الايمان بعد علي خلاف
القاعدة اكراما لنبهم ﷺ

تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ
کے اکرام کی وجہ سے آپ ﷺ کے
والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ ﷺ پر
ایمان لائے جیسا کہ حدیث میں ہے:
جسے امام قرطبی اور حافظ ابن ناصر الدین
دمشقی نے صحیح قرار دیا، اور یہ تمام بطور
معجزہ حضور ﷺ کی وجہ سے ہوا۔

(فتاویٰ شامی: ۱-۲۹۸)

۱۴: علامہ سید محمود آلوسی (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) مذکورہ آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

واستدل بالایة علی ایمان
ابویہما علیہ السلام کما ذهب الیہ کثیر من
اجلة اهل السنة، وانا اخشى الکفر علی
من یقول فیہما رضی اللہ تعالیٰ عنہما
علی رعم انف علی القاری واضرابه
بضد ذلك الا انی لا اقول بحجیة الایة
علی هذا المطلب

کثیر اہل سنت آئمہ نے اس مبارک
آیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے
ایمان پر استدلال کیا ہے، میں ملا علی
قاری اور ان کے حواریوں کی مخالفت
کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ انکے
بارے میں ایسے کلمات کہنے سے مجھے
کفر کا خوف ہے، ہاں میرے نزدیک

(روح المعانی، ۱/۱۳۷) اس آیت مبارکہ کو مذکورہ مسئلہ پر حجت

بنانا مناسب نہیں۔

یعنی اسکے علاوہ اس مسئلہ پر کثیر دلائل موجود ہیں۔

۱۵۔ امام حسین بن محمد یار بکری اسے کثیر آئمہ کا مذہب قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویذهب جمع کثیر من الائمة
الاعلام الی ان ابوی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ناجیان محکوم لهما بالنجاة
فی الاخرة وهم اعلم الناس
باقوال خالفهم (تاریخ الخمیس، ۳۰۱:۱) جاننے والے ہیں۔

کثیر آئمہ اور اکابر کا یہی مسلک ہے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین جنتی ہیں اور وہ
آخرت میں نجات پانے والے ہیں اور یہ
لوگ اس کے مخالف اقوال کو ہم سے بہتر

۱۶۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی تفصیلی گفتگو کے بعد رقمطراز ہیں:

حضور ﷺ کے تمام آباء اجداد اپنے اپنے زمانہ کے عقلاء اور حکماء اور سادات عظام اور قائدین کرام تھے۔ فہم فراست، حسن صورت اور حسن سیرت، مکارم اخلاق اور محاسن اعمال، حلم اور بردباری اور جو دو کرم و مہمان نوازی میں یکتائے زمانہ تھے۔ ہر عزت و رفعت اور سیادت و وجاہت کے ماوی و بجاتھے اور سلسلہ نسب کے آباء کرام میں بہت سوں کے متعلق تو احادیث مرفوعہ اور اقوال صحابہ سے معلوم ہو چکا کہ ملت ابراہیمی پر تھے۔ (جیسا کہ گزر چکا) اور جن آباء اجداد کے ملت ابراہیمی پر ہونے کی احادیث میں تصریح نہیں ان کے احوال ان کے صحیح الفطرت اور سلیم الطبعیت ہونے پر صراحت دلالت کرتے ہیں۔

(سیرۃ المصطفیٰ ﷺ، ۱: ۵۰، مطبوعہ دیوبند)

۱۔ علامہ سید محمود شکاری آلوسی جنہوں نے احوال عرب پر نہایت ہی تحقیقی کام کیا ہے حضور ﷺ کے آباؤ اجداد کے بارے میں رقمطراز ہیں:

وذهب كثير من العلماء الى ان جميع اصل النبي ﷺ من الابهاء والامهات كانوا موحدين في اعتقادهم موقنين بالبعث والحساب وغير ذلك مما جاء به الحنيفية من الاحكام	كثير علماء کا یہی موقف ہے کہ آپ ﷺ کے اصول خواہ وہ آباء ہیں یا امہات تمام کے تمام اعتقاد کے اعتبار سے توحید پرست، قیامت اور حساب کتاب اور دیگر ان تمام احکام پر ایمان رکھنے والے تھے جن پر حنفاء لوگ ایمان رکھتے تھے۔
---	--

(بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب، ۲: ۲۸۲)

آپ ﷺ کے خاندان مبارک کے تفصیلی ذکر کے بعد فرماتے ہیں:

كلهم سادة قادة اشتهروا باحسن
المكارم والفضائل (ايضاً: ۲۸۶)

یہ تمام لوگ اپنے اپنے دور کے سردار اور
قائد رہے اور یہ فضائل اور اخلاق کے
حوالے سے خوب مشہور تھے۔

۱۸۔ امام ابراہیم بیجوری اصل فترت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں، جب ہم نے اہل
فترت کے بارے میں جانا کہ مختار یہی ہے کہ وہ نجات پائیں گے:

لكونهما من اهل الفترة بل
جميع آباءنا عليه السلام وأمهاته ناجون
ومحكوم بايمانهم لم يدخلهم
كفر ولا رجس ولا عيب ولا شيء
مما كان عليه الجاهلية بآدلة
نقلية كقوله تعالى 'وتقلبك
الساجدين وقوله عليه السلام لم ازل
انتقل من الاصاب الطاهرات
الى الارحام الزاكيات وغير
ذلك من الاحاديث البالغة مبلغ
التواتر فالحق الذي نلقى الله
عليه ان ابويه ناجيان

(تحفة المرید علی جوہر التوحید: ۴۵)

تم پر یہ بھی آشکار ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
والدین ناجی ہیں کیونکہ وہ اہل فترت ہیں
بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء مائیں صاحب
نجات اور صاحب ایمان ہیں ان میں سے
کسی میں کفر، جاہلیت اور عیب کی کوئی
شے نہ تھی اس پر دلائل نقلیہ شاہد ہیں اللہ
تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وتقلبك
الساجدين“ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
کہ پاک پشتوں سے باپ رحموں کی
طرف منتقل ہوتا رہا اور اس کے علاوہ بھی
احادیث ہیں اور حدیث تواتر کو پہنچ چکی ہیں
لہذا حق یہی ہے کہ ہم اس عقیدہ کے
ساتھ دنیا سے رخصت ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کے والدین نجات پانے والے ہیں۔

۱۹۔ شیخ سلیمان جمل حاشیہ قصیدہ ہمزیہ میں رقمطراز ہیں:

صرحت به الاحادیث ان آباء النبی
وأمهاته الی آدم وحواء لیس فیہم
کافر لان الکافر لا یقال فی حقہ
انہ مختار ولا کریم ولا طاهر بل
نجس وهذا صریح فی ان ابوی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم آمنة وعبد اللہ من
اہل الجنة لانہما اقرب المختارین
لہ صلی اللہ علیہ وسلم وهذا هو الحق بل فی
حدیث صححہ غیر واحد من
الحفاظ ان اللہ احیاهما لہ فامنا بہ
خصوصیۃ لہما وکرامة لہما صلی اللہ علیہ وسلم
وکون الایمان بہ لا یمنع
بعد الموت محلہ فی غیر
الخصوصیۃ والکرامة

احادیث میں تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
آباؤ مائیں حضرت آدم اور حضرت حواء
علیہم السلام تک ان میں کوئی کافر نہیں۔
کیونکہ کافر کو پسندیدہ، کریم اور طاہر نہیں کہا
جاسکتا بلکہ وہ ناپاک ہوتا ہے تو یہ صراحت
ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین سیدہ آمنہ
اور سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی
ہیں کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے
زیادہ قرب رکھنے والے منتخب ہیں اور یہی
بات حق ہے بلکہ حدیث ہے جسے متعدد حفاظ
حدیث نے صحیح قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ نے
والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خصوصیت اور
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے پیش نظر زندہ کیا اور وہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے رہی یہ بات کہ موت
کے بعد ایمان نافع نہیں تو وہ مقام خصوصیت اور

کرامت کے علاوہ کی بات ہے۔

۲۰۔ شارح شمائل شیخ محمد بن قاسم جسوس رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مبارک ذکر

کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا مرکز ہونے کی وجہ سے
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کو شرک و نقائص
سے پاک و محفوظ رکھا۔

ومعتقدنا ان الله تعالى حفظ آباء
النبي ﷺ من الشرك والنقائص
من اجل حملهم لنوره
(الفوائد الجلیة السبعة، ۱۱:۱)

اس پر متعدد دلائل اور مختلف اہل علم کی آراء سے تائید لانے کے بعد کہتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی نجات اور ان کا
ایمان بلکہ اہل ایمان میں سے بھی بڑھ کر ان کا
مقام ہے، ہمارا یہی عقیدہ ہے اور اس پر اللہ
تعالیٰ کے ہاں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت
ہے بلند مرتبہ ہے وہ شاہد ہے جب آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا ہر فرد بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہر ایک صحابی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک امتی
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور برکت سے اللہ
تعالیٰ کی بارگاہ سے وہ فضل و انعام پائے گا
جو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا
نہیں اور نہ کسی دل پر اس کا تصور گزر سکتا
ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
والدین اس سے حصہ نہ پائیں؟ حالانکہ
رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی
ولادت کا ذریعہ وہ بنے۔

واما نجات ابویہ ﷺ وایمانہا بل
وحصول اعظم منازل اهل
الایمان فهو اعتقادنا يشهد بذلك
جلالة قدره وعلو منصبه عند ربه
اذا كان الواحد من ذریتہ بل
الواحد من صحابته بل الواحد من
أمتہ ﷺ يناله من فضل الله
ورحمته بواسطته وبركته مالا عين
رات ولا اذن سمعت ولا خطر على
قلب بشر حدث عن البحر ولا حرج
فكيف لا ينال ابواعلیٰ ﷺ من ذلك
الحظ الاور وللنصيب الاكبر كيف
وقد من الله تعالى عليهما بمزية
خروج من بينهما رحمة للعالمین

(الفوائد الجلیة السبعة، ۱۲:۱)

۲۱۔ امام حافظ نجم الدین الخیاطی رحمۃ اللہ علیہ نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الحذر الحذر من ذکر والدیہ
 آپ ﷺ کے والدین کی طرف کبھی بھی
 کسی برائی کی نسبت نہ کرنا، کیونکہ اس
 غلبہ اللہ بسوء فانه یؤذیہ غلبہ اللہ
 (رفع الخفاء، ۱: ۶۷) سے آپ ﷺ کو اذیت ہوتی ہے۔

حدیث احیاء والدین کا مقام

علمائے اُمت نے حضور ﷺ کے والدین کے ایمان پر کتاب و سنت سے جو دلائل فراہم کئے ہیں ان میں ایک یہ روایت ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور پھر ان کا وصال ہو گیا۔ اس حدیث کو بعض لوگوں نے موضوع قرار دیا، امام سیوطی نے اس کے جواب میں ایک مکمل رسالہ تحریر فرمایا جس میں پختہ دلائل سے ثابت کیا کہ یہ حدیث موضوع ہرگز نہیں، ہاں ضعیف ہے اور فضائل و مناقب میں حدیث ضعیف بالاتفاق مقبول ہے۔ ہم یہاں کچھ اور محدثین کی رائے سے بھی نقل کر دیتے ہیں جو سیوطی کی تائید کر رہے ہیں۔

۱۔ امام ابن حجر مکی (المتوفی: ۹۷۳ھ) اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وان كان فيه ضعف لاوضع خلافاً
 اگرچہ اس میں ضعف ہے مگر موضوع
 لمن رعبه على ان بعض المتأخرين
 نہیں جیسا کہ بعض نے گمان کیا
 الحفاظ صححه
 علاوہ ازیں متأخرین حفاظ محدثین

میں سے بعض نے اسے صحیح کہا ہے (اشرف الوسائل الی نظم الشائل: ۳۹)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

حدیث احياء أمه حتى امننت رواه جماعة وصححه بعض الحفاظ (ایضاً: ۲۵۲)

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے زندہ ہو کر ایمان والی حدیث کو ایک پوری جماعت نے روایت کیا اور اسے بعض حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا۔

۲۔ امام احمد شہاب الدین خفاجی (المتوفی: ۱۰۶۹ھ) ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

وفى ذلك إشارة الى اسلام ابويه
عَلَيْهِ السَّلَامُ قال ابن حجر وهذا هو
الحق بل فى حدیث صححه غير
واحد من الحفاظ ولم تلتفتوا
من طعن فيه ان الله تعالى
احياهما له فامنا به خصوصية
لهما وكرامة لعليهما ﷺ

اس میں حضور ﷺ کے والدین کے ایمان کی طرف اشارہ ہے حافظ ابن حجر کہتے ہیں یہی بات حق ہے بلکہ حدیث میں ہے جسے متعدد حفاظ حدیث نے صحیح کہا ہے اور اس پر طعن کرنے والوں کی پرواہ نہیں کی، اور وہ حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں

(نیم الریاض: ۴، ۴۱۴)

آپ ﷺ پر ایمان لائے اور یہ حضور ﷺ کی خصوصیت و عظمت اور کرامت

ہے۔

۳۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی: ۱۰۵۲) رقمطراز ہیں:

وحدیث احياء والدين اگرچہ
 او بذات خود ضعیف است لیکن
 تصحیح و تحسین کردہ اند
 آنرا بتعدد طرق (بعض المصنفات: ۷۱۸، ۷۱۹)

احیاء والدين والی حدیث اگرچہ بذات
 خود ضعیف ہے مگر متعدد اسناد کی وجہ سے
 محدثین نے اسے صحیح اور حسن قرار دیا ہے

اسی حدیث پر سیوطی نے ایک رسالہ ”التعظیم والمنة فی ان ابوی رسول اللہ فی
 الجنة“ میں بھی بڑی تفصیلی گفتگو کی جس کی نظیر ملنا مشکل ہے اختتامی گفتگو میں کہتے ہیں
 ولولا تفرده لحکمت له بالحسن
 اور اگر یہ راوی اس کی روایت میں مفرد نہ
 ہوتا تو اس حدیث کو حسن قرار دے دیتا۔
 (التعظیم والمنة: ۱۳۹)

ان محدثین کے اسمائے گرامی بھی ملاحظہ فرمائیں جنہوں نے اس حدیث کے موضوع
 ہونے کا انکار کیا ہے۔ امام ابو حفص ابن شاہین، امام ابو بکر خطیب بغدادی، امام ابو القاسم ابن
 عساکر، امام ابو القاسم سہلی، امام قرطبی، امام محبت الدین طبری، امام ناصر الدین ابن المنیر،
 حافظ فتح الدین بن سید الناس، حافظ شمس الدین دمشقی اور امام صلاح الدین صفدی

ملا علی قاری کے رسالہ کی اشاعت پر افسوس

ملا علی قاری نے اس مسئلہ میں جمہور امت کی مخالف کرتے ہوئے ایک رسالہ
 ”ادلة معتقداہی حنیفة الا عظم فی ابوی الرسول“ (والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 بارے میں امام اعظم کے موقف پر دلائل) لکھا جو بڑی آب و تاب کیساتھ شیخ مشہور
 بن حسن نجدی کی تحقیق کیساتھ ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔ ہمیں درج ذیل وجوہ کی بنا پر
 اسکی اشاعت پر افسوس اور دکھ ہے۔

ملا علی قاری کی بنیاد درست نہیں

ملا علی قاری نے جس بنیاد پر یہ مسئلہ اٹھایا تھا وہ فقہ اکبر کی عبارت تھی۔ کیونکہ انہوں نے ایک مقام پر اس موضوع کی وجہ خود لکھی ہے:

قد اتمس منی بعض الخلان من اعین
الاخوان ان اکتب رسالة لمسئلة ذکر بها
الامام اعظم المعترف فی اخر کتابه الفقه
الاکبر الذی علیہ مدار الاعتقاد للاکثر۔
فصرت متردداً بین القبول والنکول
فاندم رجلاً واولخر اخری خوفاً من قیام
فتنة اخری وحصول بلیة کبری
(البهانة المزجاة لمن يطالع الرقاة: ۳۹)

مجھ سے میرے بعد اہم دوستوں نے کہا
کہ میں اس مسئلہ پر رسالہ لکھوں جس کا
ذکر امام اعظم نے اپنی کتاب فقہ اکبر کے
آخر میں کیا ہے۔ اور اس کتاب پر اکثر
اعتقاد کا مدار ہے، تو اس بات کے قبول
واذکار میں متردد ہوا، کبھی لکھنے اور کبھی نہ
لکھنے کا سوچتا کیونکہ مجھے فتنے اور بڑی
مصیبت کے کھڑے ہونے کا ڈر تھا۔

خوف فتنہ کیوں؟

یہاں یہ بات بھی سامنے رہنی چاہئے کہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں بار بار کفر پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:

واما الاجماع فقد اتفق السلف
والخلف من الصحابة و التابعین
والائمة الاربعة وسائر المجتہدین
علی ذلك (ادلة معتقد الی حدیث: ۱)

رہا معاملہ اجماع کا تو اس پر تمام سلف
و خلف متفق ہیں خواہ صحابہ ہوں یا
تابعین آئمہ ہوں یا دیگر مجتہدین۔

اگر اس مسئلہ پر اجماع تھا تو پھر فتنہ اور مصیبت کبریٰ کا خوف کیوں؟ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان پر اجماع تھا جس کی وجہ سے یہ خوف لاحق ہوا۔ پھر رسالہ کا خود نام بھی بتا رہا ہے کہ ان کی بنیاد فقہ اکبر کی عبارت ہی بنی تھی۔ لیکن تحقیق کے بعد یہ باتیں سامنے آچکی ہیں

یہ امام اعظم علیہ الرحمہ کی کتاب ہی نہیں

فقہ اکبر کے بارے میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ امام اعظم کی کتاب

ہی نہیں۔ خود مشہور بن حسن نجدی (جس نے رسالہ شائع کیا ہے) لکھتے ہیں:

فی صحة نسبة الكتاب للامام ابي حنيفة رحمه الله وقفة لانه متضمن مسائل لم يكن الخوض فيها معروفاً في عصره ولا العصر الذي سبقه

اس کتاب کی امام اعظم کی طرف نسبت کرنے میں توقف ہے کیونکہ اس میں ایسے مسائل کا ذکر ہے جو انکے دور میں معروف نہ تھے، اور نہ ان سے پہلے دور میں

آگے امام ذہبی کے حوالے سے لکھا:

بلغنا عن ابي مطيع الحكم بن عبد الله البلخي صاحب الفقه الاكبر

ہمیں یہ بات ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بلخی سے پہنچی ہے جو فقہ اکبر کے مصنف ہیں

پھر اس پر شیخ ناصر الدین البانی کا یہ نوٹ لکھا:

في قول المؤلف صاحب الفقه الاكبر اشارة قوية الى ان كتاب الفقه الاكبر ليس للامام ابي حنيفة عليه الرحمة خلافاً لما هو مشهور عند

ذہبی کے قول صاحب فقہ اکبر سے قوی اشارہ مل رہا ہے کہ فقہ اکبر امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی کتاب نہیں بخلاف اس بات کے جو احناف کے ہاں مشہور ہے

الحنفية (کتاب حزر منها العلماء: ۲-۲۹۲)

یہی بات شیخ ابن تیمیہ نے کہی ہے۔ ملاحظہ ہو (مجموعۃ الفتاویٰ: ۲۲.۵)

اس نسخہ میں غلطی تھی

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ کتاب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ کی ہی ہے جیسا کہ مشہور ہے پھر اہل علم اس پر متفق نظر آتے ہیں کہ جو نسخہ ملا علی قاری کے سامنے تھا اس میں غلطی تھی۔

۱: امام احمد طحاوی حنفی اسی حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وما فی الفقہ من ان والدیہ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} ماتا
علی الکفر فمدسوس علی الامام
ویدل علیہ ان النسخہ المعتمدہ
لیس فیہا شنی من ذلک
(حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار: ۲-۸۰)

فقہ اکبر میں جو عبارت آئی ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر پر فوت ہوئے
، یہ امام اعظم پر تہمت ہے۔ اور فقہ اکبر
کے متعدد نسخے شاہد ہیں، ان میں ایسی
عبارت موجود ہی نہیں۔

۲: شیخ الاسلام امام ابن حجر کی تحقیق فرماتے ہیں:

وما نقل عن ابی حنیفہ انه قال
فی الفقہ الا کبر انہما ماتا علی
الکفر مردود بان النسخہ المعتمدہ
من الفقہ الا کبر لیس فیہا شنی
من ذلک (الفتاویٰ الفقیہ)

امام ابو حنیفہ کے حوالے سے منقول ہے
کہ ”فقہ اکبر“ میں انہوں نے فرمایا
والدین نبی کفر پر فوت ہوئے یہ مردود
وغلط ہے۔ کیونکہ فقہ اکبر کے معتمد نسخوں
میں ایسی کوئی بات موجود نہیں۔

۳: شیخ ابراہیم بیجوری رقمطراز ہیں:

واما ما نقل عن ابی حنیفہ فی
 الفقہ الاکبر من ان والدی
 المصطفیٰ ماتا علی الکفر فمدسوس
 علیہ و حاشاہ ان یقول ذلک
 و غلط ملا علی قاری غفر اللہ لہ
 فی کلمة شنیعة قالہا
 (شرح جوہرۃ التوحید: ۴۵)

فقہ اکبر میں امام اعظم کے حوالے سے جو
 نقل کیا گیا کہ حضور ﷺ کے والدین کفر
 پر فوت ہوئے یہ سراسر تحریف و تہمت
 ہے۔ اللہ کی قسم: وہ ہرگز ایسی بات نہیں
 کہہ سکتے۔ ملا علی قاری نے جو اس بارے
 میں کلمات بد کہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس
 پر معافی عطا فرما دے۔

۴: صاحب قاموس شارح احیاء علوم الدین امام مرتضیٰ زبیدی کے استاذ امام احمد بن
 مصطفیٰ حلبی اس عبارت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

ان الناسخ لما رای تکرر ما فی
 (ماماتا) ظن ان احدهما زائدا
 فحذفها فذاعت نسخه الخاطئه

کاتب نے جب "ماماتا" میں ما کا
 تکرار دیکھا تو اس نے ایک کو زائد سمجھتے
 ہوئے حذف کر دیا تو اس وجہ سے غلط نسخہ
 شائع ہو گیا۔

نہایت ہی اہم دلیل

اس پر انہوں نے یہ اہم دلیل بھی قائم کی کہ مذکورہ فقہ اکبر کی عبارت ہے۔
 ”والدار رسول اللہ ماتا علی الکفر وابو طالب مات کافرا“ اگر واقعہ آپ ﷺ کے
 والدین کفر پر تھے تو انہیں الگ اور حضرت ابو طالب کو الگ بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ انکے
 الفاظ ملاحظہ کیجئے:

ومن الدليل على ذلك سياق الخبر لان ابا طالب والابوين لو كانوا جميعاً على ملة واحدة جمع الثلاثة في الحكم بجملة واحدة لا بجملتين مع عدم التخالف بينهم في الحكم (ملا علی قاری واثره: ۱۱۰)

اور اس پر سیاق کلام کی شہادت بھی موجود ہے۔ اسلئے کہ لہر ابو طالب اور والدین کی ایک ہی بہالت ہوتی تو مصنف ان تمام کا حکم یہاں ہی جملہ میں ذکر کر دیتے دو الگ الگ جملے ذکر نہ کرتے کیونکہ پھر اسے درمیان حکم میں اختلاف ہی نہ تھا۔

یعنی جب مصنف نے الگ الگ دونوں کو بیان کیا ہے تو ماننا پڑے گا دونوں کا حکم الگ الگ ہے اور یہ اس صورت میں ثابت ہوگا جب ”ماماتنا علی الکفر“ ہو (کہ وہ دونوں کفر پر فوت نہیں ہوئے)

ملا علی قاری کی تشکیک

خود ملا علی قاری بھی فقہ اکبر کے مذکورہ نسخہ کے بارے میں متردد ہیں کیونکہ اس میں یہ عبارت بھی ہے:

رسول اللہ ﷺ کا وصال ایمان پر ہوا۔
 ورسول اللہ ﷺ مات علی الایمان
 اس کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وفی نسخة زید قوله ورسول الله ..
 سولیس هذا فی اصل شارح
 تصور لهذا الميدان لكونه ظاهراً
 فقہ اکبر کے نسخہ میں (جو ملا علی قاری کے سامنے تھا) امام صاحب کا یہ قول بھی ہے کہ رسول ﷺ..... لیکن یہاں اسے بطور

فی معرض البيان ولا يحتاج الى
ذکره لعلوه صلی اللہ علیہ وسلم فی هذا الشان
ولعل مرام الامام علی تقدیر
صحة ورود هذا الكلام انه صلی اللہ علیہ وسلم
من حيث كونه نبياً من الانبياء
عليهم السلام وهم كلهم
معصومون عن الكفر في الابتدا
(شرح فقہ اکبر: ۱۰۸ مطبوعہ مصر)

اصل لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ
یہ معاملہ تو اس قدر واضح تھا کہ اسے
بیان کی حاجت ہی نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات اقدس کا مقام اس سے کہیں
بلند ہے۔ اگر اس جملہ کی صحت کو مان لیا
جائے تو شاید امام کا مقصود یہ ہو کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام ابتدا سے ہی ہر کفر سے معصوم
ہوتے ہیں۔

یاد رہے صحیح نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ

ملا علی قاری والانسخہ قابل اعتماد نہ تھا۔

صحیح نسخوں کا مشاہدہ

اہل تحقیق نے محض ظن سے کام ہی نہیں لیا بلکہ مذکور باتوں کو ثابت کرنے کیلئے فقہ اکبر
کے اصلی نسخے تلاش کئے جس کے بعد واضح ہو گیا کہ وہ نسخہ واقعہ قابل اعتماد نہیں
۱: امام زاہد الکوثری علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ پر تحقیق کی اور لکھا۔

وانی بحمد اللہ رأیت لفظ (ماماتا)
(فی نسختین بدار الکتب المصریة
قدیمین کمارای بعض اصدقانی
میں نے اللہ کی توفیق سے دار الکتب
المصریہ میں فقہ اکبر کے دو قدیم نسخے دیکھے
، جن میں "ماماتا" کے الفاظ موجود ہیں،

لفظی (مامانا) وعلی الفطرة فی
 نسختین قدیمین بمکتبة شیخ
 الاسلام وعلی القاری بنی شرحه
 علی النسخة الخاطئة واسباء الادب
 سامحه الله
 (مقدمة العالم والحکم، ۷)

جیسا کہ میرے بعض دوستوں نے مکتبہ شیخ
 الاسلام (مدینہ منورہ) میں ایسے نسخے
 دیکھے جن میں ”مامانا“ اور علی الفطرة کے
 الفاظ موجود تھے، ملا علی قاری نے غلط نسخہ
 پر بنیاد رکھی اور بے ادبی کے مرتکب ہوئے
 اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے۔

۲۔ علامہ شیخ مصطفیٰ حمای مصری رقمطراز ہیں کہ امام صاحب کی کتاب کی عبارت یوں ہے
 ووالدارسول اللہ ﷺ ماتا علی
 الفطرة و ابو طالب مات کافراً
 رسول اللہ ﷺ کے والدین فطرت پر
 فوت پر فوت ہوئے اور ابو طالب حالت
 کفر پر فوت ہوئے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

هذا الذی رأیتہ انا بعینی فی الفقه الاکبر
 للامام ابی حنیفة بنسخة بمکتبة شیخ
 الاسلام بالمدينة المنورة ترجع کتابة
 هذا النسخة الی عهد بعید حتی قال لی
 بعض العارفين هناك انها کتبت فی عهد
 العباسيين (الامام علی القاری واثره: ۱۱۰)

یہ الفاظ میں نے اپنی آنکھوں سے مدینہ
 منورہ کی شیخ الاسلام لائبریری میں امام
 صاحب کی کتاب فقہ اکبر کے نسخہ میں
 دیکھے۔ جس کی کتابت بہت پرانی تھی،
 حتیٰ کہ بعض ماہرین نے بتایا کہ یہ نسخہ
 عہد عباسی میں تیار ہوا تھا۔

۳: مکتبہ المکرمہ کے عظیم محدث ڈاکٹر محمد علوی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی آنکھوں
 سے وہ نسخہ دیکھا اور اس کا بڑا تفصیل کیساتھ ذکر کیا۔
 (الذخائر المحمديہ: ۳۳، ۳۴)

۴۔ حضرت مولانا سید حبیب اللہ قادری رشید پاشا اپنے مقالہ شرف نسب میں لکھتے ہیں ہمارے لیے اب غور طلب امر یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مسلک کیا ہے؟ آپ کی کتاب ”فقہ اکبر“ میں یہ عبارت ملتی ہے:

ووالدارسول اللہ ﷺ ماتنا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر پر مرے
 علی الکفر (العیاذ باللہ)

والدین کریمین کے کفر و انکار کا سوال ہی کیسے پیدا ہوگا جبکہ دور نبوت انہوں نے نہیں پایا اور عبدالمطلب سے پہلے ہی وفات پا گئے، استاذ محترم حضرت علامہ مولانا ابولوفاء صاحب افغانی فقیہ جامعہ نظامیہ کے لیے یہ جملہ بڑا ناگوار گزرا اور امام اعظم کی طرف اس عبارت کے منسوب کرنے سے انہیں بڑی تشویش ہوئی، تحقیق شروع کر دی، مدینہ طیبہ کے مکتبہ شیخ الاسلام سے مراسلت کی جہاں اصل نسخہ محفوظ تھا، مخطوطہ کا فوٹو منگوا یا گیا (جو احياء المعارف النعمانية واقع جلال کوچہ حیدرآباد میں محفوظ ہے) اصل کتاب کا فوٹو دیکھا تو ”ماتنا“ کے اوپر ایک اور ”ما“ کا اضافہ پایا جو نفی کا کلمہ ہے، اب قطعی تصدیق ہو گیا کہ وہ دونوں کفر پر وفات نہیں پائے۔

ایک خوبصورت بات

امام زاہد کوثری کہتے ہیں کہ بعض نسخوں میں یہ الفاظ ہیں:

وابوالنبي ﷺ ماتنا على الفطرة
 ولفظ الفطرة سهولة التحريف الى
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین فطرت پر فوت ہوئے اور
 لفظ الفطرة کا کفر کیساتھ تبدیل ہونا خصوصاً خط
 کوفی میں بہت آسان ہے، اکثر نسخوں
 (الکفر) فی الخط الکوفی

وفى اكثرها (ماماتا على الكفر) میں ”ماماتا على الكفر“ ہی ہے جس سے امام اعظم کا مقصد ان لوگوں کا رد تھا جو یہ حدیث بیان کرتے ہیں ”ان ابی“ اور انہیں دوزخی کہتے ہیں کیونکہ کسی کو بھی دوزخی قرار دینے کیلئے دلیل یقینی کی ضرورت ہوتی ہے۔

الا بدلیل یقینی
(مقدمۃ العالم والحکیم: ۷، مطبوعہ کراچی)

اگر الفاظ یہی ہوں

اگر یہ تسلیم کر لیں کہ نسخہ صحیح ہے اور اسکے الفاظ بھی یہی ہیں تو متعدد اہل علم نے اسکی جو خوبصورت توجیہ کی ہے اسے تسلیم کر لینا چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ انکا وصال، زمانہ کفر میں ہوا، یہ نہیں کہ وہ حالت کفر میں فوت ہوئے۔
(نعوذ باللہ منہ)

۱: امام ابن حجر کی فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ اگر ان الفاظ کو تسلیم کر لیا جائے تو:

فمعناه انهما ماتا فی زمن الكفر وهذا
لا یقتضی اتصافهما به
تو معنی یہ ہوگا کہ وہ دونوں زمانہ کفر میں فوت ہوئے اور اس سے انکا

(الفتاویٰ لابن حجر)
کافر ہونا کہاں لازم آتا ہے؟

۲: امام سید محمد بن رسول برزنجی مدنی (المتوفی: ۱۱۰۳ھ) اس بارے میں لکھتے ہیں:

فليس في هذا القول تصريح بذلك لان قوله "ماتا على الكفر" المراد بالكفر الفترة فقد تقدم ان الكفر يطلق على الفترة مجازاً فهو على وزن قوله تعالى 'على فترة من الرسل اي ماتا على الفترة وهذا قول صحيح

اس قول میں انکے کفر پر تصریح نہیں ہے کیونکہ "ماتا علی الکفر" میں کفر سے مراد فترت پر ہے تو (کتاب کے مقدمہ میں) تفصیلاً گزر چکا ہے کہ مجازی طور پر کفر کا اطلاق فترت پر ہوتا ہے۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے "علی فترة من الرسل" تو اب معنی ہوگا وہ دونوں زمانہ فترت میں فوت ہوئے اور یہ قول صحیح ہے

اس پر مزید عبارت سے تائید لاتے ہوئے کہتے ہیں:

الاترى كيف غير العبارة في ابى طالب فقال في حقه مات كافراً فاطلق عليه الكافر حيث انه بلغه الدعوة فكان كفره حقيقةً نظراً لظاهر الشرع ولم يطلق ذلك عليهما فلم يقل ماتا كافرين

کیا تم نے دیکھا نہیں، امام صاحب نے ابو طالب کے حوالے سے کہا وہ حالت کفر میں فوت ہوئے ان پر کافر ہونے کا اطلاق کیا، کیونکہ انہیں اسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی اور ان کا ظاہر شرع پر کفر حقیقی تھا۔ لیکن والدین کے بارے میں یہ نہیں

کہا کہ وہ حالت کفر میں فوت ہوئے (سداد الدین: ۱۰۹-۱۱۰)

۳: مولانا نجم الغنی رام پوری لکھتے ہیں اگر امام کے قول میں ہوتا "ماتا کافرین" تو گنجائش تعجب تھی حالانکہ "ماتا علی الکفر" واقع ہوا ہے اور اس میں بڑا فرق ہے۔
(تعلیم الایمان شرح فقہ اکبر: ۲۵۸)

۴: مجدد اُمت حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی بھی اس عبارت کی یہی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”بااعتبار اس مسلک (کہ وہ فترت پر فوت ہوئے) کے فقہ اکبر کی عبارت بھی صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں ”ماننا علی الکفر“ موجود ہے۔ انکی تعذیب کے بارے میں کچھ مذکور نہیں۔ اب صاف ظاہر ہو گیا کہ وہ ناجی ہوں گے۔ اگر دوسرا مسلک لیا جائے کہ وہ زندہ ہو کر ایمان لائے تو پھر یہ عبارت اسکے منافی نہیں، اگر تیسرا مسلک لیا جائے کہ وہ ملت ابرہی (ایمان اجمالی) پر تھے تو فقہ اکبر کی عبارت اسکے بھی منافی نہیں کیونکہ فقہ اکبر میں امام اعظم نے عدم ایمان تفصیلی کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔“
(مختص از فتاویٰ عزیز: ۱-۲۹۵)

ملا علی قاری کی توبہ و رجوع

ان تمام جوابات کے علاوہ یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ملا علی قاری نے اس موقف سے توبہ کر لی تھی۔ محشی نیر اس علامہ بر خود ار رقمطراز ہیں:

ملا علی قاری سے اس مسئلہ میں غلطی
ہوئی اور وہ پھسل گئے لیکن ”القول
المستحسن“ میں موجود ہے کہ
انہوں نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا
تھا یعنی توبہ کر لی تھی۔

فقد اخطأ وزل لا یلیق ذلک له نقل
توبته من ذلک فی القول المستحسن
("حاشیہ نمبر اس" ۵۲۶)

شرح شفاء سے تائید

اس بات کی تائید خود ملا علی قاری ان کی کتاب ”شرح الشفاء“ کے بعض نسخوں سے بھی ہوتی ہے۔ اسکے دونوں مقامات ملاحظہ کر لیجئے:

الشیخ مصطفیٰ الحماوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شرح شفاء میں ملا علی قاری نے جو گفتگو کی ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ شرح شفاء کے وہ دو مقامات یہ ہیں۔

پہلا مقام: ایک مقام پر قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کیا کہ ”ذی المجاز“ کے مقام پر سواری کی حالت میں ابوطالب نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے سخت پیاس محسوس ہو رہی ہے مگر پانی نہیں۔ اس پر نبی ﷺ نے سواری سے اتر کر زمین پر پاؤں مارا وہاں سے پانی نکل آیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا چچا! یہ پانی پی لو۔ اسکی شرح کرتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وابو طالب لم یصح اسلامه وابویہ
ففیہ اقوال والاصح اسلامہنا علی
مانفق علیہ الاجلۃ من الامۃ
ابوطالب کا ایمان ثابت نہیں مگر آپ
ﷺ کے والدین کے بارے میں مختلف
اقوال ہیں مختار یہی ہے کہ وہ مسلمان تھے
(شرح شفاء: ۱-۲۰۱) امت کے اکابر کا اس پر اتفاق ہے۔

دوسرا مقام: دوسرے مقام پر ملا علی قاری اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اماما ذکر و امن احیانه علیہ الصلوٰۃ
 والسلا م ابویہ فالاصح وقع علی ما
 علیہ الجمہور الثقات کما قال
 السیوطی فی رسا ئلہ
 علماء نے حضور ﷺ کے والدین کریمین
 کا زندہ ہو کر اسلام قبول کرنا بیان
 کیا ہے۔ یہی مختار ہے۔ جمہور علماء
 اُمت کی یہی رائے ہے امام سیوطی علیہ
 الرحمہ نے اس موضوع پر متعدد رسائل
 (شرح الشفاء: ۱: ۶۴۸)

تصنیف کئے ہیں۔

یاد رہے کہ ”شرح شفاء“ ملا علی قاری کی آخری تصانیف میں سے ہے۔ یہ
 نسخہ ”شرح الشفاء“ استنبول ۱۳۱۶ھ کا مطبوعہ فقیر کے پاس موجود ہے۔
 ہم اپنی بات مولانا عبدالحی لکھنوی کے اس جملہ پر ختم کر رہے ہیں:

الحذر الحذر من التکلم بما یؤذی
 روح المصطفی ﷺ (ظفر الامانی: ۳۵۸)

ایسی گفتگو سے ہمیشہ بچو جو روح مصطفیٰ
 ﷺ کی اذیت کا سبب بن رہی ہو

مستقل کتب کے نام

اس مسئلہ پر مستقل کام کرنے والے مصنفین اور ان کتب کے نام ذکر کئے

دیتے ہیں۔

سب سے زیادہ کام امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے:

- ۱۔ مسالك الحنفاء في والدي المصطفى امام جلال الدين سيوطي رحمه الله عليه
- ۲۔ الدرر المنيفة في الالباء الشريفة امام جلال الدين سيوطي رحمه الله عليه
- ۳۔ المقامة السندسية في النسبة المصطفوية امام جلال الدين سيوطي رحمه الله عليه
- ۴۔ التعظيم والمنة في ان ابوي رسول الله في الجنة امام جلال الدين سيوطي رحمه الله عليه
- ۵۔ نشر العلمين المنفين في احياء الابوين الشريفين امام جلال الدين سيوطي رحمه الله عليه
- ۶۔ السبل الجليلة في الالباء العلية امام جلال الدين سيوطي رحمه الله عليه
- ۷۔ حديقة الصفاء في والدي المصطفى، امام سيد زبيدي صاحب القاموس
- ۸۔ الانتصار لوالدي النبي المختار، امام سيد مرتضى زبيدي صاحب القاموس
- ۹۔ سداد الدين وسداد الدين في اثبات النجاة والدرجات للوالدين، امام سيد محمد رسول برزنجي المتوفى ۱۱۰۳ھ
- یہ کتاب پاکستان میں علامہ سید عظمت حسین گیلانی کے توسط سے شائع ہوگئی ہے
- ۱۰۔ اثبات النجاة ولايمان لوالدي سيد الاكوان علامہ آفندی واغستانی رحمہ اللہ علیہ

- ۱۱۔ شمول الاسلام لا اصول الرسول الكرام، امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۲۔ ہدیۃ الغیبی الی اسلام آباء النبی، مولانا سید محمد عبدالغفار قادری رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۳۔ تقدیس آباء النبی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر مظہری
- ۱۴۔ حضور کے آباؤ اجداد کا مذہب، اہل حدیث فاضل مولانا محمد ابراہیم میر
- ۱۵۔ والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اظہار حقیقت شیخ محمد علوی مالکی مکی
- ۱۶۔ تنبیہ العقول فی اسلام آباء الرسول، علامہ قاضی ارتضاعلی خاں رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۷۔ رسالۃ فی ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، علامہ محمد شاہ چلبی قاضی حلب (المتوفی: ۹۲۶ھ)
- ۱۸۔ انباء المصطفیٰ فی حق آباء المصطفیٰ، امام ابن الخطیب (المتوفی: ۹۳۰ھ)
- ۱۹۔ فی اسلام والدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، شیخ ابن الملا حلبی (المتوفی: ۱۰۱۰ھ)
- ۲۰۔ ہدیۃ الكرام فی حق آباء المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- شیخ یوسف بن عبداللہ دمشقی قاضی موصل (۱۰۷۳ھ)
- ۲۱۔ انباء المصطفیٰ فی حق آباء المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- شیخ محمد بن قاسم رومی (المتوفی: ۹۷۰ھ)
- ۲۲۔ تحقیق آمال الراجین فی ان والدی المصطفیٰ فی الدارین الناجین، شیخ نورالدین الجزار مصری
- ۲۳۔ تحفة الصفافی ما يتعلق بابوی المصطفیٰ
- شیخ احمد اسماعیل الجزاری (المتوفی: ۱۱۵۰ھ)
- ۲۴۔ الرد علی من افتحم القدر فی الابوین المکرمن امام حسن بن عبداللہ حلبی (المتوفی: ۱۱۹۰ھ)

- ۲۵۔ قرۃ العینین فی ایمان الوالدین، امام حسین بن احمد دوانچی (۱۱۷۵ھ)
- ۲۶۔ رسالہ فی ابوی المصطفیٰ
- علامہ داؤد بن سلیمان بغدادی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۹۹ھ
- ۲۷۔ رسالۃ فی ابوی البنی، شیخ علی بن حاج شامی رحمۃ اللہ علیہ
- ۲۸۔ نور العینین فی آباء سید الکونین، مولانا محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
- ۲۹۔ ابویں مصطفیٰ، علامہ فیض احمد اویسی
- ۳۰۔ فضائل سیدہ آمنہ، علامہ فیض احمد اویسی
- ۳۱۔ مطالع النوری المنبئی عن طہارۃ النسب العربی
- امام عبداللہ بسنوی رومی (المتوفی، ۱۰۴۵ھ)
- ۳۲۔ ایمان والدین مصطفیٰ، مفتی محمد خان قادری
- ۳۳۔ الدر الیتیم فی ایمان آباء النبی الکریم، حافظ شاہ علی انور قلندر
- ۳۴۔ ارشاد البغی الی اسلام آباء البنی،
- مولانا برخوردار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ
- ۳۵۔ رسالہ علی ابوی البنی، شیخ ابن کمال پاشا
- ۳۶۔ غایۃ الوصول فی نجات ابوی الرسول، شیخ عمران احمد مصری
- ۳۷۔ البدرین فی آباء سید الکونین، مولانا حبیب الرحیم فاروقی
- ۳۸۔ القول المنقول فی نجات ابوی الرسول، مولانا جان محمد محمود پوری
- ۳۹۔ درج البھیۃ فی ایمان الالباء والامہات المصطفویۃ
- مولانا خیر الدین دہلوی (والد ابوالکلام آزاد)

مولانا محمد یسین قصوری

ڈاکٹر محمد اشرف جلالی

شیخ محمد امین حنفی مدنی

شیخ محمد نور سوید

شیخ عبداللہ بسنوی (المتونی: ۱۰۵۴)

۴۰۔ والدین مصطفیٰ، حالات و ایمان

۴۱۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا،

۴۲۔ نور الہدیٰ فی آباء المصطفیٰ

۴۳۔ سبیل السلام فی حکم آباء

سید الانام

۴۴۔ تاکید الادلة علی نجات

والدی النبی ﷺ من النار

۴۵۔ القول الجلی بنجات ابوی النبی ﷺ

المعروف المطالع النور السنی

رسائل امام سیوطی کے ترجمہ کے بارے میں

تقریباً ۱۹۹۰ء کی بات ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق و عنایت سے ہم حرمین شریفین حاضر ہوئے مَنَّة المکرمہ سے حضور سرور دو عالم ﷺ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں ابو اشرف حاضری کا پروگرام طے پایا۔ بندہ مکاتب پر بعض کتب کی تلاش کی وجہ سے وقت مقررہ سے لیٹ ہو گیا، اہل قافلہ خاصہ انتظار کرنے کے بعد ابو اشرف روانہ ہو گئے۔ اس محرومی کی وجہ سے جو دل پر گزری وہ الفاظ میں کیسے بیان ہو سکتی ہے؟ آنکھوں سے آنسو رواں دواں ہو گئے اور دل اپنے مالک و خالق کے حضور عرض کناں ہوا کہ ارحم الراحمین میری غلطیوں کو معاف فرمادے تاکہ آئیندہ ایسی محرومی نہ ہو۔

رسائل سیوطی کا حصول

اسی دن پچھلے پہر بوجھل دل لیے ہوئے ایک مکتبہ پر گیا وہاں دیگر کتب کی تلاش کرتے ہوئے اچانک ایک ایسی کتاب پر نظر پڑی جس کا ٹائٹل ”الرسائل التسع للسیوطی“ (امام سیوطی کے نو رسائل کا مجموعہ) تھا۔ کتاب اٹھائی کھولی تاکہ دیکھوں امام صاحب کے کون کون سے رسائل اس میں ہیں۔ جب صفحہ نمبر ۵ سامنے آیا جس میں محقق ڈاکٹر محمد عزیز الدین سعیدی نے تحریر کیا تھا کہ اس میں امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چھ رسائل ہیں جو حضور ﷺ کے والدین کے ایمان و مقام پر ہیں پھر ان کے نام بھی تحریر کیے۔

بس پھر کیا تھا؟ کتاب کو چوما، دل خوشی سے لہلہا اٹھا اور اپنے رب تعالیٰ کے حضور بار بار سجدہ ریز ہو کر یہ کہہ رہا تھا کہ تو نے حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا

کے تو سل سے مجھے انمول خزانہ عطا فرما دیا ہے اگرچہ میں ابو اشریف حاضر نہ ہو سکا لیکن ان کی شفقت سے محروم نہیں رہا کیونکہ مجھے ایسے تمام نایاب رسائل حاصل ہوئے جن کے وہاں ملنے کا میں تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔

ترجمہ کا پروگرام

یہ پروگرام بنایا کہ پاکستان جاتے ہی ان کا ترجمہ کرونگا انہی دنوں بندہ نے ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مقالہ لکھا اس کے مقدمہ میں میں نے یہ الفاظ لکھے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر چھ رسائل تحریر فرمائے ہیں ان کے اردو ترجمہ کا ارادہ رکھتا ہوں۔ قارئین سے التماس ہے وہ دعا کریں کہ اس کی توفیق نصیب ہو۔
(ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

لیکن بعد میں کچھ ایسی مصروفیات آڑے آئیں رہیں کہ ترجمہ نہ ہو سکا۔ جب میں نے محسوس کیا کہ ہو سکتا ہے کہ وقت نہ ملے، لیکن ان رسائل کا ترجمہ ہمارے معاشرے کے لیے ضروری ہے تو اپنے متعدد ساتھیوں کے یہ کام سپرد کیا لیکن وہ بھی اسے نہ نبھاسکے۔

علامہ محمد صائم چشتی مدظلہ سے ملاقات

کوئی تین سال پہلے فیصل آباد کسی پروگرام میں شرکت کے لیے گیا تو وہاں نامور مصنف عالم دین علامہ محمد صائم چشتی مدظلہ سے ملاقات ہوئی۔ اہل بیت اطہار پر لکھنا پڑھنا ان کا خصوصی ذوق ہے۔ ان سے رسائل کے بارے میں بات ہوئی تو فرمایا آپ بھیج دیں میں ان رسائل کا ترجمہ کر دوں گا اس پر بہت خوشی ہوئی۔

انہی دنوں انہیں لاہور آنا ہوا تو ہمارے جامعہ اسلامیہ لاہور میں خود تشریف لے آئے اور رسائل ترجمہ کے لیے لے گئے، انہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے بہت جلد ترجمہ کر کے روانہ کر دیا۔ بندہ نے اپنی ہمت و علم کے مطابق اس پر نظر ثانی کی اور تمام کتابت کروا کر موصوف کو بھجوائی تاکہ اس کی پروف ریڈنگ فرمادیں۔ لیکن انہوں نے وہاں مسجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا جس کی وجہ سے انہیں وقت نہیں مل رہا تھا۔

سانحہ ابواشرف

۱۹۹۹ء رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بعض سعودی نجدیوں نے مقام ابواشرف میں حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار عالی کو بلڈوز کر دیا جس پر پورے عالم اسلام میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی لاہور میں ہم نے تحریک تحفظ آثار رسول اللہ ﷺ تنظیم بنائی جس کے تحت لاہور کے ہر مرکزی مقام پر سانحہ ابواکافرنس کا، اہتمام کیا بجز اللہ! اس مسئلہ پر خوب احتجاج بھی ہوا۔

رسائل سیوطی کا تذکرہ

اب جہاں جاتے، رسائل سیوطی کا وہاں تذکرہ ہوتا۔ کیونکہ اس موضوع پر سب سے بڑا کام یہی ہے۔ بندہ عرض کرتا کہ جیسے ہی فیصل آباد سے ان رسائل کا ترجمہ واپس آتا ہے انہیں شائع کر دیا جائے گا۔ لیکن محترم صائم صاحب مدظلہ کی مصروفیات آڑے آرہی تھیں۔

۲ جون کو ترجمہ کا افتتاح

مسلسل علماء اور ساتھیوں کے اصرار پر یہ سوچا کہ ایک کتاب کے متعدد تراجم بھی تو ہو سکتے ہیں۔ پھر یہ بھی تصور بار بار آ رہا تھا کہ سن ۹۰ میں یہ نعمت حاصل ہوئی، کتنا عرصہ گزرا کہ اب تک اس کا ترجمہ سامنے نہ آسکا، کہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں گرفت ہی نہ ہو تو ۲ جون ۱۹۹۹ء بروز بدھ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے مبارک نام سے ترجمہ شروع کر دیا۔

۱۹، ایام میں تکمیل

اللہ تعالیٰ کے فضل و لطف سے بڑے سائز کے ۲۳۱ صفحات پر مشتمل چھ رسائل کا ترجمہ ۲۳ جون بروز بدھ ۱۹۹۹ء بوقت پونے گیارہ بجے مطابق ۸ ربیع الاول ۱۴۲۰ ہجری کو مکمل ہو گیا، درمیان میں دو دن بخار کی وجہ سے کام نہ کر پایا تو اس طرح انیس ایام میں اس ترجمہ کی تکمیل ہوئی یہ سب اللہ تعالیٰ کی، حضور ﷺ کے والدین کریمین کی برکت و شفقت سے ہے ورنہ اتنے سالوں سے رکا ہوا کام اتنے قلیل عرصہ میں کیسے ہو سکتا ہے؟

مراحل طباعت

اس کے طباعت کا مرحلہ شروع ہوا تو ڈائریکٹر حجاز پبلی کیشنز لاہور حافظ ابوسفیان، اسرار احمد، محترم اعجاز احمد، محمد ظفر اقبال مدثر اعوان (کیلانی) اور محمد شہباز نے اس سلسلہ میں بڑی محنت کی جس کے سبب ستمبر ۱۹۹۹ء میں تمام کی طباعت مکمل ہوئی۔ ہمارے ایک ساتھی محترم سعید احمد ہیں جنہوں نے طباعت میں مالی تعاون فرمایا۔ بندہ دعا گو ہے اللہ تعالیٰ ان تمام ساتھیوں کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

رسائل چھ ہیں

امام سیوطی کے مذکورہ چھ رسائل کے علاوہ ایک رسالہ ”الفوائد الكامنة فی ایمان السیدة آمنہ“ کے نام سے بھی مصر سے شائع ہوا جسے دیکھ کر ہمیں مغالطہ ہوا کہ سیوطی علیہ الرحمہ کے اس موضوع پر سات رسائل ہیں اس کی تائید مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ سے بھی ہوتی ہے:

فان للسیوطی فی هذه المسئلة امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر سبع رسائل بسط الکلام فیما سات رسائل تصنیف فرمائے اور ان میں اس بما لا مزید علیہ قدر گفتگو کی ہے کہ اس اضافہ ممکن نہیں۔

(ظفر الامانی: ۴۵۹)

لیکن تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ رسائل چھ ہی ہیں، ساتواں رسالہ ”الفوائد الكامنة، بعینہ التعظیم والحرمة“ ہی ہے عظیم محقق علامہ حسین محمد علی شکاری لکھتے ہیں

یہ رسالہ جس کا نام ”الفوائد الكامنة في ايمان السيدة آمنة“ ہے یہ بعینہ وہی رسالہ، جس کا نام ”التعظیم والمنة في ان ابوى ان النبى في الجنة“ ہے یہ بات اس وقت سامنے آئی جب ہم نے اس کتاب (سدادالدين) میں ان سے منقول عبارات کا تقابل کروایا اس بات کی تائید علامہ سید عبدالحی الکتانی کی اس بات سے بھی ہوئی جو انہوں نے فہرس الفہارس میں لکھی انہوں نے پہلے رسالے کا ذکر کیا اور پھر کہا کہ یہ ایک اور نام سے بھی معروف ہے اور یہ رسالہ مستقل طور پر شائع ہو گیا ہے لیکن ناشر نے واضح کر دیا ہے کہ یہ وہی رسالہ ہے جو التعظیم والمنة کے نام سے معروف ہے۔

هذه الرسالة المسماة الفوائد الكامنة في ايمان السيدة آمنة هي عين الرسالة المسماة التعظيم والمنة في ان ابوى النبى في الجنة وقد ظهر لنا ذلك من خلال مقابلة النصوص الواردة منها في هذا الكتاب بالاصل المطبوع للرسالة الثانية الذكر وقد ذكر علامة السيد عبد الحى الکتانى في فہرس الفہارس ما يؤيد ذلك حيث ذكر الرسالة الاولى و اشار الى انها تعرف كذلك بالاسم الاخر وقد طبعت هذه الرسالة مستقلة وبين الناشر لها انها هي الرسالة التي تعرف بالتعظيم والمنة

(حاشیہ سدادالدين: ۳۸)

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح

اس کے بعد ہمیں خود امام سیوطی علیہ الرحمہ کی تصریح بھی مل گئی ہے کہ میں نے اس موضوع پر چھ رسائل تحریر کیے ہیں۔ دوران الفلکی علی ابن الکر کی میں مخالف کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والثانی انه تکلم فی حق والدی
المصطفیٰ بما لایحل لمسلم
ذکرہ ولا یسوغ ان یجزم علیہ
فکرہ فوجب علی ان اقوم علیہ
بالانکار وان استعمل فی تنزیہ
هذا المقام الشریف الا قلام
والافکار فالفت فی ذالک ست
مولفات شحنتہ بالفوائد وہی فی
الحقیقة ابکار ومن ذالذی
یستطیع علی قیامی فی ذلک او
یلقی نفسہ فی هذه المهالك من
انکر ذلک اکاد اقول بکفر
واستغرق العمر بهجرہ

دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے خلاف ایسی بات کی ہے جس کا ذکر مسلمان کے لیے جائز نہیں اور نہ ہی اسے عقیدہ بنانا جائز ہے تو پھر یہ لازم تھا کہ میں اس کا رد لکھوں اور اس عظیم مقام کے تقدس کے پیش نظر قلم اور فکر کو حرکت میں لاؤں، تو میں نے اس مسئلہ پر چھ رسائل تصنیف کیے جو فوائد سے مالا مال ہیں۔ اور یہ حقیقت اس موضوع پر پہلا ہی کام ہے اور کون ہے جو میرے رد کے لیے اٹھے گا حتیٰ کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے گا۔ جو اس عقیدہ کا منکر ہے میں تو اسے قریب کفر سمجھتا ہوں اور عمر بھر اس

سے بائیکاٹ رکھوں گا

(تعلیم الایمان شرح فقہ اکبر: ۲۵۸)

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ یہ سات رسائل نہیں بلکہ چھ ہی ہیں۔

اہم نوٹ: ہم نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ حوالہ جات کی تخریج بھی کر دی ہے تاکہ اہل علم کے لیے اصل کتاب کی طرف رجوع میں آسانی ہو جائے۔ اردو کے ساتھ عربی نسخہ بھی شائع کر دیا ہے تاکہ اس کا حصول دشوار نہ رہے اور علماء اصل سے استفادہ کر سکیں

آخر میں اپنے رحمن و رحیم اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جو مجھے ان اعلیٰ موضوعات پر کام کی توفیق دیتا ہے اور ان کی اشاعت کے لیے وسائل فراہم فرماتا ہے اور پھر انہیں لوگوں میں مقبولیت عطا فرماتا ہے۔

الغرض سبھی کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کا ہی ہے۔ ہمارا اس میں کچھ نہیں دعا ہے کہ وہ ہمیں شکر گزار غلام بننے کی توفیق دیدیں۔

بھلا ہووی

میریا مہرباناں نالے قدر داناں
 بڑے کرم کمانے نی بھلا ہووی
 لکھاں وچ پئے رلدے سن بخت میرے
 سکھوں لکھ بنائے نی بھلا ہووی
 کلر شورز مین ساں مہرباناں
 بوٹے کرم دے لائے نی بھلا ہووی
 سارا پتہ ای سردار مینوں کیتیاں دا
 پروے عیباں تے پائے نی بھلا ہووی

یہ بندہ کی طرف سے عجز و نیاز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی خدمت میں ادنیٰ سا ہدیہ بھی ہے اگر وہ قبول فرمائیں تو میرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں۔

فائدہ: ملا علی قاری کا مذکورہ رسالہ کے تفصیلی رد کے لیے امام سید محمد رسول مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”سدا الدین“ کا مطالعہ نہایت ہی مفید ہے، جو مدینہ طیبہ سے شائع ہو چکی ہے

خادم والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محمد خان قادری

مرکز تحقیقات اسلامیہ شادمان لاہور

بروز ہفتہ بوقت گیارہ بجے دن

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ ستمبر ۱۹۹۹ء

نوٹ: اب پاکستان میں بھی دستیاب ہے۔

یاد رہے یہ مقدمہ ستمبر ۱۹۹۹ء کا تھا ہے ان میں سے کچھ لوگ مثلاً علامہ محمد سالم چشتی، سربراہ کا وصال ہو چکا ہے، یہ گیارہ سال پہلے کی تحریر ہے۔ اب مطالعہ میں ہونی پیریا میں ہیں اس وقت انہیں جمع کرنے کی کوشش کروں گا۔ ان دنوں تفسیر کبیر کے ترجمہ کی طرف ساری توجہ ہے اس کے ۱۱۶ اجزا کا ترجمہ ہو چکا ہے بقیہ کی تکمیل کے لیے دعا فرمائیں۔

محمد خان قادری

۱۱ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۴ ذوالحجہ، ۱۴۳۱ھ

بروز جمعرات بمقام جامعہ اسلامیہ لاہور

أُمّهَات النّبِي ﷺ

مصنف

امام ابو جعفر محمد بن حبيب بغدادى (المتوفى: ۲۳۵)

مترجم

مفتى محمد خان قادرى

حجاز پبلى كيشنز لاهور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاں بیک لاہور

042.35300353...0300.4407048.

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نسب

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے والد گرامی وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب جبکہ ان کی (آپ ﷺ کی نانی صاحبہ) والدہ کا نام برہ دختر عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی ہے نانی صاحبہ کی والدہ کا نام ام حبیبہ دختر اسد ابن عبدالعزیٰ بن قصی ہے۔ ان کی والدہ برہ دختر عوف بن عبید بن عوتج بن عدی بن کعب بن لوئی بن غالب ہے اور ان کی والدہ قلابہ بنت حارث بن مالک بن حباشہ بن عاد یہ بن صعصعہ بن کعب بن طابخہ بن لحيان بن ہندیل بن مدرکہ ہے۔ ان کی والدہ امیمہ بنت مالک بن غنم بن لحيان بن عاد یہ بن صعصعہ بن کعب، جبکہ ان کی والدہ دؤب بنت حارث بن لحيان بن عاد یہ اور ان کی والدہ دختر کہف الظلم بن یربوع بن ناصرہ بن غاضرہ بن حطیط بن ششم بن ثقیف ہے۔

حضور ﷺ کے والد ماجد کا نسب

آپ ﷺ کے والد گرامی کا نام سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے، ان کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائد بن عمران بن مخزوم ہے ان کی والدہ کا نام صحرة بنت عبد بن عمران بن مخزوم آگے ان کی والدہ کا نام تخمر بنت عبد بن قصی ان کی والدہ سلمیٰ بنت عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر ہے آگے ان کی والدہ ہند دختر عبداللہ بن حارث بن وائلہ بن ظرب بن عمرو بن عیاذ بن یشر بن عدوان ہیں جبکہ ان کی والدہ زینب بنت مالک بن ناصرہ بن کعب بن حرب بن سلیم بن فہم ہے ان کی والدہ کا نام بنت صہبہ بن شبابہ بن عمرو بن قین بن فہم ہے ان کی والدہ کا اسم گرامی

عاتکہ بنت عامر بن الظرب آگے ان کی والدہ شقیقہ بنت قتیبہ بن معن بن مالک بن اعصر اور ان کی والدہ سودہ بنت اُسید بن عمرو بن تمیم ہے۔

ابن عبدالمطلب

ان کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو بن زید بن لبید بن خدّاش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن بن خزرج بن حارثہ اور ان کی والدہ عمیرۃ بنت صخر بن حبیب بن حارث بن ثعلبہ بن مازن بن نجار ہے (نسب قریش صفحہ ۱۵)

ان کی والدہ سلمیٰ بنت عبدالاشھل بن حارثہ بن دینار بن نجار ہے

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ۱: ۱۰۷)

آگے ان کی والدہ کا نام اُشیلبہ بنت مازن بن نجار ہے (الطبقات الکبریٰ، ۱: ۶۳)

ابن ہاشم

ان کی والدہ کا نام عاتکہ دختر مرۃ بن ہلال بن فالح بن ذکوان بن ثعلبہ بن بھشہ بن سلیم بن منصور (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ۱: ۱۰۶)

ان کی والدہ ماویہ دختر حوزہ بن عمرو بن مرہ بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن ہے

(الطبقات الکبریٰ، ۱: ۶۳)

ان کی والدہ رقاش بنت الاحم بن مُنبہ بن اسد بن عبدمناتہ بن عائد اللہ بن

سعد العشیرہ پھر ان کی والدہ کا نام کبشہ بنت رافقی بن مالک بن حماس ہے، اور یہ

ربیعہ بن کعب بن حارث بن کعب ہیں (الطبقات الکبریٰ، ۱: ۶۳)

ابن عبد مناف

ان کی والدہ کا نام بھی خُمی بنت حُلَیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن ربیعہ

(السیرة النبویة لابن عثام، ۱: ۱۰۶)

بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن خزاعہ ہے

ان کی والدہ کا نام فاطمہ یا ہند دختر عامر بن نصر بن عوف بن عمرو بن عامر بن خزاعہ ہے

(الطبقات الکبریٰ، ۱: ۶۴)

ابن قصی

ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت سعد بن سیل ہے، اور یہ خیر بن حمالہ بن عوف

بن عامر الجادری از قبیلہ ازد ہیں پھر ان کی والدہ، طریفہ بنت ذی راسین ہے، اور یہ امیہ

(جمہرة النسب، ۱: ۱۳)

بن بختم بن کنانہ بن عمرو بن قیس بن فہم ہیں

آگے ان کی والدہ کا نام صحرة بنت عامر بن صعیب بن یشکر بن رهم بن

انزک بن نذر بن قیس بن عبقر بن انمار از قبیلہ سے ہیں۔

(الطبقات لابن سعد، ۱: ۲۵)

ابن کلاب

ان کی والدہ کا نام ہند دختر سریر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ ہے

(نسب قریش، ۱: ۱۳)

اور ان کی والدہ لبابہ دختر عبد مناة بن کنانہ ہیں ان کی والدہ ہند ہیں اور

اتیں عاتکہ بنت دودان بن اسد بن خزیمہ بھی کہا جاتا ہے ان کی والدہ کا نام جدیلہ

بنت صعیب بن علی بن بکر بن وائل ہے۔

ابن مرہ

ان کی والدہ کا نام، وحشیہ دختر شیبان بن محارب بن فہر (نسب قریش)

پھر آگے ان کی والدہ مخشیہ دختر وائل بن قاسط بن ہنب ہے

ان کی والدہ کا نام ماویہ بنت ضبیعہ بن ربیعہ بن نزار ہے۔ (الطبقات، ج ۱، ص ۶۵)

ابن کعب

ان کی والدہ، ماویہ دختر کعب بن القبیل بن جسر بن شیع اللہ بن اسد بن ذرہ ہے

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام، ۹۶۱)

ان کی والدہ سلمیٰ دختر لیث بن بکر بن عبدمناتہ بن کنانہ ہیں

ان کی والدہ، وحشیہ دختر ربیعہ بن حرام بن ضنہ بن عبد بن کبیر بن عذرہ ہیں

آگے ان کے والدہ، عاتکہ بنت لبید بن قیس بن جھینہ ہیں

ابن لوئی

ان کی والدہ کا نام عاتکہ دختر یخلد بن نضر بن کنانہ ہے

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام، ۹۵۱)

عاتکہ کی والدہ کا نام وارثہ ہے دختر حارث بن مالک بن کنانہ پھر وارثہ

والدہ کا نام ماویہ دختر سعد بن زید مناتہ بن تمیم ہیں۔

ابن غالب

ان کی والدہ لیلیٰ دختر حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس

بن مضر ہے ان کی والدہ سلمیٰ دختر طاہرہ بن الیاس ان کی والدہ عاتکہ دختر الازد بن

غوث ہے ابن فہران کی والدہ جندلہ دختر عامر بن حارث بن مضاض بن زید بن مالک
بن عیاض بن جرہم
(السيرۃ النبویہ، ۱: ۹۵)

ان کا نسب یوں بھی بیان ہوا ہے: جندلہ دختر حارث بن جندل بن مضاض
بن حارث۔ آگے ان کی والدہ جندلہ دختر مالک بن عبد اللہ بن الیاس بن مالک بن
دوس ہے۔
(الطبقات الکبریٰ، ۱: ۶۵)

ان کی والدہ کا نام خنساء دختر مختصر بن اسد بن عبادہ بن عمرو بن عامر بن
حارث بن مضاض بن حارث بن عوانہ بن عاموق بن جرہم ہے۔

ابن مالک

ان کی والدہ کا نام عکریثہ دختر عدوان ہے اور ان کے والد حارث بن قیس
بن عیلان بن مضر ہے۔
(نسب قریش، ۱۱)

پھر ان کی والدہ، ماویہ دختر سوید بن غطریف ہے، اور وہ حارثہ بن امری
الملقیس بن مازن بن ازد ہے۔

ابن النضر

ان کی والدہ کا نام برہ دختر مر بن ادد بن طاہر بن الیاس بن مضر ہے

(السيرۃ النبویہ لابن ہشام، ۱: ۹۳)

ابن کنانہ

ان کی والدہ، عوانہ دختر سعد بن قیس بن عیلان بن مضر ہے (ایضاً) ان کا نام
یوں بھی منقول ہے۔

ہند دختر عمرو بن قیس بن عیلان (جمہرۃ النسب، ۶:۱) آگے ان کی والدہ

دعد دختر الیاس بن مضر ہے

ابن خزیمہ

ان کی والدہ، سلمیٰ دختر اسلم بن حاف بن قضاء ہے (ایضاً)

ابن مدرکہ

ان کی والدہ لیلیٰ دختر حلوان بن عمران بن حاف بن قضاء ہے

(الیسرة النبویة لابن ہشام، ۷۵:۱)

ابن الیاس

ان کی والدہ رباب دختر حمیدہ بن معد بن عدنان ہے۔

(الطبقات لابن سعد، ۶۶:۱)

ابن مضر

ان کی والدہ کا نام سووہ دختر دیت بن عدنان ہے۔

ابن نزار

ان کی والدہ معانہ دختر جوشم بن جلعجہ بن عمرو بن ہلینیہ بن دوہ بن جرہم ہے

(نسب قریش، ۵)

ابن معد

ان کی والدہ مہد دختر للہم بن جلعجہ بن جدیس بن جاثر بن ارم بن سام بن نوح ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب (ان کا نام شیبہ ہے) بن ہاشم (ان کا نام عمرو ہے) بن عبد مناف (ان کا نام مغیرہ) بن قصی (زید) بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے۔

عدنان سے آگے کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے چالیس بعض نے تیس سے زائد اور بعض نے اس سے اقل بیان کیے ہیں اور وہ یہ ہیں:

بنو قیذر بن اسماعیل بن ابراہیم بن تارح بن ناحور بن اسرع بن ازعوا بن فالغ بن عابر بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلح بن احنوخ (جو کہ اور لیس علیہ السلام ہیں) بن یارز بن مھلائل بن قینان بن انوش بن شیتھبہ

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ق: ۱، ص: ۲۳۱)

اللہ بن آدم علیہ السلام

حضور کے والدین
صلی علیہم وسلم
کے بارے اسلاف کا تہذیب

ترجمہ و تحقیق

تصنیف

مفتی محمد سعید خان قادری

مہم جلال الدین سیوطی

حجاز پبلی کیشنز لاہور

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

نام کتاب	مسائل الحنفاء فی والدی مصطفیٰ ﷺ
مصنف	امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)
ترجمہ کا نام	حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب
مترجم	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	علامہ محمد فاروق قادری
پروف ریڈنگ	حافظ ابوسفیان نقشبندی
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
اشاعت اول	۱۹۹۹ء
اشاعت دوم	۲۰۱۲ء

ملنے کے تھے

- ☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاڑیک لاہور

042,35300353...0300.4407048.

انتساب

حضرت العلام مولانا علامہ ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی دامت برکاتہم العالیہ

کے نام

- ۱- جو موجودہ دور کے قبح فاضل اور عظیم محقق ہیں۔
- ۲- اعتقادی مسائل میں بڑی گہری نظر کے حامل ہیں۔
- ۳- تدریس اور تحریر و تقریر میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔
- ۴- کوئی بد عقیدہ مناظران کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرتا۔
- ۵- کوثر الخیرات (سورۃ کوثر کی تفسیر) اور جلاء الصدور (سماع موتی پر) جیسی عظیم کتب کے مصنف ہیں۔

دعاجو

محمد خان قادری

مَسَائِلُ وَاجْتِذَا
 فِي
 وَالِدِي الْمُصِطَفَى
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

رَبِّ شَيْخِ الْعَدَامَةِ جَلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر الشيبوطي
 متوفى سنة ۹۱۱/۱۵۰۵م

قدم له وشرحه وعلق عليه
 الدكتور محمد عز الدين السعيد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

اس تالیف کا نام "مسالك الحنفاء في والدي المصطفى" ہے۔
اس میں اس مسئلہ کو واضح کیا گیا کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین ناجی (جنتی)
ہیں اور وہ دوزخی نہیں، اس بات کی تصریح علماء کی پوری جماعت نے کی ہے ہاں
اس کی تفصیل میں متعدد باتیں کہی گئی ہیں۔

پہلا مسک

ان دونوں کا وصال بعثت نبوی سے پہلے ہو گیا تھا اور ایسے لوگوں پر عذاب نہیں، اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

وما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً (الاسراء - ۱۵)
اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

اہل کلام و اصول تمام علماء اشاعرہ اور مجتہدین میں سے شوافع کا اس پر اتفاق ہے کہ جن لوگوں کو دعوت دین نہیں پہنچی وہ ناجی ہوں گے انہیں دعوت اسلام دیئے بغیر ان سے جہاد جائز نہیں، اگر ان میں سے کسی کو قتل کیا گیا تو اس کی دیت و کفارہ لازم ہو گا، امام شافعی اور ان کے دیگر تمام اصحاب نے تصریح کی ہے بلکہ بعض نے یہ کہا کہ ان کے قتل پر قصاص لازم ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ موقف صحیح نہیں، کیونکہ وہ حقیقی مسلمان نہیں اور قصاص میں برابری ضروری ہے۔

بعض مجتہدین نے عذاب نہ ہونے کی علت یہ بیان کی ہے کہ اصل فطرت پر تھے اور ان سے نہ تو انکار و عناد ثابت ہے اور نہ ہی ان کے پاس رسول آئے کہ انہوں نے اس کی تکذیب کی۔

یہ مسلک ہمارے استاذ شیخ الاسلام شرف الدین مناوی کا ہے، ان سے حضور ﷺ کے والد گرامی کے بارے میں سوال ہوا، کیا وہ دوزخ میں ہیں؟ تو انہوں نے سائل کو بہت ڈانٹا، سائل نے کہا، کیا ان کا اسلام ثابت ہے؟ فرمایا ان کا وصال زمانہ فطرت میں ہوا اور بعثت نبوی سے پہلے عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اسے سبط ابن جوزی نے مرآة الزمان میں ایک جماعت سے نقل کیا کیونکہ انہوں نے حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کے زندہ ہو کر ایمان لانے کے حوالے سے اپنے وادرا کا کلام یوں نقل کیا۔

کچھ لوگوں نے کہا ہے ان کا

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً (الاسراء - ۱۵)
 اور ہم عذاب کرنے والے نہیں
 جب تک رسول نہ بھیج دیں۔
 تو آپ ﷺ کے والد اور والدہ کو دعوت نہیں پہنچی تو ان پر کوئی گناہ کیسے ہو
 سکتا ہے؟ (مرآة الزمان)

حافظ ابن حجر کی رائے

امام اہل بیت نے شرح مسلم میں اسی پر جزم اختیار کیا اور ہم معترب ان کے
 الفاظ نقل کریں گے۔ تو اہل فترت کے بارے میں ایسی احادیث متقول ہیں کہ
 ان کا روز قیامت امتحان لیا جائے گا اور ایسی آیات قرآنیہ ہیں جو ان کے
 عدم عذاب پر شاہد ہیں۔

حافظ العصر شیخ الاسلام ابو الفضل ابن حجر نے اپنی بعض کتب میں اس
 طرف میلان کا اظہار کرتے ہوئے کہا ”حضور ﷺ کے وہ آباء جن کا وصال
 قبل از بعثت ہو گیا، حضور ﷺ کے اکرام کی خاطر روز قیامت انہیں امتحان
 میں اطاعت نصیب ہو جائے گی تاکہ آپ ﷺ کو اس سے خوش نصیب ہو، اس
 صورت میں مسلک امتحان کو اس مسلک اول میں شامل کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ
 ظاہر یہی ہے کہ یہ مستقل مسلک ہے لیکن وہ دقیق معنی کی بناء پر ہے جو
 اصحاب تحقیق پر ہی واضح ہوتا ہے۔“

آیات مبارکہ

وہ آیات قرآنیہ جو واضح کر رہی ہیں کہ جنہیں دعوت نہیں پہنچی ان پر
 عذاب نہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے۔

وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵)

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

اس آیت سے آئمہ اہل سنت نے اس پر استدلال کیا ہے کہ بعثتِ نبوی سے پہلے لوگوں پر عذاب نہیں اور انہوں نے اس سے معتزلہ اور ان کے ان حواریوں کا رد بھی کیا جو عقل کو ہی فیصلہ مانتے ہیں۔ امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے تحت نقل کیا۔ ” اللہ تعالیٰ کسی ایک کو بھی عذاب نہیں دے گا جب تک اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر نہیں پہنچی یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل نہ پہنچی ہو۔“ (جامع البیان، ۹ = ۷۰)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

ذلک ان لم یکن ربک مہلک القرى بظلم واهلها غفلون (الانعام - ۱۳۱)

یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

امام زرکشی نے شرح جمع الجوامع میں اس قاعدہ کے منعم کا شکر عقلاً لازم نہیں بلکہ شرعاً لازم ہے پر اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔

۳۔ باری تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

ولولا ان تصیبہم مصیبة بما قدمت ایدیہم فیقولوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک ونکون من المؤمنین (التقصص - ۳۷)

اور اگر نہ ہوتا کہ پہنچتی انہیں کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے اے ہمارے رب! تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ

ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے
اور ایمان لاتے۔

امام زرکشی نے یہ آیت بھی مذکورہ استدلال پر ذکر کی ہے، امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت سند حسن کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، زمانہ فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا اے میرے رب! میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

ربنا لولا ارسلت الینا رسولا
فتتبع ایتک ونکون من المؤمنین
(القصاص - ۴۷)

اے ہمارے رب! تو نے کیوں نہ
بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ
ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے
اور ایمان لاتے۔

۴ - خالق و مالک کا فرمان مقدس ہے

ولوانا اهلکتهم بعذاب من قبلہ
لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا
رسولا فتتبع ایتک من قبل ان
نزل ونخزی (طہ - ۱۳۴)

اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے
ہلاک کر دیتے رسول کے آنے
سے پہلے تو ضرور کہتے اے
ہمارے رب! تو نے ہماری طرف
کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم
تیری آیتوں پر چلتے اس سے پہلے

کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔

امام ابن ابی حاتم نے تفسیر میں اسی آیت کے تحت حضرت عطیہ عوفی سے نقل کیا، زمانہ فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا، اے میرے رب! میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول، پھر انہوں نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔

۵ - باری تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک
نہیں کرتا جب تک ان کے اصل
مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر
ہماری آیتیں پڑھے۔

ومان کان ربک مہک القرۃ
حتی یبعث فی امہا رسولا یتلوا
علیہم آیتنا (القصاص - ۵۹)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس اور حضرت قتادہ سے نقل کیا، اللہ
تعالیٰ نے اہل مکہ کو بعثت نبوی سے پہلے ہلاک نہیں کیا، جب بعثت ہوئی انہوں
نے تکذیب کی اور ظلم کیا تو اس وجہ سے انہیں ہلاک کیا۔ (تفسیر ابن ابی
حاتم، ۹ = ۲۹۹۸)

۶۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے
اتاری تو اس کی پیروی کرو اور
پرہیزگاری کرو کہ تم پر رحم ہو
کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے
دو گروہوں پر اتری تھی اور ہمیں
ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر
نہ تھی۔

وہذا کتب انزلنہ مبارک فاتبعوہ
وانقوا لعلکم ترحمون ان تقولوا
انما انزل الکتب علی طائفین
من قبلنا وان کنا عن دراستہم
لغفلین

(الانعام - ۱۵۵ - ۱۵۶)

۷۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے۔

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی
جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں
نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں
کرتے۔

وما اہلکنا من قریۃ الا لہا
منفرون ذکری وما کنا ظلمین
(الشعراء - ۲۰۸ - ۲۰۹)

عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے تفاسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت نقل کیا، اللہ تعالیٰ نے کسی بستی کو حجت اور دلائل کے بغیر ہلاک نہیں فرمایا حتیٰ کہ رسول بھیجے، کتاب نازل کی تاکہ ان پر حجت قائم ہو، فرمایا

وما اهلکنا من قریة الا لہا
منذرون ذکری وما کنا ظلمین
(الشعراء - ۲۰۸ - ۲۰۹)

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی
جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں
نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں
کرتے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، ۹ = ۲۸۲۳)

۸ - اللہ کا فرمان ہے۔

وہم یصطرخون فیہا ربنا
اخرجنا نعمل صلحا غیر الذی
کنا نعمل اولم نعلم کم ما
یتذکر فیہ من تذکرہ جاء کم
النذیر، فنوقوا فما للظلمین من
نصیر (الفاطر - ۳۷)

اور وہ اس میں چلاتے ہوں گے،
اے ہمارے رب! ہمیں نکال کہ
ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف
جو پہلے کرتے تھے، اور کیا ہم نے
تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں
سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا۔ اور ڈر
سنانے والا تمہارے پاس تشریف
لایا تھا۔ تو اب چکھو کہ ظالموں کا
کوئی مددگار نہیں۔

مفسرین نے فرمایا ان پر یہ حجت حضور ﷺ کے بعثت کے ساتھ ہوئی اور اس آیت میں نذیر سے یہی مراد ہے۔

وہ احادیث مبارکہ جن میں اہلِ فترت کے امتحان کا تذکرہ ہے

اب ہم ان احادیث کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں واضح طور پر ہے کہ زمانہ فترت میں ہونے والے لوگوں کا روزِ قیامت امتحان لیا جائے گا ان میں سے جس نے اطاعت کی وہ جنت میں اور نافرمان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

۱۔ امام احمد، اسحاق بن راہویہ نے مسانید میں اور امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چار آدمی روز قیامت حجت لائیں گے ایک بہرہ فحش، جو کچھ نہ سنتا تھا، دوسرا بے سمجھ، تیسرا بہت بوڑھا، چوتھا زمانہ فترت میں فوت ہونے والا، بہرہ کے گا اے میرے رب! اسلام آیا مگر میں کچھ سن نہ سکا، دیوانہ کے گا، اسلام آیا مگر مجھے بچے بیگنیاں مار کر بھگا دیتے، بوڑھا کے گا، اسلام آیا مگر میں کچھ سمجھ ہی نہ پاتا، زمانہ فترت والا کے گا، میرے رب! میرے پاس تیرا کوئی پیغام نہیں آیا، اللہ تعالیٰ ان سے اطاعت کا عہد لے کر ان کی طرف پیغام بھیجیں گے کہ تم آگ میں داخل ہو جاؤ تو جو اس میں داخل ہو جائے گا اس پر آگ گلزار بن جائے گی اور جو اس میں داخل نہ ہو گا اسے اس میں جھونک دیا جائے گا۔ (مسند احمد)

۲۔ امام احمد، اسحاق بن راہویہ نے مسانید میں، ابن مردویہ نے تفسیر میں، بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ چار آدمی روز قیامت حجت لائیں گے باقی روایت وہی ہے جو حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے ہے۔ (مسند احمد)

۳۔ محدث بزار نے مسند میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'زمانہ فترت میں فوت ہونے والے' دیوانے اور بچے کو لایا جائے گا۔ زمانہ فترت میں فوت ہونے والا کہے گا' میرے پاس نہ کوئی کتاب آئی اور نہ کوئی رسول' دیوانہ کہے گا' میرے پاس عقل ہی نہ تھی کہ میں خیر و شر کے بارے میں فرق کر سکتا' بچہ کہے گا' مجھے عمل کا موقعہ ہی نہیں مل سکا' ان کے سامنے آگ لائے جائے گی، ان سے کہا جائے گا اس میں داخل ہو جاؤ' ان میں سے وہ داخل ہو جائے گا جو علم الہی میں سعید تھا اگر اسے عمل کا موقعہ ملتا اور وہ داخل ہونے سے رک جائے گا جو علم الہی میں شقی تھا بشرطیکہ وہ عمل کا موقعہ پاتا' پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا تم نے میری نافرمانی کی' کیا صورت ہوتی جب تم میرے رسولوں کی نافرمانی کرتے؟ اس کی سند میں عطیہ عوفی ہیں جن میں ضعف ہے' امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا' اس حدیث کے متعدد شواہد ہیں جن کی وجہ سے اس پر حسن اور ثبوت کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔

۴۔ محدث بزار اور ابو یعلیٰ نے مسانید میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزِ قیامت چار آدمیوں کو لایا جائے گا' بچہ' دیوانہ' زمانہ فترت میں فوت ہونے والا اور بست بوڑھا' یہ تمام اپنی اپنی حجت پیش کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں جہنم میں داخل ہونے کا حکم دے گا' پھر فرمائے گا میں نے دیگر بندوں کی طرف ان میں سے رسول بھیجے اور تمہاری طرف میں خود رسول ہوں اس آگ میں داخل ہو جاؤ' جو شقی ہو گا کہے گا ہم اس میں کیسے داخل ہوں' ہم تو جانتے ہی نہیں اور جو سعید ہو گا وہ فی الفور داخل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم میرے رسولوں کی بست زیادہ تکذیب و نافرمانی کرتے' یہ جنت میں داخل ہو جائیں اور دوسرے دوزخ میں۔"

۵۔ امام عبدالرزاق' ابن جریر' ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اگر تم آیت قرآنی سے اس پر استدلال کرنا چاہو تو اسے پڑھو

وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا (الاسراء، ۱۵)
اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

اس روایت کی سند بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے اور ایسی بات صحابی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے لہذا یہ مرفوع حدیث کا درجہ رکھتی ہے۔ (جامع البیان، ۹ - ۷۱)

۶ - محدث بزار، حاکم نے مستدرک میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روز قیامت اہل جاہلیت اپنی پشتوں پر بت اٹھائے ہوئے آئیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا اور نہ ہی کوئی پیغام آیا، اگر آپ ہماری طرف رسول بھیجتے تو تیرے بندوں میں سب سے زیادہ اطاعت گزار ہوتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا اگر میں تمہیں کوئی حکم دوں تو میری اطاعت کرو گے وہ کہیں گے ہاں، تو اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا دوزخ کی طرف چلے جاؤ وہ چلے جائیں گے اور قریب پہنچیں گے تو وہاں کڑک اور غضب دیکھ کر کہیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں اس سے محفوظ فرما، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے میرے فرمان کی اطاعت کا وعدہ کیا تھا پھر فرمائے گا جاؤ دوزخ میں، وہ جائیں گے لیکن دیکھ کر واپس آ جائیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب! اس سے ہمیں بچالے اور ہم اس میں داخلہ کی طاقت نہیں رکھتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ پہلی دفعہ داخل ہو جاتے تو آگ ان پر گزار بن جاتی، امام حاکم فرماتے ہیں یہ روایت بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک، ۴ = ۳۹۷)

۷۔ امام طبرانی، ابو نعیم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، روزِ قیامت عقل نہ رکھنے والا، اہل فترت اور بچے کو لایا جائے گا، بے عقل کے گا اگر مجھے عقل ملتی تو میں بھی سب سے نیک ہوتا، زمانہ فترت میں فوت ہونے والا اور بچہ بھی یہی کے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر تمہیں میں کوئی حکم دوں تو اطاعت کرو گے، وہ کہیں گے ہاں ضرور، اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ دوزخ میں داخل ہو جاؤ، فرمایا اگر وہ داخل ہو جائیں گے تو انہیں نقصان نہیں ہو گا، وہ آگ ان پر اچھلتی ہوئی نکلے گی وہ محسوس کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو آگ نے ہلاک کر دیا ہے تو وہ جلدی لوٹ آئیں گے پھر دوبارہ لوٹ کر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تمہارے بارے میں پیدا کرنے سے پہلے ہی جانتا تھا۔

شریعت اور احکام

شیخ الکیاہر اسی اصول کے حواشی میں مسئلہ شکرِ منعم کے بارے میں لکھتے ہیں، واضح رہے اس پر علماء اہل سنت کا اتفاق ہے کہ شریعت کے علاوہ احکام جانتے کا کوئی ذریعہ نہیں، عقل سے یہ کام حاصل نہیں ہو سکتا، اہل حق کے علاوہ دیگر طبقات مثلاً رافضی، کرامیہ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ احکام کی تقسیم ہے ان میں سے کچھ تو شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور کچھ عقل سے، پھر لکھا لیکن ہم کہتے ہیں کہ کوئی بھی شیخی رسول کی آمد سے پہلے لازم نہیں ہوتی جب رسول آ جائے اور وہ معجزہ کا اظہار کر دے تو عاقل کے لئے نظر کرنا درست ہو جاتا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اولاً وجوب و لزوم شریعت کی وجہ سے ہو گا تو جب رسول آ گیا تو اس میں غور و فکر ضروری ہو گیا۔

ہمارے استاذ امام نے اس مقام پر بہت خوبصورت بات کہی ہے کہ

رسول کی آمد سے پہلے آراء اور سوچیں مختلف اور متضاد ہوتی ہیں، کیونکہ یہ امکان ہے کہ ایک آدمی ایسا سوچے جو دوسرے کے متضاد ہو، اسی طرح عقل پر حیرت اور وہشت کا غلبہ بھی ہو سکتا ہے تو اب تاریکی کا علاج سوائے آمد رسول کے کچھ نہیں، اسی لئے استاذ ابو اسحاق نے فرمایا یہ قول ”میں نہیں جانتا“ نصف علم ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ میرے علم کی ایک حد ہے جس سے آگے عقل کی رسائی نہیں، یہ بات وہی کہہ سکتا ہے کہ علم میں توقف کرے گا اور مانے گا کہ عقل ہر جگہ جاری نہیں رہ سکتی۔

امام فخر الدین رازی نے ”المحصل“ میں لکھا شکر منعم عقلاً لازم نہیں ہاں اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ اگر بعثت سے پہلے وجوب کا ثبوت ہو جائے پھر اس کے تارک پر عذاب بھی ہونا چاہیے حالانکہ بعثت سے پہلے عذاب کا ثبوت نہیں تو وجوب بھی نہ ہو گا، ان کے درمیان ملازمہ تو واضح ہے، رہا عذاب کا نہ ہونا تو اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے

وما كنا معذبين حتى نبعث اور ہم عذاب کرنے والے نہیں رسولاً (الاسراء - ۱۵)

جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

تو اب عذاب بعثت کے بعد ہی ہو گا ورنہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا خلاف واقع ہونا لازم آئے گا جو محال ہے۔ (المحصل، ۱ = ۳۰)

ان کے تابعین مثلاً صاحب الحاصل و المحصول اور علامہ بیضاوی نے المناجیح میں ذکر کیا، قاضی تاج الدین سبکی نے شرح مختصر ابن الحاجب میں مسئلہ شکر منعم پر لکھتے ہوئے کہا اس سے ان لوگوں کا حکم مستنبط ہوتا ہے جنہیں دعوت نہیں پہنچی، ہمارے نزدیک وہ ناجی فوت ہوں گے اور دعوت اسلام کے بغیر ان سے جہاد نہیں کیا جائے گا ورنہ کفارہ و دیت لازم ہو گی۔

اور صحیح قول کے مطابق ان کے قاتل پر قصاص نہ ہو گا، شیخ بنوری نے ”
التہذیب“ میں کہا، جنہیں دعوت نہیں پہنچی انہیں اسلام کی دعوت دیئے بغیر
قتل کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے قتل کر دیا تو دیت و کفارہ لازم آ جائے گا،
امام ابو حنیفہ کے نزدیک ان کے قتل سے ضمان لازم نہ ہو گی، اصل یہ ہے
کہ ان کے ہاں عقل کی بناء پر ان پر حجت قائم ہو چکی ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک بلوغ دعوت سے پہلے ان پر حجت قائم نہیں ہوتی، اللہ
تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے۔

وما کنا معذبین حتیٰ نبعث اور ہم عذاب کرنے والے نہیں
رسولا (الاسراء - ۱۵) جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

تو واضح ہو گیا کہ رسول کی آمد سے پہلے کسی پر حجت قائم نہیں ہوتی۔

امام رافعی نے شرح میں کہا جنہیں دعوت نہیں پہنچی انہیں اسلام کی
دعوت دیئے بغیر قتل کرنا جائز نہیں اگر قتل کیا گیا تو اس پر ضمان لازم ہو گی،
ہاں امام ابو حنیفہ کا اس میں اختلاف ہے، سبب اختلاف یہ ہے کہ ان کے ہاں
عقل کی بناء پر حجت قائم ہو جاتی ہے، لیکن ہمارے ہاں جسے دعوت نہ پہنچی ہو
اس پر نہ تو حجت قائم ہوئی اور نہ اس پر مواخذہ ہو گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد
گرامی ہے۔

وما کنا معذبین حتیٰ نبعث اور ہم عذاب کرنے والے نہیں
رسولا (الاسراء - ۱۵) جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

امام غزالی البیضاوی میں کہتے ہیں جسے دعوت نہیں پہنچی اس کے قتل پر دیت و
کفارہ ہو گا، ہاں صحیح قول کے مطابق قصاص نہ ہو گا کیونکہ وہ حقیقی مسلمان
نہیں البتہ حکم مسلم میں ہے۔

شیخ ابن رفقہ نے کفایہ میں کہا کیونکہ وہ فطرت پر پیدا ہوا اور اس سے

دین کا انکار بھی ثابت نہیں ہوا۔
 امام نووی نے شرح مسلم میں مسئلہ مشرکین کے بچوں کے حوالے سے لکھا،
 صحیح و مختار مذہب جس کے قائل محققین ہیں کہ وہ جنتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا
 ارشاد گرامی ہے

وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵)
 اور ہم عذاب کرنے والے نہیں
 جب تک رسول نہ بھیج لیں۔
 جب دعوت نہ پہنچنے کی وجہ سے بالغ پر عذاب نہیں تو غیر بالغ پر بطریق اولیٰ
 نہ ہو گا۔

اعتراض و جواب

سوال - کیا یہ مسلک تمام اہل جاہلیت کے بارے میں ہے؟
 جواب - میں کہتا ہوں نہیں یہ صرف ان لوگوں تک محدود ہے جنہیں کسی نبی
 کا کسی صورت میں پیغام نہیں پہنچا، جنہیں کسی طرح بھی کسی پیغمبر کی دعوت
 پہنچی پھر انہوں نے کفر پر ہی اصرار کیا تو وہ یقینی دوزخی ہوں گے اس میں کسی
 کا اختلاف نہیں۔

والدین کریمین کا معاملہ

رہا معاملہ آپ ﷺ کے والدین شریفین کا تو ان کے احوال سے ظاہر یہی
 ہے کہ انہیں کسی کی بھی دعوت نہیں پہنچی، یہی مسلک مذکورہ جماعت کا ہے
 اس کا سبب یہ چند امور ہیں۔

۱۔ ان کا زمانہ حضرات انبیاء سے بہت متاخر ہے کیونکہ حضور ﷺ سے پہلے
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو ان کے اور ہمارے آقا ﷺ کے
 درمیان تقریباً چھ صد سال کا عرصہ فترت کا ہے۔

پھر وہ دونوں (والدین) ایسے دور میں تھے جب زمین پر شرٹا و غریا جمالت طاری تھی، کوئی شریعت جاننے والا اور اسے صحیح طریقہ پر پہنچانے والا نہ تھا، البتہ بہت تھوڑے لوگ علماء اہل کتاب میں سے تھے مثلاً شام وغیرہ میں اور ان دونوں کا صرف مدینہ طیبہ کی طرف سفر کرنا ثابت ہے، نہ انہوں نے طویل عمر پائی کہ اس میں خوب تحقیق و جستجو سے کام لے سکتے، کیونکہ حضور ﷺ کے والد گرامی نے بہت تھوڑی عمر پائی۔

امام حافظ صلاح الدین علائی نے ”الدرة السنية في مولد خير البرية“ میں لکھا جب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو اس وقت والد گرامی کی عمر تقریباً اٹھارہ سال تھی پھر وہ مدینہ طیبہ اہل کے لئے کھجوریں لانے کے لئے تشریف لے گئے اور اپنے احوال بنو نجار میں ٹھہرے اور وہاں ہی وصال پایا۔ صحیح قول کے مطابق اس وقت حضور ﷺ کا نور حمل کی صورت میں تھا۔

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی عمر بھی اسی قدر تھی، خصوصاً وہ پردہ دار خاتون تھیں، گھر میں ہی تشریف فرما رہتیں، آدمیوں سے ملاقات کا تصور ہی نہ تھا، اکثر یہ ہوتا ہے کہ مرد جس قدر شریعت اور دین سے آگاہ ہوتے ہیں خواتین اس قدر نہیں ہوتیں۔ خصوصاً دورِ جاہلیت میں جب مرد بھی آگاہ نہ تھے چہ جائیکہ خواتین دین سے آگاہ ہوتیں۔

اس لئے جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی تو اہل مکہ نے آپ ﷺ کی بعثت پر تعجب کا اظہار کیا اور کہا

ابعت اللہ بشراً رسولا

کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر

بھیجا ہے؟

اور یہ بھی کہا

ولو شاء الله لا نزل ملكة ما اور اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا ہم
سمعنا بهذا في آباءنا الاولين نے تو یہ اگلے باپ داداؤں میں
(المؤمنون، ۲۳) سنا۔

اور اگر انہیں بعثت انبیاء کا علم ہوتا تو اس کا انکار نہ کرتے، بعض لوگ یہ
گمان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان کی طرف بعثت ہوئی تھی
لیکن اتنا عرصہ گزرنے کی وجہ سے صحیح طور پر دین ابراہیمی کی دعوت دینے
والا کوئی نہ تھا بلکہ اسے پہنچانے والا بھی نہ تھا کیونکہ ان کے اور حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تین ہزار سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ اس سے
واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ کے والدین اہل فترت میں شامل ہیں۔

امام عزالدین بن عبدالسلام کی رائے

پھر میں نے شیخ عزالدین بن عبدالسلام کی تحریر امالی میں پڑھی کہ ہمارے
نبی ﷺ کے علاوہ ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوا تو اس بناء پر انہوں نے
فرمایا ہر نبی کی قوم کے علاوہ دوسرے لوگ اہل فترت ہوں گے، ماسوائے
سابق نبی کی اولاد کے کیونکہ وہ اس کی بعثت کے مخاطب ہوں گے البتہ اس
صورت میں جب سابقہ شریعت مٹ چکی ہو تو اب تمام لوگ اہل فترت ہوں
گے۔

تو اس سے آشکار ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین شریفین بلاشبہ اہل فترت
میں سے ہیں کیونکہ وہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اولاد ہیں اور نہ ہی ان
کی قوم ہیں۔

حافظ ابن حجر کا ارشاد گرامی

حافظ العصر ابوالفضل احمد بن حجر کے قول ”بوقت امتحان آپ ﷺ کے والدین کو طاعت نصیب ہوگی“ سے دو امور سامنے آتے ہیں۔

۱۔ امام حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ایک انصاری نوجوان (جو اکثر رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتا رہتا تھا) نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ اپنے والدین کو دوزخ میں دیکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا

ما سألت ربي فبعطيني فيهما میں نے اپنے رب سے عرض کیا
وانى لقائم يومئذ المقام المحمود تو اس نے مجھے ان دونوں کے
(المستدرک، ۲ = ۳۹۶) بارے میں عطا فرمایا، میں اس دن

مقام محمود پر کھڑا ہوں گا۔

یہ حدیث واضح کر رہی ہے آپ ﷺ روز قیامت بوقت قیام مقام محمود ان کی شفاعت کے امیدوار ہیں یعنی آپ ﷺ ان کی شفاعت کریں گے اور امتحان کے وقت انہیں اطاعت نصیب ہو جائے گی، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ﷺ سے قیام کے دوران فرمایا جائے گا۔

سل تعط واشفع تشفع تم مانگو عطا کیا جائے گا اور
(بخاری و مسلم) شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔

جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے جب آپ ﷺ مانگیں گے تو آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔

۲۔ امام ابن جریر نے تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

ولسوف يعطيك ربك فترضى
 آپ کا رب آپ کو عطا کرے
 (الغنی - ۵) کہ آپ راضی ہو جائیں گے

کے تحت نقل کیا ہے۔

من رضا محمد صلی اللہ علیہ
 حضور ﷺ کی خوشی اس میں ہے
 وسلم ان لا یدخل احد من اہل
 کہ آپ ﷺ کی اہل بیت میں
 بیتہ النار سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔

(جامع البیان، تفسیر الغنی)

اسی لئے حافظ ابن حجر نے عموم کا اعتبار کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ کی تمام
 اہل بیت کو امتحان کے وقت اطاعت نصیب ہوگی۔

۳ - شیخ ابوسعید نے شرف النبوة میں اور شیخ ملا نے سیرت میں حضرت عمران
 بن حصین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

سألت ربی ان لا یدخل النار
 میں نے اپنے رب سے عرض کیا
 احدا من اہل بیئتی فاعطانی
 کہ میری اہل بیت سے کوئی ایک
 ذلک بھی دوزخ میں نہ جائے تو اللہ

تعالیٰ نے یہ نعمت مجھے عطا فرما
 دی۔

اسے حافظ محب الدین طبری نے (ذخائر العقبیٰ - ۲۹ میں) بھی نقل کیا۔
 ۴ - ان سے بھی واضح ارشاد گرامی جسے امام رازی نے فوائد میں سند ضعیف
 کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

اذا کان یوم القیامة شفعت لابی
 روز قیامت میں اپنے والد، والدہ
 وامی و عمی ابی طالب وانحی
 اور چچا ابو طالب اور جاہلیت کے
 کان فی الجاہلیة دور گئے رضاعی بھائی کی شفاعت
 کروں گا۔

شیخ محب طبری (جو حافظ محدثین اور مجتہدین میں سے ہیں) نے اسے ذخائر

العقبیٰ میں نقل کر کے کہا اگر یہ روایت ثابت ہے تو حضرت ابوطالب کے حوالے سے اس میں یہ تاویل کرنا ضروری ہے کہ ان کے حق میں شفاعت عذاب میں تخفیف ہے۔ (بخاری العقبیٰ - ۱۷)

ابوطالب کے حوالے سے تاویل ضروری ہے کیونکہ انہوں نے زمانہ بعثت پایا مگر اسلام لانے سے انکار کیا، رہا تین کا معاملہ والد، والدہ اور رضاعی بھائی تو وہ زمانہ فترت میں فوت ہونے والے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ ضعیف سند سے یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جسے امام ابو نعیم وغیرہ نے نقل کیا ہے جس میں تصریح ہے کہ بھائی سے مراد رضاعی بھائی ہے تو متعدد طرق ایک دوسرے کو تقویت دیں گے تو کثرت طرق کی وجہ سے حدیث ضعیف قوت پا جائے گی اور ان میں اعلیٰ وہ روایت ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کیونکہ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ اسے بھی ملا لو (اگرچہ وہ مقصود کے بارے میں صریح نہیں) جسے دیلمی نے (کتاب الفردوس میں) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اول من اشفع له يوم القيامة اهل بيته ثم الاقرب فالاقرب
سب سے پہلے میں اپنی اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر درجہ بدرجہ شفاعت ہوگی۔ (بخاری العقبیٰ، ۳۰)

وہ روایت جسے امام محب الدین طبری نے بخاری العقبیٰ میں نقل کیا اور اسے امام احمد کے مناتب کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنو ہاشم! تم مجھے اس ذات کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔

لو اخذت بحلقة الجنة ما بدأت اگر میں نے جنت کا حلقہ بھی پکڑا
الابکم ہو گا تو میں تم سے ہی ابتدا کروں
(ذخائر العقبیٰ - ۲۴) گا۔

ایک اور روایت جس کا ذکر انہوں نے ہی ابن جریر کے حوالے سے حضرت
جابر رضی اللہ عنہ سے کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو کہتے
ہیں

ان رحمی لا ینفع بل حتی یبلغ میری رشتہ داری نفع نہیں دیتی
الحکم بلکہ وہ نفع دے گی یہاں تک کہ
وہ حکم تک پہنچے گی۔

یہ یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے، میں اس قدر شفاعت کرتا جاؤں گا کہ ابلیس
بھی میری شفاعت کا امیدوار بننے کی خواہش کرے گا۔ (ذخائر العقبیٰ ۱۵)

اہم نکتہ

امام زرکشی نے خادم میں ابن دجیہ سے نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
شفاعت کی ایک صورت ابو لب کے عذاب میں کمی بھی ہے کیونکہ اس نے
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں لونڈی کو آزاد کیا تھا۔
وانما ہی کرامة له صلی اللہ علیہ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و
وسلم عظمت کے بنا پر ہوا۔

امام ابی کی امام نووی پر علمی گرفت

پھر میں نے امام ابو عبد اللہ محمد بن خلف ابی کی شرح مسلم میں زیر بحث
مسئلہ پر "ان ابی و اباک فی النار" کے تحت یہ گفتگو پڑھی: انہوں نے پہلے

امام نووی کا قول نقل کیا کہ جو شخص حالت کفر میں مر جائے وہ دوزخی ہے اور اسے کسی قرابت دار کی قربت کام نہیں دے سکتی۔ پھر لکھا میں کہتا ہوں غور کرو، نووی نے یہ بات ہر ایک کے حوالے سے کہہ دی ہے حالانکہ امام سہلی کہتے ہیں ہمارے لئے حشور علیہم کے حوالے سے ایسی گفتگو گز جا نہیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے

لا تؤذوا الاحياء بسب الاموات مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو
ازیت نہ دو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم
الله في الدنيا والاخرة واعذبهم
عذاب مهينا
جو لوگ اللہ اور اس کے رسول
کو ازیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی
لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور
اللہ نے ان کے لئے زلت کا
عذاب تیار کر رکھا ہے۔
(الاحزاب - ۵۷)

ممکن ہے وہ حدیث صحیح ہو جس میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو اس نے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ کیا اور وہ دونوں آپ ﷺ پر ایمان لائے، رسول اللہ ﷺ کا درجہ اس سے بھی بڑھ کر ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں شنی سے بھی عاجز نہیں۔

پھر امام نووی نے فرمایا اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ فترت میں بتوں کی پوجا کرنے والے دوزخ میں جائیں گے لیکن یہ دعوت سے پہلے عذاب نہیں، کیونکہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی دعوت پہنچ چکی تھی۔

پھر امام ابی نے لکھا میں کہتا ہوں امام نووی کے کلام میں تعارض پر غور کیجئے، انہیں دعوت پہنچ چکی تو وہ اہل فترت نہیں ہوں گے، کیونکہ اہل

فترت لوگ ہوتے ہیں جو ایسے زمانہ میں ہوں کہ نہ تو پہلے رسول ان کی طرف مبعوث ہوئے اور نہ کسی بعد میں آنے والے رسول کو وہ پائیں، جیسا کہ اعراب جن کی طرف نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اور نہ انہوں نے حضور ﷺ کو پایا، فترت اس معنی کے اعتبار سے ہر اس شخص کو شامل ہوگی جو دو رسولوں کے درمیان ہو لیکن آئمہ فقہاء جب فترت میں گفتگو کرتے ہیں تو ان کی مراد وہ زمانہ ہوتا ہے جو حضور ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہے۔

دلائل قطعیہ سے ثبوت

جب دلائل قطعیہ شاہد ہیں کہ حجت قائم کرنے سے پہلے عذاب نہیں ہو سکتا تو ہم یہی کہیں گے کہ اہل فترت پر عذاب نہیں ہو سکتا۔
اگر تم یہ سوال اٹھاؤ کہ بعض صحیح احادیث میں ہے کہ اہل فترت پر عذاب ہے مثلاً صاحب محن وغیرہ۔

تین جوابات

تو میں کہتا ہوں اس کے حضرت عمیل بن ابی طالب نے تین جواب دیئے ہیں۔

۱۔ یہ تمام روایات اخبار احاد ہیں، یہ قطعی دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔
۲۔ عذاب کا دائرہ صرف انہی تک محدود ہو گا اور سب کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

۳۔ یہاں عذاب کا تذکرہ ان لوگوں پر ہے جنہوں نے شریعت کو بدل دیا اور گمراہی و ضلالت کو شریعت بنا لیا تو اب معذور نہیں ہو سکتے۔

اہل فترت کی تین اقسام

اہل فترت کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ جنہوں نے بصیرت کی بنا پر توحید کو پایا پھر ان میں دو گروہ ہوئے بعض کسی شریعت کے تحت نہیں آئے مثلاً قس بن ساعدہ، زید بن عمرو بن نفیل دوسرے کسی شریعت پیغمبر کے تحت آئے ہیں مثلاً تیج اور اس کی قوم۔

۲۔ جنہوں نے دین و شریعت کو بدل دیا اور توحید پرست نہ رہے، اپنی خواہش کے مطابق دین قائم کر کے حلال و حرام بنا لیا۔ اور یہ اکثر تھے مثلاً عمرو بن لُحی پہلا شخص ہے جس نے بتوں کی پرستش شروع کی اور غلط احکام جاری کئے۔ بحیرہ، سائبہ اور وحیلہ کا تقرر کیا، عربوں میں ایسا گروہ پیدا ہوا جو جنات اور ملائکہ کی پرستش کرتے، ان کے لئے گھر بناتے اور لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کا خادم بناتے، کعبہ کی ان پر غلاف چڑھاتے، مثلًا لات، منات، عزیٰ۔

۳۔ جنہوں نے نہ شرک کیا اور نہ وہ توحید پرست ہوئے، نہ وہ کسی نبی کی شریعت کے تحت آئے اور نہ انہوں نے اپنے لئے شریعت گڑھی بلکہ تمام عمر غفلت میں رہے۔

دوسری قسم مراد ہے

جب اہل فترت کی تین قسمیں سامنے آئیں تو جن روایات میں عذاب اہل فترت کا ذکر ہے اس سے مراد دوسری قسم ہے کیونکہ وہ معذور نہیں ہاں تیسری قسم حقیقتاً اہل فترت ہیں اور وہ قطعی طور پر غیر معذب ہیں۔ جیسا کہ تفصیلاً پہلے گزر چکا، رہا معاملہ قسم اول کا تو رسول اللہ ﷺ نے قس اور زید کے بارے میں فرمایا وہ امت واحدہ۔ اٹھائے جائیں گے۔ تیج وغیرہ کے بارے میں فرمایا ان کا حکم ان اہل دین و مرتبہ جو دین میں داخل تو ۔ مگر ان تک اسلام (جو تمام ادیان کا مانع ہے) نہ پہنچ سکا۔ (یہ تمام امام ابی بن عسکرو تھی) (اکمال اکمال المعظم، ۱ = ۶۱۶ تا ۶۲۲)

دوسرا مسلک

آپ ﷺ کے والدین سے شرک ہرگز ثابت نہیں بلکہ وہ اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم کے دین حنیف پر تھے جیسا کہ عرب کا ایک طائفہ اس پر تھا مثلاً زید بن عمرو بن نعل، ورقہ بن نوفل وغیرہ۔ اس مسلک کو اختیار کرنے والوں میں امام فخر الدین رازی ہیں، انہوں نے اپنی کتاب "اسرار التنزیل" میں لکھا، منقول یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں بلکہ چچا ہے، اس پر دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے آباء کافر نہیں۔ اس پر متعدد دلائل ہیں ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ مبارک فرمان ہے۔

الذی یرک حین تقوم ونقلبک
فی الساجدین
جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے
ہوتے ہو۔ اور نمازیوں میں
(الشعراء، ۲۱۸ - ۲۱۹)

اس کا ایک مفہوم یہ بیان ہوا ہے۔

انہ کان ینقل نورہ من ساجد الی
ساجد
آپ ﷺ کا نور ایک سجدہ کرنے
والے سے دوسرے سجدہ کرنے
والے تک منتقل ہوتا رہا۔

اس مفہوم کی صورت میں آیت مبارکہ بتا رہی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام آباء مسلمان تھے بلکہ اب قطعی طور پر ماننا پڑے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ

السلام کے والد کافر نہیں بلکہ ان کا چچا ہے۔

زیادہ سے زیادہ کوئی یہ ہی کہہ سکتا ہے کہ مذکورہ آیات کا اور بھی مفہوم ہے، لیکن جب ان تمام مفہیم پر روایات ہیں اور ان کے درمیان تعارض و منافیات بھی نہیں تو آیت کو ان سب پر محمول کرنا لازم ہے۔ جب یہ سارا کچھ صحیح ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرست نہیں۔

امام فخرالدین رازی کی دوسری دلیل

انہوں نے دوسری دلیل قائم کرتے ہوئے فرمایا آپ ﷺ کے آباء کے مشرک نہ ہونے پر یہ دلیل بھی ہے کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا۔
 لم ازل انقل من اصلاّب الطاہرین میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک
 الی ارحام الطاہرات رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

انما المشرکون نجس تمام مشرک پلید ہیں۔

(التوبہ - ۲۸)

تو اب ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے اجداد میں سے کوئی مشرک نہ ہو۔
 (اسرار التنزیل: ۲۶۹، طبع دارالکتب والوفاقی بغداد: ۱۹۹۰ء)

یہ تمام گفتگو امام فخرالدین رازی کی انہی کے الفاظ میں تھی، ان کی امامت و جلالت مسلمہ ہے وہ اپنے دور میں اہل سنت کے امام ہیں اور فرقہ باطلہ کی تردید میں سرگرم اور جدوجہد کرتے رہے، اشاعرہ کے مؤید اور ناصر رہے انہیں چھٹی صدی نبوی میں پیدا کیا گیا تاکہ دین کی تجدید کا کام کر سکیں۔

تائیدی دلائل

امام فخر الدین رازی نے جس مسلک کو اختیار فرمایا اس کی تائید ان دلائل سے بھی ہوتی ہے۔
۱۔ دلیل دو مقدمات پر مشتمل ہے۔

مقدمہ اول

پہلا مقدمہ یہ ہے کہ احادیث صحیح اس پر دال ہیں کہ حضور ﷺ کی ہر اصل حضرت آدم سے سیدنا عبداللہ ﷺ تک اپنے دور میں ہر ایک سے بہتر و افضل ہے۔ ان کے دور میں ان سے کوئی دوسرا بہتر و افضل نہیں۔

دوسرا مقدمہ

احادیث اور آثار میں ہے کہ حضرت آدم و نوح علیہ السلام کے عہد سے لے کر حضور ﷺ کی بعثت تک بلکہ قیامت تک کچھ لوگ فطرت پہ رہیں گے جو اللہ ہی کی عبادت کریں گے، توحید پرست ہوں گے اور اللہ کے لئے نماز ادا کریں گے، انہی کی وجہ سے زمین کی حفاظت ہے اگر یہ نہ ہوتے تو زمین اور اس پر بسنے والے ہلاک ہو جاتے۔

ان دونوں مقدمات کو ملا لو تو قطعی طور پر یہ نتیجہ اخذ ہو گا کہ حضور ﷺ کے آباء مشرک نہ تھے کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ وہ اپنے دور میں ہر ایک سے افضل و بہتر تھے اگر فطرت پر رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے لوگ آپ ﷺ کے آباء ہیں تو ہمارا مدعی ثابت اور اگر وہ غیر ہیں تو یہ مشرک پر تھے تو دو میں سے ایک لازم آئے گا۔
۱۔ یا تو مشرک، مسلمان سے افضل ہو گا، یہ بالاجماع باطل ہے۔

۲۔ یا ان کے علاوہ دوسرے لوگ ان سے افضل ہوں گے اور یہ بات احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

تو قطعی طور پر یہ ماننا ضروری ہو جائے گا کہ ان میں سے کوئی مشرک نہیں تاکہ وہ اپنے اپنے دور میں ہر ایک سے افضل و بہتر قرار پائیں۔

پہلے مقدمہ پر دلائل

۱۔ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
بعثت من خیر قرون بنی آدم مجھے اولاد آدم کے ہر دور میں بہتر
قرنا فقرنا حتی بعثت فی القرن خاندانوں میں رکھا گیا حتیٰ کہ میں
الذی کنت فیہ اس اعلیٰ خاندان میں مبعوث ہوا۔

(البخاری، باب صفة النبی ﷺ)

۲۔ امام بیہقی نے دلائل النبوة میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دو خاندانوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا۔ یہاں تک کہ میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا اور مجھے عہدِ جاہلیت کی کسی شے نے مس نہیں کیا۔ میں حضرت آدم سے لے کر اپنے والد اور والدہ تک نکاح سے ہی پیدا ہوا ہوں ان میں کوئی غلط کار نہیں۔

فانا خیر کم نفسا و خیر کم ابا۔ تو میں تم سب سے ذات کے
(دلائل النبوة) اعتبار سے بھی افضل ہوں اور

خاندان کے اعتبار سے بھی۔

۳۔ امام ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لم يزل الله ينقلني من الاصلاب الطيبة الى الارحام الطابرة مصفى مهذباً لا تنشعب شعبتان الا كنت في خيرهما
 میں ہمیشہ سے پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل ہوتا رہا، صاف اور مہذب اور جب بھی دو شعبے ہوئے میں ان میں سے افضل و بہتر میں تھا۔ (دلائل النبوة، ۱ = ۵۷)

۴۔ امام مسلم، امام ترمذی نے حدیث صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت واثلہ بن اسحق رضی اللہ عنہما سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل کو اور اولاد اسماعیل میں سے بنو کنانہ کو، بنو کنانہ سے قریش کو، قریش سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔ (المسلم - باب فضل نسب النبی)

۵۔ امام ابوالقاسم حمزہ بن یوسف بھی نے فضائل عباس رضی اللہ عنہم میں مذکورہ حدیث واثلہ کو ان الفاظ میں نقل کیا۔ ”اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم سے ابراہیم کو منتخب کر کے اپنا خلیل بنایا“ پھر حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے اسماعیل کو، ان کی اولاد سے نزار، ان کی اولاد سے مضر کو، ان سے کنانہ کو پھر کنانہ سے قریش کو پھر قریش سے بنو ہاشم کو پھر بنو ہاشم سے بنو عبدالمطلب کو اور بنو عبدالمطلب سے مجھ کو چنا۔“

اسے امام محب الدین طبری نے (ذخائر العقبی - ۲۰ میں) بھی نقل کیا ہے۔

۶۔ ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے بہتر عرب میں مضر، مضر میں بہتر عبد مناف ان میں بہتر بنو ہاشم ان میں بنو عبدالمطلب بہتر ہیں۔

والله ما افترق فرقتان منذ خلق الله آدم الا كنت في خيرهما (اللبقات)
 اللہ کی قسم! حضرت آدم کی تخلیق سے لے کر جب بھی دو خاندانوں کی تقسیم ہوئی تو میں ان میں سے افضل میں تھا۔

۷۔ امام طبرانی، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اس میں اولاد آدم کو چنا، اولاد آدم میں سے عرب کو منتخب فرمایا اور عربوں سے معمر کو، معمر سے قریش کو اور اس سے بنو ہاشم کو

واختارنی من بنی ہاشم فانا من اور بنو ہاشم سے مجھے چنا تو میں
خیار الی خیار بیٹھ افضل سے افضل کی طرف
(دلائل النبوة لابی نعیم، ۱=۵۸) نکل ہوتا رہا۔

۸۔ امام ترمذی (حدیث کو حسن بھی قرار دیا) اور بیہقی نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا تو مجھے بہتر مخلوق میں رکھا پھر قبائل پیدا فرمائے تو مجھے بہتر قبیلہ میں رکھا، جب ذوات پیدا کیں تو مجھے سب سے افضل ذات میں رکھا جب خاندان پیدا کئے تو سب سے بہتر خاندان میں رکھا۔

فانا خیر ہم بیتنا و خیر ہم تو میں خاندان اور ذات کے لحاظ
نفسا (الترمذی۔ باب فی فضل النبی) سے سب سے افضل ہوں۔

۹۔ امام طبرانی، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا تو مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا، جب دو میں سے تین گروہ بنے تو مجھے بہتر تیسرے میں رکھا پھر قبائل بنائے تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر قبائل میں سے خاندان بنائے تو ان میں سے بہتر خاندان میں رکھا۔

۱۰۔ شیخ ابو علی بن شاذان (برہان محب الدین ظہری کی ذخائر العقبیٰ) نے نقل کیا اور یہ روایت مسند بزار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

ہے، کچھ قریشی لوگوں نے حضرت صفیہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے پاس گفتگو کرتے ہوئے فخر کیا اور دورِ جاہلیت کا بھی تذکرہ کیا تو حضرت صفیہ نے فرمایا یاد رہے

منا رسول اللہ صلی اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ہیں۔
وسلم

انہوں نے کہا یہ تو غلط جگہ اگنے والا درخت ہے یعنی نسب اس قدر اعلیٰ نہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا، آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو بلاؤ، آپ ﷺ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا اے لوگو! بتاؤ میں کون ہوں؟ انہوں نے عرض کیا آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، فرمایا میرا نسب بیان کرو، عرض کیا محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب، فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو میرے اصل (خاندان) کو کم سمجھتے ہیں۔

فواللہ انی لافضلہم اصلا اللہ کی قسم! میں ان تمام میں
وخیرہم موضعا خاندان کے اعتبار سے بھی افضل
(ذخائر العقبیٰ، ۲۴) ہوں اور جگہ کے اعتبار سے بھی
افضل ہوں۔

۱۱۔ امام حاکم نے حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ تک بعض لوگوں کی یہ بات پہنچی کہ محمد کی مثال اس درخت جیسی ہے جو غلط جگہ اگ آئے تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو اسے دو حصوں میں بانٹا تو مجھے بہتر گروہ میں رکھا پھر ان سے قبائل بنائے تو مجھے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر ان سے خاندان بنائے تو مجھے بہتر

خاندان میں رکھا۔

انا خیر کم قبیلہ و خیر کم میں تم میں قبیلہ کے اعتبار سے
بیٹا بھی افضل ہوں اور خاندان کے
(المستدرک، ۳ = ۲۷۶) اعتبار سے بھی۔

۱۲۔ امام طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے دلائل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ
عنها سے نقل کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مجھے جبریل امین نے بتایا میں نے
زمین کو شرق تا غرب دیکھا ہے

فلم اجد رجلا افضل من محمد میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر
ولم اجد بنی اب افضل من بنی کسی کو افضل نہیں پایا اور نہ بنو
باشم ہاشم سے بڑھ کر کسی خاندان کو
افضل دیکھا۔ (دلائل النبوة)

حافظ ابن حجر نے امالی میں کہا

لوائح الصحة ظاہرة علی صحت کے جھنڈے (علامات) اس
صفحات هذا المتن متن کے چہرے پر بہت واضح
ہیں۔

اور یہ بات ایک مسلمہ حقیقت ہے افضل، بہتر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بزرگی و
عظمت شرک کی بنا پر نہیں ہو سکتی۔ (بلکہ توحید پرستی اور ایمان کی بنیاد پر ہی
دے سکتی ہے)

دوسرے مقدمہ پر دلائل

۱۔ امام عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے ابن جریج سے کہا ابن مسیب نے حضرت علی بن ابی طالب ؓ سے نقل کیا

لم یزل علی وجہ الدبر فی الارض سبعة مسلمون فصاعداً فلولا ذلك هلكت الارض ومن علیہما

ہمیشہ روئے زمین پر سات سے زائد افراد مسلمان رہے اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اس پر بسنے والے ہلاک ہو جاتے۔

یہ سند بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔

ایسی بات صحابی اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے لہذا اس کا درجہ مرفوع حدیث والا ہی ہو گا۔ اسے ابن منذر نے تفسیر میں شیخ زہری سے اور انہوں نے امام عبدالرزاق سے نقل کیا۔ (مصنف عبدالرزاق)

۲۔ امام ابن جریر نے تفسیر میں شمر بن حوشب سے نقل کیا، زمین میں ہمیشہ چودہ ایسے افراد رہے جن کی وجہ سے اہل زمین سے عذاب دور رہا۔

الازمن ابراہیم فانہ کان وحده ما سوائے سیدنا ابراہیم علیہ السلام (جامع البیان) کے دور کے وہاں صرف آپ تھا ہی تھے۔

۲۔ امام ابن منذر نے تفسیر میں حضرت قتادہ ؓ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کراہی

قلنا اھبطوا منها جمیعاً فاما یأتینکم منی ہدی فمن تبع ہدای فلا خوف علیہم ولا هم یحزنون (البقرہ - ۳۸)

ہم نے کہا تم یہاں سے تمام اتر جاؤ اب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے گی جو میری ہدایت کی اتباع کرے گا اس پر کوئی خوف اور حزن نہ ہو گا۔

کے تحت نقل کیا

ما زال فى الارض اولياء منذ
هبط آدم ما اخلى الله الارض
لابليس الا وفيها اولياؤه
يعملون لله بطاعته

جب سے حضرت آدم علیہ السلام
زمین پر تشریف لائے اس وقت
سے اولیاء ہیں، اسے ابلیس کے
لیئے خالی نہیں رکھا گیا بلکہ اس
میں ایسے بندے رہے جو اللہ
تعالیٰ کی طاعت کرتے رہے۔

۴۔ حافظ ابو عمر بن عبدالبر کہتے ہیں ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا
کہ مجھے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پہنچا ہے۔

لا يزال فى الارض ولى ما دام
فیهما للشيطان ولى

ہمیشہ زمین پر اللہ کا ولی رہے گا
جب تک شیطان کا کوئی بھی ساتھی
موجود ہے۔

۵۔ امام احمد نے زہد میں اور شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں بسند صحیح
بمطابق شرائط بخاری و مسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا

ماخلت الارض من بعد نوح من
سبعة يدفع الله تعالى بهم عن
اهل الارض

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد یہ
زمین سات ایسے افراد سے کبھی
خالی نہیں ہوئی جن کی برکت سے
اللہ تعالیٰ زمین سے عذاب دور
رکھتا۔

اس کا حکم بھی مرفوع حدیث والا ہے۔

۶۔ شیخ ازرقی نے تاریخ مکہ میں زہیر بن محمد سے نقل کیا۔

لم يزل على وجه الارض سبعة مسلمون فصاعداً لولا ذلك لاهلكت الارض ومن عليها (اخبار مکہ، ۱=۷)

روئے زمین پر ہمیشہ سات مسلمان سے زائد افراد رہے اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اس پر بسنے والے ہلاک ہو جاتے۔

۷۔ امام جنیدی نے فضائل مکہ میں حضرت مجاہد سے نقل کیا۔

لم يزل على وجه الارض سبعة مسلمون فصاعداً لولا ذلك لاهلكت الارض ومن عليها

زمین پر سات سے زائد افراد مسلمان رہے اور وہ نہ ہوتے تو زمین اور اہل زمین ہلاک ہو جاتے۔

۸۔ امام احمد نے زعم میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا

لم يزل بعد نوح في الارض اربعة عشر يدفع بهم العذاب

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین پر ایسے چودہ افراد رہے جن کی وجہ سے عذاب دور رہا۔

۹۔ شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں حضرت زاذان سے نقل کیا۔

ما خلت الارض بعد نوح من اثني عشر فصاعداً يدفع الله بهم عن اهل الارض

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین ایسے بارہ افراد سے یا زائد سے خالی نہیں رہی جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب دور کرتا رہا۔

۱۰۔ امام ابن منذر تفسیر میں بسند صحیح حضرت ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

رب اجعلنی مقيم الصلوة ومن
ذريتي
اے میرے رب! مجھے نماز قائم
کرنے والا بنا دے اور میری اولاد
کو بھی۔

کے تحت نقل کیا

فلا يزال من ذرية ابراهيم على
نبينا و عليه الصلاة والسلام
ناس على الفطرة يعبدون الله
حضرت ابراهيم عليه السلام کی اولاد
میں ہمیشہ ایسے لوگ موجود رہے
جو فطرت پر تھے اور وہ اللہ تعالیٰ
کی عبادت کرتے تھے۔

ان تین مذکورہ روایات میں ”حضرت نوح کے بعد کی قید“ اس لئے ہے کہ
ان سے پہلے تمام لوگ ہدایت اور دین پر تھے۔

۱۱۔ امام بزار نے مسند میں ’ابن جریر‘ ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے تفسیر
میں اور حاکم نے مستدرک میں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی
اللہ عنہما سے

کان الناس امة واحدة
تمام لوگ ایک ہی امت تھے۔

(البقرہ - ۲۱۳)

کے تحت نقل کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے
درمیان دس صدیاں ہیں ان میں تمام لوگ شریعت حقہ پر قائم رہے پھر لوگوں
نے اختلاف شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا اور پھر یہ کہا کہ
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت یوں ہے

کان الناس امة واحدة فاختلّفوا
تمام لوگ ایک ہی امت تھے پھر
(المستدرک ۲ = ۵۹۳) انہوں نے اختلاف کیا۔

۱۲۔ امام ابو یعلیٰ طبرانی اور ابن ابی حاتم نے بسند صحیح حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے

لوگ ایک ہی امت تھے۔

كان الناس امة واحدة
کے تحت نقل کیا

وہ تمام اسلام پر تھے۔

على الاسلام كلهم

۱۳۔ امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت مذکورہ کے تحت ذکر کیا، ہمیں اطلاع ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں ہیں ان میں تمام لوگ ہدایت پر تھے اور شریعت حقہ پر تھے پھر لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا

وكان اول رسول ارسله الله الى
اهل الارض
یہ پہلے رسول تھے جنہیں اللہ تعالیٰ
نے اہل زمین کی طرف مبعوث
فرمایا۔

۱۴۔ ابن سعد نے طبقات میں دوسری سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

ما بين نوح الى آدم من الاباء
كانوا على الاسلام
حضرت نوح کے عہد سے لے کر
حضرت آدم کے عہد تک تمام
آباء اسلام پر تھے۔
(الطبقات ۱ = ۴۲)

ابن سعد نے بطریق سفیان بن سعید ثوری : اپنے والد سے انہوں نے
حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا۔

بين آدم و نوح عشرة قرون كلهم
على الاسلام (الطبقات ۱ = ۴۲)
حضرت آدم اور حضرت نوح کے
درمیان دس صدیاں ہیں وہ تمام
کے تمام اسلام پر تھے۔

۱۶۔ قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے۔

رب اغفر لی ولوالدی وللمن دخل
 اے میرے رب! مجھے بخش دے
 اور میرے ماں باپ کو اور اسے
 (نوح، ۲۸) جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں

ہے۔

حضرت نوح کے بیٹے سام بالاتفاق مومن ہیں اور اس پر نص ہے کیونکہ انہوں
 نے اپنے والد گرامی کے ساتھ کشتی کے ذریعے نجات پائی اور اس میں نجات
 پانے والے مومن ہی تھے۔

۱۷۔ قرآن مجید میں ہے

وجعلنا ذریتہ ہم الباقین اور ہم نے اس کی اولاد باقی
 (الصافات، ۷۷) رکھی۔

بلکہ حدیث میں ہے کہ وہ نبی تھے۔

اسے ابن سعد نے طبقات میں، زبیر بن بکار نے الموقیبات میں، ابن عساکر
 نے تاریخ میں کلبی سے نقل کیا ہے۔

ان کے بیٹے ارفخشند کے ایمان پر اثرا بن عباس میں تصریح ہے۔ جسے
 ابن عبدالحکم نے تاریخ مصر میں ذکر کیا، اس میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دادا
 حضرت نوح علیہ السلام سے ملے انہوں نے انہیں یہ دعا دی

ان يجعل اللہ الملک والنبوة فی اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں حکومت
 ولده اور نبوت عطا فرمائے۔

ارفخشند کی اولاد سے تاریخ تک سب کے ایمان پر آثار میں تصریح ہے۔
 ابن سعد نے طبقات میں بطریق کلبی انہوں نے ابو صالح انہوں نے حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی سے اتر کر بستی میں تشریف لے گئے تو ہر ایک آدمی نے اپنا گھر بنایا، وہاں بازار کا نام ”سوق الثمانین“ (اسی افراد والا محلہ) پڑ گیا۔ بنو قاتل تمام غرق ہو گئے۔ عہدِ حضرت آدم سے حضرت نوح تک تمام آباء اسلام پر ہی تھے۔ جب سوق الثمانین تنگ پڑ گیا لوگ بائبل کی طرف گئے وہاں انہوں نے شہر آباد کر دیا حتیٰ کہ ان کی آبادی ایک لاکھ تک پہنچ گئی لیکن وہ تمام کے تمام اسلام پر ہی تھے اور وہ ہمیشہ اسلام پر ہی رہے حتیٰ کہ وہاں کا حکمران نمرود بن کوس بن کنعان بن حام بن نوح بنا، تو نمرود نے انہیں بتوں کی پرستش کی طرف دعوت دی اور انہوں نے اسے قبول کیا۔ (الطبقات، ۱ = ۴۴)

ان تمام روایات سے معلوم و واضح ہو رہا ہے کہ عہدِ آدم علیہ السلام سے لے کر زمانہ نمرود تک حضور ﷺ کے تمام اجداد یقیناً مومن تھے اور اسی زمانہ میں حضرت ابراہیم اور آزر تھے تو اگر آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد ہے تو اسے حضور ﷺ کے سلسلہ نسب سے خارج کر دیا جائے اور اگر وہ بچا ہے تو پھر خارج کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آزر ان کا والد نہیں جیسا کہ پوری ایک جماعت سلف کا موقف ہے۔

آزر والد نہیں

۱۔ امام ابن ابی حاتم نے بسندِ ضعیف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

واذ قال ابراهيم لابيه آزر

اور جب حضرت ابراہیم علیہ

السلام نے اپنے باپ آزر کو کہا۔

کے تحت نقل کیا۔

ان ابا ابراہیم لم یکن اسمہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد
انما کان اسمہ تارخ کا نام آزر نہیں ان کا نام تو
(تفسیر ابن ابی حاتم، ۴ = ۱۳۲۵) تارخ ہی ہے۔

۲۔ امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے بعض طرق صحیحہ سے
حضرت مجاہد سے نقل کیا۔

لیس آزر ابا ابراہیم آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا
(تفسیر ابن ابی حاتم، ۴ = ۱۳۲۵) والد نہیں۔

۳۔ ابن منذر نے سند صحیح سے حضرت ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد
گرای

واذ قال ابراہیم لابنہ آزر اور جب حضرت ابراہیم علیہ
السلام نے اپنے والد آزر کو کہا۔

کے تحت نقل کیا

لیس آزر بابیہ انما هو ابراہیم آزر ان کا والد نہیں، بلکہ ابراہیم
بن تارخ بن شارخ بن ناخور بن علیہ السلام تارخ کے بیٹے ہیں، وہ
فاطم شارخ، وہ ناخور کے بیٹے اور وہ
فاطم کے بیٹے ہیں۔

۴۔ امام ابن ابی حاتم نے سند صحیح سے امام سدی سے نقل کیا ان سے کسی
نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر ہیں تو انہوں نے فرمایا
بل اسمہ تارخ نہیں ان کا نام تارخ ہے۔
(تفسیر ابن ابی حاتم، ۴ = ۱۳۲۴)

”اب“ کا اطلاق چچا پر

عربی زبان میں ”اب“ کا اطلاق چچا پر معروف ہے اگرچہ مجاز ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں ہے

ام كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدى قالوا نعبد الهك واله اباءك ابراهيم واسماعيل واسحق (البقرہ - ۱۳۳)

بلکہ تم میں کتنے موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے، بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم و اسماعیل و اسحق کا۔

اس آیت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام پر ”اب“ کا اطلاق ہے حالانکہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا ہیں۔ اسی طرح ”اب“ کا اطلاق حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی ہوا ہے حالانکہ وہ ان کے دادا ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ جد پر ”اب“ کا اطلاق ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے یہی آیت ”قالو نعبد الهك واله ابائك“ تلاوت کی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، ۱ = ۲۳۰)

انہوں نے ہی حضرت ابو عالیہ سے باری تعالیٰ کے ارشاد گرامی وانہ ابائک ابراہیم و اسمعیل اور آپ کے آباء ابراہیم و اسمعیل

کے تحت نقل کیا

سمى العم ابا (ایضاً)

یہاں چچا کو ”اب“ کہا گیا ہے۔

انہوں نے ہی محمد بن کعب قرظی سے نقل کیا

الخال والد والعم والد خالو والد اس طرح چچا بھی والا

(ایضاً) کہلاتا ہے۔

اور پھر انہوں نے یہی مذکورہ آیت پڑھی۔

امام ابن منذر نے تفسیر میں سند صحیح سے حضرت سلیمان بن مردہوش سے

نقل کیا، جب مخالفین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا

ارادہ کیا تو انہوں نے لکڑیاں جمع کیں حتیٰ کہ ایک بوڑھی عورت بھی لکڑیاں

لا رہی تھی جب انہوں نے آپ کو آگ میں ڈالا تو آپ نے پڑھا حسبی

اللہ و نعم الوکیل (میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہ ہی سب سے کامل کارساز

ہے) جب انہوں نے آپ کو ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یا نار کونی بردا و سلاما علی اے آگ! ہو جا ٹھنڈی اور

ابراہیم (الانبیاء - ۶۹) سلامتی ابراہیم پر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آزر کہنے لگا تم میری وجہ سے بچ نکلے ہو تو

اس آگ سے اللہ تعالیٰ نے ایک انگارہ اس کی طرف بھیجا جو اس کے پاؤں پر

لگا اور جلا کر راکھ کر دیا۔

یہاں تصریح ہے کہ وہ چچا تھا۔

ایک اہم فائدہ

یہ روایت بتا رہی ہے کہ وہ آگ کے واقعہ کے دنوں میں ہی ہلاک ہو گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں ہی فرما دیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جب اس کا اللہ کا دشمن ہونا آشکار ہو گیا تو انہوں نے اس کے لئے دعا ترک کر دی تھی اور اس بارے میں بھی آثار ہیں کہ یہ بات آپ پر اس وقت آشکار ہوئی تھی جب وہ حالتِ شرک میں مر گیا اور اس کے بعد انہوں نے اس کے لئے دعائے مغفرت نہیں کی۔

۱۔ امام ابن ابی حاتم نے سند صحیح سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

ما زال ابراہیم علیہ السلام
یستغفر لابیہ حتی مات فلما
تبین له انه علو لله فلم يستغفر له
(تفسیر ابن ابی حاتم، ۶ = ۱۸۹۳)

ہمیشہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے
اب کے لئے بخشش کی دعا کرتے
رہے۔ حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا جب
حضرت ابراہیم پر واضح ہو گیا کہ
وہ اللہ کا دشمن تھا تو پھر ان کے
لئے بخشش کی دعا کبھی نہیں مانگی۔

۲۔ انہوں نے ہی حضرت محمد بن کعب، حضرت قتادہ، حضرت مجاہد اور امام حسن وغیرہ سے روایت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی زندگی میں ایمان کے امیدوار تھے لیکن جب وہ مر گیا تو آپ نے برأت کا اعلان فرما دیا۔
(تفسیر ابن حاتم، ۶ = ۱۸۹۵)

اس واقعہ آگ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام شام تشریف لے گئے۔ جیسے کہ قرآن میں نص ہے پھر کافی مدت بعد مصر آئے وہاں جابر بادشاہ کے ساتھ واقعہ پیش آیا، وہاں سے حضرت سارہ کو حضرت ہاجرہ ملیں، پھر شام کی طرف

واپسی ہوئی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیوی اور حضرت اسماعیل کو مکہ منتقل کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے اس پر عمل کیا اور یہ دعا کی۔

ربنا انی اسکنت من ذریعتی بواد
غیر ذی زرع عند بیتک المحرم
ربنا لیقیموالصلوة فاجعل
افئدة من الناس تهوی الیہم
وارزقہم من الثمرات لعلہم
یشکرون ربنا انک تعلم ما نخفی
وما نعلن وما یخفی علی اللہ من
شیئی فی الارض ولا فی السماء
الحمد لله الذی وهب لی علی
الکبر اسمعیل واسحق ان ربی
لسمیع الدعاء رب اجعلنی مقیم
الصلوة ومن ذریعتی ربنا وتقبل
دعاء ربنا اغفر لی ولوالدی
وللمؤمنین یوم یقوم الحساب
(ابراہیم۔ ۳۷ تا ۴۱)

اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ
اولاد ایک ٹالے میں بسائی جس
میں کھیتی نہیں ہوتی، تیرے
حرمت والے گھر کے پاس، اے
ہمارے رب! اس لئے کہ وہ نماز
قائم رکھیں۔ تو کچھ لوگوں کے دل
ان کی طرف مائل کر دے اور
انہیں کچھ پھل کھانے کو دے
شاید وہ احسان مانیں۔ اے
ہمارے رب! تو جانتا ہے جو ہم
چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں
اور اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین
میں اور نہ آسمان میں۔ سب
خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے
بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق
دیئے۔ بے شک میرا رب دعا سننے
والا ہے۔ اے میرے رب! مجھے
نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور
میری کچھ اولاد کو، اے ہمارے
رب! اور میری دعا سن لے، اے

ہمارے رب! مجھے بخش دے اور
میرے ماں باپ کو اور سب
مسلمانوں کو جس دن حساب قائم
ہو گا۔

یہاں واضح طور پر موجود ہے کہ انہوں نے اپنے والدین کے لئے دعائے
مغفرت کی اور ان کا یہ عمل چچا کی موت کے طویل مدت کے بعد کا ہے تو اس
سے آشکار ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید میں جس کے کفر اور حضرت ابراہیم کا
اس کی مغفرت سے برأت کا اظہار ہے وہ ان کا چچا ہے نہ کہ والد حقیقی، اللہ
تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اس کا شعور عطا فرمایا۔

۳۔ ابن سعد نے طبقات میں کلبی سے ذکر کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
جب بابل سے شام کی طرف ہجرت کی تو اس وقت ان کی عمر بیستیس (۳۷)
سال تھی پھر حران آئے اور وہاں کافی عرصہ رہے پھر وہ اردن میں کافی عرصہ
قیام پذیر رہے پھر وہاں سے مصر آئے اور وہاں بھی طویل قیام کیا پھر شام
لوٹ گئے تو ایلیاء اور فلسطین کے درمیان سات سال ٹھہرے، وہاں کے لوگوں
نے آپ کو اذیت دی تو وہاں سے رملہ اور ایلیاء کے درمیان قیام پذیر
ہوئے۔ (الطبقات، ۱ = ۴۶)

۴۔ ابن سعد نے واقدی سے بیان کیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں
حضرت اسماعیل کی ولادت ہوئی تو اس وقت ان کی عمر نوے سال تھی۔

مذکورہ دونوں روایات کو سامنے رکھئے اور دیکھئے واقعہ آگ کے بعد ان
کی ہجرت اور مکہ میں دعا کے درمیان پچاس سال سے زیادہ عرصہ بن جاتا
ہے۔

پھر اولادِ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام میں داناً توحید پر رہی، شیخ شمرستانی "الملل والنحل" میں لکھتے ہیں دین ابراہیمی قائم رہا، عربوں کے ہاں ابتداءً توحید ہی معروف تھی سب سے پہلے جس نے دین ابراہیمی کو بدلا اور بت پرستی شروع کی وہ عمرو بن لحنی ہے۔ (الملل والنحل = ۲)

حدیث صحیح کی شہادت

میں کہتا ہوں اس بات پر صحیح حدیث شاعر ہے۔

۱۔ بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے عمرو لحنی خزاعی کو دوزخ میں آنتیں گھسیٹے ہوئے دیکھا۔

کان اول من سبب السوائب یہ پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے۔

۲۔ امام احمد نے مسند میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ان اول من سبب السوائب و عبد پہلا شخص جس نے بتوں کے نام الاصنام ابو خزاعہ عمرو بن عامر پر جانور چھوڑے اس کا نام (مسند احمد) ابو خزاعہ عمرو بن عامر ہے۔

اور میں نے اسے آگ میں آنتیں گھسیٹے ہوئے دیکھا ہے۔

۳۔ ابن اسحاق اور ابن جریر نے تقابیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے عمرو بن لحنی بن قعد بن جندب کو آگ میں جلتے ہوئے دیکھا

انہ اول من غیر دین ابراہیم
یہ پہلا شخص ہے جس نے دین
(جامع البیان) ابراہیمی میں تبدیلی پیدا کی۔

ابن اسحاق کے الفاظ ہیں۔

انہ کان اول من غیر دین
اسماعیل فنصب الاوثان و بحر
البحیرة و سبب السائبہ و وصل
الوصیلۃ و حمی العمامی
یہی پہلا شخص ہے جس نے دین
اسماعیلی میں تبدیلی کرتے
ہوئے بت پرستی شروع کی اور
بتوں کے نام پر بحیرہ، سائبہ و مید
اور عام جانور پھوڑے۔

اس روایت کی دیگر اسناد بھی ہیں۔

۴۔ محدث بزار نے مسند میں سند صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد لوگ اسلام پر ہی رہے، شیطان انہیں اسلام سے دور لے جانے کی کوشش میں رہا پھر اس نے تلبیہ میں ان کلمات کا اضافہ کروایا۔

لا شریک لک الا شریکاً هولک
تملکہ وما ملک
تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایک
شریک کہ وہ بھی تیرا ہی ہے تو
اس کا بھی مالک ہے اور اس چیز
کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔

ابلیس نے ہمیشہ کوشش جاری رکھی حتیٰ کہ انہیں اسلام سے خارج کر دیا۔

۵۔ امام سہیلی روض الانف میں کہتے ہیں عمرو بن لحنی نے جب بیت اللہ پر قبضہ کیا، بنو جرہم کو مکہ سے نکال دیا، اہل عرب نے اسے اپنا رب بنا لیا وہ

جو بھی بدعت جاری کرتا اسے یہ اپنا لیتے کیونکہ یہ کھانا بھی کھلاتا اور موسم حج میں فلاں بھی چڑھاتا۔ (الروض الانف، ۱ = ۶۲)

۶۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا یہ پہلا شخص تھا جس نے حرم کعبہ میں بت داخل کئے اور لوگوں کو ان کی عبادت کی طرف مائل کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں تلبیہ کے الفاظ یہ تھے ”لبیک اللہم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک“

حتیٰ کہ عمرو بن لُحی کا دور آیا جب وہ تلبیہ کہنے لگا تو شیطان بھی بوڑھے کی شکل میں آکر اس کے ساتھ تلبیہ کہنے لگا عمرو نے کہا لبیک لا شریک لک تو بوڑھے نے کہا

الا شریکا ہولک مگر ایک شریک جو تیرا ہی ہے۔

عمرو نے اسے برا جانتے ہوئے کہا یہ کیا؟ بوڑھے نے کہا یہ پڑھو

تملكہ وما ملک تو اس کا بھی مالک ہے اور اس

چیز کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔

کیونکہ یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں، عمرو نے یہ اضافہ قبول کر لیا وہاں سے عربوں میں جاری ہو گیا۔ (الروض الانف، ۱ = ۶۲)

۷۔ حافظ عماد الدین بن کثیر تاریخ میں کہتے ہیں عرب دین ابراہیمی پر ہی تھے یہاں تک کہ عمرو بن عامر خزاعی مکہ پر قابض ہوا، اس نے حضور ﷺ کے اجداد سے بیت اللہ کی تولیت چھینی، اس نے بت پرستی کی ابتدا کی، عربوں میں گمراہیاں مثلاً بتوں کے نام پر جانور پھوڑنا وغیرہ شروع کیں، تلبیہ میں اضافہ کیا۔

الا شریکا هولک نملکہ وما مگر ایک شریک جو تیرا ہی ہے تو ملک اس کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔

سب سے پہلے یہ کلمات اسی نے کئے، عربوں نے اس کی اتباع میں شرک کیا تو یہ قوم نوح اور سابقہ قوموں کی طرح بن گئے، ہاں ان میں کچھ دینِ ابراہیمی پر قائم رہے، بیت اللہ پر خزاہ کا قبضہ تین سو سال تک رہا اور ان کا دور نہایت ہی بدتر تھا یہاں تک کہ حضور ﷺ کے جدِ امجد قصی کا دور آیا انہوں نے ان کے خلاف جنگ کی، عربوں نے آپ کا ساتھ دیا اور ان سے ولایتِ کعبہ چھین لی لیکن عربوں نے عمرو بن لُحی کی ایجادات کو ترک نہ کیا مثلاً بتوں کی پرستش وغیرہ کیونکہ وہ اسے ہی دین تصور کرتے ہوئے اسے بدلنا مناسب نہ سمجھتے تھے۔

تو ان تمام روایات سے واضح ہو جاتا ہے کہ عہدِ ابراہیمی سے لے کر زمانہٴ عمرو تک حضور ﷺ کے آباء بالیقین مومن تھے۔ اب ہم بقیہ آباء اور مذکورہ گفتگو کی تفصیل ذکر کرنا چاہ رہے ہیں۔

امرِ ثانی

دوسرا امر جو ہماری اس مسلک میں مدد کرتا ہے۔ وہ ایسی آیات و روایات ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت اور اولاد کے بارے میں وارد ہیں۔

۱۔ پہلی آیت جو اس مسئلہ پر بڑی واضح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واذ قال ابراهيم لابيہ وقومہ انی
براء مما تعبدون الا الذی فطرنی
فانہ سیہدین وجعلها کلمة باقیة
فی عقبہ لعلہم یرجعون ○

(الزخرف - ۲۶ تا ۲۸)

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ
اور اپنی قوم سے فرمایا میں ہزار
ہوں تمہارے معبودوں سے۔ سوا
اس کے جس نے مجھے پیدا کیا کہ
ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ دے
گا اور اسے اپنی نسل میں باقی
کلام رکھا کہ کہیں وہ باز آئیں۔

۱۔ عبد بن حمید نے تفسیر میں سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
سے

وجعلها کلمة باقیة فی عقبہ
اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام
رکھا۔

کے تحت نقل کیا۔

لا الہ الا اللہ باقیة فی عقب
ابراہیم
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد
”لا الہ الا اللہ“ ہمیشہ باقی رہا۔

۲۔ عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر نے مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد
گرای ”وجعلها کلمة باقیة فی عقبہ“ کے تحت نقل کیا کہ اس سے مراد ”
لا الہ الا اللہ“ ہے۔ جامع البیان ۸۷ = ۲۹۹

۳۔ عبد بن حمید کہتے ہیں ہمیں یونس نے انہیں شیخان نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے
اس فرمان باری تعالیٰ کی تفسیر ان کلمات میں نقل کی۔

شهادة ان لا الہ الا اللہ والتوحید
لا یزال فی ذریتہ من یقولہا بعدہ
اس سے لا الہ الا اللہ کی شہادت
اور توحید مراد ہے اور حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہمیشہ یہ

مقیدہ رکھنے والے قائم رہے۔

۴۔ امام عبدالرزاق تفسیر میں حضرت معمر سے وہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما سے اس فرمان الہی کی تفسیر میں یوں نقل کرتے ہیں

الاخلاص والتوحيد لا يزال في ذريته من يوحد الله ويعبده

اس سے مراد اخلاص اور توحید ہے۔ اور حضرت ابراہیم کی اولاد میں ہمیشہ ایسے لوگ رہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل اور اس کی عبادت کرتے رہے۔

۵۔ ابن منذر نے اسے نقل کر کے کہا 'ابن جریر نے عقب ابراہیم کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا۔

فلم يزل بعد في ذريته ابراهيم من يقول لا اله الا الله
بیشہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ایسے لوگ موجود رہے جو لا اله الا اللہ پڑھتے تھے۔

پھر لکھا کہ لوگوں نے اس کی تفسیر میں کہا

فلم يزل ناس من ذريته على الفطرة يعبدون الله تعالى حتى تقوم الساعة
حضرت ابراہیم کی اولاد میں کچھ لوگ فطرت پر رہتے ہوئے قیامت تک اللہ ہی کی عبادت کریں گے۔

۶۔ امام عبد بن حمید نے امام زہری سے اس آیت کے تحت نقل کیا
العقب ولد الذكور والاناث
واولاد الذكور
عقب سے مراد ان کی اولاد ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔

۷۔ حضرت عطا سے انہوں نے نقل کیا

العقب ولدہ وعقبہ

عقب سے مراد ان کی اولاد اور
رشتہ دار ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

واذ قال ابراهيم رب اجعل هذا
البلد آمنا واجنبي وبنی ان نعبد
الاصنام
اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض
کی اے میرے رب! اس شہر کو
امان والا کر دے۔ اور مجھے اور
میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے

سے بچا۔

۱۔ ابن جریر نے تفسیر میں حضرت مجاہد سے اس آیت کے تحت نقل کیا، اللہ
تعالیٰ نے اولاد کے حوالے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی،
ان کی دعا کے بعد ان میں سے کسی نے بت پرستی نہ کی، ان کی دعا کی برکت
سے شہر کو امن والا بنا دیا، اس کے اہل کو پھل عطا فرمائے اور انہیں امام بنا
دیا اور ان کی اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دیا۔ (جامع البیان ۸ = ۲۹۹)

۲۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت وہب بن منبہ سے نقل کیا جب
حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو انہوں نے وحشت محسوس کی پھر بیت
اللہ شریف کے بارے میں طویل ذکر کیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم
علیہ السلام کو بتایا کہ میں نے ابراہیم علیہ السلام کو امت واحدہ، میرے حکم کو
تسلیم کرنے والا، میرے راستہ کی طرف دعوت دینے والا بتایا ہے اور میں نے
اسے صراط مستقیم کی ہدایت دی ہے، میں نے ان کی اولاد اور ذریت کے
حوالے سے ان کی دعا کو قبول کیا ہے، ان میں انہیں شفیع بتایا، انہی کو میں
نے اس گھر کا والی و محافظ مقرر فرمایا ہے۔ (شعب الایمان ۳ = ۲۳۲)

یہ روایت حضرت مجاہد کے قول مذکور کے بالکل موافق ہے۔ اس میں

کوئی شک ہی نہیں بیت اللہ کی ولایت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضور ﷺ کے اجداد کے ساتھ مخصوص رہی۔ یہاں تک کہ عمرو خزاعی نے یہ جھیننی اور پھر اسی خاندان میں لوٹ آئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کے حوالے سے جو فضیلت ذکر ہوئی حضور ﷺ کا سلسلہ اجداد سب سے زیادہ اس کے لائق ہے کیونکہ وہی منتخب لوگ ہیں اور انہی میں نور نبوت نکل رہا تو انہی کا استحقاق ہے کہ ان الفاظِ قرآنی کے مصداق ہوں۔

رب اجعلنی مقيم الصلوة ومن
اے میرے رب! مجھے نماز کا قائم
کرنے والا رکھ اور کچھ میری
خزینتی
اولاد کو۔

۳۔ امام ابن ابی حاتم نے نقل کیا کہ سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا کہ اولادِ اسمعیل میں سے کسی نے بتوں کی پوجا کی؟ تو فرمایا ہرگز نہیں کیا تم نے یہ الفاظِ قرآنی نہیں پڑھے۔

واجنبی وبنی ان نعبد الاصلنام
اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں
کے پوجنے سے بچا۔

عرض کیا گیا تو اس میں اولادِ اسحاق اور بقیہ اولادِ ابراہیم کیوں شامل نہیں؟ فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر کے اہل کے لئے دعا کی تھی کہ جب وہ یہاں آباد ہوں تو وہ بت پرستی نہ کریں۔ الفاظ ہیں

اجعل هذا البلد آمنا
اس شہر کو امن والا بنا دے۔

تمام شہروں کے لئے یہ دعا نہ تھی۔

واجنبی وبنی ان نعبد الاصلنام
اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں
کی عبادت سے محفوظ فرما۔

پھر اپنے اہل کو مخصوص کرتے ہوئے عرض کیا۔

ربنا انی اسکنت من ذریئتی بواد
غیر ذی زرع عند بیتک المحرم
ربنا لیقیمو الصلوٰۃ
اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ
اولاد ایک ٹالے میں بسائی جس
میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت
والے گھر کے پاس۔ اے ہمارے
رب! اس لئے کہ وہ نماز قائم
رکھیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ کے اس جواب میں بار بار غور و تدبیر کریں اور وہ
آئمہ مجتہدین میں سے ہیں اور ہمارے امام شافعیؒ کے استاذ ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حکایت فرمائی

رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن
ذریئتی
اے میرے پروردگار! مجھے نماز
قائم کرنے والا بنا دے اور میری
(ابراہیم، ۴۰) اولاد کو بھی۔

امام ابن منذر نے حضرت ابن جریج سے مذکورہ آیت کے تحت نقل کیا۔

فلن نزال من ذریۃ ابراہیم ناساً
علی الفطرۃ یعبدون اللہ تعالیٰ
ہمیشہ سے اولاد ابراہیم میں کچھ
لوگ فطرت پر رہے اور وہ اللہ
تعالیٰ کی ہی عبادت کرتے تھے۔

۴۔ امام ابو الشیخ نے تفسیر میں حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما سے نقل کیا
جب ملائکہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بشارت دی تو انہوں نے فرمایا

یوں بتی والد وانا عجوز و ہذا بعلی
شیخا ان ہذا لثنی عجیب
(ہود، ۷۲)
خرابی کیا میرے بچے ہو گا اور میں
بوڑھی ہوں۔ اور یہ ہیں میرے
شوہر بوڑھے، بے شک یہ تو
اچھے کی بات ہے۔

انہوں نے جواباً فرمایا

اتعجبین من امر اللہ رحمت اللہ
وبرکتہ علیکم اہل البیت انہ
حمید مجید
کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کر
رہی ہو اے اہل بیت! تم پر اللہ
کی رحمت اور برکات ہیں، بلاشبہ
وہ ذات صاحب حمد و بزرگی ہے۔
(ہود - ۷۳)

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا
فہو لقولہ تعالیٰ وجعلہا کلمۃ
باقیۃ فی عقبہ
تو یہ بھی اس فرمان بار تعالیٰ کی
طرح ہے کہ اس نے ان کے لئے
کلمہ باقی رکھا ہے۔

تو حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی آل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عقب میں
شامل و داخل ہیں۔

ابن حبیب نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے،
عدنان، معد، ربیعہ، مضر، خزیمہ اور ان کی اہل طہ ابراہیم علیہ السلام پر
تھے۔

فلا تذکروہم الا بخیر
تو ان تمام کا تذکرہ اچھا ہی کیا
کرو۔

امام ابو جعفر طبری وغیرہ نے لکھا، اللہ تعالیٰ نے ارمیاء کی طرف وحی فرمائی کہ
تم بخت نصر کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ میں نے تمہیں عرب پر مسلط کر دیا ہے

ہوں گے اور انہیں آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی اتباع کا حکم دیتے، ان سے ایک شعر بھی منقول ہے۔

بالینسی شاہد نجوا دعوتہ اذا قریش نرید الحق خذلانا
(کاش میں اس وقت موجود ہوتا جب آپ ﷺ قریش کے سامنے اپنی دعوت رکھیں گے اور وہ اسے قبول نہ کرتے ہوئے پست کرنے کی کوشش کریں گے)
یہ بھی لکھا امام ماوردی نے یہی بات محمد بن کعب سے "اعلام النبوة" ۱۵۵ میں ذکر کی ہے۔ (الروض الائف، ۱-۶)

امام ابو نعیم نے بھی

بندہ کے مطالعہ کے مطابق اسے امام ابو نعیم نے دلائل النبوة میں اپنی سند کے ساتھ ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت کعب اور حضور ﷺ کی بعثت کے درمیان پانچ سو ساٹھ سال کا عرصہ ہے۔ (دلائل النبوة، ۱ = ۹۰)

ماوردی ہمارے آئمہ میں سے ہیں۔ "الحادی الکبیر" جیسی اہم کتاب کے مصنف ہیں۔ ان کی کتاب "اعلام النبوة" ہے جو ایک ہی جلد میں ہے لیکن کثیر الفوائد ہے۔ بندہ نے وہ کتاب دیکھی بلکہ اس سے میں نے اس رسالہ میں مواد بھی نقل کیا ہے۔

خلاصہ کلام

اب تک اس تفصیلی گفتگو سے حاصل یہ ہوا کہ عمیر ابراہیمی سے لے کر عبد کعب بن لوی تک حضور ﷺ کے تمام آباء دین ابراہیمی پر ہی تھے، ان کے صاحبزادے مرثد بن کعب بھی بلاشبہ اسی دین پر ہوں گے کیونکہ ان کے والد نے ایمان کی وصیت کی تھی، باقی مرثد اور عبدالمطلب کے درمیان چار آباء رہ جاتے

ہیں، کلاب، قصی، عبد مناف اور ہشام، ان کے بارے میں بندہ کی نظر میں کوئی تصریح نہیں گزری نہ ایمان کے بارے میں اور نہ خلاف ایمان۔

حضرت عبدالمطلب میں تین اقوال

حضرت عبدالمطلب کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

۱۔ یہی مختار بھی ہے کہ انہیں دعوت نہیں پہنچی اس حدیث کی بناء پر جو بخاری وغیرہ میں ہے۔

۲۔ یہ توحید اور ملتِ ابراہیمی پر ہی تھے، امام فخرالدین رازی کی گفتگو اور سابقہ آیات کے تحت حضرت مجاہد، سفیان بن عیینہ کی جو تشریح آئی ہے وہ اس کی تائید کرتی ہے۔

۳۔ بعثتِ نبوی کے بعد انہیں بھی زندہ کیا گیا حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور اسلام لانے کے بعد پھر ان کا وصال ہو گیا۔ اسے ابن سید الناس نے ذکر کیا لیکن یہ قول نہایت ہی ضعیف و کمزور ہے کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں اور نہ اس پر کوئی حدیث شامد ہے نہ ضعیف اور نہ غیر ضعیف، آئمہ اہل سنت میں سے کسی کا یہ قول بھی نہیں ہاں بعض شیعہ کی طرف سے یہ منقول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مصنفین نے صرف دو اقوال کا ذکر ہی کیا، تیسرے قول سے خاموشی اختیار کی کیونکہ شیعہ کے قول اور اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں۔

امام سہیلی کی تحقیق

امام سہیلی نے ”روض الانف“ میں کہا صحیح روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ موت کے وقت ابوطالب کے ہاں داخل ہوئے اس وقت ان کے پاس ابو جہل اور ابن ابی امیہ تھے فرمایا پچھلا لا الہ الا اللہ کہہ دو تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری گواہی دوں، ابو جہل اہر ابن ابی امیہ نے کہا اے ابوطالب! کیا تم

ملت عبدالمطلب سے اعراض کر رہے ہو تو انہوں نے کہا میں ملت عبدالمطلب پر ہی ہوں۔ پھر فرمایا اس حدیث کا ظاہر بتا رہا ہے کہ عبدالمطلب کا انتقال شرک پر ہوا تھا پھر کہا میں نے مسعودی کی بعض کتب میں عبدالمطلب کے بارے میں اختلاف پایا ہے۔ یہ بھی ان کے بارے میں کہا گیا انہوں نے چونکہ حضور ﷺ سے دلائل نبوت کا مشاہدہ کیا اور جان لیا کہ آپ ﷺ توحید لے کر ہی مبعوث ہوئے ہیں تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور پھر فوت ہوئے۔ (واللہ اعلم)

لیکن سند بزار اور کتاب النسائی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہؓ کو اس موقع پر فرمایا جب وہ کسی انصاری کی تعزیت کے لئے گئی تھیں، کیا تم قبرستان تک گئی تھیں؟ عرض کیا نہیں، فرمایا اگر تم قبرستان تک چلی جاتیں تو جنت نہ دیکھتیں حتیٰ کہ تیرے والد کا دادا اسے دیکھ لے۔ پھر کہا امام ابوداؤد نے یہی روایت ذکر کی مگر ”حتیٰ براہا جد ابیک“ کے کلمات نقل نہیں کئے۔ (ابوداؤد، ۲-۸۸)

آگے کہا غور کیجئے آپ ﷺ نے ”تیرے والد کا دادا“ فرمایا، یہ نہیں فرمایا ”تیرا دادا“ یہ اس حدیث ضعیف کی تقویت کا سبب ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والد اور والدہ دونوں کو زندہ فرمایا اور دونوں آپ ﷺ پر ایمان لائے۔

آگے چل کر لکھا، ممکن ہے آپ ﷺ کا مقصد خوف دلانا ہو کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان عالی حق ہے، حالانکہ قبرستان تک جانے سے آدمی کا دائمی طور پر دوزخی ہو جانا لازم نہیں آتا۔ (یہ تمام گفتگو امام سیبلی کی تھی) (الروض الانف، ۱-۲۵۹)

امام شہرستانی کی گفتگو

امام شہرستانی نے الملل والنحل میں لکھا حضرت عبدالمطلب کی پیشانی پر نور نبی ﷺ کا ظہور ہوتا تھا۔ اس نور کی برکت سے انہوں نے بیٹے کی قربانی کی نذر

مائی، اس کی برکت سے وہ اپنی اولاد کو ترکِ ظلم و سرکشی کا حکم دیتے، انہیں اچھے اخلاق کی تعلیم دیتے اور گھٹیا امور سے منع فرماتے، اسی نور کی برکت سے انہوں نے اپنی نصاب میں کہا کوئی ظالم بدلہ کے بغیر اس دنیا سے نہیں جاسکتا، لیکن جب ایک ایسا ظالم فوت ہوا جس سے انتقام نہیں لیا گیا تھا، حضرت عبدالمطلب سے اس بارے میں عرض کیا تو انہوں نے فوراً کے بعد فرمایا

والله ان وراء هذه النار دار يجزى الله کی قسم! اس جہاں کے بعد
 فيها المحسن باحسانه ويعاقب ایک جہاں ہے جس میں اچھے کو
 فيها المعسئ باسائه اچھائی پر جزا اور برے کو برائی پر
 سزا دی جائے گی۔

اس نور کی برکت سے انہوں نے ابرہہ سے کہا تھا اس بیت اللہ کا مالک رب ہے جو اس کی حفاظت فرمائے گا۔ جبل ابوتیس پر چڑھے اور کہا

اللهم ان المرء يمنع رحله فامنع رحالك
 لا يغلبن صليبهم ومحالهم عدوا محالك
 فانصر على آل الصليب دعا بديه اليوم الك
 (اے اللہ ہر آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے مرکز کی حفاظت فرما،
 دشمنوں کی صلیب تیرے مقام پر غالب نہ آئے، اہل صلیب کے خلاف آج اپنے
 ماننے والوں کی مدد فرما) (الملل والنحل، ۲ = ۲۳۸)

اس کی تائید

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ دیت دس اونٹ ہوا کرتی تھی حضرت عبدالمطلب پہلے شخص ہیں جنہوں نے نفس کی دیت سو اونٹ مقرر کی اس کے بعد قریش اور عربوں میں سو اونٹ دیت ہی جاری ہو گئی۔

اقربا رسول اللہ صلی اللہ علیہ اس کو ہی رسول اللہ ﷺ نے
وسلم (اللبقات، ۱ = ۸۹) ثابت رکھا۔

اس کے ساتھ یہ جملہ بھی ملاؤ جو یومِ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے
ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب
(میں سچا نبی ہوں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔)

کافر آباء کی طرف انتساب منع ہے

امام فخرالدین رازی اور ان کے موافقین کی تائید میں یہ سب سے قوی
دلیل ہے کیونکہ احادیث میں کافر آباء کی نسبت سے منع کیا گیا ہے۔

۱۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن
جبل رضی اللہ عنہما سے نقل کیا، حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں دو آدمیوں
نے اپنا انتساب کرتے ہوئے کہا انا فلاں بن فلاں، انا فلاں بن فلاں تو
آپ ﷺ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں دو آدمیوں نے انتساب
کیا ایک نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں نو آباء تک کہا، دوسرے نے کہا میں
فلاں بن فلاں اسلام ہوں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی
کی کہ ان انتساب کرنے والوں کا حکم یہ ہے جس نے نو تک انتساب کیا ہے وہ
نو بھی دوزخی ہیں اور یہ دسواں دوزخی ہے اور جس نے دو تک انتساب کیا ہے
تو تیسرا جنتی ہے۔ (شعب الایمان، ۳ = ۲۸۷)

۲۔ امام بیہقی نے حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
جس نے نو کافر آباء تک انتساب کیا اس سے مقصد عزت و شرافت ہو۔

فہو عاشر ہم فی النار تو وہ دسواں دوزخی ہو گا۔

(ایضاً)

۳۔ انہوں نے ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے ان آباء پر فخر نہ کرو جو دورِ جاہلیت میں فوت ہوئے قسم اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ناک کے ساتھ گوبر باندھ لینا ایسے آباء سے کہیں بہتر ہے۔ (شعب الایمان، ۴ = ۲۸۶)

۴۔ انہوں نے ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا عیب اور آباء پر فخر ختم فرما دیا، ان لوگوں پر فخر کرنے سے باز رہو کیونکہ وہ جہنم کے کونکے ہیں۔

(شعب الایمان، ۴ = ۲۸۵)

ان سلسلہ میں بہت سی احادیث ہیں اس پر سب سے واضح وہ روایت ہے جو بیہقی نے شعب الایمان میں امام مسلم کے حوالے سے بیان کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا چار امور جاہلیت کے ترک نہیں کئے جائیں گے ان میں سے ایک اپنے خاندان پر فخر کرنا ہے۔ (شعب الایمان، ۴ = ۲۹۰)

تعارض نہیں ہے

اس کے بعد کہا اگر کوئی یہ کہے رسول اللہ ﷺ نے خود بنو ہاشم کے انتخاب پر فخر فرمایا ہے تو اس کے جواب میں امام حلی نے فرمایا آپ ﷺ کا مقصد فخر نہ تھا بلکہ مذکور افراد کے مقامات اور درجات کا تذکرہ تھا جیسے کوئی آدمی کہتا ہے میرے والد مجتہد ہیں تو اس سے فخر مراد نہیں بلکہ وہ اپنے والد کا امتیاز بیان کر رہا ہے۔

پھر کہا اس میں 'اپنی ذات اقدس اور اپنے آباء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والی نوازشات پر شکریہ بھی ہے' اس میں ہرگز فخر و تکبر نہیں۔ (شعب

الایمان ۴ = ۲۹۱)

امام علمی کا فرمان اس سے آباء کے درجات اور مقامات کا تذکرہ یا اپنی

ذات اور آباء پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکریہ ہے۔

یہ امام فخر الدین رازی کے قول و مسلک کی واضح طور پر تائید کر رہا ہے۔ کہ

آپ ﷺ کے تمام آباء مسلمان ہیں کیونکہ انتخاب و فضیلت صرف اور صرف

اہل توحید ہی کو ہو سکتی ہے۔

ہاں بلاشبہ عبدالمطلب کے حق میں ترجیح دینا بہت مشکل ہے کیونکہ حدیث

بخاری مخالف قوی ہے جس میں ہے کہ ابو جہل نے حضرت ابوطالب کو ایمان

لانے سے منع کرتے ہوئے کہا تھا کیا تم ملت عبدالمطلب سے اعراض کر رہے

ہو اگر اس میں تاویل کرو تو وہ قریب نہ ہوگی اور بعید تاویل کو اہل اصول

نہیں مانتے یہی وجہ ہے جب امام بیہقی نے اولہ کے درمیان سخت تعارض دیکھا

اور ترجیح نہ دے سکے تو انہوں نے توقف اختیار کر لیا۔ یہ واضح کر رہا ہے

کہ حضرت عبدالمطلب کے بارے میں چوتھا قول کیا جائے اور وہ توقف

(خاموشی) ہے۔

نوٹ :- یہاں اہل علم نے فرمایا کہ ابوطالب کے دور میں اعلانِ نبوت ہو

چکا تھا۔ اب انہیں آپ ﷺ پر ایمان لانا ضروری تھا اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ

میں ملتِ موسیٰ پر ہوں، تب بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہاں عبدالمطلب کے

دور میں بعثت نہ ہوئی تھی اس لئے وہ صاحبِ نجات ہوں گے۔ (قادری

غفرلہ)

حضرت عبد اللہ کے بارے میں ترجیح

بندہ کے ذہن میں روایت مذکور کی دو ترجیحات بعیدہ اکثر آئی ہیں مگر

میں نے انہیں ترک کر دیا۔ رہا حدیث نسائی کا مسئلہ تو اس کی تاویل قریب

ہے، سہیلی نے باپ تاویل کھولا مگر اسے بھانہ سکے، حضرت عبداللہ ؓ کے بارے میں ترجیح آسان ہے حالانکہ وہاں بھی حدیث مسلم معارض قوی ہے کیونکہ اس میں جو کچھ سہیلی نے کہا وہ نہایت ہی واضح طور پر تاویل قریب ہے اور تاویل کی ترجیح پر دلائل موجود ہیں لہذا تاویل کو اپنانا آسان ہے۔
واللہ اعلم

امام ابوالحسن ماوردی کی گفتگو

پھر بندہ نے امام ابوالحسن ماوردی کو پڑھا انہوں نے امام فخرالدین رازی جیسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا (اگرچہ تصریح نہیں کی) تمام انبیاء علیہم السلام تمام بندوں سے منتخب اور تمام مخلوق سے بہتر ہوتے ہیں کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کی ادائیگی اور مخلوق کی رہنمائی کا ذمہ دار بنایا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ انہیں اعلیٰ عناصر سے ترکیب دیتا ہے اور انہیں محکم امور سے مزین فرماتا ہے، ان کے نسب میں کوئی کمی نہیں ہوتی، ان کے منصب پر کوئی طعن نہیں ہوتا تاکہ دل ان کی طرف مائل ہوں، نفوس ان کے لئے بچھ جائیں، تو اب لوگ ان کی بات کو جلدی سنیں گے اور ان کے احکام کی زیادہ پیروی کریں گے۔ (اعلام النبوة، ۱۵۲)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو طیب خاندان سے بنایا، ہر قسم کے فواحش کی میل سے بھی محفوظ رکھا۔

ونقله من اصلا ب طابرة الى
ارحام منزہة
اور آپ ﷺ کو پاک پشتوں سے
پاک ارحام کی طرف منتقل فرمایا۔

(اعلام النبوة - ۱۶۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

وتقلب فی الساجدین اور آپ کا سجدہ کرنے والوں میں
(الشراء - ۲۱۹) نخل ہوتا۔

کے بارے میں منقول ہے۔

ای تقلب من اصلاب طاہرۃ من اب بعد اب الی ان جعلک نبیا
کہ اس سے مراد پاک پشتوں میں
"اب" در "اب" نخل ہوتا ہے
یہاں تک کہ آپ ﷺ نبی بنائے
گئے۔

تو آپ ﷺ کا نورِ نبوت آپ ﷺ کے آباء میں ظاہر و روشن تھا۔ پھر
آپ ﷺ کے ساتھ کوئی بہن بھائی شریک نہیں تاکہ والدین کا انتخاب فقط
آپ ﷺ کے لئے ہو اور ان کا نسب فقط آپ ﷺ تک ہی محدود رہے تاکہ
وہ نسب فقط اسی ذات تک رہے جسے اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی اعلیٰ اور اکمل
درجہ نبوت کا عطا فرماتا ہے، اگر اس میں کوئی شریک یا مماثل ہو جاتا تو یہ
کامل درجہ نہ رہتا، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کا آپ ﷺ کے
بچپن میں وصال ہو گیا، والد ماجد کا اس وقت وصال ہوا جب آپ ﷺ
بصورت حمل تھے اور والدہ ماجدہ کا وصال اس وقت ہوا جب آپ ﷺ کی عمر
شریف چھ سال تھی، جب تم نے آپ ﷺ کے نسب کا شان اور طہارت
مولد کو جان لیا تو اب یقین کر لو کہ آپ ﷺ اپنے اعلیٰ آباء کا ثمر ہیں،
آپ ﷺ کے آباء میں کوئی ذلیل، متکبر اور بدست نہیں بلکہ وہ سارے کے
سارے سردار اور قائد تھے، نسب کا اعلیٰ ہونا اور طہارتِ مولد یہ دونوں

نبوت کی شرائط میں سے ہیں۔ (اعلام النبوة - ۱۶۹)

شیخ ابو جعفر نحاس "معانی القرآن" میں اللہ تعالیٰ کے مبارک فرمان

ونقلبک فی الساجدین اور آپ کا سجدہ کرنے والوں میں
(الشراء - ۲۱۹) نقل ہوتا۔

کے تحت لکھتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔
تقلبه فی الظہور حتی اخرجہ یہ آپ ﷺ کا ظہور کی طرف
نبیا نقل ہوتا ہے حتی کہ آپ ﷺ
بصورت نبی تشریف فرما ہوئے۔

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے کیا ہی خوب فرمایا
تنقل احمد نوراً عظیماً تلاً فی جہ الساجدین
نقلب فیہم قرناً فقرنا الی ان جاء خیر المرسلین
(عظیم نور احمد ہی سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں چمکتا رہا اور ہر دور میں ان
میں منتقل ہوتا ہوا بصورت خیر المرسلین ظہور پذیر ہوا)
انہوں نے یہ بھی فرمایا

حفظ الا لہ کرامة لمحمد آباء الا مجاد صونا السمہ
ترکوا السفاح فلم یصیبہم عار من آدم والی ابیہ وا مہ
(اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے آباء کی حضور ﷺ کی وجہ سے حفاظت فرمائی۔
انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ ﷺ کے والدین تک نکاح کا
راستہ ہی اختیار کیا)

صاحب بروہ امام بو صیری بھی فرماتے ہیں۔

کیف ترقی رقیب الانبیاء یاسماء طاولتها سماء
لم یساووک فی علاک وقد حال سماء منک دونہم وسماء
انما مثلوا صفاتک للناس کما مثل النجوم الماء

انت مصباح كل فضل فما تصدر الا عن ضوئك الاضواء
 لك ذات العلوم من عالم الغيب ومنها لادم الاسماء
 ولم نزل في ضمائر الغيب يختار لك الامهات والاباء
 ماضت فترة من الرسل الا بشرت قومها بك الانبياء
 تتباهى بك العصور و تسمو بك علياء بعدها علياء
 ويدالوجود منك كريم من كريم آباؤه كرماء
 نسب تحسب العلى بحلاه قلاتها نجومها الجوزاء
 ومنها فهنيا به الامنة الفضل الذي شرفت به حواء
 من الحواء انها حملت احمد او انها به نفسا
 يوم نالت بوضعه ابنة وهب من فخار مالم تنله النساء
 وانت قومها بافضل مما حملت قبل مريم العذراء

فائدہ

امام ابن ابی حاتم تفسیر میں کہتے ہیں مجھے والد گرامی نے ان سے موسیٰ
 بن ایوب نصیبی نے انہیں حمزہ نے ان سے عثمان بن عطا نے اپنے والد
 سے بیان کیا حضور ﷺ اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان انچاس آباء
 ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کے حوالے سے خصوصاً ایک روایت ہے جسے امام ابو نعیم نے دلائل النبوة میں سندِ ضعیف سے بطریق زہری انہوں نے ام ساعد بنت ابی رھم سے انہوں نے اپنی والدہ سے بیان کیا۔ میں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے مرضِ وصال میں ان کے پاس تھی، اس وقت حضور ﷺ کی عمر پانچ سال تھی، آپ ﷺ ان کے سرِ اقدس کے پاس تشریف فرما تھے انہوں نے حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کی طرف دیکھتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

بارک اللہ فیک من غلام یا ابن الذی من حومة الحمام
(اے نوجوان! تجھے اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے، تو اس شخص کا بیٹا ہے جس نے
موت سے نجات پائی)

نجابعون الملک المنعم فودی غداة الضرب بالسہام
(مالک اور انعام کرنے والے کی مدد سے نجات پائی اور ان کا نڈیہ ادا کر دیا
گیا)

بمائة من ابل سوام ان صبح ما ابصرت فی الماء
(وہ سواونٹ تھے تاکہ خواب کی تعبیر پوری ہو جائے)

فانت مبعوث الی الانام من عندی ذی الجلال والاکرم
(تم لوگوں کی طرف رسول ہو، اللہ صاحبِ جلال و اکرام کی طرف سے)
تبعث فی الحل و فی الحرام تبعث بالتحقیق والاسلام
(تم حرم اور غیر حرم کے نبی ہو اور تمہیں اسلام اور حقائق دے کر بھیجا گیا
ہے)

دین ابیک البرء ابراہام فاللہ انہاک عن الاصنام
(آپ کے والد ابراہیم کا دین اعلیٰ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بت پرستی سے منع

ان لا توالیہا مع الافوام
(تم لوگوں سمیت بت پرستی سے بچو)

بیر فرمایا ہر زندہ فنا ہے یا پرانا اور تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں، میں فوت ہو رہی ہوں، لیکن میرا نور باقی رہے گا، میں خیر چھوڑے جا رہی ہوں، میں نے پاک کو بنا ہے، اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں۔ ہم نے جنات سے یہ اشعار سنے۔

تبکی لفتاة السرة الامینه ذات الجمال العفہ الرزینہ
(ٹیک اور امین خاتون رو دی۔ اور وہ صاحبِ جمال و عقیقہ ہیں)

روحة عبدالله ولقریہ ام نبی اللہ ذی السکینہ
(ان کے شوہر عبداللہ ہیں اور وہ صاحبِ مقام نبی کی والدہ ہیں)

وصاحب المنیر فی المدینہ صارت لدی حضرتہا رھینہ
(وہ نبی مدینہ کے صاحبِ منبر ہیں اور یہاں اس قبر میں مدفون ہیں)

آپ نے ملاحظہ فرمایا، یہ تمام گفتگو بتوں کی عبادت کی ممانعت اور دینِ ابراہیم علیہ السلام کا اعتراف ہے اور اس بات کا اعلان ہے کہ ان کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام دے کر لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ یہ تمام شرک کی ہی شاہد ہے۔

یہ ہیں تمام انبیاء کی ماؤں کے متعلق مطالعہ کیا تو ان تمام کو مومن پایا۔ حضرت احنن، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی والدہ اور حضرت شیث علیہ السلام کی والدہ، حضرت حواء ان تمام کا ذکر قرآن مجید میں ہے، بلکہ ان کے نبی ہونے کا بھی قول کیا گیا ہے۔ اور احادیث حضرت اسمعیل کی والدہ حضرت حاجرہ اور حضرت یعقوب کی والدہ، حضرت

وارد حضرت سلیمان، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت شمویل، حضرت شمعون، اور حضرت ذوالکفل کی ماؤں کے ایمان کے بارے میں وارد ہیں۔ اور بعض مفسرین نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی ماؤں کے ایمان کی تصریح کی ہے۔ اور امام ابن حیان نے تفسیر میں اسے ترجیح دی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پیچھے گزرا کہ حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے درمیان کوئی کافر نہیں۔ اس لئے حضرت نوح علیہ السلام نے کہا

رب اغفر لی ولوالدی وللمن دخل
بیتی مؤمنا
اے میرے پروردگار! مجھے بخش
دے، میرے والدین کو اور اے
جو حالت ایمان میں میرے گھر
داخل ہو جائے۔

(نوح، ۲۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے۔

ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین
یوم یقوہ الحساب
اے میرے پروردگار! مجھے معاف
فرما دے، میرے والدین کو اور
تمام اہل ایمان کو اس دن جب
حساب ہو گا۔

(ابراہیم - ۴۱)

قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس دعا پر معذرت کی ہے وہ صرف "اب" کے لئے تھی وہاں والدہ کا معاملہ نہیں تو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ مومن تھیں۔

امام حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح کہتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔ اسرائیل کی اولاد میں دس انبیاء ہیں نوح، ہود، صالح، لوط،

شعیب، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور حضور علیہم السلام۔ ر بنو اسرائیل تمام کے تمام اہل ایمان تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک ان میں کوئی کافر نہیں، پھر ان میں سے کچھ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا تو بنی اسرائیل کے تمام انبیاء کی مائیں صاحب ایمان ٹھہریں اور یہ واضح رہے کہ غالب انبیاء بنی اسرائیل، انبیاء کی یا ان کی اولاد کی اولاد ہیں، کیونکہ ان میں نبوت نسل در نسل تھی جیسا کہ روایات سے معروف ہے۔

ان دس مذکور کے علاوہ حضرت نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کی ماؤں کا ایمان ثابت ہے۔ باقی حضرت ہود، صالح، لوط اور شعیب علیہم السلام کی ماؤں کا معاملہ تو اس پر نقل یا دلیل کی ضرورت ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ بھی صاحب ایمان ہوں گی۔ اسی طرح رسالت مآب ﷺ کی والدہ ماجدہ کا حکم ہے۔

نور کا مشاہدہ

اور اس میں راز و حکمت یہ ہے کہ ان تمام نے نور کا مشاہدہ کیا ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے۔

امام احمد، بزار، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے حضرت عریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب آدم ابھی مٹی میں تھے۔ میں تمہیں بتاؤں میں حضرت ابراہیم کی دعا، حضرت عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں۔

و كذلك امہات النبیین برین اسی طرح تمام انبیاء کی ماؤں نے

(المستدرک، ۲ = ۴۵۳) نور کا مشاہدہ کیا۔

والدہ ماجدہ کے مشاہدات

حضور ﷺ کی والدہ نے آپ ﷺ کی ولادت کے وقت ایسا نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور انہوں نے بحالت حمل اور ولادت جن عظیم نشانیوں اور آیات الہیہ کا مشاہدہ کیا وہ دیگر انبیاء کی ماؤں کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ اس کا تفصیلی تذکرہ ہم نے اپنی کتاب ”المعجزات“ میں کیا ہے۔

بعض اہل علم نے فرمایا، آپ ﷺ کو جس نے دودھ پلایا، اسے اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور کہا آپ ﷺ کی رضاعی مائیں چار ہیں، آپ کی حقیقی والدہ، حضرت حلیمہ سعدیہ، حضرت ثویبہ اور حضرت امین رضی اللہ عنہن

اعتراضات

ان روایات کا کیا مفہوم ہے جو ان کے کفر اور دوزخی ہونے پر شاہد ہیں؟
۱۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کاش مجھے علم ہو کہ میرے والدین کے ساتھ کیا ہوا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ولا تسئل عن اصحاب الجحیم تم سے اصحاب جحیم کے بارے
(البقرہ - ۱۱۹) میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ آپ ﷺ نے اپنی والدہ کی بخشش کے لئے دعا کی تو جبریل نے آپ ﷺ کے سینہ اقدس پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا شرک پر فوت ہونے والے کے لئے دعا نہ کیا کرو۔

۳۔ یہ مروی ہے کہ یہ آیت مبارکہ اس سلسلہ میں نازل ہوئی تھی۔

۱۔ کان للنبی والذین امنوا ان کسی نبی اور اہل ایمان کے لئے
 یستغفروا للمشرکین جائز نہیں کہ وہ شرک کرنے
 (التوبہ، ۱۱۳) والوں کے لئے بخشش کی دعا
 کریں۔

۴۔ آپ ﷺ نے ملکہ کے بیٹوں کو کہا تھا تمہاری ماں دوزخ میں ہے ان پر
 یہ بات شاق گزری تو فرمایا میری والدہ بھی تمہاری والدہ کے ساتھ ہے۔

علمی اور تحقیقی جوابات

یہ جو کچھ بیان ہے یہ نہایت ہی ضعیف ہے، حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ
 کے حوالے سے اس طرح کی کوئی شئی بھی صحت کے ساتھ ثابت نہیں
 ماسوائے اس روایت کے جس میں ہے کہ آپ ﷺ کو ان کی مغفرت کی دعا کی
 اجازت نہ ملی، اور اس سلسلہ میں حدیث مسلم کے علاوہ کوئی چیز بھی صحیح نہیں
 اور ان کا جواب عنقریب آ رہا ہے۔ آئیے تفصیلاً جوابات ملاحظہ کر لیجئے۔

پہلے اعتراض کا جواب

۱۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ کاش میرے والدین کے بارے میں مجھے معلوم ہو
 جائے، پر آیت ولا نسل (النخ) نازل ہوئی۔
 اس روایت کو کسی معتمد حدیث کی کتاب میں نقل نہیں کیا گیا۔ ہاں بعض
 تفاسیر میں سند منقطع سے اسے نقل کیا گیا ہے۔ لہذا اس سے استدلال اور اس
 پر اعتماد کسی طرح بھی درست نہیں، اگر ہم بھی اسی طرح کی شدید ضعیف
 روایات سے اس کا معارضہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ مثلاً شیخ ابن جوزی نے
 حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبریل امین نے
 آکر مجھے کہا اللہ تعالیٰ سلام فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں میں نے آپ ﷺ کے ہر

حلب پر جہاں آپ ﷺ ٹھہرے اور ہر رحم پر جہاں آپ ﷺ کا حمل رہا اور
گود پر جس نے کفالت کی آگ کو حرام کر دیا ہے۔ (الموضوعات ۱ = ۲۸۳)
تو اب کمزور روایت کا کمزور سے معارضہ ہو جائے گا لیکن ہم اسے پسند ہی
نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے استدلال پر ہم مطمئن ہیں۔

۲۔ اصول کی بناء پر تردید

یہ شانِ نزول دیگر اصولوں اور بلاغت اور اسرار بیان کی بناء پر مردود
ہے۔ اس لئے کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد جس قدر آیات ہیں وہ تمام کی
تمام یہود کے بارے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک

بینی اسرائیل اذکروا نعمتی الّٰہی
انعمت علیکم وافرّوا بعہدی
اوف بعہدکم وایای فارہبون
(البقرہ - ۴۰)

اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری
نعمت کو جو میں نے تم پر کی اور
میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد
پورا کروں گا اور مجھ سے ہی
ڈرو۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان

واذ ابتلی ابراہیم ربہ

اور جب ابراہیم کو ان کے رب

(البقرہ - ۱۲۳) نے آزمائش میں ڈالا۔

تک تمام میں یہود کا تذکرہ ہے، اسی لئے جیسے ابتدا میں کہا اسی طرح انتہا پر
بھی فرمایا

بینی اسرائیل اذکروا نعمتی الّٰہی
انعمت علیکم (البقرہ - ۴۰)

اے بنی اسرائیل! میری نعمت کو
یاد کرو جو میں نے تم پر کی۔

روایت میں تصریح

اس بات کی تصریح ایک اثر میں موجود ہے۔ عبد بن حمید 'فریابی' ابن جریر اور ابن منذر نے اپنی تفاسیر میں حضرت مجاهد سے نقل کیا فرمایا سورۃ البقرہ کی ابتدائی چار آیات میں اہل ایمان کی مدح 'دو آیات میں کفار کی مذمت' تیرہ آیات میں منافقین کی مذمت اور چالیس سے لے کر ایک سو بیس تک بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے۔ (جامع البیان)

لفظ جحیم سے تائید

اس کی مزید تائید یوں بھی ہوئی ہے کہ یہ سورۃ مبارکہ مدنی ہے اور اس میں اکثر خطاب یہودی سے ہے۔ ایک اور بات جو ہماری تائید کر رہی ہے وہ لفظ جحیم ہے جو لغت اور روایات کی بناء پر واضح ہے کہ وہ دوزخ کا بہت بڑا درجہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو مالک سے اللہ تعالیٰ کے فرمان اصحاب الجحیم کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

ما عظم من النار یہ دوزخ کا بڑا گھٹیا درجہ ہے۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے مبارک فرمان لھا سبعة ابواب دوزخ کے سات درجے ہیں۔

(المحجر - ۴۴)

کے تحت نقل کیا سب سے پہلا جہنم 'دوسرا للی' تیسرا مٹی 'چوتھا سعیر' پانچواں ستر، چھٹا جحیم اور ساتواں ہادیہ اس کے بعد فرمایا

الجحیم فیہا ابوجہل اس جحیم میں ابوجہل ہو گا۔

جامع البیان '۸ = ۴۷)

یاد رہے اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔

تو دوزخ کے اس درجہ کے لائق وہی شخص ہو گا جس کا کفر عظیم، گناہ سب سے بڑا، اس نے دعوت کا انکار کیا ہو، دین کو بدل ڈالا ہو اور علم کے بعد انکار کیا ہو، وہ اس کے لائق نہیں ہو گا جس کے بارے تخفیف کا گمان ہو۔

جب ابوطالب کا یہ حال ہے

غور کیجئے جب حضرت ابوطالب کے بارے میں صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ انہیں حضور ﷺ کی قرابت اور خدمت کی وجہ سے تمام اہل دوزخ سے کم عذاب ہو رہا ہے۔ (المسلم، باب الھون اہل النار)

حالانکہ انہوں نے دعوت پائی، اسے قبول نہ کیا اور بڑی طویل عمر پائی۔

فما ظنک بابویہ اللذین ہما اشد
فیہ قریبا واکدحبا وایسط عنرا
واقصر عمرا

تو تمہارا آپ ﷺ کے والدین کے
بارے میں کیا خیال ہے جو
آپ ﷺ سے سب سے زیادہ قربت
رکھنے والے ہیں۔ سب سے زیادہ
محبت کرنے والے، نہایت ہی
معقول عذر رکھنے والے اور بہت
کم عمر پانے والے ہیں۔

معاذ اللہ، ان دونوں کے بارے میں طبقہ جمیم میں ہونے اور ان پر اس قدر شدید عذاب کا کس طرح گمان کیا جا سکتا ہے؟ ایسی بات تو ادنیٰ ذوق سلیم والا بھی ہرگز قبول نہیں کرے گا۔

۲۔ دوسرے اعتراض کا جواب

وہ روایت جس میں آیا کہ جبریل نے آکر کما شرک پر فوت ہونے والے کے لئے دعا نہ کیجئے، اسے محدث بزار نے نقل کیا ہے مگر اس کی سند میں نہ

معروف راوی ہے' یہ کہنا کہ اس بارے میں آیت نازل ہوئی تھی' یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی' آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جب تک منع نہ کیا گیا میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔ (البخاری' باب ماکان للنسی والبدین امنوا)

۳۔ تیسرے اعتراض کا جواب

وہ روایت جس میں ہے کہ میری والدہ تمہاری والدہ کے ساتھ ہے۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے صحیح کہا ہے اور مستدرک میں حاکم کا تصحیح حدیث میں تامل معروف ہے' اس لئے علوم حدیث میں یہ مسلہ ضابطہ ہے کہ صحت میں حاکم کا تفرد مقبول نہیں پھر امام ذہبی نے مختصر المستدرک میں حاکم کے قول صحت کو نقل کرنے کے بعد کہا۔

لا والله فعثمان بن عمیر ضعفه ہرگز یہ صحیح نہیں کیونکہ اس کے الدار قطنی راوی عثمان بن عمیر کو امام دار (تلخیص المستدرک' ۲ = ۳۹۶) قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام ذہبی نے حدیث کا ضعف ہی بیان نہیں کیا بلکہ اس پر قسم بھی اٹھائی ہے۔

جب یہ تمام روایات ضعیف ہیں تو اب دوسرے دلائل کی طرف رجوع کرنا جائز ہو گا۔

امر رابع

ہمارے اس مسلک کی تائید میں چوتھا امر یہ ہے کہ ایک پوری جماعت کے افراد کے بارے میں ثابت ہے کہ وہ دور جاہلیت میں بھی دین حنیفی پر قائم تھے، انہوں نے دین ابراہیمی پر عمل کیا اور شرک کبھی اختیار نہ کیا۔

فما مانع ان یکون ابوا النبی صلی اللہ عنہم سلبکوا مبینہم اس میں کوئی ردت اور مانع ہے کہ آپ ﷺ کے والدین نے ہر

فی کل ذلک
دور میں اس راہ کو اپنایا ہو؟
حافظ ابن جوزی نے التلخیص میں ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے
دور جاہلیت میں بھی بت پرستی ترک کی، حضرت ابوبکر صدیق، زید بن عمرو بن
نفیل، عبداللہ بن محس، عثمان بن حویرث، ورقہ بن نوفل، رباب بن براء،
اسد بن کریب حمیری، قس بن ساعدہ ایادی اور ابوقیس بن حرمہ۔ (تلخیص مفہوم
اہل الاثر، ۲۵۶)

احادیث سے تائید

زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ اور قس کے بارے میں تو احادیث بھی
وارد ہیں۔ ابن اسحاق نے تعلیقاً حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما
سے نقل کیا میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ کے ساتھ پشت لگائے
ہوئے یہ کہتے ہوئے سنا، اے گروہ قریش! تم میں سے کوئی بھی میرے سوا
دینِ ابراہیم پر نہیں رہا پھر کہنے لگے اے اللہ! کاش میں جان لیتا کہ تجھے بندوں
میں سے کون زیادہ پسند ہے مگر نہیں جانتا۔

میں کہتا ہوں اس سے اس کی بھی تائید ہوتی ہے جو گزرا کہ اس وقت کوئی
دعوت دینے والا اور اسے صحیح انداز میں پہنچانے والا نہ تھا۔

امام ابو نعیم نے دلائل النبوة میں عمرو بن عبسہ سنہی سے نقل کیا میں نے دور
جاہلیت میں اپنی قوم کے بتوں سے منہ موڑ لیا تھا اور میں نے جان لیا کہ
پتھروں کی پوجا کرنا باطل ہے۔ (دلائل النبوة، ۱ = ۲۵۷)

امام بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں بطریق شعبی سے جہینہ کے شیخ
کے حوالے سے نقل کیا کہ عمرو بن حبیب نے اسلام کا دور پایا۔

امام اشعری کے ارشاد کا مفہوم

امام اشاعرہ شیخ ابوالحسن اشعری نے فرمایا "ابوبکر ماراں بعین الرضا"

منہ" اس قول کے مفہوم میں اہل علم کا اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا سیدنا ابوبکر صدیقؓ دبو بعثت نبوی سے پہلے بھی مومن تھے، بعض نے کہا بلکہ مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ ہمیشہ ان لوگوں میں رہے جن پر غضب نہیں ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یہ ایمان لائیں گے اور منتخب لوگوں کے سربراہ بنیں گے۔

شیخ تقی الدین سبکی نے فرمایا اگر یہی معانی کئے جائیں تو پھر سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور دیگر صحابہ میں مساوات رہے گی کوئی امتیاز پیدا نہ ہو گا حالانکہ امام اشعری نے یہ کلمات صرف سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں کہے ہیں کسی اور صحابی کے بارے میں نہیں کہے۔ لہذا درست مفہوم یہ ہو گا کہ ان سے کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر سرزد نہیں ہوا، بعثت نبوی سے پہلے ان کا حال زید بن عمرو بن نفیل اور ان کے ساتھیوں والا تھا اسی لئے امام نے حضرت ابوبکر کو مخصوص کیا ہے۔

والدین شریفین کے بارے میں یہی بات ہے

بندہ کے نزدیک حضور ﷺ کے والدین شریفین کا معاملہ بھی یہی ہے ان سے بھی کبھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ثابت نہیں، ممکن ہے ان کا حال بھی حضرت زید بن عمرو بن نفیل، حضرت ابوبکر اور ان کے ساتھیوں کی طرح ہی ہو بلکہ حضرت صدیق اور زید بن عمرو کو یہ حقیقت دور جاہلیت میں آپ ﷺ کی برکت سے ہی نصیب ہوئی کیونکہ یہ دونوں بعثت سے پہلے آپ ﷺ کے دوست اور بہت چاہنے والے تھے۔

فابواہ اولیٰ بعود برکتہ علیہا و
 فضلہما مما کان علیہ اہل
 الجاہلیۃ
 تو آپ ﷺ کے والدین کو یہ
 برکت و فضیلت ان دور جاہلیت
 کے لوگوں سے بطریق اولیٰ نصیب
 ہوگی۔

چوتھے اہم اعتراض کا جواب

اب ایک عقدہ رہ جاتا ہے اور وہ حدیث مسلم ہے جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا والد کہاں ہے فرمایا دوزخ میں، جب وہ واپس لوٹا تو آپ ﷺ نے واپس بلا کر فرمایا میرا ”اب“ اور تیرا ”اب“ آگ میں ہیں، اسی طرح امام مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنی والدہ کی بخشش کے لئے دعا کی اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی تو آپ ﷺ کو اجازت نہ ملی اس عقدہ کو کیسے کھولو گے؟

لیجئے تحقیقی جواب

تمہارا اعتراض میرے سر آنکھوں پر، لیکن اب تحقیقی جواب سنیں، حدیث کے الفاظ ”ان ابی و اباک فی النار“ پر راوی متفق نہیں، انہیں صرف حماد بن مسلمہ نے ثابت سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ذکر کئے ہیں اور اسی سند سے مسلم نے بھی نقل کئے، مگر معمر نے ثابت سے یہ الفاظ نقل نہیں کئے بلکہ انہوں نے یہ الفاظ ذکر کئے۔

اذا مرت بقبر کافر فبشره
بالنار
جب تم کسی کافر کی قبر کے پاس
سے گزرو تو اسے دوزخ کی اطلاع

- دو -

دیکھیں ان الفاظ کا آپ ﷺ کے والد ماجد کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں اور روایت کے اعتبار سے مذکورہ الفاظ زیادہ ثابت و محفوظ ہیں۔

معمر، حماد سے ثقہ ہیں

کیونکہ حضرت معمر، حماد سے زیادہ ثقہ ہیں کیونکہ حماد کے حفظ میں کلام و جرح ہے اور اس سے منکر احادیث بھی مروی ہیں۔ محدثین نے کہا کہ ان کی

کتب میں ان کے ربیب نے گڑبڑ کر دی تھی، حماد کو وہ حفظ نہ تھیں انہوں نے جب ان سے بیان کیا تو غلطی ہو گئی۔

امام بخاری نے روایت نہ لی

یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے حماد سے روایت ہی نہیں لی اور امام مسلم نے بھی اصول میں ان سے روایت نہیں ذکر کی، البتہ اس صورت میں جب وہ ثابت سے روایت کریں، امام حاکم نے المدخل میں کہا مسلم نے حماد سے اصول میں روایت نہیں لی ہاں صرف اس صورت میں جب وہ ثابت سے روایت بیان کریں، اسی طرح مسلم نے شواہد میں جماعت سے ان کی روایت ذکر کی ہے، رہا معمر کا معاملہ تو ان کے حفظ میں بھی جرح نہیں اور نہ ان سے منکر روایات ہیں۔ ان سے حدیث لینے میں بخاری و مسلم دونوں متفق ہیں لہذا معمر کے الفاظ زیادہ محفوظ ہوں گے۔

دیگر احادیث سے معمر کی تائید

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی الفاظ بھی معمر عن ثابت عن انس کی تائید کرتے ہیں۔ محدث بزار، طبرانی اور بیہقی نے بطریق ابراہیم بن سعد ان سے زہری نے ان سے عامر بن سعد نے اپنے والد حضرت سعدؓ سے روایت کی ایک اعرابی نے آپ ﷺ سے پوچھا

ابن ابی؟ میرا والد کہاں ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا آگ میں، اس نے کہا

فاین ابوک؟ آپ ﷺ کے والد کہاں ہیں؟

فرمایا

حيثما مررت بقبر كافر فبشره

جب بھی تو کسی کافر کی قبر کے

پاس سے گزرے تو اسے دوزخ

بالنار

کی خبر سنا۔

یہ روایت بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق ہے۔ لہذا معمر کے الفاظ پر ہی اعتماد کیا جائے گا اور ان کو دوسرے الفاظ پر تقدیم حاصل ہوگی۔

امام طبرانی اور بیہقی نے اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی نقل کیا وہ اعرابی بعد میں مسلمان ہو گیا تو وہ کہا کرتا تھا میں نے آپ ﷺ سے سوال پوچھ کر اپنے آپ کو مشقت میں ڈال لیا ہے کہ اب مجھے ہر کافر کی قبر کے پاس یہ کہنا پڑتا ہے۔

امام ابن ماجہ کی روایت

امام ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یوں روایت کیا، ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میرا والد صلہ رحمی اور فلاں فلاں کام کرتا تھا، وہ کہاں ہے؟ فرمایا آگ میں، اسے اس نے محسوس کیا، اس نے کہا آپ ﷺ کے والد کہاں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تو کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرے تو اسے دوزخ کی خبر دے، بعد میں وہ اعرابی مسلمان ہو گئے تو کہا کرتے میں نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈال لیا کہ جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرتا ہوں تو مجھے یہ کلمات کہنا پڑتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ، باب ما حقی رباۃ فمور لیسرکس)

یہ اضافہ بھی قطعی طور پر اس پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ ﷺ نے عمومی کلمات ہی فرمائے تھے، اسی بناء پر اعرابی نے مسلمان ہونے کے بعد ان پر عمل کیا جس کی وجہ سے انہیں مشقت محسوس ہوئی، اگر ان کلمات پر مشتمل جواب ہوتا جو حماد سے مروی ہیں "ان ابی و اباک" تو اس میں ایسی کوئی بات ہی نہیں۔ اب تو واضح ہو گیا کہ پہلے الفاظ راوی کا اپنا تصرف ہے انہوں نے اپنے فہم کے مطابق اسے بالمعنی روایت کر دیا۔

بخاری و مسلم کی روایات

بخاری و مسلم کی بہت سی روایات میں ایسا معاملہ ہے کہ ایک راوی نے ان

میں تصرف کیا جبکہ دوسرا راوی اس سے زیادہ ثقہ ہوتا ہے اور اس کے الفاظ محفوظ ہوتے ہیں مثلاً مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قرأت بسم اللہ کی نفی کے بارے میں حدیث مروی ہے، حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اس میں علت یہ بیان فرمائی کہ دوسری ثقہ سند سے بسم اللہ کے سماع کی نفی ثابت ہے نہ کہ قرأت کی نفی، راوی نے اس سے نفی قرأت سمجھی اور اپنے فہم کے مطابق اسے بالمعنی روایت کر دیا تو خطا ہو گئی۔

ہم بھی اس مقام پر حدیث مسلم کا وہی جواب دیں گے جو ہمارے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے قرأت بسم اللہ کی نفی والی حدیث مسلم کا دیا ہے اور اگر تم پہلے الفاظ پر راویوں کا اتفاق مان لو تو اس صورت میں وہ روایت سابقہ تمام دلائل کے معارض و مخالف ہوگی۔

اور جب دیگر دلائل حدیث صحیح کے معارض ہوں اور وہ اس سے راجح بھی ہوں تو ایسی حدیث میں تاویل کرنا اور دیگر دلائل کو اس پر مقدم کرنا لازم ہو جاتا ہے، جیسا کہ اصول حدیث میں مسلم ہے۔

عدم اذن کا جواب

اس آخری جواب سے ”بخشش کی اجازت نہ ملنے“ کا جواب بھی دیا جاتا ہے لیکن اس میں جواباً یہ بھی کہا جائے گا کہ تمہارا دعویٰ ملازمت (اجازت نہ ملنا کفر کی ہی علامت ہے) غلط ہے کیونکہ ابتداء اسلام میں مقروض پر جنازہ و دعا کی حضور ﷺ کو اجازت نہ تھی حالانکہ وہ مسلمان ہی ہوتا تو آپ ﷺ کو اجازت نہ ملنے کا سبب کچھ اور بھی ہو سکتا ہے، اول جواب بہت عمدہ اور دوسرے میں بہر صورت تاویل ہے۔

ایک اور واضح تائیدی روایت

بعد میں مجھے ایک اور روایت ملی جس کے الفاظ روایت معمر کے مطابق

ہیں اور وہ بہت ہی واضح ہے اور اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ سائل نے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے والد گرامی کے بارے میں سوال کیا مگر اس نے خوب تامل اور ادب سے کام لیا، آئیے روایت پڑھیے

امام حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے تعیظ بن عامر سے نقل کیا کہ ہم وفد کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں تھے ہمارے ساتھ نضیک بن عاصم بن مالک بن مستنق بھی تھے۔ ہم مدینہ طیبہ رجب کے اختتام پر پہنچے، ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی، آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا..... میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جاہلیت کے دور میں جو لوگ چلے گئے ان کے بارے میں کوئی خبر ہے؟ قریش میں سے ایک آدمی بول پڑا اور کہا تیرا والد منتفق دوزخ میں ہے، لوگوں کی بھری مجلس میں جب اس نے میرے والد کے بارے میں یہ بات کہی تو میرے جسم میں تو آگ لگ گئی، میں نے ارادہ کیا میں آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے والد کے حوالے سے پوچھوں (کیونکہ ان کا وصال بھی تو بعثت سے پہلے ہی ہوا تھا) پھر میں نے غور کیا تو اس سے بہتر جملہ ذہن میں آ گیا تو میں نے عرض کیا

واہلک یا رسول اللہ؟
آپ ﷺ کے سابقہ خاندان کا کیا معاملہ ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تو کسی قریشی یا عامری مشرک کی قبر سے گزرے تو اسے کہ

ارسلنی الیک محمد فابشرک
بما بسوءک
مجھے حضور ﷺ نے بھیجا ہے میں
تجھے وہ ہی خبر دے رہا ہوں جو
(المستدرک، ۴ = ۶۰۷) تیرے لئے ہے۔

اس روایت میں تو کوئی اشکال ہی نہیں، یہ تو بہت ہی واضح اور ظاہر روایت ہے۔

مراد ہی ابوطالب ہوں

اگر ان تمام واضح دلائل کے بعد بھی تمہارا خیال یہی ہے کہ پہلے الفاظ "ان ابی و اباک" ہی ثابت ہیں تو پھر ان سے آپ ﷺ کے چچا مراد لے لو، والد حضرت عبداللہ مراد نہ لو جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے "اب" سے مراد چچا لیا ہے اور اس پر پیچھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت مجاہد، ابن جریج اور سدی کی تصریح گزر چکی ہے۔

دو اہم امور

یہاں دو اہم امور کا سامنے لانا بھی ضروری ہے جو ہماری تائید کرتے ہیں۔
۱۔ "سورہ مائدہ کی ظاہری حیات میں "اب" کا اطلاق حضرت ابوطالب پر بہت ہی معروف تھا۔

۱۔ اسی بناء پر کفار نے ان سے کہا تھا
قل لا ینک یرجع عن شتم الہتنا
اپنے بیٹے سے کہو ہمارے خداؤں
کو برا کہنے سے باز آ جائے۔

۲۔ ایک دفعہ انہوں نے ابوطالب سے کہا تھا
اعطنا ابنک نقتلہ وخذ هذا الولد
ومکاہ
یہ بیٹا اس کے عوض تم لے لو۔

۳۔ اس کے جواب میں حضرت ابو طالب نے کہا
اعطیکم ابنی نقتلونہ واخذ ابنکم
اکفلہ لکم
دے دوں اور تمہارا بیٹا پالنے کے
لئے لے لوں۔

۴۔ جب حضرت ابو طالب نے شام کی طرف سفر کیا اور حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے جب ان کا پڑاؤ بحیرا راہب کے پاس ہوا تو اس نے پوچھا

یہ تمہارے کیا لگتے ہیں؟

ماہذا منک؟

حضرت ابوطالب نے کہا

یہ میرا بیٹا ہے۔

ہذا ابنی

بیرا نے کہا اس بچے کا والد زندہ نہیں ہو سکتا۔

تو حضرت ابوطالب خدمت، کفالت اور چچا ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کے ”اب“ کے نام سے ہی مشہور و معروف تھے، انہوں نے آپ ﷺ کی خوب حفاظت و دفاع اور مدد کی تو ممکن ہے سوال ہی انہی کے بارے میں ہو۔

۲۔ بلکہ اسی طرح کی ایک روایت میں حضرت ابوطالب کا ہی تذکرہ ہے، امام طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ حجۃ الوداع کے دن حارث بن ہشام نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیشہ صلہ رحمی، پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک، یتیم کے ساتھ نیکی، مہمان نوازی اور مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہیں، ہشام بن مغیرہ ہمیشہ یہ عمل کرتا رہا ان کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا

کل قبر لا یشہد صاحبہ ان لا الہ

الا اللہ فہو جنۃ من النار

ہر وہ قبر جس کے مدفون نے کلمہ

طیبہ لا الہ الا اللہ نہیں پڑھا وہ

جنم کا گڑھا ہے۔

میں نے خود اپنے چچا کو دوزخ کے گڑھے میں پایا

فانخرجه اللہ بمکانہ منی

واحسانہ الی فجعلہ فی ضحاح

من النار

تو اللہ تعالیٰ نے میری قربت کی

وجہ سے دوزخ سے نکالا اور ان

کو آگ کے کنارے پر کر دیا۔

المعجم الکبیر، ۲۳ = ۲۰۵

اہم نوٹ

کچھ اہل علم ان جوابات سے بھی مطمئن و خوش ہوئے، لیکن انہوں نے وارد شدہ روایات کے جواب میں کہا یہ تمام منسوخ ہیں، جیسا کہ وہ روایات منسوخ ہیں جن میں ہے کہ مشرکین کے بچے دوزخی ہوتے ہیں، اطفال مشرکین کے بارے میں مروی احادیث کے لئے یہ فرمان باری تعالیٰ ناسخ ہے

ولا تزرو ازرۃ و زر اخری کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اور والدین نبوی کے بارے میں جو روایات ہیں ان کا نسخ اس آیت مبارکہ سے ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث اور ہم عذاب دینے والے نہیں رسولاً (الاسرا - ۱۵) جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

لطف یہ ہے کہ دونوں فریق کے بارے میں دونوں جملے ایک ہی آیت مبارکہ میں موجود ہیں۔ یہ مذکورہ جواب نہایت ہی مختصر اور مفید ہے۔ یہ ہر جواب سے مستغنی کر دیتا ہے مگر یہ سارا کچھ مسلک اول پر ہو سکتا ہے، ثانی مسلک پر نہیں جیسا کہ واضح ہے، اس لئے مسلک ثانی کی وجہ سے ہم نے متعدد اور تفصیلی جوابات دیئے ہیں۔

تتمہ

حدیث سے ثابت ہے کہ سب سے ہلکا عذاب حضرت ابوطالب پر ہے وہ جہنم کے اوپر والے حصہ میں اس طرح ہیں کہ ان کے پاؤں میں آگ کے جوتے ہیں جن سے ان کا دماغ پگھل رہا ہے۔

یہ چیز خود واضح کر رہی ہے کہ حضور ﷺ کے والدین آگ میں نہیں کیونکہ

ر بالفرض وہاں ہوتے تو انہیں ابوطالب سے بھی کم عذاب ہوتا کیونکہ وہ انوں رشتہ کے لحاظ سے ان سے زیادہ قریب اور عذر کے لحاظ سے ان سے زیادہ معقول ہیں کیونکہ انہوں نے بعثتِ نبوی پائی ہی نہیں نہ ان پر اسلام پیش ہوا کہ انہوں نے اس سے انکار کیا ہو بخلاف حضرت ابوطالب کے وہاں سلام پیش ہوا مگر انہوں نے انکار کیا، صادق مصدوق ذات اقدس ﷺ نے خبر لیا کہ انہیں سب سے کم عذاب ہو رہا ہے۔

لیس ابواہ من اہلہا تو واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ کے والدین اہل آگ نہیں۔

من ضابطہ کو اصولین کے ہاں اشارۃ النسخ کہا جاتا ہے۔

یدان مجادلہ کا منصب

اس دور میں خصوصاً اس مسئلہ پر مجادلہ کرنے والے بہت ہیں اور ان کی شریعت یہ نہیں جانتی کہ مسئلہ پر استدلال کا کیا طریقہ ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ کلام ہی ضائع ہے لیکن میں پھر بھی ایسی گفتگو کر دیتا ہوں جو میرے مجادلہ کے ذہن کے قریب ہو کیونکہ اس کی زبان پر اکثر یہ رٹ ہے کہ مسلم کی حدیث تمہارے موقف کے خلاف ہے۔

مخالف شافعی المسلک ہے

اگر میرا مجادلہ شافعی مسلک رکھتا ہے

- تو میں ان سے کہوں گا صحیح مسلم میں یہ بھی تو حدیث ہے کہ رسول ﷺ نماز میں بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے حالانکہ تم بسم اللہ کے بغیر نماز کی حمت مانتے ہی نہیں ہو۔

- پھر حدیث صحیح سے ثابت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام، اقتدا کے

لئے بنایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ 'اختلاف نہ کرو جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو' جب وہ اٹھے تم بھی اٹھو' جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کے ربنا لک الحمد کہو' جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تم بھی بیٹھ جاؤ' حالانکہ اس کے مخالف تمہارا معاملہ الٹ ہے، تم امام کی طرح سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہو، جب امام عذر کی بناء پر بیٹھ کر نماز پڑھائے اور تم میں عذر نہ ہو تو تم کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہو نہ کہ بیٹھ کر۔

۳۔ بخاری و مسلم میں حدیثِ تیمم ہے کہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارو اور دائیں کو بائیں پر اور ہاتھوں کے ظاہر اور چہرے پر ملو، لیکن تم تیمم میں ایکے ضرب پر اکتفا کرتے ہو اور نہ ہی ہاتھ کے بندوں پر۔

کیا تم بخاری و مسلم کی احادیث کی مخالفت نہیں کر رہے؟ اگر تمہارے پاس کوئی علم کی بو ہے تو تم کہو گے کہ ان کے مقابلہ میں کچھ دیگر مضبوط دلائل جن پر ہمارا عمل ہے تو میں عرض کروں گا کہ یہاں بھی معاملہ ایسا ہی ہے۔ اس کے خلاف بھی اگر کوئی دلیل ہے تو اس طریق سے اسے لایا جائے کیونکہ ہی طریقہ اس کے لئے اور دیگر مسائل کے لئے ثبوت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

اگر مقابل مالکی ہے

اگر ہمارا مقابل مالکی ہے تو ہم عرض کریں گے۔

۱۔ بخاری و مسلم میں ہے بیچ کرنے والے جب تک جدا نہ ہوں انہیں اجنبی ہوتا ہے۔ حالانکہ تم خیارِ مجلس مانتے ہی نہیں ہو۔

۲۔ مسلم میں حدیث صحیح ہے آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور تمام سر کا مسح نہ فرمایا حالانکہ نم وضو میں تمام سر کا مسح لازم قرار دیتے ہو۔

تم نے احادیث صحیحہ کی مخالفت کیوں کی؟ تم یہ کہو گے ان کے مقابلہ میں معارض احادیث زیادہ قوی ہیں انہیں ہم نے مقدم رکھا تو ہم بھی عرض کریں گے۔

گے ہمارا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔

اگر مقابل حنفی ہے

اگر ہمارا مقابل حنفی ہے تو ہم عرض کریں گے

۱۔ بخاری و مسلم میں ہے جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات دفعہ دھویا جائے حالانکہ تم سات دفعہ دھونا لازم قرار نہیں دیتے۔

۲۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں جو فاتحہ نہ پڑھے حالانکہ تم اس کے بغیر بھی نماز صحیح مانتے ہو۔

۳۔ بخاری و مسلم میں ہی ہے پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ تم اعتدال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ حالانکہ تم اطمینان و اعتدال کے بغیر نماز صحیح مانتے ہو۔

۴۔ حدیث میں ہے جب پانی دو قلوں کو پہنچ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا لیکن تم دو قلوں کا اعتبار ہی نہیں کرتے۔

۵۔ بخاری و مسلم میں ہے آپ ﷺ نے مدبر کی بیع فرمائی حالانکہ تم اس کی بیع جائز ہی نہیں مانتے۔

تم نے ان احادیث کی مخالفت کیوں کی؟ یہی کہو گے کہ ان سے بڑھ کر قوی روایات موجود ہیں ان پر عمل کر رہے ہیں، تو ہم نے بھی یہی گزارش کی ہے۔

اگر مقابل حنبلی ہے

اگر ہمارا مقابل حنبلی ہے تو ہم عرض کریں گے۔

بخاری و مسلم میں ہے جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی، انہی دونوں میں یہ بھی ہے کہ رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزہ نہ رکھو حالانکہ تم یوم شک کا روزہ جائز سمجھتے ہو، کیا تم نے بخاری و مسلم کی مخالفت نہیں کی؟ تم جو ابائی کہو گے ان سے قوی دلائل پر عمل پیرا

ہیں، ہم بھی تو یہی طریقہ عرض کر رہے ہیں۔
آج شاید لوگوں کو اس طریقہ سے بات سمجھ آ جائے۔

اگر مقابل محض ناقلِ حدیث ہے

اگر ہمارا مقابل محض ناقلِ حدیث ہے اسے یہ سمجھ نہیں کہ اس میں بیان کیا ہے؟ اس سے یہ عرض کیا جائے کہ متقدمین علماء کا یہ قول ہے ”محدث بغیر فقہ اس پٹھاری کی طرح ہے جو طبیب نہ ہو“ یعنی ادویات تو اس کے پاس ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتا ان کا استعمال کہاں ہوتا ہے؟ اور مجتہد بغیر حدیث کے اس طبیب کی طرح ہے جو پٹھاری نہیں یعنی وہ ادویات کا محل اور استعمال تو جانتا ہے مگر اس کے پاس وہ موجود ہی نہیں۔

رہا بندہ کا معاملہ تو بجز اللہ مجھے حدیث، فقہ، اصول اور دیگر علوم عربیہ معانی و بیان وغیرہ میں خوب مہارت حاصل ہے۔ میں جانتا ہوں گفتگو کا سلیقہ کیا ہوتا ہے، بات کس طرح کرنی چاہیے، استدلال کیسے کیا جاتا ہے، ترجیح دینے کے ضابطے کیا ہیں، لیکن میرے مقابل بھائی (اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور تجھے بھی توفیق سے نوازے) تم تو ان میں سے کچھ بھی نہیں جانتے نہ فقہ، نہ اصول، نہ علوم آلہ اور نہ حدیث میں مہارت اور نہ استدلال کا طریقہ تو جب تک علوم میں مہارت نہ ہو کسی معاملہ میں گفتگو کرنا جائز نہیں ہوتا، آپ سے گزارش ہے کہ تم صرف اسی پر اکتفا کرو جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرما رکھا ہے مثلاً کوئی کسی حدیث کے بارے میں پوچھے تو تم اسے بتاؤ یہ منقول ہے یا نہیں ہے، حفاظ نے اسے صحیح، حسن یا ضعیف قرار دیا ہے، سوائے اس کے تمہارے لئے باقی چیزوں میں فتویٰ دینا جائز نہیں بلکہ جو اس کے اہل ہیں معاملہ ان کے سپرد کرو۔

لا تحسب المجد تمرا انت اكله لن تبلغ المجد حتى تلعق الصبرا
(کھجور کھا لینا بزرگی نہیں بلکہ صبر و استقامت اختیار کرنا بزرگی ہوتی ہے)

مذہب اربعہ کے مقلدین

اب ایک اور معاملہ مذہب اربعہ کے مقلدین کے سامنے رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مسلم نے صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا حضور ﷺ کی ظاہری حیات، حضرت ابوبکرؓ کے دور اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں تین طلاقیں ایک ہی قرار دی جاتی تھیں۔

ہمارا ہر طالب علم سے یہ سوال ہے، کیا تمہارا اس حدیث پر عمل ہے اگر اپنی بیوی کو "انت طالق ثلاثا" کہتا ہے تو کیا تمہارے نزدیک اسے فقط ایک ہی طلاق ہوگی؟ اگر تم کہو ہاں ایک ہی ہوگی تو اس پر معاوضہ کیا جائے گا اور اگر کہو نہیں تین ہوں گی تو تم نے حدیث مسلم کی خلاف ورزی کی؟ اگر تم کہو اس روایت کے معارض احادیث ہیں تو میری عرض یہ ہوگی کہ ذریعہ بحث مسئلہ میں بھی اسی طریق کو اپنالو۔

اس تمام گفتگو سے مقصود یہ تھا کہ مسلم کی ہر حدیث صحیح کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس پر عمل ضروری ہے کیونکہ کوئی اس کا معارض بھی ہو سکتا ہے۔ (اگر وہ قوی ہو تو اس پر عمل لازم ہوگا)

تیسرا مسلک

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے، اس مسلک کی طرف حفاظ و محدثین وغیرہ کا ایک بہت بڑا گروہ گیا ہے مثلاً امام ابن شاہین، امام ابو بکر خطیب بغدادی، امام سہیلی، امام قرطبی، امام محب الدین طبری، علامہ ناصر الدین بن منیر وغیرہم

ان سب نے اس پر اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے ابن شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں، خطیب بغدادی نے السابق واللاحق میں، دار قطنی اور ابن عساکر نے غرائب مالک میں سند ضعیف کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ مقام جحون سے گزرے تو آپ ﷺ نہایت ہی غمگین اور پریشان تھے، آپ ﷺ کافی دیر وہاں ٹھہرے پھر واپس لوٹے تو نہایت ہی خوش و خرم تھے، میں نے پوچھا تو فرمایا میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر گیا

فسألت الله ان يحيها فاحياها میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے
فامنت بي وردها الله زندہ کرنے کے لئے عرض کیا تو

(السابق واللاحق، ۳۷۷)

(الناسخ والمنسوخ، ۲۸۳)

میں نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو واپس لوٹا دیا۔

اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے بلکہ بعض نے کہا موضوع ہے لیکن درست رائے یہ ہے کہ یہ ضعیف ہی ہے موضوع نہیں میں نے اس پر مستقل رسالہ لکھ دیا ہے۔

امام سہیلی کی رائے

امام سہیلی نے الروض اللائف میں ایک سند سے اسے ذکر کیا اور کہا اسے سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے مجہول ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے والدین کے زندہ کرنے کی دعا کی

فاحياهما له فامنا به ثم اماتهما تو وہ دونوں زندہ ہوئے اور
(الروض، ۱ = ۱۱۳) آپ ﷺ پر ایمان لائے پھر انہیں
موت دے دی گئی۔

سہیلی اس کے بعد لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے اس کی رحمت اور قدرت کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں اور اس کے نبی ﷺ اس لائق ہیں کہ وہ ان پر جس قدر چاہے اپنی نوازشات، کرم اور فضل کی بارش فرمائے۔

امام قرطبی کی رائے

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ زندہ ہونے والی حدیث اور بخشش کی اجازت نہ ملنے والی حدیث ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ زندہ ہو کر ایمان لانے والی حدیث دوسری سے بعد کی ہے کیونکہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے واضح ہے کہ یہ واقعہ حجتہ الوداع کا ہے اس بناء پر امام ابن شاہین نے اسے مذکورہ روایات کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔ (التذکرہ، ۱۷۶)

علامہ ناصر الدین بن منیر مالکی

علامہ ناصر الدین بن المنیر مالکی "المعتمد فی شرف المصطفیٰ" میں لکھتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ کے لئے بھی مردوں کا زندہ ہونا ثابت ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے۔ آگے چل کر کہتے ہیں حدیث میں ہے جب آپ ﷺ کو کفار کے لئے دعا سے منع کر دیا گیا

دعا اللہ ان یحییٰ له ابوبہ تو حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے
فاحياهما فامنا به وصدقا ومانا والدین کو زندہ کرنے کے لئے

عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں
 زندہ فرمایا اور وہ آپ ﷺ پر
 ایمان لائے اور آپ ﷺ کی
 تصدیق کی اور پھر حالتِ ایمان
 میں ان پر موت آئی۔

امام قرطبی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے فضائل و کمالات میں وصال تک اضافہ و
 ترقی ہوتی رہی لہذا (یہ زندہ ہو کر ایمان لانا) انہی اکرامات میں سے ہے اور
 فرمایا ان کا زندہ ہو کر ایمان لانا نہ عقلی طور پر محال ہے اور نہ شرعی طور پر
 قرآن مجید میں ہے بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کے
 بارے میں بتایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ فرماتے، اسی طرح
 ہمارے نبی ﷺ کے ہاتھوں مردوں کی ایک پوری جماعت زندہ ہوئی پھر فرمایا
 جب یہ سب کچھ ثابت ہے تو آپ ﷺ کے کمالات و اعزازات میں اضافہ
 کرتے ہوئے آپ ﷺ کے والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے میں کون سی
 رکاوٹ اور مانع ہے؟ (التذکرہ ۸)

حافظ فتح الدین بن سید الناس نے السیرۃ میں حدیث احياء اور عذاب والی
 حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا، بعض اہل علم نے ان روایات میں موافقت پیدا
 کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال اور رفتی اعلیٰ کے
 پاس جانے سے پہلے آپ ﷺ کے فضائل و درجات اور کمالات میں مسلسل
 ترقی ہوتی گئی تو ممکن ہے یہ مقام آپ ﷺ کو پہلے حاصل نہ ہو جو اب حاصل
 ہو گیا تو زندہ ہو کر ایمان لانے والی احادیث دیگر روایات کے بعد کی ہیں لہذا
 احادیث میں کوئی تعارض ہی نہیں۔ (عیون الاثر ۱ = ۱۷۳)

بعض اہل علم نے سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی آمد اور اس پر آپ ﷺ کے
 استقبال کا ذکر کرنے کے بعد لکھا

هذا جزاء الام عن ارضاعه لكن جزاء الله عظيم
(یہ رضائی ماں کی جزا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم جزا ہوگی)

وكذلك ارجو ان يكون لامه عن ذلك آمنة بدار نعيم
(امید ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی حقیقی والدہ کو جزا کے طور پر جنت عطا فرمائے گا)

ويكون احياها الاله وامنتم بمحمد فحديثها معلوم
(اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ حضور ﷺ پر ایمان لائیں اور یہ حدیث مشہور ہے)

فلربما سعدت به ايضا كما سعدت به بعد الشفاء حليم
(یہ سعادت انہیں بھی نصیب ہوئی جیسا کہ شفا کے بعد حلیمہ کو نصیب ہوئی)
حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی نے اپنی کتاب "مورد الصادق فی مولد الہادی" میں حدیث احیاء والدین ذکر کرنے کے بعد کہا

حيا الله النبي مزيد فضل علي فضل وكان به رؤو
(اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی ﷺ پر خوب فضل ہے اور آپ ﷺ پر نہایت ہی مہربانی ہے)

فاحيا الله امه وكنا اباه لايمان به فضلا لطيف
(اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی والدہ اور والد پر لطف فرماتے ہوئے زندہ فرمایا وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں)

فسلم فالقديم بنا قدير وان كان الحديث به ضعيف
(یہ تسلیم کر لو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اگرچہ اس بارے میں حدیث ضعیف ہے)

خاتمہ جو تھا قرآن

علماء کی ایک جماعت کے ہاں یہ مسلک قوی نہیں وہ حدیث مسلم وغیرہ کو اپنے ظاہر پر ہی رکھتے ہیں۔ وہ نسخ وغیرہ بھی نہیں مانتے اس کے باوجود وہ کہتے ہیں

لا يجوز لاحد ان يذكر ذلك
کسی کے لئے بھی یہ بیان کرنا ہرگز
جائز نہیں۔

امام سہیلی نے روض الائف میں حدیث مسلم کے بعد لکھا، ہمارے لئے ہرگز یہ
مناسب نہیں کہ ہم آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں ایسی بات کہیں
آپ ﷺ کا مبارک فرمان ہے

لا تؤذوا الاحياء بسب الاموات
فوت شدہ کو برا کہہ کر زندوں کو
اذیت نہ دو۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم
اللہ
جو وہ لوگ جو اللہ و
رسول پر اذیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی
لعنت۔

قاضی ابوبکر بن العربی کا فتویٰ

قاضی ابوبکر بن العربی مالکی سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا
کہتا ہے حضور ﷺ کے آباء آگ میں ہیں تو انہوں نے فرمایا وہ شخص "عبد
ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

ان الذین يؤفون اللّٰه ورسوله لعنهم اللّٰه فی الدنیا والاخرۃ
 جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا و
 آخرت میں اللہ کی لعنت۔ (الاحزاب - ۵۷)

اور فرمایا

ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیہ
 اس سے بڑھ کر کیا اذیت ہو سکتی
 انہ فی السر ہے کہ یہ کہا جائے ان کے والد
 آگ میں ہیں۔

پانچواں قول

بعض علماء نے پانچواں قول اختیار کیا اور وہ ہے توقف (خاموشی)۔ امام
 تاج الدین فاکہانی نے الفجر المنیر میں لکھا
 اللہ اعلم بحال ابویہ
 آپ ﷺ کے والدین کے بارے
 میں اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

امام باجی نے شرح موطاء میں لکھا بعض علماء نے فرمایا حضور ﷺ کو فعل مباح
 وغیرہ سے بھی اذیت دینا جائز نہیں۔

ہاں دوسرے لوگوں کو فعل مباح کے ساتھ اذیت جائز ہے اس سے ممانعت
 نہیں اور نہ ہی ایسا کرنے والے پر گناہ ہے پھر لکھا یہی وجہ ہے جب حضرت
 نبی ﷺ نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا
 انما فاطمۃ بضعة منی
 فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

اس میں جرم نہیں کرتا جو میرے اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا ہے لیکن

واللہ لا تجتمع ابنة رسول اللہ
وابنة عدو اللہ عند رجل ابد
(المنتقى شرح المنوطا)

اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی
اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک
آدمی کے ہاں جمع نہیں ہو سکتیں۔

جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مباح عمل سے بھی آپ ﷺ کو اذیت پہنچانا ہرگز
جائز نہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا

ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم
الله في الدنيا والاخرة واعدلهم
عذابا مهينا والذين يؤذون
المؤمنين والمؤمنات بغير ما
اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما
مبيناً

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول
کو اذیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی
لعنت دنیا و آخرت میں اور ان
کے لئے رسوا کن عذاب تیار ہے
اور جو لوگ اہل ایمان مرد اور
خواتین کو اذیت دیتے ہیں اس

(الاحزاب - ۵۷ - ۵۸)

کے علاوہ جو انہوں نے کیا تو وہ
اٹھاتے ہیں بہتان عظیم

غور کیجئے اہل ایمان کی اذیت کے ساتھ ایک شرط عائد ہے ”جو انہوں نے نہ
کیا“

واطلق الاذى فى خاصة النبى
صلى الله عليه وسلم من غير
شرط

لیکن حضور ﷺ کے بارے میں
اذیت کے حوالے سے کوئی شرط
نہیں۔

یعنی ہر حال میں آپ ﷺ کو اذیت دینا حرام و منع ہے۔

عادت عليه صحة السانر فما
فلامه وأبره حس سبما
وجماعة ذهب إلى إحسانه
وروى ابن شاہ - بثأ سنداً
هذا مسالك لور / حرر بعضها
وبحسب من لا يرتقيها صمنه
صلى الإله على السى محمد

في الجاهلية للضلالة عريف
دارت من الآيات ما لا يوصف
أبويه حتى آمننا لا خرفوا
في ذلك لكن الحديث مضعف
لكفى فكيف لها إذا تتألف
أدياً ولكن أين من هو منصف
ما جدد الدين الحنيف محنف

والدين لرقيمین اور حدیث

امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہمیں ابوالحسن بن بشران نے انہیں
ابوجعفر رازی نے انہیں یحییٰ بن جعفر نے انہیں زید بن حباب نے ان سے
یاسین بن معاذ نے انہیں عبداللہ بن یزید نے ان سے طلق بن علی رضی اللہ
عنه نے بیان کیا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

لو ادركت والدى و احدهما وانا
فى صلاة العشاء وقد قرأت فيها
بفانحة الكتاب فنادى يا محمد
لا جنبها لبيك

کاش میں اپنے والدین دونوں یا
کسی ایک کو پا لیتا اور میں نماز
عشا ادا کر رہا ہوتا اور سورۃ
الفاتحہ بھی پڑھ چکا ہوتا اور وہ

مجھے اے محمد! کہہ کر بلائے تو میں
اسی وقت حاضر ہو جاتا۔

امام بیہقی فرماتے ہیں یاسین بن معاذ ضعیف راوی ہیں۔

فائدہ

شیخ ازرقی تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں ہمیں محمد بن یحییٰ نے عبدالعزیز بن

عمران سے ان سے ہشام بن عاصم سے بیان کیا، جب ہم غزوہ احد کے موقع پر حضور ﷺ کی طرف نکلے اور مقام ابواء پر ہمارا پڑاؤ ہوا تو ہندہ بن عتبہ نے ابوسفیان کو کہا کاش: تم محمد کی والدہ کی قبر اکھاڑو اگر تم میں سے کوئی قیدی بنا تو تم ان کی والدہ کو بطور فدیہ دے دینا، ابوسفیان نے یہ بات قریش سے کہی تو انہوں نے کہا یہ دروازہ نہ ہی کھولو ورنہ بنو بکر ہمارے مردوں کو بھی نکال پھینکیں گئے۔ (اخبار مکہ، ۲ = ۲۷۲)

فائدہ

حضور ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ ﷺ کے یہ اشعار ہیں، جنہیں امام صلاح الدین صفدی نے تذکرہ میں نقل کیا

لقد حکم السارون فی کل بلدة بان لنا فضلا علی سادة الارض
(ہر شہر میں یہ اطلاع ہے کہ ہمیں تمام زمین کے سرداروں پر فضیلت ہے)

وان ابی ذو المجد والسود والذی یشاریہ ما بین بسر الی حفص
(میرے والد (عبدالمطلب) صاحب بزرگی اور ایسے سردار تھے کہ برسے لے کر حفص تک انہی کی طرف اشارہ کیا جاتا تھا)

وجلی و آباء له ابلوا العلی قد یمنا لطلب العرف والحسب المحض
(اور میرے دادا اور ان کے آباء کے لئے بلندیاں پرانی ہو گئیں سب لوگوں نے ایسا تعارف اور حسب و نسب کی بہت کوششیں بھی کیں)

اللہ و اللہ وسلم
صلی علیہ و آلہ وسلم
مصطفیٰ جنتی ہائیں
والذین جنتی ہائیں

ترجمہ و تحقیق

تصنیف

مفتی محمد سعید خان قلوبی

ابوالدین اللہ بن سید

حجاز پبلی کیشنز لاہور

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

التعظیم والمنة في ان ابوى رسول الله ﷺ	نام کتاب
امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)	مصنف
والدین مصطفیٰ ﷺ جنتی ہیں	ترجمہ کا نام
مفتی محمد خان قادری	مترجم
علامہ محمد فاروق قادری	اہتمام
حافظ ابوسفیان نقشبندی	پروف ریڈنگ
حجاز پبلی کیشنز لاہور	ناشر
۱۹۹۹ء	اشاعت اول
۲۰۱۲ء	اشاعت دوم

ملنے کے پتے

- ☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
- ☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
- ☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
- ☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
- ☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
- ☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
- ☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
- ☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
- ☆ مکتبہ اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ۱، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان شوگر ناز بیک لاہور

042,35360353...0300.4407048.

انتساب

استاذ العلماء حضرت العلام مولانا محمد نواز نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ

کے نام

۱- جن پر مسند تدریس آج بھی فخر کرتا ہے۔

۲- علم دین کے لئے جن کی خدمات مثالی ہیں۔

۳- جنہوں نے خدمت دین کو حصول دنیا کا ذریعہ بنانے کی بجائے اپنا

ایمان لور فریضہ سمجھا۔

محمد خان قادری

التعظيم والمنته
 في

أن أبوي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
 في الجنة

أب شيخ الغمامة جلال الدين محمد الرحمن بن أبي بكر الشيوطي

متوفى سنة ٩١١ هـ ١٥٠٥ م

قدم له وشرحه وعلق عليه
 الدكتور محمد عمر الدين السعيد

۱۵

والدین اور جنت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى

میں نے یہ فتویٰ دیا کہ عمار قول یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ لیل توحید ہیں ان کا حکم ان لوگوں کا ہے جو دور جاہلیت میں دین حنیفی اور دین ابراہیمی پر تھے انہوں نے کبھی بت پرستی نہیں کی مثلاً زید بن عمرو بن قنیل اور ان کے ساتھی میں نے یہ بھی واضح کیا کہ جس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کا زندہ ہو کر ایمان لانے کا تذکرہ ہے وہ موضوع نہیں جیسا کہ حفاظ محدثین کی ایک پوری جماعت کا موقف ہے بلکہ وہ اس ضعیف قسم کی روایت ہے جس کو فضائل میں خصوصاً اس مقام پر قبول کیا جائے گا اس فتویٰ میں جن دو امور کا ذکر ہے ان پر میں دلائل ذکر کرتا ہوں آئیے دلائل کا بیان سنئے۔

لام ابن شاہین اور روایت مذکورہ

لام ابن شاہین نے کحل سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حجون پر غمگین اور پریشان ہوئے اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیت اویہ کے مطابق قیام فرمایا پھر نہایت ہی خوشی میں واپس لوٹنے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجون میں غمگین و پریشان حالت میں تشریف فرما ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحالت خوشی واپس تشریف لائے ہیں یہ کیا معاملہ؟ فرمایا۔

سالت ربی عزوجل فاحیالی میں نے اپنے رب بزرگ و بڑے سے
امی فامنت بی ثم ردھا عرض کیا تو اس نے میری والدہ کو زندہ
(الناسخ والمنسوخ، ۲۴۸) فرمایا وہ مجھ پر ایمان لائیں اور اس نے
انہیں واپس کر دیا۔

ابن جوزی کا اعتراض

شیخ ابن جوزی نے اسی روایت کے بارے میں الموضوعات میں کہا حافظ ابو الفضل بن ناصر نے کہا یہ حدیث موضوع ہے اور محمد بن زیاد (نقاش) ثقہ نہیں اور احمد بن یحییٰ اور محمد بن یحییٰ دونوں مجہول ہیں۔ (الموضوعات، ۱=۲۸۴)

دونوں مجہول نہیں

میں کہتا ہوں محمد بن یحییٰ مجہول نہیں، امام ذہبی نے میزان اور معنی دونوں میں یوں ذکر کیا ہے۔ محمد بن یحییٰ ابو غزیہ یعنی مذہری کے بارے میں دار قطنی نے کہا متروکہ ہیں اور ازدی نے ضعیف کہا تو یہ ضعف میں معروف ہیں نہ کہ وضع میں، جس شخص کے حالات کا یوں بیان ہو اس کی حدیث درجہ موضوع پر نہیں ہوتی بلکہ وہ ضعیف کے درجہ پر ہوتی ہے۔

احمد بن یحییٰ حضرمی بھی مجہول نہیں امام ذہبی نے میزان میں کہا انہوں نے حرمہ نجیبی سے روایت لی اس کی حدیث معتبر ہوتی ہے۔
ابوسعید بن یونس نے انہیں لین کہا اور جس شخصیت کے ایسے حالات ہوں اس کی حدیث معتبر ہوتی ہے۔

محمد بن زیاد کا مقام

اسی طرح محمد بن زیاد اگر وہ نقاش میں جیسا کہ مذکور ہے تو وہ علماء قرأت میں سے اور ائمہ تفسیر میں سے ایک ہیں۔ امام ذہبی نے میزان میں کہا یہ ضعیف ہونے کے بلوجود اپنے دور کے قرأت کے استاذ ہیں۔ شیخ ابو عمرو دانی نے ان کی بہت تعریف و ثنا کی ہے ہاں ان سے منکر احادیث مروی ہیں اس کے بلوجود وہ اس میں منفرد نہیں کیونکہ ابو غزیہ سے یہ اور دو اسناد سے بھی مروی ہے۔

حافظ محب الدین طبری اور روایت

حافظ محب الدین طبری نے السیرۃ میں کھل سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ

تعالیٰ عنما سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حجون غمگین حالت میں اترے اور مشیت الہی کے مطابق وہاں قیام فرمایا پھر وہاں سے خوش و مسرور واپس لوٹے اور فرمایا۔

سالت ربی فاحیالی امی
فامنت بی ثم ردھا
(خلاصہ السیر ۲۱)
میں نے اپنے رب سے عرض کیا تو اس نے میری والدہ کو زندہ فرمایا اور مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں واپس لوٹا دیا۔

امام ذہبی نے اس حدیث کے بارے میں ابن جوزی کی تین مذکورہ علتوں میں سے کوئی ایک بھی ذکر نہیں کی بلکہ انہوں نے میزان میں کہا عبد الوہاب بن موسیٰ نے عبد الرحمن بن ابی زناد سے حدیث ذکر کی ہے۔

ان اللہ احیالی امی فامنت بی
اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو زندہ فرمایا اور مجھ پر ایمان لائیں۔

نہیں معلوم کہ کس جھوٹے نے یہ بیان کیا، کیونکہ یہ روایت ایسا کذب ہے جو آپ ﷺ کے اس صحیح فرمان کے مخالف ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے استغفار کی اجازت چاہی تو اجازت نہ ملی۔

روایت میں دو علتیں

کیونکہ یہ حدیث اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیارت کی اجازت ملی لیکن استغفار کی اجازت نہ ملی۔
الغرض انہوں نے حدیث میں دو علتوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ عبد الوہاب بن موسیٰ مجہول ہیں۔

۲۔ حدیث صحیح کے مخالف ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ عبد الوہاب امام مالک کے راویوں میں معروف ہیں اور یہ حدیث انہوں نے موصوف سے ہی روایت کی ہے۔

امام ابو بکر خطیب بغدادی

خطیب بغدادی نے جس سند سے روایت نقل کی ہے اس کے آخر میں سے

عبدالوہاب بن موسیٰ نے مالک بن انس سے انہوں نے ابو زناد سے انہوں نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہمارے ساتھ مقام حجون سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت پریشان اور غمگین تھے حتیٰ کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کی وجہ سے رو پڑی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے اترے اور فرمایا تمیرا یہاں رکو، میں نے اونٹ کے پہلو کے ساتھ ٹیک لگا لی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی دیر وہاں ٹھہرے رہے پھر واپس لوٹے تو نہایت خوش تھے، میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو رہے تھے جس کی وجہ سے میں بھی رو پڑی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت خوش و خرم واپس لوٹے یہ کیا معاملہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ذہبت بقبر امی فسألت اللہ ان ینزل علیہ من السماء ماء فیرقیہا فاحیاءھا فاصت بی
 وردھا اللہ تعالیٰ
 بارے میں عرض کیا اس نے انہیں زندہ
 فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں۔

اس سند سے اسے دار قطنی نے غرائب مالک میں ذکر کیا اور کہا باطل ہے ابن عساکر نے بھی غرائب مالک میں ذکر کیا اور کہا منکر ہے ابن جوزی نے بھی اسے الموضوعات میں ذکر کیا لیکن اس کے راویوں پر کلام نہ کیا، زہبی نے میزان میں کہا علی بن ایوب ابوالقاسم الکعبی نے ابن یحییٰ زہری سے روایت کیا جو معروف نہیں۔ میں کہتا ہوں اس طریق کے بارے میں آشکار ہو چکا ہے۔ کہ یہ عبدالوہاب بن موسیٰ وہی ہیں جنہیں ابوالعباس زہری کہا جاتا ہے۔ خطیب بغدادی نے انہیں امام مالک کے راویوں میں ذکر کرتے ہوئے ان سے امام مالک کے حوالے سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ سعید بن حکم نے ابن ابی مریم مصری سے انہیں عبدالوہاب بن موسیٰ زہری نے

انہیں مالک نے انہیں عبداللہ بن دینار نے انہیں سعد مولیٰ عمر بن خطاب نے بیان کیا کہ حضرت کعب الاحبار نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا میں نے کتاب الہی میں پڑھا کہ تم جہنم کے دروازے پر کھڑے لوگوں کو اس میں گرنے سے منع کر رہے ہو تو جب تم فوت ہو جاؤ تو لوگ قیامت تک اس میں گرتے رہیں گے۔ یہ اثر امام مالک سے معروف ہے۔ اسے ابن سعد نے بھی طبقات میں معن بن عیسیٰ سے انہوں نے امام مالک سے سند کے ساتھ ذکر کیا اور دونوں کا متن ایک ہی ہے تو امام مالک سے معروف روایت کرنے کی وجہ سے عبدالوہاب کی دوسری روایت میں جہالت ختم ہو گئی تو اب عبدالوہاب سے روایت ان دو اسناد سے ہے

۱۔ عبدالوہاب عن مالک عن ابی الزناد عن ہشام

۲۔ عن الرجم بن ابی زناد عن ہشام

یعنی ایک میں تفصیل ہے جبکہ دوسری میں نہیں۔

مذکورہ روایت میں اضافہ

اس سند سے روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے تو اسی سے دوسرے اعتراض کا جواب آگیا کہ یہ حدیث استغفار کے متعلق ہے۔ کیونکہ زیارت کا واقعہ فتح مکہ کے سال کا ہے جیسا کہ حدیث بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے اور یہ زندہ ہو کر ایمان والے واقعہ سے دو سال پہلے کی بات ہے یہی وجہ ہے کہ امام ابن شاہین نے اس روایت کو اپنی کتاب (النسخ والمسنوخ ص ۲۸۴) میں ذکر کیا اور حدیث زیارت واستغفار کو پہلے ذکر کیا اور اسے منسوخ اور بعد میں حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر کے اسے تلخ قرار دیا اور یہ نہایت ہی خوبصورت اور روشن عمل ہے۔

امام قرطبی کی تائید

امام قرطبی نے بھی اس کی اتباع کرتے ہوئے التذکرہ میں حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے والدین زندہ ہو کر ایمان لائے اور فرمایا ان روایات میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ زندہ ہو کر ایمان لانا استغفار کے معاملہ کے بعد کا ہے اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حجتہ الوداع والی حدیث شہد ہے۔ اسی طرح امام ابن شاہین نے اسے مذکورہ روایت کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔

امام ابن شاہین نے سند کے ساتھ یہ روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ذکر کی کہ ملیکہ کے بیٹے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری والدہ بڑی مہمان نواز تھی لیکن اس نے دور جاہلیت میں بچی کو زندہ درگور کیا تھا ہماری ماں کہاں ہے؟ فرمایا تمہاری ماں آگ میں ہے ان دونوں پر یہ بات نہایت شاق گزری جب وہ اٹھ کر چلنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں طلب کیا اور فرمایا میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے، ایک منافق نے کہا یہ اپنی ماں کو نہیں بچا سکا جیسا کہ ملیکہ کے بیٹے اپنی ماں کو نہیں بچا سکے۔ تو ایک انسان نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معافیہ اور ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

میں نے اپنے رب سے ان کے بارے میں عرض کیا تو مجھے ان کے بارے میں عطا کیا گیا اور میں منام محمود پر قیام کروں گا۔

سالتھما ربی فیعضنی
فیہما وائی لقانم المقام
المحمود (المشدرک ۲۹۶=۲)

متعدد فوائد

امام حاکم نے مشدرک میں اسے ذکر کیا اور صحیح کہا اس حدیث میں متعدد فوائد ہیں۔

۱۔ میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے حضور والدین کے لئے دعا سے پہلے کی بات ہے۔

۲۔ ضرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں مجھے عطا کر دیا جو اس (زندہ ہو کر ایمان لانا) کے امکان پر شہد ہے۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اس بات کے جواز کے قائل تھے اور وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا یہ تقاضا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ و خصائص میں سے ہے۔

والدین کے لئے بطریق اولیٰ

ابن سعد نے طبقات میں سند کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتر جو لابی طالب؟
ابو طالب کے بارے میں آپ ﷺ کیا امید رکھتے ہیں۔

آپ نے فرمایا

کل الخیر ارجو من ربی میں اپنے رب سے تمام خیر کا امیدوار ہوں۔
(الطبقات ۱=۱۲۳)

یاد رہے یہ امیدواری ابو طالب کے بارے میں ہے جنہوں نے دعوت اسلام پائی، جن پر اسلام پیش کیا گیا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

فلا بویہ اولیٰ تو یہ امیدواری والدین کے حوالے سے تو بطریق اولیٰ ہونی چاہئے۔

ایک اور روایت

امام سیبلی نے الروض الانف میں سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

سَلِّ رِبَهٗ اِنْ يَحْيٰى اَبُوْهٖ
فَاِحْسَاهُمَا لِهٖ فَاَمْنًا بِهٖ ثُمَّ
اَمَّا لِحُمَاهُمَا
اپنے رب سے ان کے زندہ کرنے کے
بارے میں عرض کیا تو اس نے انہیں
زندہ فرما دیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم پر ایمان لائے اور انہیں پھر موت
دیدی۔

اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اس کی رحمت و قدرت کے سامنے کوئی رکاوٹ
نہیں اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لائق ہیں کہ وہ انہیں جس فضل و
انعام سے چاہے مخصوص فرما دے۔ (الروض الاصفیٰ ۱۳۳=۱۱۳)
ابن وحیہ کے دلائل

اہم قرطبی لکھتے ہیں حافظ ابو خطاب عمر بن وحیہ نے کہا کہ حدیث احياء والدين
موضوع ہے اور اس کی تردید قرآن کریم اور اجماع بھی کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد
ہے۔

وَالَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَرًا
(النساء ۱۸)

اور نہ وہ لوگ جو کفر کی حالت میں فوت
ہوئے۔

یہ بھی ارشاد مبارک ہے۔

فَيَمُوتُ وَهُوَ كَافِرٌ
جو فوت ہوا وہ حالت کفر میں تھا۔

(البقرہ ۲۱۷)

تو جو شخص کفر پر مرا اسے لوٹ کر ایمان لانے سے منع نہیں ہو سکتا اگر کوئی بوقت
موت فرشتوں وغیرہ کو دیکھ کر ایمان لے آتا ہے تو اس کا ایمان نفع نہیں دے سکتا تو
لوٹنے کے بعد ایمان کیسے نفع ہو سکتا ہے؟

اس طرح تفسیر میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں
مرض کی میرے والدین کا معاملہ کیا ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ولانسئل عن اصحاب اصحاب دونخ کے بارے میں تم سے
الجحیم (البقرہ ۱۱۰) نہیں پوچھا جائے گا۔

ابن وحیہ کا رد

امام قرطبی فرماتے ہیں جو کچھ ابن وحیہ نے کہا یہ سب محل نظر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات عالیہ اور خصائص و فضائل میں وصل تک مسلسل اضافہ ہوتا رہا تو یہ زندہ ہو کر ایمان لانا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و خصائص میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نوازا اور والدین کا زندہ ہو کر ایمان نہ تو عقلاً محال ہے اور نہ شرعاً۔ قرآن مجید میں ہے کہ بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کی خبر دی اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مردے زندہ ہوتے خود ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں مردوں کی ایک جماعت زندہ ہوئی۔

جب یہ تمام ثابت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت و کرامت اور عظمت کے اضافہ کے پیش نظر والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے سے کون سی شی مانع ہے اور پھر باقاعدہ حدیث میں اس کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ جو کچھ ابن وحیہ نے کہا وہ تو ان کا حکم ہے جو حالت کفر پر فوت ہوا ہو۔

باقی ان کا یہ کہنا کہ جو شخص حالت کفر پر فوت ہوا اسی حدیث کی بنا پر مردود ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سورج لوٹا دیا یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز ادا کی امام طلحوی نے اسے ذکر کر کے کہا یہ حدیث ثابت ہے، اگر رجوع شمس نافع نہ ہوتا اور نہ ہی وقت لوٹتا تو ات لوٹانے کا فائدہ کیا؟ یہی معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے وقت لوٹا دیا۔

حضرت یونس کی قوم کا ایمان

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم دیکھئے قول مختار کے مطابق ان کا ایمان اور توبہ اس وقت قبول ہوا جب وہ عذاب میں گھر چکے تھے۔ اور قرآن کا ظاہر بھی اسی قول کی تائید کر رہا ہے۔

آیت کا صحیح مفہوم

یہ آیت مبارکہ کا معاملہ تو اس میں کے ایمان لانے سے پہلے عذاب کا تذکرہ ہے

(التذکرہ، ۱۷=۱۸)

میں کہتا ہوں امام قرطبی کا رجوع شمس سے وقت لوٹنے پر استدلال بہت ہی خوب ہے۔ وجہ ہے کہ انہوں نے نماز کی ادائیگی کا حکم لگایا ورنہ رجوع میں کیا فائدہ، کیونکہ قضا تو غروب کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔

ایک اور واضح استدلال

لیکن میرے سامنے اس سے بھی زیادہ واضح استدلال ہے کہ اصحاب کف آخری دور میں انھیں گے حج کریں گے اور مزید شرف پانے کے لئے اس امت میں شامل ہونگے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔

اصحاب الکہف اعوان اصحاب کف امام مہدی کے معاون المہدی ہونگے۔

اسے ابن مردودہ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا۔

آپ نے دیکھا موت کے بعد اصحاب کف کے عمل کا اعتبار کیا جا رہا ہے تو اس میں کون سی بدعت والی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے لئے ایک عمر مقرر فرمائی پھر انہیں مقررہ وقت سے پہلے موت دیدی پھر انہیں بقیہ لمحات پورے کرنے کے لئے زندہ فرمایا اور ان میں وہ ایمان لائے تو اس ایمان کا اعتبار کیا جائے گا۔

درمیان میں مدت قاصدہ کی تاخیر میں حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ ان تمام کمالات و فضائل پر ایمان لائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے جیسا کہ اصحاب کف کی موت میں تاخیر کا سبب یہی ہے کہ اس امت میں شمولیت کا درجہ پا سکیں۔

یہ قرآن کے خلاف نہیں

ابن دجیہ کا کہنا کہ یہ حدیث ظاہر قرآن کے خلاف ہے محدثین کے طریقہ پر نہیں، حافظ ابوالفضل بن طاہر مقدسی نے "الایضاح" میں کہا بخاری کی اسراء کے بارے میں روایت کو ابن حزم نے اس لئے موضوع قرار دیا کہ وہ اسراء کے بارے میں دیگر احادیث صحیح کے مخالف ہے۔ پھر اس کا رد کرتے ہوئے کہا کہ ابن حزم اگرچہ مختلف علوم میں امام ہیں مگر انہوں نے تعلیل حدیث میں حفاظ حدیث کا طریقہ اختیار نہیں کیا، حفاظ تو حدیث میں سند کے اعتبار سے علت لاتے ہیں جو اس کے لئے سیرہ ہی کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن انہوں نے علت الفاظ کی بنا پر ذکر کی ہے۔

یہ حدیث حجت نہیں

وہی وہ حدیث جس میں اس چیز کا تذکرہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے والدین کا کیا حال ہے؟ تو یہ معضل و ضعیف ہے لہذا اس سے استدلال درست نہیں۔

ابن سید الناس کی رائے

حافظ فتح الدین بن سید الناس سیرۃ میں ابن اسحاق کی روایت ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالب موت کے وقت اسلام لے آئے تھے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ بنت وہب بھی ایمان لائے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور ایسی ہی روایت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالملک کے بارے میں بھی ہے

پھر لکھا یہ مذکورہ روایت اس حدیث کے مخالف ہے جسے امام احمد نے حضرت رزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا میں نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری والدہ کہاں ہے؟ فرمایا تیری والدہ آگ میں ہے۔ میں نے عرض کیا آپ کے سابقہ اہل کہاں ہیں؟ فرمایا تو خوش نہیں کہ تیری والدہ میری والدہ کے ساتھ ہو؟

پھر لکھتے ہیں بعض اہل علم نے ان روایات میں یوں موافقت پیدا کی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات عالیہ اور مقامات میں وصل تک ترقی و اضافہ ہوتا رہا تو ممکن ہے یہ درجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعد میں حاصل ہوا اور پہلے نہ تھا تو زندہ ہو کر ایمان لانا دوسری احادیث کے بعد ہوا لہذا ان میں کوئی تعارض نہیں۔
(عیون لاثر ۳=۱۷۳)

حافظ ابن حجر کی تحقیقی گفتگو

میں کہتا ہوں میری یہ تمام گفتگو حدیث پر اس وقت تھی جب میں اس پر کسی دوسرے کے کلام سے آگاہ نہیں تھا۔ پھر میں نے لسان المیرمن از امام الحفاظ ابوالفضل ابن حجر کا مطالعہ کیا تو میں نے عبدالوہاب کے حالات میں یہ عبارت پائی، میں کہتا ہوں زمی نے اس جگہ ظن کی بنا پر کلام کیا اور اس حدیث کو مستمم کرنے سے سکوت اختیار کیا اور دار قطنی نے غرائب مالک میں کہا، امام مالک سے انہوں نے ابو زبیر سے انہوں نے ہشام سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو دو احادیث روایت کی ہیں۔ وہ منکر اور باطل ہیں، پھر انہوں نے اس حدیث کو بطریق علی بن احمد کعبی عن ابی غزیہ روایت کر کے کہا یہ مالک پر کذب ہے یہ سارا بوجہ ابو غزیہ پر ہے۔ اس میں جھوٹا وہ خود ہے۔ یا اس سے روایت کرنے والا اور عبدالوہاب بن موسیٰ میں کوئی حرج نہیں۔

پھر حافظ ابن حجر نے فرمایا ابن جوزی نے الموضوعات میں زکد عمر بن ربیع سے ان سے علی بن ایوب کعبی نے ان سے محمد بن یحییٰ ابو غزیہ زہری نے ان سے عبدالوہاب بن موسیٰ نے حدیث نقل کی پھر انہوں نے ایک اور سند کا ذکر کرتے ہوئے

اس میں محمد بن حسن نقاش مفسر کے بارے میں کہا وہ کہتے ہیں احمد بن یحییٰ نے ان سے محمد بن یحییٰ نے اور انہوں نے عبد الوہاب سے بیان کیا پھر لکھا ابن جوزی کہتے ہیں نقاش ثقہ نہیں احمد بن یحییٰ اور محمد بن یحییٰ دونوں مجہول ہیں۔
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ان کا قول ”علی بن ایوب کعبی“ تو ان کی موافقت میں ابن عساکر نے یہ حدیث طویلاً ذکر کی ہے جیسا کہ عمر بن ربیع کے حالات میں آ رہا ہے۔ دار قطنی نے ان کے والد کا نام احمد بیان کیا ہے۔

محمد بن یحییٰ مجہول نہیں

محمد بن یحییٰ مجہول نہیں بلکہ وہ معروف ہیں ابو سعید بن یونس کی تاریخ میں ان کے عمدہ حالات تحریر ہیں دار قطنی نے ان پر وضع کا الزام لگایا ہے۔ اور یہ ابو غزیہ محمد بن یحییٰ زہری ہیں ان کا تذکرہ اپنے مقام پر آئے گا۔

احمد بن یحییٰ کون ہے؟

احمد بن یحییٰ کے بارے میں نقاش کے ذریعے بھی کچھ امتیاز نہیں ہوتا کیونکہ ان کے طبقہ میں احمد بن یحییٰ نام کی پوری جماعت ہے۔ اس سند کے سب سے زیادہ جو قریب محسوس ہوتے ہیں وہ احمد بن یحییٰ بن زکریا ہیں کیونکہ وہ مصری ہیں اور علی کعبی بھی مصری ہیں جیسا کہ امام دار قطنی نے کہا ہے۔

عبد الوہاب بن موسیٰ رواۃ مالک سے ہیں

خطیب نے زیر بحث عبد الوہاب بن موسیٰ کو امام مالک کے راویوں سے ذکر کیا اور کہا ان کی کنیت ابو العباس ہے اور انہوں نے بطریق سعید بن ابی مریم ان سے امام مالک ان سے عبد اللہ بن رباح نے ایک اثر موقوف ذکر کیا جس میں حضرت عمر سے حضرت کعب الاحبار کی گفتگو ہے پھر کہا اس میں یہ منفرد ہیں لیکن ان پر کوئی جرح ذکر نہیں کی۔ اسے دار قطنی نے غرائب مالک میں ذکر کے کہا یہ مالک سے حجت کے ساتھ ثابت ہے۔

ابن جوزی نے اپنے استاد شیخ محمد بن ناصر سے نقل کیا کہ یہ حدیث (احیاء والذین) موضوع ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی قبر انور مقام ابواء میں ہے، جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہے لیکن ابوغزیہ کا خیال ہے کہ وہ مقام حجون پر ہے تو ابن جوزی نے اسے موضوع کہا اور یہ بھی کہا کہ یہ اس حدیث بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ہے جسے جوزقلنی نے کتاب الایاطیل میں ذکر کیا۔

عمر بن ربیع کے حالات اور عبدالوہاب بن موسیٰ سے مروی حدیث ابوغزیہ پر مزید گفتگو آئے گی یہ وہ گفتگو تھی جو لسان المیرمن میں عبدالوہاب کے حالات میں حافظ ابن حجر نے کی۔

احمد بن یحییٰ ممتاز ہیں

حافظ ابن حجر کا یہ فرمان کہ احمد بن یحییٰ نقاش کئے سے بھی واضح نہیں ہوتے اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سند سے ممتاز ہو جاتے ہیں جیسے امام ابن شاہین نے النسخ والمسنوخ میں ذکر کیا کیونکہ انہوں نے واضح طور پر انہیں مصری کہا ہے۔

ابوغزیہ کا تعارف

لسان المیزان میں ابوغزیہ کے حالات میں ہے کہ یہ ابوغزیہ صغیر زہری ہیں۔ مصر میں سکونت پذیر تھے ان سے پوری جماعت نے حدیث لی۔ سعید بن یونس نے انہیں اہل سفر میں شمار کیا اور کہا محمد بن یحییٰ بن محمد بن عبدالعزیز بن عمر بن عبدالرحمن بن عوف ابو عبداللہ، ان کا لقب ابوغزیہ، مدنی، مصر آئے ان کی دو کنیتیں ہیں، ان سے روایت لینے والوں میں یہ ہیں، اسحاق بن ابراہیم کناس، زکریا بن یحییٰ ثغری، سل بن سوادہ خاتمی، محمد بن فیروز اور محمد بن عبداللہ بن حکیم، ان کا وصال عاشورہ کے دن ۲۵۸ھ میں ہوا۔ (لسان المیرمن ۴۲۲۵)

دار قطنی نے غرائب مالک میں کہا ہمیں ابو بکر نقاش مصری نے انہیں محمد بن عبداللہ بن حکیم نے مصر میں انہیں ابوغزیہ محمد بن یحییٰ زہری نے انہیں عبدالوہاب بن آگ سے اپنے آپ کو بچاوا

موسیٰ انہیں مالک نے انہیں ابن شہاب نے انہیں سعید بن مسیب نے انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ بنے۔ تو انہوں نے ایک واقعہ بیان کیا اور پھر فرمایا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے چار چیزوں میں سبقت لے گئے۔ دار قطنی نے کہا یہ روایت نہ زہری سے ثابت اور نہ ہی مالک سے اور یہ ابو غزیہ صغیر ہی ہیں جو منکر الحدیث ہیں۔

پھر بطریق علی بن احمد نقل کیا اور کہا وہ ثقہ تھے۔ ہمیں ابو غزیہ محمد بن یحییٰ نے بیان کیا انہیں ابو العباس عبد الوہاب بن موسیٰ نے اس سند سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا کہ دایاں شرمندہ ہوتا ہے یا گنگار اور کہا نہ یہ مالک سے صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ اور نہ زہری سے اس میں بوجہ غزیہ پر ہی ہے۔

ابو غزیہ کبیر

رسہ ابو غزیہ کبیر تو وہ محمد بن موسیٰ انصاری مدنی قاضی ہیں وہ امام مالک اور فلح بن سلیمان کے شاگرد ہیں اور ان کے تلامذہ 'ابراہیم بن منذر' 'زبیر بن بکار' 'عمر بن محمد بن فلح' اور 'پوری جماعت سے انہیں امام بخاری' 'ابن حبان' 'ابو حاتم' 'عقیلی' اور 'ابن عدی' نے ضعیف قرار دیا جبکہ حاتم نے ان کی توثیق کی ۲۰۷ میں ان کا وصل ہوا۔

علی بن احمد کا تعارف

علی بن احمد کعبی 'مصری ہیں' یہ متسم ہیں انہوں نے ابو غزیہ سے انہوں نے عبد الوہاب بن موسیٰ سے انہوں نے مالک سے انہوں نے ابو زناد سے انہوں نے ہشام بن غزوہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دو احادیث روایت کی ہیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حج کے متوقعہ پر اپنی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے گزرے تو

فَسَلَّ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ فَاحْيَاهَا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو نے انہیں زندہ
فَامَنْتَ بِهِ فَرَدَّهَا لِي حَضْرَتَهَا کیا اور وہ آپ پر ایمان لائیں پھر اللہ
(لسان المیزان ۹۱۳) تعالیٰ نے انہیں واپس فرمایا۔

۲۔ اس سند کے ساتھ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کے لئے ننگی
حالت میں پتھر اٹھا اٹھا کر لارہے تھے تو جبرائیل و میکائیل علیہ السلام آئے انہوں نے
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر کو ڈھانپا، اللہ تعالیٰ کے پیار کی وجہ سے آپ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے وہ پتھر اٹھا کر لانے لگے۔ (لسان المیزان ۴، ۱۸۳)

دار تقنی کہتے ہیں یہ دونوں سندیں اور متن باطل ہیں، ابوزید عن ہشام عن ابیہ
عن عائشہ کی سند سے کوئی شے ثابت نہیں یہ امام مالک پر کذب ہے اور اس کا تمام
بوجھ ابو غزیہ پر ہے ان پر وضع کا اہتمام ہے یا ان سے روایت کرنے والے پر لیکن
عبدالوہاب بن موسیٰ پر کوئی طعن نہیں۔

علی بن ایوب کجی کے بارے میں میزان سے یہ قول ”وہ معروف نہیں“ نقل کر
کے کہا میں کہتا ہوں دار تقنی نے اسے معروف قرار دیتے ہوئے ان کا نام علی بن احمد
بیان کیا عمر بن ربیع بن سلیمان ابی طالب خثب کے حالات میں ذہبی کا یہ قول ”فرات
نے تاریخ میں ذکر کیا اور کذاب قرار دیا“ ذکر کرنے کے بعد کہا دار تقنی نے انہیں
غرائب مالک میں ضعیف کہا، مسلمہ بن قاسم نے کہا ان میں کچھ لوگوں نے کلام کیا ہے
اور کچھ نے انہیں ثقہ کہا اور یہ کثیر الحدیث ہیں ۳۴۰ھ میں ان کا مصر میں وصل ہوا۔
(لسان المیزان ۳۰۶۳)

ابن عساکر نے سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے ساتھ حجۃ الوداع کے موقعہ حج فرمایا پھر
بطریق خطیب ساری حدیث بیان کی۔

ابن عساکر کہتے ہیں یہ حدیث عبدالوہاب بن موسیٰ زہری مدنی کے حوالے سے امام

مالک سے منکر ہے۔ کعبی مجہول ہے، حلبی صاحب غرائب ابوزناب عن ہشام روایت میں معروف نہیں، ہشام نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہیں پایا شاید ”عن ابیہ“ کا لفظ کتابت سے رہ گیا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں انہوں نے عمر بن ربیع اور علی بن محمد بن یحییٰ کے بارے میں کچھ نہیں کہا بلکہ کعبی وغیرہ سے ان کا تعلق اس حدیث سے زیادہ ہے باقی عبدالوہاب بن موسیٰ کے بارے میں پیچھے گزر چکا اور اس میں ”عن ابیہ“ کا لفظ ثابت ہے اور ان کا اسے مذکورہ سند میں ساقط قرار دینا درست ہے۔ یہ تمام وہ گفتگو ہے جو حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں اس حدیث اور اس کے راویوں کے بارے میں کی ہے۔ ہم پہ اس تمام اور سابقہ گفتگو سے بھی آشکار ہوتا ہے کہ حدیث یقینی طور پر موضوع نہیں اور اس کی وجہ واضح ہے۔ کہ اس کے تمام راویوں میں ایسا کوئی راوی نہیں جس کی جرح پر تمام محدثین متفق ہوں کیونکہ حدیث کا مدار ”ابوغزیہ عن عبدالوہاب“ پر ہے اور عبدالوہاب کی دار قطنی نے دو مقام پر توثیق کی ہے ایک مقام پر کہا وہ ثقہ ہیں دوسرے مقام پر کہا ان پر کوئی طعن نہیں، حافظ ابن حجر نے ان کی توثیق کو قائم و ثابت رکھا اور کعبی سے بھی ان کے بارے میں کوئی جرح منقول نہیں۔ باقی ان کے اوپر جو راوی ہیں مثلاً ”امام مالک تو ان کی جلالت علمی کی بنا پر ان کے بارے میں کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ ہشام اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان عروہ کا ساقط ہونا تو دوسری سند میں وہ ثابت ہیں۔

- ۱۔ ابوغزیہ کے بارے دار قطنی نے کہا منکر الحدیث ہیں ابن جوزی نے کہا مجہول ہیں۔ ابن یونس نے تو ان کے عمدہ حالات تحریر کئے، حد جہالت سے تو وہ نکل گئے۔
- ۲۔ کعبی کے بارے میں اکثر کہا گیا وہ مجہول ہے۔ مگر وہ تو معروف ہیں۔
- ۳۔ عمر بن ربیع کے بارے میں سلمہ بن قاسم نے محدثین سے توثیق نقل کی ہے اور کہا یہ کثیر الحدیث ہیں۔

تو اصول حدیث کے مطابق یہ سند اس اعتبار سے ضعیف ٹھہری نہ کہ موضوع، اور

یہ موضوع کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے متابع موجود ہے جو اس سے بھی عمدہ ہے اور وہ سند احمد بن یحییٰ حضرمی کا ابو غزیہ سے روایت کرنا، یہ طریق اس حوالے سے عمدہ ہے کیونکہ طریق کعبی میں ایسے راوی ہیں جن پر مسلسل کلام ہے مثلاً حلبی، عمر بن ربیع اور کعبی لیکن حضرمی کو صرف مجہول کہا گیا ہے اور وہ بھی اس وقت جب احمد بن یحییٰ پر اکتفا کر لیا۔ (یعنی جب اس کے ساتھ حضرمی کہہ دیا جائے تو جہالت از خود ختم ہو جاتی ہے) اور وہ معروف ہوں گے اور اگر اس کو لین (زم) کہا گیا ہے تو کوئی بات نہیں کیونکہ یہ الفاظ تو تعدیل پر دلالت کرتے ہیں اور ایسے شخص ہی کی حدیث حسن کے درجہ پر ہوتی ہے جبکہ اس کا تابع ہو، اگر یہ روایت میں مفرد نہ ہوتے تو مذکورہ حدیث کو حسن کہہ دیتا، اب حدیث افراد ابو غزیہ میں سے ہے اور اس کا مدار بھی انہیں پر ہے۔

ابن عساکر کی تائید

ابن عساکر کا اس کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ حدیث منکر میری بات پر حجت ہے کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں کیونکہ منکر ضعیف کی قسم ہے اس کے اور موضوع کے درمیان فرق واضح ہے جیسا کہ اصول حدیث میں معروف ہے۔

اقوی اور مستند قول

اس حدیث کے بارے میں سب سے قوی اور مستند قول ابن عساکر کا ہے کیونکہ ابو غزیہ کی روایت پر تبصرہ کیا جاتا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے تو جس حدیث میں یہ مفرد ہونگے وہ منکر کہلائے گی، کیونکہ منکر اس روایت کو کہا جاتا ہے جس میں ضعیف راوی آئے کی روایت کی مخالفت کرے۔ اس حدیث کا حال کھلی یہی ہے اگر اسے ہم احادیث زیارت وغیرہ کے مخالف مان لیں۔ اور اگر مخالفت کے بجائے موافقت مان لیں تو یہ صرف ضعیف ہوگی اور اس کا درجہ منکر سے اوپر اور اس سے بہتر قابل استدلال ہوگی اور جو منکر سے مرتبہ کے اعتبار سے کم ہوگی اس کا حال بھی اس سے کم ہو گا اور یہ متروک کا مرتبہ ہے اور متروک حدیث ضعیف کی قسم ہوتی ہے وہ بھی موضوع نہیں

فصل

حدیث کے تمام طرق میں علت ہے

حدیث کے تمام طرق میں علت ہے

جس حدیث زیارت پر ذمبی نے صحت کا حکم جاری کیا ہے اس کی تخریج آئمہ سے نہیں کی گئی اسے حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں اس طرف اشارہ کیا ہے جن لوگوں نے اسے صحیح کہا ہے ان کا مقصد صحیح لذاتہ نہیں بلکہ محض اس سند کے اعتبار سے ہے۔ میں نے اس حدیث کے تمام طرق پر غور کیا تو میں نے ان تمام کو معلول (علت والے) پایا۔

حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسے امام حاکم نے بطریق ایوب بن بانی ان سے مسروق نے ان سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان میں تشریف فرما ہوئے ہم بھی ساتھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بیٹھنے کا حکم دیا پھر کچھ قبور کی طرف بڑھے حتیٰ کہ ایک قبر پر پہنچ کر طویل دعا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رونے والا پایا۔ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کی وجہ سے رو پڑے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کس لئے رو رہے ہیں؟ ہم بھی اس پر پریشان ہو کر رو پڑے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اندر تشریف لائے اور فرمایا میرے رونے کی وجہ سے تم پریشان ہوئے؟ عرض کیا ہاں فرمایا جس قبر پر میں نے مناجات کی وہ آمنہ بنت وہب کی قبر تھی میں نے اپنے رب سے ان کی زیارت قبر کی اجازت چاہی تو اس نے اجازت دیدی پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کی بخشش کی دعا اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہ ملی اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

ماکان للنبی والذین امنوا ان یتغفروا للمشركین
نی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ
مشركوں کی بخشش چاہیں۔

(التوبہ ۱۱۳)

(المستدرک ۲=۳۶۷)

حدیث میں پہلی علت

امام حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے ذہبی نے مختصر میں اس کا رد کیا اور کہا ایوب بن ہانی کو ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ تو یہ علت جو اس روایت کی صحت میں رکاوٹ ہے۔ ذہبی یہ تعجب ہے کہ انہوں نے میزان میں حاکم کی تصحیح پر اکتفا کرتے ہوئے اسے کیسے صحیح قرار دے دیا مختصر مستدرک میں خود اس کی مخالفت کی ہے۔

(تلخیص ۲=۳۶۶)

حدیث میں دوسری علت

اس حدیث میں دوسری علت یہ ہے کہ یہ ان مرویات کے مخالف ہے جو صحیح البخاری وغیرہ میں ہے کہ مذکورہ آیت مبارکہ ابو طالب کی موت پر نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی تھی جس سے منع کیا گیا ہے۔ اس بارے میں ترمذی وغیرہ دیگر روایات بھی ہیں کہ فلاں کے بارے میں نازل ہوئی جو قصہ آمنہ کے علاوہ ہے اگر ذہبی حدیث احواء والدین کو اس حدیث کی بنا پر نہیں مانتے تو اس حدیث (جس کو صحیح کہہ رہے ہیں) کو بھی ایسی احادیث رد کر رہی ہیں جن کی صحت یقینی ہے اور وہ صحیح البخاری وغیرہ کی ہیں۔

۲۔ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو عسفان کی گھاٹی سے اتر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والدہ کی قبر پر حاضر ہوئے آگے تمام روایت وہی ہے جو نوپر بیان ہوئی تھی تو اس میں بھی وہ دونوں علتیں ہیں۔

۱۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

۲۔ یہ احادیث صحیحہ کے مخالف ہے۔

۳۔ روایت حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن سعد اور ابن شاہین نے نقل کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبر پر تشریف فرما ہوئے باقی الفاظ سابقہ ہی ہیں۔

امام جریر نے ایک اور سند سے یوں ذکر کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ تشریف لائے اور اپنی والدہ کی قبر پر کھڑے رہے حتیٰ کہ سورج گرم ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیدوار تھے کہ اذن مل جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استغفار کریں گے تو سابقہ آیت نازل ہوئی اس حدیث میں بھی ملتی ہیں۔

۱۔ حدیث صحیح کے مخالف ہونا۔

۲۔ ابن سعد نے طبقات میں اسے ذکر کر کے کہا۔

هنا غلط وليس قبرها بمكة . یہ غلط ہے کیونکہ آپ کی قبر انور مکہ میں
وقبرها بالابواء . ہے ہی نہیں بلکہ آپ کی قبر ابواء کے
(الطبقات ۱: ۱۱۷) مقام پر ہے۔

تو واضح ہو گیا کہ اس روایت کے تمام طرق میں علت ہے رہا معاملہ نزول آیت کا جس میں استغفار سے منع کیا گیا تو اس آیت اور ان احادیث صحیح میں موافقت ممکن ہے جن میں ابوطالب کا واقعہ مذکور ہے۔

سب سے اصح سند

اس روایت کی سب سے اصح سند حاکم کی ہے جسے انہوں نے بخاری و مسلم کے شرائط پر صحیح کہا، حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہزار مسلح لشکر کے ساتھ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لائے اس دن جس قدر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روئے ایسا پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ اس حدیث میں کوئی علت نہیں اور نہ یہ کسی حدیث کی مخالف ہے اور نہ اس

(امت ربک ۳=۲۷)

میں استغفار پر ممانعت ہے، رہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رونا تو وہ زیارت قبور کی وجہ سے نت طاری ہونے پر ہے۔ اس میں عذاب کا دیکھنا ضروری نہیں۔ اس مقام کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہی سمجھ عطا فرمائی واللہ الحمد۔

فصل

موضوع کہنے والوں کی

تمام علتیں غیر مؤثر ہیں

موضوع کہنے والوں کی تمام علتیں غیر موثر ہیں

حدیث احیاء والذین کے بارے میں دو قسم کے لوگ ہیں۔

۱۔ یہ موضوع ہے اس کے قائلین یہ آئمہ ہیں، امام دارقطنی، جوزقلنی، ابن ناصر، ابن جوزی اور ابن وحیہ۔

۲۔ یہ صرف ضعیف ہے موضوع نہیں، اس کے قائلین یہ آئمہ ہیں امام ابن شاہین، خطیب بغدادی، ابن عساکر، سیلی، قرطبی، محب طبری اور ابن سید الناس، ابن شاہین کے کلام سے ہم نے یہ مدعی یوں حاصل کیا ہے کہ انہوں نے حدیث زیارت کے لئے تلخ قرار دیا ہے۔ اگر ان کے نزدیک یہ موضوع ہوتی تو اس کا تلخ قرار دینا ہرگز درست نہ ہوتا، ہم نے اصولوں کو پیش نظر رکھ کر اس کی ان تمام علتوں کو پرکھا ہے جو طبقہ اولیٰ (موضوع کہنے والوں نے) نے بیان کی ہیں۔ وہ تمام کی تمام غیر موثر ہیں اسی لئے ہم نے دوسرے لوگوں کے قول (یہ فقط ضعیف ہے) کو ترجیح دی ہے واللہ الحمد جو کچھ میں نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے۔ موضوع نہیں اس کی موافقت و تائید متاخرین میں سے دمشق کے عظیم محدث حافظ شمس الدین بن ناصر الدین نے بھی کی ہے انہوں نے خطیب کی سند سے یہ حدیث اپنی کتاب ”مورد الصادی فی مولد الہادی“ میں ذکر کی اور اس کے بعد اشعار کہے۔

حب اللہ النبوی مزید فضل

علی فضل وکان بہ رؤوفا

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو کس قدر محبت ہے اور آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کس قدر اللہ تعالیٰ مہربان ہے)

فاحیاءہ وکناہاہ
لایمان بہ فضلا لطیفا

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ اور والد دونوں کو اس نے زندہ فرمایا تاکہ

وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور یہ کتنا اعلیٰ افضل ہے)

فسلم فالقدیم بناقدیر وان کان الحدیث به ضعیفا
 (لوگو مان لو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اگر اس میں وارد ہونے والی حدیث ضعیف
 ہے۔)

فصل

آپ ﷺ کی والدہ دین حنفی پر تھی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ دین حنیسی پر تھیں۔

یہ تمام دلائل ان کے زندہ ہو کر ایمان لانے پر تھے میں نے ایک ایسی روایت دیکھی جو واضح کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی موت توحید پر ہوئی تھی۔

امام ابو نعیم نے دلائل النبوة میں بطریق زہری ان سے ام سلمہ بنت ابی رہم نے اپنی والدہ سے بیان کیا میں مرض وصال میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت پانچ سال تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سر اقدس کے پاس تشریف فرما تھے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تکتے ہوئے فرمایا۔

بارک اللہ فیک من غلام یا ابن الذی من حومة الحمام
(اے نوجوان تجھے اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے تو اس شخص کا بیٹا ہے جس نے موت سے نجات پائی)

نجسابعون الملک المنعم فودی غدا الضرب بالسہام
(مالک اور انعام کرنے والے کی مدد سے نجات پائی اور ان کا فدیہ ادا کروا گیا)
بمائة من ابل سوام ان صح ما بصرت فی المنام
(وہ سو اونٹ تھے تاکہ خواب کی تعبیر پوری ہو جائے)

فانت مبعوث الی الانام من عند ذی الجلال والاکرام
(تم لوگوں کی طرف رسول ہو اللہ صاحب جلال و کمال کی طرف سے)

تبعث فی الحل وفی الحرام تبعث بالتحقیق والاسلام
(تم حرم اور غیر حرم کے نبی ہو اور تمہیں اسلام اور حقائق دے کر بھیجا گیا)

دین ابیک البر ابراہام فاللہ انہاک عن الاصنام
(آپ کے والد ابراہیم کا دین اعلیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے بت پرستی سے منع فرمایا)

ان لاتوالیہا مع الاقوام

(تم لوگوں سمیت بت پرستی سے بچو)

پھر فرمایا ہر زندہ فنا ہر نیا پرانا اور تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں میں فوت ہو رہی ہوں لیکن میرا ذکر باقی رہے گا۔ میں خیر چھوڑے جا رہی ہوں میں نے پاک کو جنا ہے اس کے بعد آپ فوت ہو گئیں۔ ہم نے جنت سے یہ اشعار سُنے۔

تبکی الفتادة البرة الامنية ذات الجمال العفة الرزينة
(نیک اور امین خاتون رودی اور وہ صاحبِ جمل اور عینقہ ہیں)

زوجة عبدالله والقرنية ام نبی اللہ ذی السکينة
(ان کے شوہر عبد اللہ ہیں اور وہ صاحبِ مقام نبی کی ماں ہیں)

وصاحب المنبر فی المدينة : صارت لیدی خفرتھا رهينة
(وہ نبی مدینہ کے صاحبِ منبر ہیں اور یہاں اس قبر میں مدفون ہیں)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ مذکورہ ارشاد گرامی اس پر تصریح ہے کہ آپ موعودہ (توحید پر) تھیں کیونکہ انہوں نے دینِ ابراہیمی کا ذکر کیا اپنے بیٹے کی بطور نبی بعثت کا تذکرہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتوں کی پرستش سے منع کرنا اور قوم کی اس میں موافقت نہ کرنا بیان کیا۔ کیا توحید اس کے علاوہ کوئی شئی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات کا اعتراف اس کی الوہیت کو تسلیم کرنا اس کا کوئی شریک نہ ملنا اور بتوں کی عبادت سے برات وغیرہ اس قدر کفر سے بیزاری اور توحید کا ثبوت بعثت سے پہلے اور جاہلیت میں کافی ہوتا ہے باقی اس سے زائد تفصیلی چیزیں تو وہ بعثت کے بعد کا معاملہ ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک والد نے موت کے وقت اپنے بیٹوں کو کہا تھا مجھے جلا کر راکھ بنا لینا پھر اسے ہوا میں اڑا دینا پھر کہا

لئن قدر اللہ علیٰ یعذبنی

اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے قابو پا لیا تو وہ مجھے

عذاب دے گا

علماء نے اس حدیث کے تحت فرمایا یہ کلمات اس کے حکم ایمان کے متعلق نہیں کیونکہ اسے قدرت الہی میں کوئی شک نہ تھا ہاں اس سے جہالت تھی تو اس نے یہ ممکن کیا اگر وہ اس طرح کرے گا تو دوبارہ لوٹایا نہیں جائے گا اور نہ یہ ممکن کیا جاسکتا

ہے کہ زمانہ جاہلیت کے تمام لوگ کافر تھے۔ ان میں بلاشبہ ایک ایسی پوری جماعت تھی جو دین حنیفی پر تھے اور وہ مشرک نہ تھے وہ دین ابراہیمی کے پیروکار تھے اور وہ سراپا توحید ہے۔ مثلاً زید بن عمرو بن نفیل، س بن سعدہ اور ورقہ بن نوفل حدیث میں ان تمام کو مومن اور جنتی کہا گیا ہے اس میں کون سی برائی اور بدعت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ ایسے لوگوں میں شامل ہوں؟

یہ دین حنیفی پر کیوں تھے؟

آپ کیوں شامل نہ ہوں؟ حالانکہ دین حنیفی رکھنے والوں کی اکثریت نے یہ دین اس لئے اختیار کیا تھا کہ اہل کتاب اور کلموں سے انہوں نے سن رکھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا وقت قریب آچکا ہے اور حرم سے آئیں گے اور ان کی یہ منگت ہوگی۔

وام النبى صلى الله عليه وآله
وسلم من ذلك أكثر مما سمعه
غيرها

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
والدہ ماجدہ نے ان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے بارے میں زیادہ سن رکھا تھا۔

بوقت حمل و ولادت نشانیوں کا ظہور

انہوں نے بوقت حمل و ولادت ان آیات اور نشانیوں کا مشاہدہ کیا جنہوں نے ان کو دین حنیفی کی طرف ضرور راغب کیا۔ انہوں نے اس وقت دیکھا کہ ان کے جسم سے نور خارج ہوا، اس کی برکت سے شام کے محلات بھی انہوں نے دیکھے۔ (الوفاء ۱=۹۳)

سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کہنا ہے کہ شق صدر کے بعد خوف کی وجہ سے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے پاس لائی اور کہا مجھے ان پر شیطان کا خوف ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ نے فرمایا۔

كلا والله ما للشيطان عليه
سبيل وانه لكان لابنى هذا
ايضا هرگز نہیں ہو سکتا شیطان کی طرف
سے کوئی خطرہ نہیں کیونکہ میرے بیٹے کی

عظیم شان ہے۔

(الوفاء ۱=۱۱۰)

شان

اور اس طرح کے دیگر کلمات بھی ارشاد فرمائے، اپنے وصل کے سال مدینہ طیبہ
ساتھ لے گئیں اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یوں کہیں کہ
جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں گواہی بھی تھی پھر وہاں
سے مکہ لوٹیں تو راستہ میں آپ کا وصل ہو گیا۔

(الوفاء ۱=۱۱۷)

یہ تمام چیزیں اعلان کر رہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ اپنی
زندگی میں دین حنیفی پر ہی تھیں۔

فصل
سوال و جواب

سوال:- تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ توحید پرست اور دین خینی پر تھیں حالانکہ حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے استغفار کی اجازت مانگی تو اجازت نہ ملی، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے میری والدہ تمہاری والدہ کے ساتھ ہے تو یہ دونوں مذکورہ بات کے مخالف ہیں۔

جواب:- تم یہ جواب دے سکتے ہو کہ یہ پہلے کا واقعہ ہے اور زندہ ہو کر ایمان لانے کا واقعہ بعد کا ہے اور وہ تلخ ہے اور یہ منسوخ ہیں۔

لیکن اس کا کیا جواب کہ توحید پر موت بہر صورت عذاب کے منتفی ہوتی ہے۔

سیوطی کا خوبصورت جواب

میں کہتا ہوں خوبصورت جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ”میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے“ اس وحی سے پہلے کا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے جنتی ہونے کے بارے میں آگاہ کیا گیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیج کے بارے میں فرمایا میں نہیں جانتا تیج مومن تھا یا نہیں؟ لیکن امام حاکم اور ابن شاہین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیج کے بارے میں وحی نازل ہونے کے بعد فرمایا تیج کو گالی نہ دو کیونکہ وہ مسلمان تھا۔ اسے ابن شاہین نے التلخ والمنسوخ میں حضرت سہل بن سعد اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا الغرض پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے بارے میں بتایا نہیں گیا تھا یا ان تک ان کا قول نہیں پہنچا جو موت کے وقت انہوں نے کہا تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محفوظ نہ رہا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت پانچ سال کے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاعدہ جاہلیت کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا تمہاری ماں کے ساتھ ہے پھر بصورت وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے مقام سے آگاہ کر دیا گیا۔ اس کی تائید حدیث کے آخری الفاظ کرتے ہیں

ماسالتھما ربی فیعطینی میں نے اپنے رب سے اپنے والدین کے
(الناسخ والمنسوخ، ۲۸۳) بارے میں عرض کیا تو اس نے عطا فرمایا
اس سے واضح ہو رہا ہے کہ ابھی تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کے درمیان اس معاملہ پر گفتگو نہیں ہوئی جو بعد میں
ہوئی۔

استغفار کے عدم اذن سے کفر لازم نہیں آتا

رہا استغفار کی اجازت کا نہ ملنا تو اس سے ان کا کفر لازم نہیں آتا کیونکہ ابتداء
اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقروض کا جنازہ پڑھنے اور اس کے استغفار سے
منع فرمایا تھا حالانکہ وہ مسلمان ہی ہوتا ہے اس کی حکمت یہ بیان ہوئی ہے کہ آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استغفار فی الفور قبول ہو جاتی ہے تو جس کے لئے آپ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استغفار کر دی اور نماز جنازہ پڑھا دی وہ جنت میں داخل ہو
جائے گا حالانکہ مقروض قرضہ کی ادائیگی تک اپنے مقام جنت سے مجبوس و دور رہتا ہے
جیسا کہ حدیث میں ہے۔

نفس المؤمن معلقة بدينه مومن کا نفس قرض کی ادائیگی تک معلق
حتی یقضی ہی رہتا ہے۔

تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ بلو جو دیکھ وہ توحید پرست
تھیں جنت سے برزخ میں ایسے امور کی وجہ سے رکی ہوں جو کفر نہ ہوں، اس بات کا
تقاضا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو استغفار کی اجازت نہ دی جائے یہاں تک
کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بارے میں اجازت دے۔

ایک اور عمدہ جواب

ان دونوں احادیث کا یہ جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ آپ بلاشبہ موحده تھیں مگر ان
تک معادہ بعثت کا معاملہ نہ پہنچا تھا اور یہ بہت بڑی اصل ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں
زندہ فرمایا تاکہ بعثت اور تمام شریعت پر ایمان لائیں یگانہ وجہ ہے کہ ان کے احیاء کو حجت

فصل

تمام انبیاء علیہم السلام کی مائیں مومن ہیں

نام انبیاء کی مائیں مومن ہیں

میں نے تمام انبیاء علیہم السلام کی ماؤں کے بارے میں تحقیق کی، میں نے ان تمام مومن پایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا بھی مومن ہونا ضروری ہے۔ اس کے بیان میں اجمال و تفصیل دونوں ہیں۔

ن کا تفصیلی تذکرہ

تفصیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا مومن ہونا نص قرآنی سے اہت ہے، علماء کا ایک گروہ اس طرف بھی گیا ہے کہ یہ نبی تھیں کیونکہ سورۃ الانبیاء میں ان کا تذکرہ نبیوں سے متصل ہوا ہے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ کا تذکرہ قرآن میں ہے۔ بعض نے ان کے بارے میں کہا وہ نبی تھیں کیونکہ ملائکہ نے ان سے خطاب کیا حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی والدہ کا تذکرہ قرآن میں ہے ان کے بارے میں بھی نبی ہونے کا منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے۔

یاوحینا الی ام موسیٰ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی۔
(القصص ۷)

حضرت شیث علیہ السلام کی والدہ حضرت حواء علیہا السلام تمام انسانوں کی ماں ہیں ان کے نبی ہونے کا بھی قول موجود ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایمان پر احادیث و آثار شہد ہیں اس طرح حضرت یعقوب اور ان کی اولاد کی ماؤں کے بارے میں بھی، اس طرح حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت شمویل، حضرت شمعون اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کی ماؤں کے بارے میں بھی آثار موجود ہیں۔

بعض مفسرین نے حضرت نوح علیہ السلام کی والدہ کے ایمان کی تصریح کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

رب اغفر لی ولوالدی اے میرے پروردگار مجھے بخش دے اور

(نوح '۲۸) میرے والدین کو۔

امام کہانی نے اس آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے والد سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی کافر نہ تھا۔ پھر ایک نادر قول ذکر کیا کہ ان کے والدین کافر تھے۔

میں کہتا ہوں پہلا ہی قول درست ہے مذکورہ روایت کو ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے درمیان تمام آباء مسلمان تھے۔ ایک پوری جماعت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کے ایمان کی تصریح کی ہے۔ ابن حیان نے البحر المحیط میں تفسیر سورہ ابراہیم میں اس کو ترجیح دی ہے ان کا اسم گرامی نو ماٹ ہے یہ ارفخشند بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں ان دونوں کا تذکرہ ابن سعد نے طبقات میں کیا ہے۔

اجمالاً تذکرہ یہ ہے

امام حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا 'بنی اسرائیل کے انبیاء کی تعداد اس ہے۔ حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اسرائیل کی اولاد تمام کے تمام مومن تھے ان میں کوئی کافر نہیں یہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی تو ان کیساتھ کفر و کون نے کفر اختیار کیا تو بنی اسرائیل کے تمام انبیاء کی ماؤں مومن ٹھہریں ان میں عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی ماؤں کا ایمان ثابت ہے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کے ایمان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

باقی حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام کی ماؤں

کا معاملہ تو ان کے ایمان پر نقل یا دلیل کی ضرورت ہے۔ اللہ کی توفیق سے ان کا ایمان ہی ظاہر ہے تو اس استدلال سے تمام کا اہل ایمان ہونا ثابت ہو گیا اس میں راز یہی ہے کہ وہ خصوصی نور کا مشاہدہ کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

اب تیسری دلیل

مذکورہ گفتگو سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے دوزخی نہ ہونے، دین نشینی پر ہونے اور زندہ ہو کر ایمان لائے پردو دلائل آچکے۔ اب اس سے تیسری دلیل بھی ماؤ وہ یہ ہے کہ آپ اہل فترت میں سے تھیں اور اہل فترت کے بارے میں احادیث معروف و مشہور ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث اور ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے یہاں
رسولا (الاسراء: ۱۵) تک کہ ہم رسول بھیجیں۔

صاحب مرآة الزمان نے اپنے دادا ابن جوزی سے حدیث سابق کے تحت نقل کیا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور ہم عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیجیں" تو ایک جماعت کا خیال ہے کہ

والدعوة لم تبلغ اباه وامه فما
ذبهما
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین
کو دعوت دین نہیں پہنچی تو ان کے ذمہ
کوئی گناہ نہیں۔

فصل چوتھی ویل

چوتھی دلیل

چوتھی دلیل یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں ہے ابو لہب کو خواب میں دیکھا گیا تو اس نے بتایا مجھے موت کے بعد کوئی خیر نہیں ملی سوائے اس کے جو ثویبہ کی آزادی کی وجہ سے مجھے پلایا جاتا ہے۔ ثویبہ ابو لہب کی لونڈی تھی اس نے اسے آزاد کر دیا تھا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا جب ابو لہب کو اس کی آزادی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو رہی ہے حالانکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شدید عداوت رکھتا تھا جس کی وجہ سے وہ شدید عذاب میں مبتلا تھا۔

فما ظنک بمن حملته فی
 بطنها تسعة شہر وارضعته
 ایام اور یتہ سنین وہی امہ
 تو تمہارا اس خاتون کے بارے میں کیا
 خیال ہے جس کے بطن میں نو ماہ آپ
 ﷺ تشریف فرما رہے اور انہوں
 آپ ﷺ کو کئی دن دودھ بھی پلایا
 اور کئی سال تربیت کی اور وہ آپ
 ﷺ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

فصل
پانچویں دلیل

پانچویں دلیل

ابن جوزی نے سند کے ساتھ بیان کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبرائیل امین میرے پاس آئے اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرماتا ہے میں نے تیری اس صلب پر آگ حرام کر دی ہے جس پشت اور رحم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما رہے اور جس نے کفالت کی صلب سے مراد عبد اللہ مہملن سے مراد سیدہ آمنہؓ، گود سے مراد چچا ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد ہیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں اس کی سند وہی کچھ ہے جو تو دیکھ رہا ہے ابوالحسن علوی غالی رافضی ہے۔

میں نے کہا فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایمان لائیں، صحابیہ ہیں بلکہ ہجرت کرنے والی ہیں۔
(الموضوعات، ۱=۲۸۳)

فصل

ان لوگوں پر تعجب ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو یقینی طور پر دوزخی کہتے ہیں اور یہ دلیل دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ”میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے“ اس طرح فرمایا ”میرا والد اور تیرا والد آگ میں ہے اور اس طرح کی دیگر روایات اور ان کے مقابل روایات کو کلیتہً مسترد کر دیتے ہیں۔

اس مسئلہ کی ایک بہت خوب نظیر ہے جس میں لوگوں کا اختلاف ہے اور وہ مشرکین کے بچوں کا معاملہ ہے متعدد احادیث میں اس بات پر جزم ہے کہ وہ آگ میں ہیں بہت کم احادیث میں ہے کہ وہ جنت میں ہیں جمہور علماء نے جنتی ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔ ان میں سے امام نووی فرماتے ہیں مذہب صحیح اور مختار جس پر تحقیق ہے وہ یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

وما کننا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً اور ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے یہاں (الاسراء) تک کہ ہم رسول بھیج لیں

جب دعوت کے نہ پہنچنے کی وجہ سے بالغ شخص پر عذاب نہیں تو غیر بالغ پر بطریق اولیٰ عذاب نہ ہو گا۔ امام نووی کے علاوہ محدثین نے فرمایا بچوں کے بارے میں جو احادیث دوزخ ہیں وہ منسوخ ہیں جنتی احادیث سے یعنی یہ اس کی تلخ ہیں اس صبح کو وہ روایت واضح کر دیتی ہے جسے امام ابن عبدالبر نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا وہ اپنے آباء میں سے ہیں۔ پھر دوسری دفعہ پوچھا تو فرمایا ان کے حوالے سے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اسلام کے تفصیلی احکام نازل ہونے کے بعد پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ولاتزر وازرة وزر اخرى اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا (الاسراء، ۱۵۴) بوجھ نہ اٹھائے گی۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ فطرت پر یا فرمایا وہ جنت میں ہے تو یہ روایت واضح کر رہی ہے کہ دوزخ والی روایات منسوخ ہیں اس طرح وہ روایات

(جو بتاتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین دوزخ میں ہیں) منسوخ ہیں ان کا نسخ یا تو زندہ ہو کر ایمان لانا ہے اور اس وحی کا نزول کہ اہل فترت پر عذاب نہیں ہوتا، بچوں کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ہم ان پر کوئی حکم نافذ نہیں کر سکتے۔

امام شافعی اور آئمہ سے یہی منقول ہے کیونکہ بخاری و مسلم کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں عرض کیا تو فرمایا

اللہ اعلم بما کانوا عاملین ان کے اعمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ایمان لاتا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ اور جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ زندہ رہنے کی صورت میں کفر اختیار کرتا اسے دوزخ میں داخل فرمائے گا۔

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں کہا جائے بلکہ ان کا بہت زیادہ احترام کیا جائے کہ اگر وہ بعثت نبوی تک دنیا میں رہے تو ایمان لانے میں بہت کرتے اور وہ اس طرح اہل جنت ہوتے۔

بچوں کے بارے میں ایک قول

مشرکین کے بچوں کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آخرت میں ان کا امتحان ہو گا جو اطاعت کرے گا وہ جنت میں اور جو نافرمانی کرے گا وہ دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا امام بیہقی نے اس کو صحیح کہا اہل فترت کے حوالے سے بھی بیہقی اسی طرح کی احادیث وارد ہیں۔

۱۔ امام بزار اور ابویعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا روز قیامت چار آدمیوں کو لایا جائے گا۔ بچہ 'پاگل' زمانہ فترت میں فوت ہونے والا 'عُقلنی' تمام اپنی دلیل پیش کریں گے اللہ تعالیٰ ان کو فرمائے گا 'آگ سے اپنے آپ کو بچالو۔

اور فرمائے گا میں نے اپنے دیگر بندوں کی طرف رسول بھیجے مگر تمہاری طرف میں

خود رسول تھا اس میں داخل ہو جاؤ، جس پر شقاوت لکھی ہو گی وہ کہے گا اے رب کیا ہمیں تو اس میں داخل کر رہا ہے حالانکہ ہم علم ہی نہیں رکھتے تھے؟ اور جس پر سعادت لکھی ہو گی وہ اس میں جلدی سے کود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا تم نے میری نافرمانی کی تم نے میرے رسولوں کی اس سے کہیں بڑھ کر نافرمانی کرتے تو ایک طبقہ جنت میں جبکہ دوسرا دوزخ میں جائے گا۔

۲۔ امام احمد اور ابن راہویہ نے مسانید میں اور بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت اسود بن سرلیج سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چار آدمیوں کو روز قیامت جنت پیش کریں گے، ایک وہ شخص جو بہرہ تھا دوسرا وہ جو احمق تھا تیسرا نہایت بوڑھا اور چوتھا زمانہ فترت پر فوت ہونے والا۔۔۔ تو جو فترت میں فوت ہونے والا ہو گا وہ عرض کرے گا میرے پاس تیرا رسول نہیں آیا تو اس سے اطاعت کا عہد لے کر اسی کی طرف رسول بھیجے گا جو اسے آگ میں داخل ہونے کا حکم دے گا تو ان میں سے جو آگ میں داخل ہو جائے گا اس میں وہ گل و گلزار بن جائے گی اور جو داخل نہ ہو گا اسے اس میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسند احمد، ۳-۶۰۲)

۳۔ امام بزار نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، زمانہ فترت میں فوت ہونے والے احمق اور بچے کو لایا جائے گا، فترت میں فوت ہونے والا کہے گا میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول، احمق کہے گا، مجھے تو نے عقل نہیں دیا کہ میں خیر یا شر کی پہچان کر سکوں، بچے کہے گا میں نے عمل کا دور ہی نہیں پایا، ان کے سامنے آگ لائی جائے گی ان سے کہا جائے گا اس میں چلے جاؤ وہ اس میں چلا جائے گا، جس کے بارے اللہ کے علم میں سعادت تھی اگر وہ عمل کا دور پاتا۔ اور وہ رک جائے گا جس کے بارے میں اللہ کے علم میں شقاوت تھی اگر وہ عمل کا دور پاتا۔

۴۔ امام بزار نے ہی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا روز قیامت اہل

جاہلیت اپنی پشتوں پر بتوں کو اٹھا کر لائیں گے ان کا رب ان سے پوچھے گا تو وہ کہیں گے ہم تک تیرا رسول اور تیرے احکام نہیں پہنچے اگر کوئی تیرا رسول آجاتا تو ہم اطاعت کرتے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر میں یہاں تمہیں کوئی حکم دوں تو اطاعت کرو گے۔ انٹ

۵۔ طبرانی اور ابو نعیم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح روایت کیا اس سلسلہ میں اور بھی احادیث موجود ہیں ایسے مسائل میں یہ عمدہ ہیں۔ فقہاء نے انہی پر اصول وضع کرتے ہوئے کہا اہل فترت میں سے کسی پر دوزخی ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا بلکہ وہ مشیت الہی کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں صراحت ہے کہ اہل جاہلیت کے بت پرستوں کا معاملہ یہ ہو گا تو جن سے بت پرستی ثابت نہیں تو ان کا معاملہ تو بطریق اولیٰ ایسا ہونا چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین سے اہل جاہلیت کی طرح بت پرستی ہرگز ثابت نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی بھی اہل سے ثابت نہیں بلکہ ثابت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد سے بت پرستی کی نفی ہے جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے۔

ابن وحیہ کا رو

ان احادیث سے ابن وحیہ کا قول بھی رد ہو جاتا ہے کہ موت کے بعد ایمان نفع نہیں دیتا جب اہل فترت کو آخرت میں ایمان نفع دے رہا ہے حالانکہ وہ دار تکلیف نہیں اور انہوں نے دوزخ کا مشاہدہ بھی کر لیا تو زندہ ہو کر دنیا میں آنا اور ایمان لانا بطریق اولیٰ نافع ہو گا اگر دنیا میں زندہ ہونا تسلیم نہ کیا جائے تو ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے گا کہ روز قیامت امتحان کے وقت انہیں اطاعت نصیب ہوگی تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے خوشی نصیب ہو۔

فصل

ایک اہم نکتہ

مجھ پر ایک بہت ہی اہم نکتہ آشکار ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔
 ولاتنروا زرة و زرا خری و ما . اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا
 کنا معذبین حتی نبعث بوجھ نہ اٹھائے گی اور ہم عذاب کرنے
 رسولا (الاصراء، ۱۵) والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج
 دیں۔

یہاں دو جملوں کو اکٹھا کیا گیا ہے، پہلے کا تعلق مشرکین کے بچوں کے ساتھ ہے
 جب یہ نازل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح کر دیا کہ وہ جنتی ہیں حالانکہ
 پہلے فرمایا تھا وہ دوزخی ہیں جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ میں آچکا ہے۔ دوسرے
 جملہ کا تعلق اہل فترت سے ہے اہل فترت اور بچے عدم عذاب میں دو امور میں شریک
 ہیں۔

۱۔ انہیں دعوت نہیں پہنچی، بچوں کو ایسا عقل نہیں ملا جو ادراک کرتا اور اہل فترت
 تک کوئی چیز پہنچی ہی نہیں۔

۲۔ وہ معصمت نہیں اور وہ بچوں کا بالغ ہونا ہے اور اہل فترت کے بارے میں شریعت
 نے کہا دعوت پہنچے بغیر ان پر کوئی حکم نہیں ہوگا۔

اس لئے دونوں جملوں کو ملایا گیا اور قرآن کریم کے اسرار و رموز کے عجائبات میں
 سے ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے جملے کے پیش نظر فرمایا
 اہل فترت کا آخرت میں امتحان ہو گا انہیں فی الفور عذاب نہیں ہو گا حالانکہ پہلے آپ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتداءً ایسی خبر دے چکے تھے جس کا تقاضا ان کا دوزخی ہونا تھا۔
 تو دونوں (بچے اور اہل فترت) کے بارے میں پہلے اطلاع ایک ہی تھی۔ دونوں کے
 بارے میں دو جملے نازل ہوئے تو اس کے بعد بھی دونوں کے بارے میں ایک ہی رائے
 سامنے آئی وہ یہ کہ انہیں عذاب نہیں ہوگا۔

امام نووی اور محققین نے بچوں کے بارے میں اسے صحیح قرار دیا، دوسرے لوگوں

نے کہا نہیں بچوں کا بھی امتحان ہو گا۔ اہل سنت کا اہل فترت کے بارے میں یقینی موقف یہی سامنے آیا ہے کہ ان کا امتحان ہو گا تو اب یہ ماننا لازمی ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو عذاب نہیں ہو سکتا ہے بچوں کے بارے میں اختلاف ہوا ان میں بھی صحیح یہ ہے کہ وہ جنتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کو اس پر محمول کیا کہ اہل فترت پر عذاب نہیں بلکہ ان کا امتحان ہو گا اس پر وہ روایت شاہد ہے جسے امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے اپنی تفاسیر میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، روز قیامت اللہ تعالیٰ اہل فترت، احمق، بہرے، گونگے اور بہت بوڑھے جنہوں نے اسلام نہیں پایا انہیں جمع فرمائے گا، پھر ان کی طرف رسول بھیجے گا تو جسے توفیق نصیب ہو گی وہ اطاعت کرے پھر راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بطور استدلال تم یہ آیت کریمہ تلاوت کر سکتے ہو۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً (الاسراء ۱۵) تک رسول نہ بھیج دیں۔

اس روایت کی سند بخاری و مسلم کے شرائط پر ہے اور ایسی بات صحابی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے لہذا یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ (جامع البیان ۹=۷)

فصل

قبل از دعوت لوگوں کے
بارے میں اہلسنت کا موقف

قبل از دعوت لوگوں کے بارے میں اہل سنت کا موقف

اہل اصول نے قطعی طور پر بیان کیا، منعم کا شکر عقلی طور پر لازم نہیں ہوتا ہے معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے شیخ الکیا ہر اسی وغیرہ نے کہا شکر منعم سے مراد اوامر کا بجا لانا اور نواہی مثلاً کفر وغیرہ سے اجتناب ہے۔

ابن سبکی سے شرح مختصر ابن حاجب میں لکھا ہمارے بعض اصحاب مثلاً ابن شرح مبرنی، قفل کبیر، ابن ابی بریرہ اور قاضی ابو حامد نے معتزلہ کی موافقت کی ہے لیکن قاضی ابو کریا قلانی نے التقریب میں، استاذ ابو اسحاق نے اصول میں، شیخ ابو حامد جوینی نے شرح رسالہ میں، معتزلہ کے ساتھ موافقت کرنے والوں کے بارے میں یہ عذر بیان کیا ہے کہ ان کا علم کلام میں مطالعہ پختہ نہیں، انہوں نے معتزلہ کی کتب کا مطالعہ کیا انہیں ان کا یہ جملہ ”منعم کا شکر عقلاً لازم ہے“ بھلا لگا تو غفلت میں ان کی موافقت کر دی، کیونکہ ہم جانتے ہیں وہ ہرگز معتزلہ کا ساتھ دینے والے نہیں اور نہ ہی ان کے مقاصد پر وہ معاون ہیں۔ ابن سبکی نے کہا یہ کلام قفل کبیر کو چھوڑ کر حق، کیونکہ وہ علم کلام کے امام ہیں، ہاں یہ ہوا کہ پہلے وہ معتزلی تھے انہوں نے یہ بات کہی لیکن بعد میں انہوں نے اعتزال سے رجوع کر لیا تو اس سے بھی ان کا رجوع ثابت ہو جائے گا۔

ابن سبکی نے یہ بھی کہا شکر منعم کے قاعدہ پر دعوت نہ پہنچنے والوں کا مسلک بھی متفرع ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک وہ ثلاثی فوت ہو گئے ان کے ساتھ دعوت اسلام سے پہلے جملہ جائز نہیں، ورنہ کفارہ اور دیت لازم ہو گی لیکن صحیح قول کے مطابق ان کے قاتل پر قصاص نہ ہو گا کیونکہ مقتول مسلمان نہیں۔

یہ عبارت اہل فترت کے ثلاثی ہونے، روزخ میں داخل نہ ہونے اور جنت میں داخل ہونے پر شاہد ہے بلوجودیکہ اس پر مسلمان کا اطلاق نہ ہو گا۔

فصل

امام زرکشی نے شرح جمع الجوامع میں ”شکر منعم عقلاً واجب نہیں“ پر قرآن سے
عین دلائل ذکر کئے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وفاکنا معذبین حتی نبعث
رسولا (الاسراء: ۱۵)

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب
تک رسول نہ بھیج لیں۔

۲۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔

ذالک ان لم یکن ربک مهلک
القری بظلم واهلها غفلون
(الانعام: ۱۳۱)

یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم
سے تباہ نہیں کرتا کہ وہ کافر تھے۔

یعنی ان کے پاس رسول اور شریعتیں نہ تھیں۔

۳۔ تیرا فرمان باری تعالیٰ ہے۔

ولولا ان تصیبهم مصیبة بما
قلمت ایدیهم فیقولوا ربنا
لولا لرسلت الینا رسولا
فنتبع آیتک ونکون من
المؤمنین
(القصص: ۴۷)

اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں کوئی
مصیبت، اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں
نے آگے بھیجا، تو کہتے اے ہمارے رب
تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی
رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے
اور ایمان لاتے۔

میں کہتا ہوں امام ابن ابی حاتم نے تفسیر میں اس آخری آیت کے تحت حضرت ابوسعید
رضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
زمانہ فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا اے میرے رب! میرے پاس نہ کتاب
آئی اور نہ رسول، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا
ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری
آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

ربنا لولا ارسلت الینا رسولا
فنتبع ایتک ونکون من
المؤمنین (القصص، ۲۷)

اس سلسلے میں یہ آیات بھی شاہد ہیں۔

اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا،
جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول
نہ بھیجے، جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور
ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے مگر جب
کہ ان کے ساکن ستم گار ہوں۔

وما کان ربک مہلک القرى
حتى یبعث فی امہا رسولا
یتلوا علیہم آیتنا وما کنا
مہلکی القرى الا واهلہا
ظلمون (القصص، ۵۹)

باری تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے۔

اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک
کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو
ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری
طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم
تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل
و رسوا ہوتے۔

ولو انا اہلکنہم بعذاب من قبلہ
لقالوا ربنا ارسلت الینا رسولا
فنتبع ایتک من قبل ان نذل
ونخزی (طہ، ۲۳۲)

امام ابن ابی حاتم اس آیت مبارکہ کے تحت حضرت عطیہ عوفی سے نقل کیا زمانہ
فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا۔ اے میرے رب! میرے پاس نہ کتاب آئی
اور نہ رسول پھر انہوں نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

یصطر خون فیہا رینا
 اخرجنا نعمل صالحا
 غیر الذی کنا نعمل اولم
 نعمرکم مای تذکر فیہ من
 تذکر وجاءکم النذیر
 (الفاطر، ۳۷)

اور وہ اس میں چلاتے ہونگے۔ اے
 ہمارے رب ہمیں نکل کہ ہم اچھا کام
 کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے
 اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی
 جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر
 سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے اس آیت کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل
 کیا ان کے خلاف عمر اور رسولان کرام کی وجہ سے حجت پیش کی جائے گی۔
 باری تعالیٰ کا فرمان ہے۔

رسلا مبشرین ومنذرین لئلا
 یکون للناس علی اللہ حجة
 بعد الرسل وکان اللہ عزیزا
 حکیما
 (النساء، ۱۶۵)

رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے کہ
 رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو
 کوئی عذر نہ رہے۔ اور اللہ غالب حکمت
 والا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے سدی سے اس آیت کے تحت نقل کیا کہ وہ لوگ
 کہیں گے تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا۔
 (جامع البیان، ۳۰۰=۳)

اہم سوال و جواب

اگر اعتراض ہو کہ اہل فترت کو ان لوگوں کے حکم میں شامل کیسے کیا جائے جنہیں
 دعوت نہیں پہنچی اور بعثت سے پہلے تھے کیونکہ اس دور میں سیدنا موسیٰ اور سیدنا عیسیٰ
 علیہما السلام کی شریعت موجود تھی؟

میں جواباً گزارش کرتا ہوں بہت سے دلائل شہد ہیں کہ عرب اس شریعت کے
 مخاطب نہ تھے اور نہ ہی اس کے احکام کی بجا آوری کے یہ منقطع تھے یہی وجہ ہے کہ
 اہل فترت کے بارے میں صراحة اعلیٰث وارد ہیں، اگر وہاں مراد بعثت سے پہلے کے

لوگ ہیں تو پھر تو کسی رسول کا دنیا میں آنا ہی نہیں ہو گا کیونکہ ایسے لوگوں کا وجود محل ہے اس لئے جو دور فترت ہے اس سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام تک نبی ہیں وہ خود اول الانبیاء ہیں اور ان سے پہلے بشر تھا ہی نہیں، قرآن کریم بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے۔

وہذا کتاب انزلناہ مبرک
فاتبعوہ واتقوا العلوکم
ترحمون ان تقولوا انما انزل
الکتب علی طائفین من
قبلنا وان کنا عن دراستہم
لغفلین

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری تو
اس کی پیروی کرو۔ اور پرہیزگاری کرو
تاکہ تم پر رحم ہو۔ کبھی کہو کہ کتاب تو
ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی۔
اور ہمیں پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ
تھی۔

(الانعام، ۱۵۵، ۱۵۶)

امام ابن ابی حاتم، ابن منذر اور ابوالشیخ نے مجاہد سے مذکورہ آیت کے تحت نقل کیا
یہود و نصاریٰ نے کہا وہ ڈرتے ہیں کہ قریش انہیں یہ کہیں۔

اس سے وہ اعتراض ختم ہو جاتا ہے کہ شرح مسلم میں اسی حدیث کے تحت ہے

ان ابی و اباک فی النار
میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہے۔

کہ اہل جاہلیت پر دعوت نہ پہنچنے والوں کا حکم جاری نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان سے
پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی دعوت موجود ہے۔ یہ جاری کیوں نہیں
کیا جاسکتا جبکہ سابقہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت میں ہے۔

اذا کان یوم القیامۃ جاء اهل
الجاہلیۃ یحملون او ثانیہم علی
ظہورہم (المستدرک، ص ۴۰۳)

روز قیامت اہل جاہلیت اپنے بتوں کو
پشتوں پر اٹھائے آئیں گے۔

اور پھر بقیہ حصہ بیان ہوا جس میں امتحان کا تذکرہ ہے۔

تو یہ روایات زیر بحث مسئلہ میں نص کا درجہ رکھتی ہیں اور بقیہ حدیث کے اہل

فترت پر شاہد ہے اور وہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کا عرصہ ہے وہ لوگ جنہیں دعوت نہیں پہنچی وہ اہل فترت نہیں تو کون ہونگے؟

امام رافعی اور تین احوال

امام رافعی نے "الروضہ" میں لکھا جس کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت نہیں پہنچی اسے دعوت اسلام اور پیغام کے بغیر قتل کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے ایسے شخص کو قتل کر دیا تو اس پر یقیناً عذاب لازم ہوگی۔ کیسے ضمانت نہ ہوگی اس کی جسے دعوت نہیں پہنچی اور وہ ایمان نہ لایا، رہا معاملہ کفارہ کا تو وہ تو بلا امتیاز لازم ہوتا ہے پھر ایسے لوگوں کے تین احوال ہیں۔

۱۔ جسے کسی نبی کی اصلاً دعوت نہیں پہنچی، صحیح قول کے مطابق اس کا قصاص نہ ہوگا ہاں قتل لازم کرتے ہیں، کیا مجوسی ذمی یا مسلم کی دیت لازم ہوگی، دو قول ہیں اصح پہلا قول ہے۔

۲۔ کسی دین کو ماننا ہے نہ اس نے تبدیلی کی اور اسے اس کے کچھ مخالف پہنچا اور اصح قول پر قصاص نہیں، بعض نے کہا مسلمان والی دیت یا اس دین والے کی دیت کے مطابق لازم ہوگی ان دونوں میں دوسرا اصح ہے۔

۳۔ جو ایسے دین کے قائل تھے جو تبدیل ہو گیا لیکن اس کے مخالف کچھ نہ پہنچا تو اب قطعاً قصاص نہیں اور اصح قول کے مطابق دیت مجوسی لازم ہوگی۔

کیا ایسے لوگ موجود ہیں؟

یہ ممکن نہیں کہ ایسے لوگ اطراف زمین پر موجود ہوں جنہیں یہ بات اصلاً نہ پہنچی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر کوئی نبی مبعوث ہی نہیں فرمایا، حالانکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور ان کے واقعات نہایت ہی معروف ہیں اگر صرف حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت ہی ہوتی تو وہ ساڑھے نو سو سال اس زمین پر اقامت پذیر رہے اور طوفان آیا اس نے تمام اہل زمین کو غرق کر دیا اگر

ہم مطلقاً کسی نبی کا وجود تسلیم کریں تو ایسے لوگوں کا وجود محل ہو جائے گا اور وہ تمام احادیث و آثار جو صحیح و کثرت کے ساتھ منقول ہیں ان کا باطل ہونا لازم آئے گا اور ان کے بارے میں یہی حکم ہو گا کہ وہ امتحان کے بغیر تمام کے تمام دوزخ میں جائیں گے۔ حالانکہ اہل فترت کے بارے میں احادیث صحیحہ ثابت و منقول ہیں۔

مزید وضاحت

اگر آپ کہیں کہ مسئلہ خوب واضح نہیں ہوا، مزید وضاحت فرمادیں، میں کہتا ہوں چند امور ہیں، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے بعد مدت و زمانہ بڑا طویل ہے، عربوں میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا ان دونوں کے دین میں تبدیلی آچکی تھی، زمانہ طویل ہوتا گیا اور ان کی شریعت صحیح نقل کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ لوگ اسی متبدل اور متغیر شریعت میں رہے حتیٰ کہ لوگ پیدا ہوتے تو اسے ہی پاتے انہوں نے دین ابراہیمی کو حقیقتاً نہیں پایا اور نہ ہی ایسے آدمی کو جو انہیں صحیح خبر دیتا۔ تو ایسے لوگوں پر یہ بات صدق آتی ہے کہ انہیں دعوت نہیں پہنچی، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کو عجیب محسوس کیا اور کہا یہ نیا دین لے آئے ہیں جو پہلے معروف نہیں انہوں نے یہ کہا

ان ہذا لشیء عجاب وانطلق
الملائمہم ان امشوا و اصبروا
علی آلتکم ان ہذا لشیء یراد
ما سمعنا بہنا فی الملة الاخرۃ
ان ہذا الاختلاق
بے شک یہ عجیب بات ہے اور ان کے سردار چلے کہ اس کے پاس سے چل دو اور اپنے خداؤں پر صابر رہو۔ بے شک اس میں اس کا کوئی مطلب ہے۔ یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سنی تو یہ نئی نئی گڑبگڑ ہے۔ (ص ۵۷۷)

دوسرے مقام پر ہے کہ انہوں نے کہا۔
 انا وجدنا آباءنا علیٰ امة وانا
 عی آثارہم مقتلون
 کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر
 پایا اور ہم ان کی لکیر کے پیچھے ہیں۔

(الزحرف: ۲۲)

اگر ان کے پاس انبیاء علیہم السلام کی صحیح حالت میں دعوت ہر تہی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو پہچان لیتے کہ یہ انہیں کے مطابق ہے، یہی وجہ ہے اہل کتاب کی شہادت کی بنا پر بہت سے عربوں نے اسلام قبول کر لیا ان کا کفر، صلح اور اس کی الوہیت کا انکار نہ تھا۔ نہ ہی وہ بتوں کے بارے میں خالق و مدبر ہونے کا دعویٰ کرتے تھے جیسا کہ نمرود اور اس کی قوم نے کیا بلکہ وہ الوہیت کا اقرار کرتے تھے اللہ ہی کو خالق و مدبر مانتے تھے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

ولئن سألتہم من خلقہم
 لیتقولن اللہ (الزحرف: ۸۷)
 اور اگر تم ان سے پوچھو کہ انہیں کس
 نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔
 ہاں یہ عقیدہ رکھتے کہ بت اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی شفاعت کریں گے جیسا کہ
 ارشاد فرمایا۔

ما تعبدہم الا لیقر بونا الی
 اللہ زلفی (الزمر: ۲)
 کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے
 لئے پوجتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے پاس
 نزدیک کر دیں۔

وہ تلبیہ یوں کہتے تھے۔

لبیک لا شریک لک
 الا شریکا ہولک نمکک وما
 ملک
 میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر
 ایک شریک جو تیرا ہی ہے۔ اس کا بھی
 مالک ہے اور اس کا بھی جس ' وہ مالک
 ہے۔

ان تعالیٰ نے انہیں کہ بارے میں فرمایا۔

وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم
مشرکون (یوسف، ص ۱۰۶)

اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین
نہیں لانے مگر شرک کرتے ہوئے۔

تو اس سے واضح ہو گیا ان کا کفر باری تعالیٰ کے ساتھ شرک بنانا تھا نہ کہ وہ
باری تعالیٰ کا انکار تھا۔ اور یہ سارا کچھ ان کی ان تعلیمات سے جہالت کی وجہ سے تھا جو
انبیاء لے کر تشریف لائے تھے اور وہ ان تک صحیح طور پر نہ پہنچ سکا تھا، اللہ تعالیٰ کا یہ
ارشاد گرامی واضح کر رہا ہے۔

یا اهل الكتاب قد جاءکم
رسولنا یبین لکم عنی فترۃ
من الرسل ان تقولوا ما جاءنا
من بشیر ولا نذیر فقد جاء
کم بشیر و نذیر
(المائدہ، ص ۱۹)

اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس
ہمارے رسول تشریف لائے کہ تم پر
ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس
کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ
کبھی کہو ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر
سنانے والا نہ آیا، تو یہ خوشی اور ڈر
سنانے والے تمہارے پاس تشریف
لائے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو معذور سمجھتے ہوئے فترت کے بعد رسول بھیجا تاکہ
ان پر تعلیمات کو واضح کرے جو ان کے پادریوں نے بدل دی اور چھپا دی تھیں تاکہ
اہل کتاب یہ نہ کہہ سکیں۔

ما جاءنا من بشیر ولا نذیر
(المائدہ، ص ۱۹)

کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے
والا نہ آیا۔

حالانکہ اہل کتاب شریعت موسیٰ علیہ السلام کے بالجملہ عالم تھے۔ ہاں انہوں نے
اپنے بڑوں کی تقلید کرتے ہوئے اس میں تبدیلیوں کو قبول کر لیا تھا اور اب وہ حق اور

باطل میں امتیاز کرنے کے اہل نہیں رہے تھے۔

فماظنک بالعرب الامیین اب تمہارا ان عربوں کے بارے میں کیا
لیسوا اهل الكتاب ولا یذرون خیال ہو گا جو امی تھے، نہ وہ اہل کتاب
الکتاب تھے بلکہ جانتے نہ تھے کتاب کیا ہوتی

ہے۔

امام نووی کے کلام کا صحیح مفہوم

شرح مسلم میں امام نووی نے اس حدیث "ان ابی و اباک فی النار" کے تحت جو گفتگو کی ہے کہ جو لوگ زمانہ فترت میں فوت ہوئے اور وہ عربوں کی طرف سے تھے وہ دوزخی ہیں اور انہیں یہ عذاب قبل از دعوت نہیں کیونکہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی دعوت پہنچ چکی تھی، میرے نزدیک اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کے بارے میں استدلال نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو سائل کے والد کے بارے میں استدلال کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کے بارے میں کوئی حکم لگانے سے انہوں نے خاموشی اختیار کی۔

(شرح مسلم ۱/۴۴۴)

فصل

مذکورہ حدیث میں دو علامتیں

مذکورہ حدیث میں دو علتیں

مذکورہ حدیث "ان ابی و اباک فی النار" میں مجھ پر دو المنس آشکار ہیں۔

۱۔ سند کے لحاظ سے۔ اسے مسلم اور ابوداؤد نے بطریق ... زین سلمہ انہوں نے ثابت سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا میرا والد کہاں ہے فرمایا آگ میں؛ بسبب وہ دابہر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے طلب کیا اور فرمایا "ان ابی و اباک فی النار" یہ روایت مسلم کے تفردات میں ہے۔ بخاری میں نہیں۔ اور مسلم کے تفردات میں کلام ہے اور یہ روایت بھی انہی میں سے ہے۔

۲۔ حضرت ثابت اگرچہ امام وثقہ ہیں لیکن ابن عدنی نے کابل میں علماء میں ذکر کر کے کہا ان سے متعدد احادیث میں نکارت واقع ہوئی ہے اور یہ ان سے روایت کرنے والوں کا قصور ہے۔ کیونکہ ان سے ضعیف راویوں نے بھی روایت کیا ہے۔ ذہبی نے یہی بات میزان میں ذکر کی ہے۔

۳۔ حماد بن سلمہ اگرچہ امام عابد عالم ہیں لیکن پوری جماعت نے ان کی روایت میں کلام کیا ہے۔ بخاری نے ان سے حاشوشی اختیار کرتے ہوئے اپنی صحیح میں ان سے کوئی روایت نہیں لی، حاکم نے المدخل میں کہا مسلم نے اصولاً ہر حملہ بن مسلمہ سے سوائے حدیث ثابت کے کوئی روایت نہیں ذکر کی، ہاں مسلم نے شواہد میں ایک جماعت کے حوالے ان سے حدیث لی ہے۔ ذہبی کا قول ہے: "حماد ثقہ" ان سے کثیر مگر امارت ہیں یہ محفوظ نہ رکھ سکتے تھے، یہ بھی لوگوں نے کہا ان کی کتب میں کمی و بیشی ہوئی تھی یہ بھی منقول ہے کہ ابن ابی عرجاء ان کے ربیب تھے انہوں نے ان کی کتب میں گریز کر دیا۔

ایک روایت کی مثل

ان کی مناکیر میں یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ثابت نے حضرت انس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ
دکا وخر موسیٰ صعقا فلما
افاق قال سبحنک تبت الیک
وانا اول المؤمنین

پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور
چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا
بے ہوش، پھر جب ہوش ہوا بولا پاکیزگی
تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں

(الاعراف: ۱۴۳) سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خضر انگلی کی طرف اپنے

انگوٹھے پر ماری تو پہاڑ ہل گیا۔

اس حدیث کو امام احمد، ترمذی اور حاکم نے نقل کیا اور کہا یہ شرائط مسلم کے
مطابق ہے، ابن جوزی نے اسے الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور کہا یہ ثابت نہیں ان
کے ربیب نے ان کی کتب میں ردوبدل کر دیا تھا اور حملو کی روایات میں مناکیر کثرت
کے ساتھ ہیں۔ (الموضوعات: ۱=۱۲۲)

میں نے مذکورہ روایت صرف اس لئے ذکر کی ہے کہ اس کی بھی وہی سند ہے جو

زیر بحث حدیث کی ہے۔

دوسری مثل

ان کی مناکیر میں سے یہ بھی ہے جسے انہوں نے حضرت ثلوثہ سے، انہوں نے
حضرت عکرمہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دیکھا اس کے
مٹھکریالے ہل تھے اور اس پر سبز چادر تھی اسے بھی الموضوعات میں ذکر کیا گیا ہے۔
اس سے واضح ہو جاتا ہے زیر بحث حدیث کا منکر ہونا لازمی ہے اسی طرح **مٹھکری** کی
متعدد احادیث کو منکر قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ دوسری علت متن کے لحاظ سے

دوسری علت متن کے اعتبار سے ہے اور وہ ایک ضابطہ پر مبنی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے جب کوئی اعرابی سوال پوچھتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انظار جواب سے اس کے لئے فتنہ اور اس کے دل کا اضطراب محسوس فرماتے تو ایسا جواب عنایت فرماتے جس میں توریہ اور ابھام ہوتا، مثلاً حدیث بخاری میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک آدمی ہنے قیامت کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ابتدائی عمر کو ملاحظہ کرتے ہوئے فرمایا یہ اپنی عمر سے استفادہ کرے گا اور یہ نہیں فوت ہو گا حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے۔

اہل علم کی توجیہ

محدثین فرماتے ہیں اعراب اکثر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محسوس فرماتے اگر کہوں میں نہیں جانتا تو اس سے ان کا فتنہ و شک میں پڑنے کا خوف تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توریہ پر مشتمل جواب عنایت فرماتے۔ مذکورہ فرہان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد یہ ہے کہ یہ نوجوان لمبی عمر پائے گا اور نہیں فوت ہو گا حتیٰ کہ حاضرین تمام فوت ہو جائیں گے اور ہر ایک موت اس کے لئے قیامت ہی ہوتی ہے۔

تمام سمجھیں، گیا تو میں کہتا ہوں اس حدیث ”ان ابی و اباک فی النار“ کی روایت لفظاً نہیں بلکہ راوی نے اسے معنا روایت کیا تو اسے وہم ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توریہ پر مشتمل کلام فرمایا سامع نے جو سمجھا اسے نقل کر دیا۔

حدیث کا دوسرا طریق

حدیث کا دوسرا طریقہ ہماری بات پر شاہد ہے کہ اسے حضرت معمر نے ثابت سے روایت کیا اس میں یہ الفاظ ”ان ابی و اباک فی النار“ موجود ہی نہیں اور پھر مذکورہ حدیث کے الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کا تذکرہ تک نہیں ہے، اور معمر روایت کے اعتبار سے حماد سے پختہ ہیں کیونکہ معمر کے حفظ میں کوئی کلام نہیں اس کی کسی روایت کو منکر نہیں کہا گیا پھر ان سے بخاری و مسلم دونوں نے حدیث لی ہے۔ (جبکہ حماد سے صرف مسلم نے) تو معمر کے الفاظ اثبت اور زیادہ

محفوظ ہو گئے۔

حدیث سے تائید

پھر حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث بھی معمر بن ثابت عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ کے مطابق ہے، امام بزار نے مسند میں اسے انی نے معجم الکبیر میں رجال صحیح کی سند سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ایک اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا والد کہیں ہے فرمایا آگ میں، اس نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کہاں ہیں فرمایا۔

حيث مررت بقبر كافر تم جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے
فبشره بالنار (ابن جریر - ۱۱۴) گزرو تو دوزخ کی بشارت دو۔
یہ حدیث صحیح ہے۔

متعدد فوائد

۱۔ اس میں متعدد فوائد سامنے آتے ہیں۔

۱۔ سائل اعرابی تھا اور اس کے فتنہ واردہ میں واقع ہو جانے کا خدشہ تھا۔
۲۔ جواب میں تو یہ اور ابہام سے کلم لیا گیا اس میں اپنے والد گرامی کے جگ میں ہونے کی ہرگز تصریح نہیں بلکہ فرمایا جب تم کسی کافر کی قبر سے گزرو تو اسے دوزخ کی بشارت دو۔ یہ جملہ بظاہر مطابق سوال نہیں، ہاں تسیاق و سباق اور قرآن سے واضح ہو جاتی ہے اور تو یہ کا یہی حل ہوتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقیقت حال کو واضح کرنے اور اس کے والد کی مخالفت کو ناپسند فرمایا کہ کہیں یہ شخص اسلام سے پھرنے جائے کیونکہ نفس کا ایسی چیز کو ناپسند جاننا فطرتی ہے۔

اور عربوں کی عادت سخت دل ہونا اور صاحب جفا ہونا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ایسا جواب دیدیا جو اس کے دل کو مطمئن کر دے۔

حدیث کا یہ طریق دیگر طرق سے نہایت ہی ثقہ ہے اس لئے بعض حفاظ محدثین

نے فرمایا۔

اولم نکتب الحدیث من جب تک ہم نے حدیث کو ساتھ وجہ
ستین وجہا ما عقلناہ سے نقل نہ کیا اسے ہم سمجھ ہی نہ
پائے۔

یعنی راویوں کا اس کی سند اور الفاظ میں جو اختلاف ہوتا ہے وہ سامنے آئے تو بات
جتنی ہے۔

بخاری و مسلم کی متعدد احادیث

بخاری و مسلم میں بہت سی احادیث کا معاملہ یہی ہے ان میں بعض راویوں سے
الفاظ میں غلطی ہو گئی ہے جس کی نشاندہی ناقدین اور ماہرین حدیث نے فرمائی مثلاً
حدیث مسلم سے بسم اللہ کی (نماز میں) قرات کی نفی ہوتی ہے۔ امام شافعی نے اس میں
علت بیان کرتے ہوئے فرمایا دوسرے طریق سے سماع کی نفی ثابت ہوتی ہے نہ کہ
قرأت کی راوی نے قرات کی نفی سمجھ کر اسے معنأً روایت کر دیا۔ اسی طرح دیگر اشیاء
ہیں جن کا تذکرہ کتب احادیث میں ہے تو اس جہت سے حدیث میں علت واضح ہو گئی
لیکن یہ چیز اصلاً صحت حدیث کے منافی نہیں بلکہ محض الفاظ کی صحت کے منافی ہو گی۔

برزخ کی معیت

اس طرح یہ روایت "مع امکمما" اس کی سند ضعیف ہونے کے ساتھ
ساتھ اس سے والدہ ماجدہ کا دوزخ میں لازم نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے معیت سے مراد
برزخ کی معیت ہو کیونکہ یہ کلمات بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں
کے دلوں میں اطمینان کے لئے فرمائے تھے۔

اہم اعتراض و جواب

اگر یہ سوال ہو کہ جب یہ بات ثابت ہے کہ اہل فترت کے بارے میں امتحان کے
بغیر دوزخ کا حکم جائز نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائل کے باب
کے بارے میں دوزخ کا حکم کیسے جاری فرمایا؟

چار جوابات

بندہ پر اس کے چار جوابات آشکار ہونے ہیں۔

۱۔ یہ روایت اہل فترت کے بارے میں وارد روایات سے پہلے کی ہے جو ان کی وجہ سے منسوخ ہو چکی ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے مشرکین کے بچوں کے بارے میں دوزخی فرمایا پھر وہ حکم منسوخ ہو گیا۔

۲۔ ہم اہل فترت کے دوزخی نہ ہونے پر قطعی حکم نہیں لگا رہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جس نے اطاعت آری وہ جنت میں اور جس نے نافرمانی کی وہ دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔ تو ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے بارے میں خصوصاً سنا کر دیا گیا ہو کہ بوقت امتحان نافرمانی کرے گا اور دوزخ میں داخل ہو گا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وحی کی بنیاد پر اس کے دوزخی ہونے کا فرمایا۔

۳۔ یہ بھی امکان ہے کہ اس شخص نے یثرب اور شام کا سفر کیا ہو، اہل کتاب سے ملا ہو اور اسے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی دعوت پہنچ گئی ہو لیکن اس نے شرک پر ہی اصرار کیا لہذا اب وہ معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

۴۔ یہ بھی امکان ہے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کا دور پایا ہو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت بھی پہنچی لیکن اس نے شرک پر اصرار کیا تو اب اس کا عذر کیوں سنا جائے گا؟

اہم اعتراض

اگر تم یہ کہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین بھی تو یثرب میں گئے وہیں یہود سے ملاقات ہوئی تو یہ جو کچھ جواب میں تم نے کہا ہے وہ انہیں بھی لازم آئے گا۔

تین جوابات

اس کے تین جوابات ہیں۔

۱۔ پہلے اس کا ثبوت ضروری ہے کہ یہود نے انہیں دین کی دعوت دی ہو جب یہ منقول نہیں تو ہم ان پر ایسا حکم نہیں لگا سکتے خصوصاً جبکہ وہ مدینہ منورہ میں بست

تھوڑے دن ٹھہرے جس میں ایسی دعوت کی گنجائش نہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہیم کی طرف سفر کے دوران شہر مدینہ سے گزرے جب وہاں سے واپس مدینہ آئے تو وہ بیمار تھے ایک ماہ وہاں قیام رہا اور وہاں ہی وصل ہو گیا اس قدر تھوڑی مدت اور حالت بیماری میں کسی سے ملاقات و اجتماع اور دین کے بارے میں معلومات کی گنجائش نہیں رکھتا، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے اعزہ و اقارب سے ملنے مدینہ تشریف لائیں نہیں وہاں انہوں نے ایک ماہ قیام کیا ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے وہاں سے واپسی پر راستہ میں ان کا وصل ہو گیا۔

۲۔ اس میں کیا مانع ہے کہ انہیں دعوت ملی اور انہوں نے قبول کی اگرچہ دونوں چیزوں پر نقل نہیں، تم ان کی طرف انکار کی نسبت کیسے کر سکتے ہو حالانکہ جب ان کے بیٹے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں ولادت سے پہلے ہی اہل کتاب اور کابنوں نے مشہوری کر دی تھی، ان دونوں کی اس معاملہ میں تصدیق کی گئی اور انہیں بشارت بھی دی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کو ولادت سے پہلے، ولادت کے وقت اور ولادت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بتاتے ہوئے بشارت سے نوازا گیا اور انہوں نے اس کی تصدیق کی اور وصل کے وقت وہ اشعار کہے جو گزر چکے ہیں۔ کیا ان کی طرف شرک کی نسبت کی جا سکتی ہے؟ جبکہ ان کے مبارک بیٹے کے بارے میں انہیں آگاہ کر دیا گیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام لے کر بصورت رسول مبعوث ہو گئے، بتوں کو توڑیں گے اور ان دونوں (والدین) نے اس کی تصدیق کی، کیا اسلام اس تصدیق کے علاوہ کسی شے کا نام ہے؟

۳۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ابتداء ہی دین حنیفی اور دین ابراہیمی پر تھے اور انہوں نے کبھی بھی کسی بت کی پرستش نہیں کی، اس بات کو ہم عنقریب دلائل سے ثابت کریں گے۔

ضمیمہ

اہم بات یہ ہے کہ ان دونوں کا ابتدائی عمر میں وصل ہو گیا تھا وہ اس عمر کو نہیں

چنے کہ ان پر حجت قائم ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

اولم نعمر کم مایتذکر فیہ
من تذکر و جاء کم النذیر
فذوقوا فما للظلمین من
نصیر (الفاطر، ۳۷)

اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی۔
جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور نہ
والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔ تو اب
چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

”عمر“ نے کہا عمر سے مراد ساٹھ سال ہے بعض نے چالیس کہا ہے، حدیث میں ہے
اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرمائے گا۔ جس کی عمر کا آخر ساٹھ سال پر ہو، ایک روایت
میں ہے چالیس سال عمر والے پر اللہ تعالیٰ کی حجت کامل ہو جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کی عمر وصل کے وقت پچیس سال تھی جیسا کہ واقفی
نے کہا اور یہ قول نہایت ہی پختہ ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ
کی عمر بھی تقریباً اسی قدر تھی۔

فصل

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء و آجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام تک دین
خینی پر تھے اور وہ بت پرستی کرنے والے نہیں، امام ابن جریر نے تفسیر میں حضرت
مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے فرمان

واذقال ابراهيم رب اجعل هذا
البلد آمنا واجنبي وبنی ان
نعبد الاصنام
اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے
میرے رب اس شہر کو امن والا کر دے
اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے
پوجنے سے بچا۔ (ابراہیم: ۳۵)

کے تحت نقل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے حوالے سے دعا قبول کی اور ان
کی دعا کے بعد ان میں سے کسی نے بت پرستی نہیں کی۔ (جامع البیان '۸=۲۹۹)

امام ابن ابی حاتم نے تفسیر میں حضرت سفیان بن عیینہ کے بارے میں نقل کیا کہ
ان سے یہ پوچھا گیا کیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی نے بت پرستی کی؟
فرمایا ہرگز نہیں۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی نہیں پڑھا۔

واجنبي وبنی ان نعبد الاصنام اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے
پوجنے سے بچا۔ (ابراہیم: ۳۵)

ابن منذر نے تفسیر ابن جریر سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

رب اجعلنی مقیم الصلوة اور میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا
ومن ذریعتی ربنا و تقبل دعاء رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے
رب اور میری دعا سن لے۔ (ابراہیم: ۳۰)

کے تحت نقل کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے کچھ لوگ ہمیشہ
فطرت پر رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کو بھی اس پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

وتقلبک فی الساجدین اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

(الشعراء ۲۱۹)

ابن سعد نے طبقات میں 'بزار' طبرانی اور ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی "وتقلبک فی الساجدین" کے تحت نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بصورت نبی ظہور پذیر ہوئے اور ساجدین میں تغلب کا معنی ہوا کہ آپ انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے۔

(الطبقات ۲۵۱)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے انبیاء سے عام پر محمول کر لیا

جائے اور وہ نمازی ہیں جو ہمیشہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں رہے بشرطیکہ اس قول کو صحیح مان لیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں کثیر انبیاء نہیں بلکہ حضرت اسماعیل، حضرت ابراہیم، حضرت نوح، حضرت شیبث، حضرت آدم اور حضرت ادریس علیہم السلام ہی نبی تھے۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی شہد ہے، بخاری میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

بعثت من خیر قرون بنی آدم مجھے اولاد آدم کے ہر دور کے بہتر خاندان

قرنا فقرنا حتی بعثت من میں پیدا کیا گیا، حتیٰ کہ میں اس خاندان

القرن الذی کنت فیہ میں مبعوث ہوا جس میں اب ہوں۔

(بخاری باب صفہ النبی)

مسلم میں حضرت واہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ اصطفیٰ من ولد ابراہیم اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں سے

اسماعیل و اصطفیٰ من اسماعیل کو اور قریش میں سے بنو ہاشم کو

قریش بنی ہاشم
(المسلم باب فضل نبی النبی)
مختب فرمایا۔

ان کا خیر اور مختب ہونا بتا رہا ہے کہ وہ مسلمان تھے۔

دوسرا طریقہ استدلال

اس پر ایک اور طریقہ سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ امام احمد نے زہد میں اور شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں (شرائط بخاری و مسلم کے مطابق) سند صحیح کے ساتھ نقل کیا۔

ماخلت الارض من بعد نوح حضرت نوح کے بعد کبھی زمین ایسے
من سبعة يدفع اللہ بہم عن سات افراد سے خالی نہیں جن کی وجہ
اهل الارض سے اللہ زمین سے عذاب دور کرتا۔

ابن جریر نے تفسیر میں شہر بن حوشب سے نقل کیا ہمیشہ زمین ایسے چودہ افراد سے
خالی نہیں رہی جن کی برکت سے زمین سے عذاب ٹلا جاتا رہا ہاں نہ ابراہیم علیہ
السلام میں فقط وہ اکیلے ہی تھے۔

امام احمد نے زہد میں حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

لم یزل بعد نوح فی الارض حضرت نوح کے بعد ہمیشہ زمین میں چودہ
اربعہ عشر يدفع بہم العذاب ایسے افراد رہے جن کی وجہ سے عذاب
دور رہا۔

شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں واذان سے نقل کیا زمین کبھی بھی بارہ ایسے افراد
سے خالی نہیں رہی کہ جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب دور کرتا۔

یہ آثار اور ابن جریر کا وہ قول کہ اولاد ابراہیم میں کچھ لوگ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی
عبادت کرتے رہے ولادت کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے دین حنیفی پر ہی تھے۔

اس کی تفصیل

اب اگر وہ کفر پر تھے تو وہ لوگ جو فطرت پر تھے اور ان کی وجہ سے عذاب دور ہوتا وہ ان کے علاوہ تھے یا کوئی شخص ایسا تھا ہی نہیں دوسری صورت باطل ہے کیونکہ یہ آثار مجسمہ کے خلاف ہے۔ اور یہی صورت بھی باطل ہے کیونکہ اس سے دوسروں کا افضل ہونا لازم آتا ہے اور کوئی کافر، مسلمان سے افضل نہیں ہو سکتا اور یہ اس بخاری کی روایت کے مخالف ہونے کی وجہ سے بھی باطل ہے جس میں ہے کہ میں ہر دور میں افضل خاندان میں رہا حتیٰ کہ افضل میں ہی پیدا ہوا تو اس سے واضح ہو جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر اصل اپنے دور کے تمام لوگوں سے افضل اور بہتر تھی اور اس صورت میں نہیں ہو سکتا کہ وہ تو کافر ہوں اور ان کے دور میں کوئی اور مسلمان ہو تو اس سے نسیب ہو جاتا ہے کہ وہ مسلمان تھے۔ اس حدیث بخاری کا معنی احادیث متواتر سے ثابت ہے۔ (بخاری، باب صفہ النبی)

میں والدین کے حوالے سے بھی افضل ہوں

امام بیہقی نے دلائل النبوة میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو جب بھی دو گروہوں میں بانٹا گیا تو مجھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے افضل میں رکھا میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا اور مجھے عمد جاہلیت کی کسی شے نے مس نہیں کیا میں حضرت آدم علیہ السلام سے یکساں اپنی والدہ تک نکاح سے پیدا ہوانہ کہ سفاح سے۔

فانا خیر کم نفسا وخیر کم میں تم سے ذات کے حوالے اور والدین اب کے حوالے سے افضل ہوں۔

امام ابو نعیم نے ”دلائل النبوة“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے والدین کا ملاپ کبھی زنا کی وجہ سے نہیں ہوا۔ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف مزی اور مصنی منتقل ہوتا رہا یہاں بھی ان کو دو شعبوں میں بانٹا گیا وہاں مجھے ان میں سے افضل

(دلائل النبوة = ۵۷)

میں رکھا گیا۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر مضر، مضر میں سب سے افضل عبدمنف اور عبدمنف میں افضل بنو ہاشم اور بنو ہاشم میں افضل عبدالمطلب ہیں۔

والله ما افترق منذ خلق الله
آدم الا كنت في خيرهما
اللہ کی قسم حضرت آدم علیہ السلام کے
زمانے سے لے کر جب بھی اللہ تعالیٰ نے
دو گروہ بنائے تو مجھے ان میں سے افضل
میں رکھا۔

اس موضوع پر کثیر احادیث ہیں جنہیں میں نے کتاب المعجزات میں ذکر کیا

ہے۔
شیخ نے ابن ابی عمرو العدنی نے مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے نقل کیا قریش بارگاہ النبی میں سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار پہلے
بصورت نور موجود تھے اور وہ نور تسبیح پڑھتا تھا اور ملائکہ اس کی تسبیح پر تسبیح پڑھتے
تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت میں اس نور
مبارک کو رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان ہے اللہ تعالیٰ نے
پشت آدم میں زمین پر اتارا اور مجھے پشت نوح میں رکھا اور پھر پشت ابراہیم میں پھر
اللہ تعالیٰ نے مبارک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل فرمایا حتیٰ کہ میں اپنے
والدین کے ہاں پیدا ہوا اور وہ کبھی بھی زنا پر جمع نہیں ہوئے۔

امام بیہقی نے دلائل میں طبرانی نے اوسط میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے جبرائیل امین علیہ السلام
نے فرمایا۔

قبلت الارض میں نے تمام زمین کو شرق، غرب دیکھا

مشارقہا ومغاریہا فلم اجد ہے حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو
 رجلا افضل من محمد ولم اجد افضل نہیں پایا اور بنو ہاشم سے بڑھ کر
 بنی اب افضل من ہاشم (الوقاء ۱=۷۷) کوئی خاندان افضل نہیں دیکھا۔
 حافظ ابن حجر نے اہل میں اس روایت کے بعد فرمایا۔

لوائح الصححہ ظاہرۃ علی اس حدیث کے متن کی صحت پر واضح
 صفحات ہذا المتن شواہد ہیں۔

فصل

امام اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری کا قول ہے۔

وابوبکر مازالت حسین رضا ابوبکر کے ساتھ رہیں۔

الرضا ۱۰

اس سے کیا مراد ہے؟ بعض نے کہا ان کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق بعثت سے پہلے بھی مومن تھے، دوسرے کہتے ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ یہ ہمیشہ سے ایسے لوگوں میں رہے جن پر غضب نہیں ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا یہ اعلیٰ ابرار میں ہونگے۔

شیخ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں اگر ان کی مراد یہی ہے تو پھر دیگر صحابہ اور یہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی فرق نہ ہوا حالانکہ امام اشعری نے یہ کلمات کسی اور صحابی کے بارے میں نہیں کہے تو درست ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے۔

ان الصدیق رضی اللہ عنہ لم
تثبت عنہ حالة کفر باللہ قبل
البعث کحال زید بن عمرو
نفیل وقرانہ

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان
نبوت سے پہلے کہیں بھی اللہ تعالیٰ کے
ساتھ کفر صادر نہیں ہوا جیسا کہ زید بن
عمرو اور ان کے ساتھیوں کا معاملہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہی ہے۔

یہی بات والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے

ہم کہتے ہیں جو کچھ امام سبکی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہا ہے یہی بات ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین اور اجداد کے بارے میں کہتے ہیں کیونکہ حضرت صدیق اور زید بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہی دین حنیفی نصیب ہوا کیونکہ یہ دونوں اعلان نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت کرنے والے تھے۔

فصل

ایمان اجداد پر تصریحات

ایمان اجداد پر تصریحات

متعدد لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کے ایمان پر تصریح کی

ہے۔

۱۔ ابن حبیب نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا عدنان،
مہد، ربیعہ، مضر، خزیمہ اور اسد ملت ابراہیم پر تھے۔

فلا تذکروہم الا بخیر ان کا تذکرہ خیر کے ساتھ ہی کیا کرو۔

۲۔ امام سیلی نے روض الانف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا۔

لا تسبوا لیس فانه کان مؤمناً لیس کو برانہ کہو وہ مومن تھے۔

(الروض ۱=۸)

یہ بھی منقول ہے کہ وہ اپنی پشت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حج کا تلبیہ

سنا کرتے۔

(الروض الانف ۱=۸)

۳۔ زید بن بکار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان نقل کیا

ہے۔ مضر اور ربیعہ کو برانہ کہو۔

فانہما کانا مؤمنین (ایضاً) کیونکہ وہ دونوں اہل ایمان تھے

۴۔ ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا عبد اللہ بن خالد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لا تسبوا مضر فانه کان قد اسلم مضر کو برانہ کہو کیونکہ وہ مسلمان تھے۔

(الکتب ۱=۵۸)

۵۔ امام سیلی نے روض الانف میں لکھا کعب بن لوی پہلے شخص ہیں جنہوں نے جمعہ

کے دن اجتماع شروع کیا قریش اس دن جمع ہوتے اور وہ انہیں خطاب کے ذریعے آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بتاتے کہ میری اولاد میں سے ہوئے، آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محل بعثت ذکر کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کی تلقین کرتے، ان کا یہ شعر بھی منقول ہے۔

یالیتنی شاہدا نجواء دعوتہ اذا قریش تبغی الحق خذلانا
 (کاش میں اس وقت موجود ہوتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت دیتے
 اور قریش اس کو پست کرنے کی کوشش کرتے) (الروضۃ النعمانیہ ص ۶۰)

امام ماوردی نے یہ روایت حضرت کعب سے کتاب الاعلام میں نقل کی ہے۔
 (امام انبیا ص ۱۵۵)

میں کہتا ہوں امام ابو نعیم نے بھی دلائل النبوة میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے حضرت
 کعب اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کے درمیان ۵۶۰ سال کی
 مدت کا فاصلہ ہے میں نے یہ روایت بیضاہی الفاظ میں کتاب المعجزات کی ابتداء
 میں نقل کی ہے۔

فصل

ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ جب اصحاب فیل کا لشکر آیا تو حضرت عبدالطلب جبل ابوقیس پر چڑھے اور کہا۔

لاهم ان المرء يمنع رحله فامتع رحالك
لا يغلبين صليبهم ومحالهم غدوا محالك

(اے اللہ ہر آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی کعبہ کی حفاظت فرما، ان کی صلیب تیرے گھر پر کبھی غلبہ نہیں ہوگی۔)

(الطبقات ۱=۹۲)

کچھ لوگوں نے یہ مصرعہ بھی نقل کیا ہے۔

فانصر على ل الصليب وعا بدیه اليوم آلك
یہ واضح طور پر دلالت کر رہا ہے کہ وہ دین خنیفی پر تھے کیونکہ وہ صلیب اور اس کی عبادت کرنے والوں سے ہزاروں کا اظہار کر رہے ہیں۔

طبقات ابن سعد میں مختلف اشلو کے ساتھ ہے کہ حضرت عبدالطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دایہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اے

میرے بیٹے کے بارے میں کبھی غفلت نہ
کرنا میں نے اسے بچوں کے ساتھ مقام
سرد میں دیکھا ہے اور اہل کتاب
میرے بیٹے کے بارے میں کہتے ہیں کہ
اس امت کا نبی ہے۔

لاتخفلى عن بنى فانى
وجدته مع غلمان قريبا من
السيرة وان احراء الكتاب
يقولون ابنى هذانبى هذه الملة
(الطبقات ۱=۱۱۸)

فصل

دینِ حنفی پر قائم لوگ

دینِ خینی پر قائم لوگ

۱۔ محدث بزار، حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
لا یسواورقة بن نوفل فانی قد ورقہ بن نوفل کو برانہ کہو میں نے ان روایت لہ جنة، المستدرک، ۲۳۵=۲ کے لئے جنت دیکھی ہے۔

۲۔ محدث بزار نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زید بن محمد بن نفیل کے بارے میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ دور جاہلیت میں بھی قبلہ کی طرف رخ ہو کر کہتے تھے، میرا دین ابراہیمی ہے، اور میرا خدا، حضرت ابراہیم کا خدا ہے، اور پھر سجدہ کرتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے اور حضرت عیسیٰ بن مریم کے درمیان ایک امت کا حشر ہو گا، ہم نے ورقہ بن نوفل کے بارے میں پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بھی قبلہ رخ ہو کر کہتے تھے میرا الہ وہی ہے جو زید کا اور میرا دین بھی انہی کی طرح ہے تو فرمایا۔

رأیتہ یمشی من بطن الجنة . میں نے انہیں جنت میں دیکھا ہے ان پر
غلیہ حلة من سننلس ریشی حله تھا

امام ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا کہ قبیس بن ساعدہ عکاظ کے بازار میں اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے مکہ کی طرف اشارہ کرتے کہتے اس طرف سے حق آئے گا۔ وہ پوچھتے حق سے کیا مراد ہے، فرماتے حضرت لوٹو بن غالب کی نسل سے ایک شخص پیدا ہو گا جو ہمیں کلمہ اخلاص، دائمی زندگی اور نہ ختم ہونے والی نعمتوں کی طرف دعوت دے گا، جب وہ ایسا کرے تم اسے قبول کرنا اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں سب سے پہلے ان کو مان لوں گا۔

امام ابو نعیم نے عمرو بن عبیدہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا میں جاہلیت کے دور میں اپنی قوم کے بتوں کو تسلیم نہیں کرتا تھا اور جانتا تھا۔ باطل ہیں اور وہ بتوں کی

عبادت کرتے۔

امام ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا تیج تصدیق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہی فوت ہوا، یہ بھی فرمان نبوی ہے، تیج کو برانہ کہو کیونکہ وہ اسلام لاچکے تھے۔ خرائطی اور ابن عساکر نے تاریخ میں جامع سے نقل کیا کہ اوس بن حارثہ دعوت حق اور بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ کرتے اور اپنی موت کے وقت انہوں نے اپنے بیٹے مالک کو اس کے بارے میں وصیت بھی کہ میں نے تمام روایت کتاب المعجزات میں ذکر کی ہے۔

امام بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل میں نقل کیا کہ عمرو بن حبیب جہنی نے جاہلیت میں شرک ترک کر دیا وہ اللہ کی خاطر نماز ادا کرتے اور زندہ رہے حتیٰ کہ مسلمان ہوئے، میں نے یہ روایت بھی تمام کتاب المعجزات میں ذکر کی ہے۔

امام طبرانی نے معجم کبیر میں رجال ثقات کی سند سے حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں قس کا تذکرہ ہوا تو فرمایا، اللہ تعالیٰ قس پر رحم فرمائے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

محمد کی تین اقسام

علوم کے اعتبار سے محمد کی تین اقسام ہیں انساب کا علم، تاریخ کا علم، ادیان کا علم، اس کے علم کو نہایت ہی اہمیت دیتے، خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کی معرفت، اس نور پر اطلاع جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا، پھر ان کی اولاد میں منتقل ہونا یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں وہ چمکا، اس نور کی برکت سے اپنے بیٹے کے ذبح کی نذر مانی، اسی نور کی برکت سے انہوں نے اپنی اولاد کو سب ظلم و سرکشی کی وصیت فرمائی اور انہیں مکارم اخلاق پر ابھارا، انہیں گھٹیا امور سے منع کیا اسی نور کی برکت سے ابراہیم انہوں نے فرمایا۔

ان ہذا البیت ربنا بحفظہ
اس گھر کا رب ہے جو اس کا محافظ ہے۔
اور جبل ابو قیس پر چڑھ کر فرمایا۔

لاهم ان المرء يمنع رحله فامنع رحالك
لا يغلبن صليبهوم محالهم عدوا محالك
(اے اللہ آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما، ان
کی صلیب اور اسلحہ تیرے گھر پر غالب نہیں آسکتے)

اس نور کی برکت سے انہوں نے اپنے نساخ میں فرمایا کوئی بھی ظالم دنیا سے
رخصت نہیں ہو گا مگر اس سے بدلہ ضرور لیا جائے گا۔ ایک ظالم آدمی فوت ہوا حالانکہ
اس سے بدلہ نہیں لیا گیا تھا۔ ان سے عرض کیا تو غور و فکر کے بعد فرمایا۔

والله ان وراء هذه الدار دنرا اللہ کی قسم: اس جہان کے بعد دوسرا
يجزى فيما المحسن جہان ہے جس میں ہر نیکی والے کو جزا
باحسانه ويعاقب فيها اور برائی کرنے والے کو سزا دی جائے
المسنى باساءته گی۔

ان کے بعد مہدء و معاد مانت پر یہ بھی دلیل ہے کہ جب انہوں نے عبد اللہ کے
لئے تیر نکالے تو کیا۔

يزرب نت نمنك محمود وانت المبدى والمعيد
وانت رب من عندك الطارف والتلید
اے میرے رب تو مالک و محمود ہے، تو میرا رب مالک اور معبود ہے، نیا اور پرانا مال
تیری ہی طرف سے ہے۔

رسالت و شرف نبوت کی معرفت پر یہ بات بھی شاہد ہے کہ اہل مکہ پر جب بھی
قحط آتا تو وہ حضرت ابوطالب کے پاس جاکر کہتے، پیہوٹے بچے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
و سلم کو لاؤ اور ان کے وسیلہ سے بارش طلب کرو، اسی سلسلہ میں ابوطالب کا یہ شعر
معروف ہے۔

وابيض يستقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للا رامل
(یہ سفید چمک والے جن کے چہرے کی برکت سے بارش طلب کی جاتی ہے اور یہ
قیہوں اور بیگانوں کا سہارا ہے)

دوسری قسم علم روایا اور تیسری علم کلمات و قیافہ شناسی تھی۔

عربوں میں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے تھے اور وہ نبی کے بھی منتظر تھے۔ ان کے لئے کچھ سنن اور شریعتیں تھیں ان میں کچھ دین حنیفی کے مقتداء تھے مثلاً زید بن عمرو بن نفیل قیس بن ساعدہ ایادی، عامر بن حرب عدوانی، ان میں سے کچھ جاہلیت میں بھی شراب کو حرام جانتے مثلاً قیس بن عامر تمیمی، صفوان بن امیہ کننی اور عقیب بن معد کربندی، ان میں سے کچھ لوگ خالق پر اور خلق آدم علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے مثلاً۔ بز بن ثعلب بن دبرہ بن قضاہ انہی میں پھر زہیر بن ابی سلمیٰ ہیں، جب کسی کاتھوں والے درخت کے پاس سے گزرتے اور وہ خزاں کے بعد پر بہا ہوتا تو کہتے۔

لو لا ان تسبني العرب لآمنت
ان الذی احیاک بعد یس
سیحیی العظام وہی میم
اگر عرب مجھے برا نہ کہیں تو میں اس
ذات پر ایمان لاتا جس نے مجھے خشکی کے
بعد زندہ فرمایا اور وہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ
فرمائے گا۔

اس کے بعد وہ قیامت پر بھی ایمان لے آئے اور اپنے مشہور قصیدہ میں کہتے
یؤخر فیوضع فی کتاب فیدخر لیوم الحساب لو معجل فینت
(کتاب میں جمع کر کے اعمال کو حساب کے دن کے لئے رکھ لیا جائے گا یا جلدی
میں انتقام لیا جائے گا۔)

بعض عربوں پر جب موت آتی تو وہ اولاد سے کہتے میرے ساتھ میری سواری کو
بھی دفن کرنا تاکہ وہ میرے ساتھ ہی اٹھے اگر تم نہیں کرو گے تو پھر میں پیدل ہی
میدان حشر میں جاؤں گا۔ جاہلیت میں متعدد ایسی اشیاء کو وہ حرام جانتے، جنہیں قرآن
نے حرام قرار دیا مثلاً 'مل'، 'بٹی'، 'ہن'، 'خالہ' اور پھوپھی کے ساتھ نکاح حرام جانتے،
طواف کرنے کے لئے سسی کرتے، تلبیہ کہتے، تمام مناسک حج ادا کرتے، قربانی کرتے،
ری جمار کرتے، مہینوں کا احترام کرتے۔ اموات کو غسل و کفن دیتے ان دس طہارات

فطریہ پر قائم رہے جن کا حکم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ملا تھا، وعدہ وفا کرتے، مہمان
 نوازی کرتے، چور کا ہاتھ کاٹتے، غروں میں ابتداء دین ابراہیمی اور توحید قائم اور مشہور
 تھی۔ سب سے پہلے جس نے اسے تبدیل کیا، اور بتوں کی پرستش شروع کی اس کا نام
 عمرو بن لُحی ہے۔ (الملل والنحل، ۲=۲۳۸)

ابن جوزی نے التلقیح میں لکھا جاہلیت میں ان لوگوں نے بتوں کی پرستش ترک کر
 دی تھی مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زید بن عمرو بن نفیل، عبد اللہ
 بن بھل، عثمان بن حویرث، ورقہ بن عمرو بن نوفل، رباب بن براء، ابوبکر اسعد امیری
 قس بن سلعدہ ایادی اور ابو قیس بن صرمہ۔

فصل

تمام انبیاء کے آباء کا فرہمیں

میں نے امام فخرالدین رازی کو پڑھا انہوں نے اس پر دلائل فراہم کئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء توحید پر تھے ان کی اسرار التنزیل کی عبارت یہ ہے۔

منقول یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں اس پر درج ذیل دلائل ہیں۔

۱۔ تمام انبیاء کے آباء کافر نہیں

اس پر دلائل یہ ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

الذی یراک حین تقوم
وتتبت فی الساجدین
جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے
ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

(الشعراء، ۲۱۸، ۲۱۹)

اس کا مفہوم یہ بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ایک ساجد کی طرف سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا اس صورت میں یہ آیت مبارکہ دلالت کر رہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء مسلمان تھے تو اب قطعی طور پر ماننا پڑھے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر نہ تھے زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ آیت مبارکہ کے اور بھی معانی ہیں جب روایات تمام معانی کے بارے میں مروی ہیں اور ان میں منقولات بھی نہیں تو آیت کو مذکورہ تمام معانی پر محمول کرنا لازم ہے تو جب یہ صحیح ہے تو ثابت ہو گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بیت پرست نہ تھے۔

۲۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی دلالت کرتا ہے۔

لم یرل انقل من اصلاب
الطاہرین الی لرحام الطاہرات
میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی
طرف منتقل ہوتا رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے۔

انما المشركون نجس مشرک زے ٹپاک ہیں۔

(التوبة - ۱۲۸)

تو ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء و اجداد میں کوئی بھی

شُرک نہ ہو، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب



ترجمہ و تحقیق

تصنیف

مفتی محمد سعید خان قادری

ام جلال الدین سیوطی

حجاز پبلی کیشنز، لاہور

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

الدرج المنيفة في آلباء الشريفة	نام کتاب
امام جلال الدين سيوطي (٩١١ھ)	مصنف
حضور ﷺ کے آباء کی شانیں	ترجمہ کا نام
مفتی محمد خان قادری	مترجم
علامہ محمد فاروق قادری	اہتمام
حافظ ابوسفیان نقشبندی	پروف ریڈنگ
حجاز پبلی کیشنز لاہور	ناشر
۱۹۹۹ء	اشاعت اول
۲۰۱۲ء	اشاعت دوم

ملنے کے پتے

- ☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ۱، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نواز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048.

انتساب

حضرت العلام مولانا محمد مہر الدین نقشبندی جماعتی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

۱- جو مدرس ہی نہ تھے بلکہ عظیم محقق اور مصنف بھی تھے۔

۲- طالب علم سے ان کی دوستی کا ماحول کتاب کا مشکل سے مشکل مقام

بھی آسان کر دیتا۔

۳- سیرت و کردار میں وہ اپنے اسلاف کی یادگار تھے۔

محمد خان قادری

الدرج المنيفۃ
 فی
 الآباء الشریفۃ

للإمام جلال الدین عبد الرحمن السیوطی

۸۴۹ھ - ۹۱۱ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى
 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں بندہ کی یہ تیسری
 تصنیف ہے جو تمام سے مختصر ہے۔ میں کہتا ہوں 'کثیر آئمہ اعلام کی یہ رائے ہے کہ
 آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ناجی ہیں اور وہ آخرت میں نجات پائیں گے۔
 اور یہ تمام علماء دوسروں سے مخالف قول رکھنے والوں کو زیادہ جانتے ہیں اور یہ درجہ
 میں ان سے کسی طرح بھی کم نہیں' یہ آئمہ احادیث و آثار کے حافظ ہیں 'ان سے بڑھ
 کر ان دلائل کے نقد کو کون جانتا ہے جن سے اس پر انہوں نے استدلال کیا ہے۔
 کیونکہ یہ لوگ تمام علوم کے جامع اور فنون کے ماہر، خصوصاً وہ چار علوم جن کے ساتھ
 اس مسئلہ کا تعلق ہے۔ کیونکہ یہ تین قواعد پر مبنی ہے کلامیہ، اصولیہ اور فقہیہ۔ چوتھا
 قاعدہ حدیث اور اصول فقہ میں مشترک ہے، اس کے ساتھ ساتھ حفظ حدیث میں
 مہارت، وسعت اور صحت نقد کا علم، اقوال آئمہ پر اطلاع اور ان کے تمام کلام پر نظر کا
 ہونا ضروری ہے۔ یہ ہرگز ممکن نہ کرنا کہ (معاذ اللہ) یہ آئمہ ان احادیث سے واقف
 نہیں جن سے مخالفین نے استدلال کیا ہے، یہ آگاہ ہی نہیں بلکہ انہوں نے گہرائی میں ڈوب
 کر ان کا مطالعہ کیا اور اس قدر خوبصورت ان کا جواب دیا جسے کوئی منصف رد نہیں کر
 سکتا اور اپنے موقف پر جو انہوں نے دلائل فراہم کئے ہیں وہ پہاڑوں کی طرح مضبوط
 ہیں، ہاں دونوں فریق اکابر اور اجلہ آئمہ ہیں۔

تین درجات

نجات کا قول کرنے والوں کے تین درجات ہیں۔

درجہ اول

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین تک کسی دین کی دعوت نہیں پہنچی، وہ
 زلیحہ فترت میں تھے جب اہل مشرق و مغرب میں جہالت ہی جہالت تھی، اس وقت کوئی

دعوت دینے والا تھا ہی نہیں اور نہ ہی وہ کسی شریعت سے آگاہ تھے، یہ بھی پیش نظر رہے کہ آپ کے والدین ابتدائی عمر میں وصل فرما گئے، وہ بڑھاپے کو پہنچے ہی نہیں، انہیں زیادہ سفر، تجربات اور واقعات پر اطلاع بھی نہ ہوئی۔ حافظ علائی کہتے کہ صحت کے ساتھ یہی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی نے اٹھارہ سال اور والدہ ماجدہ نے تقریباً بیس سال کی عمر میں وصل فرمایا۔ ہے تو یہ بھی ذہن میں رہے آپ گھر میں نہایت ہی باپردہ خاتون تھیں کبھی بھی مردوں کے سامنے تک نہیں گئیں اور نہ ہی کسی خبر دینے والے کی ان سے ملاقات ہوئی۔

آج شرقاً و غرباً اسلام اور اس کی تعلیمات پھیلی ہوئی ہیں مگر خواتین اکثر احکام شریعت سے تلاوتف ہیں کیونکہ وہ فقہاء و علماء سے دور ہوتی ہیں اس کے بعد بتائیے دورِ جاہلیت اور فترت کے بارے میں کیا خیال ہونا چاہئے؟

آئمہ شوافع اور اشاعرہ کا فیصلہ

جن لوگوں تک دعوت نہیں پہنچی ان کے بارے میں آئمہ و فقہاء شوافع اور اہل کلام و اصول کے آئمہ اشاعرہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسے شخص کی نجات ہو جائے گی وہ جنت میں جائے گا۔ امام شافعی اور ان کے تمام اصحاب کی یہی رائے ہے۔

آٹھ آیاتِ قرآنیہ

اس پر انہوں نے آٹھ آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا (الاسراء: ۱۵)
اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں۔

۲۔ سورۃ الانعام میں ارشاد ہوتا ہے۔

ذٰلِكَ اِنْ لَمْ يَكُنْ رِبْكَ مَهْلِكٌ
الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَّاَهْلِهَا غٰفِلُوْنَ
(الانعام ۱۳۱)

یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم
سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے
خبر ہیں۔

۳۔ سورۃ القصص میں فرمایا

وَلَوْ اَنَّ تَصِيْبَهُمْ مَّصِيْبَةٌ بِمَا
قَدَّمْتَ اَيْدِيَهُمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا
لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا
فَنَتَّبِعَ اِيْتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ (القصص ۴۷)

اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں کوئی
مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں
نے آگے بھیجا، تو کہتے اے ہمارے رب:
تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی
رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے
اور ایمان لاتے۔

۴۔ اس سورۃ مبارکہ میں دوسرے مقام پر فرمایا۔

وَمَا نَكَانَ رِبْكَ مَهْلِكٌ الْقُرَىٰ
حَتّٰى يَبْعَثَ فِىْ اُمَّهَا رَسُوْلًا
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰیٰتِنَا
(القصص ۵۹)

اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا
جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول
نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلِكَ نَهَمَ بَعْدَ اَنْ يُّقَالَ
لِقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا
رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اِيْتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ
نُنٰذِرَ وَنُنٰخِزِ (طہ ۱۳۴)

اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک
کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو
ضرور کہتے اے ہمارے رب: تو نے
ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ
ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے ذلیل
و رسوا ہوتے۔

۶۔ سورۃ الانعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری کرو کہ تم پر رحم ہو۔ کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی۔ اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

وهذا کتاب انزلنا مبرک فاتبعوه واتقوا لعلکم ترحمون ان تقولوا انما انزل الكتاب علی طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستهم لغفلین (الانعام ۱۵۵، ۱۵۶)

۷۔ سورۃ الشعراء میں ہے۔

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی ہے جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

وما اهلکنا من قرية الا لها منذرون ذکری وما کنا ظلمین (الشعراء ۲۰۸، ۲۰۹)

۸۔ سورۃ الفاطر میں ارشاد ربانی ہے۔

اور وہ اس میں چلاتے ہوئے اے ہمارے رب: ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھتا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لاتا تھا۔ تو اب چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

وہم یصطر خون فیما ربنا اخرجنا نعمل صلحا غیر الذی کنا نعمل اولم نمرکم ما ینذکر فیہ من نذکر وجاءکم النذیر فنوقوا فما للظلمین من نصیر (الفاطر ۳۷)

چھ احادیث مبارکہ

ان طرح انہوں نے اپنے موقف پر ان چھ احادیث سے بھی استدلال کیا ہے۔

امام احمد اور اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسانید میں اور بیہقی نے الاعتقاد میں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت اسود بن سریع اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چار آدمی روز قیامت حجت پیش کریں گے۔

۱۔ بہرا شخص جو کچھ نہ سن سکتا ہو۔

۲۔ بے وقوف

۳۔ نہات ہی بوڑھا

۴۔ زمانہ فترت میں فوت ہونے والا

بہرہ عرض کرے گا اسلام آیا مگر میں کچھ نہ سن سکتا تھا۔ بے وقوف و دیوانہ عرض کرے گا اسلام آیا مگر مجھے بچے بیگنیاں مار مار کر بھگا دیتے تھے۔ بوڑھا عرض کرے گا میرے رب! اسلام آیا مگر میں کوئی شے سمجھ ہی نہ پاتا تھا۔ فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا، میرے رب! میرے پاس تیرا رسول آیا ہی نہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ طاعت کا وعدہ لے گا پھر رسول ان کی طرف بھیجے گا جو انہیں آگ میں داخل ہونے کے لئے کہے گا، جو وہاں داخل ہو جائے گا وہ سلامتی اور امن میں چلا جائے گا اور جو داخل نہ ہو گا اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

(مسند احمد، ۴/۶۰۲)

۲۔ امام بزار نے مسند میں سند حسن (شرائط ترمذی پر) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، فترت میں فوت ہونے والے، معتوہ (بے سمجھ) اور بچے کو لایا جائے گا، صاحب فترت کہے گا میرے پاس کوئی کتاب اور رسول نہیں آیا، معتوہ کہے گا میرے رب! مجھے تو نے عقل ہی نہ دی کہ اس سے خیر و شر میں تمیز کرتا، بچہ عرض کرے گا مجھے عمل کے لئے وقت ہی نہیں ملا، ان کے سامنے آگ لائی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا اس میں اونٹ جاؤ اس میں ایسے لوگ داخل ہو جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں سعید تھے اور وہ عمل

کا وقت پاتے۔ اور وہ رک جائیں گے جو علم الہی میں شقی تھے اگرچہ عمل کا وقت بھی پا لیتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

ایای عصیتم فکیف برسلی تم میرے سامنے میری نافرمانی کر رہے ہو،
بالغیب؟ (مسند بزار) غیب میں میرے رسولوں کے ساتھ
تمہارا حل کیا ہوتا؟

۳۔ امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے اپنی تفاسیر میں سند صحیح (شرائط بخاری و مسلم) کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، روز قیامت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اہل فترت، بے عقل، گونگے، بہرے اور ان بوڑھوں کو جمع کیا جائے گا جنہوں نے اسلام نہ پایا ہو گا، پھر ان کی طرف رسول بھیجا جائے گا جو انہیں آگ میں داخل ہونے کا کہے گا، وہ کہیں گے یہ کیوں؟ ہمارے پاس تو رسول آئے ہی نہیں پھر فرمایا، اللہ کی قسم! اگر وہ اس میں داخل ہو جاتے تو وہ ان پر ٹھنڈی ہو جاتی پھر ان کی طرف رسول بھیجا جائے گا تاکہ وہ ان کی طاعت کریں تو وہی طاعت کرے گا جو ارادہ رکھتا تھا، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس پر بطور استدلال یہ آیت مبارکہ پڑھو۔

وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء، ۱۵)
اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب
تک رسول نہ بھیج لیں۔

(جامع البیان، ۷۰=۹)

۴۔ امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی اور کہا یہ شرائط بخاری و مسلم کے مطابق صحیح ہے امام ذہبی نے ان کے اس حکم کو ثابت رکھا۔

(المستدرک، ۳۹۶=۳)

۵۔ امام بزار اور ابو یعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی نقل کیا۔

۶۔ امام ابو نعیم نے علیہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی ہی حدیث نقل کی ہے۔

یہ تمام ناسخ ہیں

علماء نے فرمایا ہے کہ یہ تمام آیات و احادیث ان احادیث کی ناسخ ہیں جو صحیح مسلم وغیرہ میں ہیں۔ جیسا کہ مشرکین کے بچوں کے بارے میں حدیث ہے کہ وہ دوزخ میں ہونگے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی ”ولاتزر وازرة وزر اخری“ سے منسوخ ہے۔

اسی طرح جو احادیث اوپر آئی ہیں وہ اس روایت کے خلاف ہیں۔

اسی طریقہ و راہ کو پوری جماعت نے اختیار کیا ہے ان میں سے آخری حافظ زمانہ

قاضی القضاة شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی ہیں، وہ فرماتے ہیں

الظن بابائہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کلہم یعنی الذین
ماتوا قبل البعثۃ انہم یطیعون
عند الامتحان لتقر بہ عینہ
صلی اللہ علیہ وسلم
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام
آباء جو اعلان نبوت سے پہلے وصال فرما
گئے ان کو بوقت امتحان طاعت نصیب ہو
گی تاکہ اس سے حضور ﷺ کی
آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

احادیث سے تائید

اس مؤقف کی تائید یہ احادیث بھی کرتی ہیں۔

۱۔ امام ابن جریر نے تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

”ولسوف یعطیک ربک فترضی“ کے تحت ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

من رضا محمد صلی اللہ
علیہ وسلم ان لا یدخل احد
من اہل بیتہ النار
حضور ﷺ کی رضایہ ہے کہ آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت میں
سے کوئی آگ میں داخل نہ ہو۔

(جامع البیان، ۲: ۲۹۳)

۲۔ امام حاکم روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔

مَسْأَلَتِ رَبِّي فَيُعْطِينِي میں نے جو کچھ اپنے رب سے مانگا اس
فِيهِمَا وَاتِي لِقَائِي يَوْمَئِذٍ الْمَقَامِ نے مجھے ان کے بارے میں عطا فرمایا اور
الْمَحْمُودِ میں اس دن مقام محمود پر کھڑا کیا جاؤں

(المستدرک، ۲=۳۹۶) گ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی واضح کر رہا ہے کہ روزِ قیامت
انہیں بوقتِ امتحان شفاعت نصیب ہوگی اگر انہیں دعوتِ پہنچی ہوتی تو یہ شفاعت نہ
ملتی، کیونکہ دعوتِ پہنچنے والے منکر کے لئے شفاعت نہیں ہوا کرتی۔

حدیث میں تصریح

یہاں تو اشارۃً ذکر ہے مگر ایک حدیث میں اس پر تصریح ہے جسے تمام رازی نے
فوائد میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز

شَفَعْتُ لَأَبِي وَأُمِّي وَعَمِّي أَبِي میں اپنے والد و والدہ، چچا ابو طالب اور
طالِبِ وَأَخِ لِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ جاہلیت کے رضاعی بھائی کی شفاعت کروں
گ۔

اسے امام محب طبری (جو حفاظ و فقہاء سے ہیں) نے ”ذخائر العقبی فی
مناقب ذوی القربی (صفحہ ۱۷) میں بھی ذکر کیا ہے اور فرمایا اگر یہ روایت
ثابت ہے تو پھر حضرت ابو طالب کے حوالے سے اس میں تاویل کرنا ہوگی کیونکہ
حدیث صحیح میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے ان کے عذاب
میں تخفیف ہوئی۔

نوٹ:- حضرت ابو طالب کے حوالے سے اس لئے تاویل کرنا پڑی کہ انہوں نے آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلانِ نبوت پایا مگر اسلام نہ لائے۔

جن لوگوں کو دعوت نہ پہنچ سکی ان کے بارے میں اہل علم کی مختلف تعبیرات ہیں
لیکن سب سے خوبصورت یہ ہے کہ وہ صاحبِ نجات ہیں، بعض نے کہا وہ مسلمان

ہیں، غزالی فرماتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ انہیں حکم مسلم میں مانا جائے۔
درجہ ثانیہ

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور یہ حجتہ الوداع کا واقعہ ہے اور یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثابت ہے جسے خطیب بغدادی نے "السابق واللاحق میں" دار قطنی اور ابن عساکر دونوں نے غرائب مالک میں ابن شاہین نے النسخ والنسخ میں محب طبری نے خلاصة السیر میں نقل کیا ہے۔ سہیلی نے الروض الانف میں ایک اور سند سے دوسرے الفاظ میں نقل کی اور اس کی سند ضعیف ہے لیکن ضعف کے بلوجود تینوں علماء نے اس کی طرف میلان کیا۔ اسی طرح امام قرطبی اور امام ابن منیر نے بھی اس موقف کو ابن سید الناس نے بعض اہل علم سے نقل کیا، امام صلاح صفدی نے اپنی نظم میں اسی موقف کو لیا۔ حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے اسے ہی اشعار میں بیان کیا۔

تمام نے اسے ہی نسخ مانا

ان تمام محدثین نے اس کے مؤخر ہونے کی وجہ مخالف احادیث کے لئے اسے نسخ مانا ہے اور انہوں نے اس کے ضعف کی پرواہ نہیں کی اس لئے کہ فضائل و مناقب میں حدیث ضعیف پر بھی عمل کیا جاتا ہے اور زیر بحث معاملہ مناقب کا ہے۔
متفقہ قاعدہ سے تائید

بعض اہل علم نے اس حدیث کی تائید اس قاعدہ سے کی ہے جس پر تمام امت کا اتفاق ہے، وہ یہ ہے کہ جو معجزہ یا خصوصیت اللہ تعالیٰ نے کسی بھی نبی کو عطا کی اس نے اس کی مثل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور عطا کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر قبور سے مردوں کو زندہ فرمایا تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی اس کا ثبوت ضروری ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح کا واقعہ سوائے اس کے اور کوئی منقول نہیں اور اس کے ثبوت میں کوئی

بعد بھی نہیں، اگرچہ دیگر متعدد اشیاء اس طرح کی ہیں مثلاً دستی کے گوشت کا کھنکو کرنا، کھجور کے تنے کا رونا، لیکن مذکورہ واقعہ زندہ ہو کر ایمان لانا یہ بیحد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے مطابق ہے۔ لہذا مماثلت کے اعتبار سے زیادہ مناسب ہے اور بلاشبہ اس حدیث کو جو طرق قوی کرتے ہیں ان میں سے اس کا قاعدہ 'اسلم کے موافق ہونا بھی ہے۔ حافظ ابن ناصر الدین دمشقی کہتے ہیں۔

حبا اللہ النبى مزید فضل علی فضل وکان بہ رؤوفا
(اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر فضل و فضل فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہایت ہی مہربان ہے)

فاحیاء امہ وکناہاہ لایمان بہ فضلا لطیفا
(آپ کی والدہ اور والد دونوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے زندہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیسا لطف فرمایا)

فسلم فالقدیم بنا قدیر وان کان الحدیث بہ ضعیف
(اے مخاطب اے مان لے وہ قدیم ذات اس پر قادر ہے اگرچہ اس معاملہ میں وارد حدیث ضعیف ہے)

درجہ ثالث

یہ دونوں توحید اور دینِ ابراہیمی پر تھے جیسا کہ عرب کے کچھ اور لوگ بھی اس دین پر تھے مثلاً زید بن عمرو بن نفیل، قس بن ساعدہ، درقہ بن نوفل، عمیر بن حبیب جنسی اور عمرو بن عتبہ۔

یہ راہ امام فخر الدین رازی نے اپنائی ہے اور انہوں نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت آدم تک تمام آباء توحید پر تھے ان میں کوئی بھی مشرک نہیں۔

تمام کے موحد ہونے پر دلائل

جو دلائل اس پر دال ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء میں کوئی شرک نہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان ہے۔

لم نزل انقل من اصلااب الطاہرین الی لرحام الطہرات
 (دلائل النبوة لابى نعیم، ۵۷۱)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے۔

انما المشرکون نجس
 (التوبہ، ۲۸)

بلاشبہ تمام مشرک ناپاک ہیں۔

تو ضروری ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں سے کوئی مشرک نہ ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے۔

الذی یرک حین تقوم
 وتقلبک فی الساجدین
 (الشعراء، ۲۱۸، ۲۱۹)

جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے
 ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں اس تفصیل کی وجہ سے آیت وال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء مسلمان ہیں، پھر کہا اس وجہ سے لازم ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کافر نہ ہوں بلکہ چچا ہوں، زیادہ سے زیادہ کوئی اس آیت مبارکہ کو اس کے دیگر معانی پر محمول کرے گا، لیکن تمام کے بارے میں روایات ہیں اور ان میں کوئی منافات نہیں تو آیت کو ان تمام پر محمول کر لیا جائے گا، اس سے یہ بھی آشکار ہو جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرست نہ تھے، رہے آزر تو وہ ان کے والدین نہیں بلکہ چچا ہیں۔ اس آیت سے اس استدلال پر امام رازی کے ساتھ ہمارے آئمہ میں سے صاحب الحاوی الکبیر امام بلوردی بھی ہیں۔

(اعلام النبوة، ۱۶۷)

مجمل و مفصل دلائل

مجھ پر اس بات کو تقویت دینے کے لئے دو طرح کے دلائل آشکار ہوئے ہیں مجمل اور مفصل، مجمل دلیل و مقدمات پر مشتمل ہے۔

۱۔ احادیثِ صحیحہ اس پر شاہد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد میں ہر ایک حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اپنے دور کے تمام لوگوں سے افضل و بہتر تھے۔

۲۔ احادیثِ صحیحہ اور آثار اس پر بھی شاہد ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے عہد سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تک یہ زمین اہلِ فطرت سے خالی نہیں رہی، یہ لوگ اللہ کی عبادت کرتے، اسے واحد جانتے اور اس کی نماز ادا کرتے۔ ان ہی کی وجہ سے زمین کی حفاظت ہوئی اگر یہ نہ ہوتے تو تمام زمین اور اس پر رہنے والے ہلاک ہو جاتے۔

پہلے مقدمہ پر دلائل

۱۔ بخاری شریف کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

بعثت من خیر قرون بنی
آدم قرنا فقرنا حتی بعثت
من القرن الذی کنت فیہ
اس خاندان میں آیا جس میں ہوں۔

(البخاری، باب صفة النبی)

۲۔ بیہقی کی حدیث میں فرمایا جب بھی اللہ تعالیٰ نے دو گروہ بنائے تو مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا حتیٰ کہ میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا تو کسی کو عہدِ جاہلیت کی کسی شے نے نہیں چھوا۔ میں حضرت آدم سے لے کر اپنے والد اور والدہ تک نکاح سے ہی پیدا ہوتا رہا نہ کہ بدکاری سے۔

فانا خیر کم نفسا وخیر کم میں تم میں سے ہر ایک سے اپنی ذات
اباء (دلائل النبوة ۱۱۱) کے حوالے سے افضل ہوں اور والدین
کے حوالے سے بھی افضل ہوں۔

۳۔ ابو نعیم وغیرہ کی حدیث جس میں فرمایا میں پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف
منتقل ہوتا رہا جو مزکی اور مہذب تھے۔

لا یشعب شعبتان الا کنتھن خبی جب بھی کسی گروہ کے دو شعبے ہوئے تو
خیرھا (دلائل النبوة ۱۱۱) میں ان میں سے بہتر و افضل میں تھا

دوسرے مقدمہ پر دلائل

۱۔ امام عبدالرزاق نے مصنف میں 'ابن منذر نے تفسیر میں سند صحیح (بخاری و مسلم کی
شرط پر) کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

لم یزل علی وجہ الارض من ہمیشہ زمین پر ایسے لوگ موجود رہے جو
یعبد اللہ علیھا اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے۔

۲۔ امام احمد نے زہد میں اور شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں سند صحیح (شرائط بخاری و
مسلم پر) کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا۔

ماخلت الارض من بعد نوح زمین حضرت نوح علیہ السلام کے بعد
من سبعة یدفع اللہ بہم العذاب ایسے سات آدمیوں سے خللی نہیں رہی

عن اهل الارض جن کی وجہ سے اللہ اہل زمین سے
عذاب کو ٹالتا تھا۔

اسی طرح دیگر آثار میں بھی یہ بات موجود ہے۔

ان دونوں مقدمات کو جمع کرنا تو اس سے قطعی نتیجہ یہی نکلے گا کہ حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے آباء میں کوئی مشرک نہیں، اس لئے کہ یہ ثابت ہو چکا کہ ان میں
سے ہر کوئی اپنے دور میں تمام سے افضل تھا۔ اب اگر اہل فترت لوگ ہی آپ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء ہیں تو یہی ہمارا دعویٰ و مدعا ہے۔ اور اگر وہ لوگ اور ہیں

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء مشرک تھے تو دو امور میں سے ایک ضرور لازم آئے گا۔

۱۔ یا تو مشرک، مسلمان سے بہتر ہو جائے اور یہ بات نص قرآنی اور اجماع کے خلاف ہے۔

۲۔ یا ان کے غیر ان سے افضل ٹھہریں گے اور یہ بات احادیث صحیح کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے تو قطعی طور پر ماننا پڑے، گا کہ ان میں سے کوئی مشرک نہیں مگر وہ تمام اہل زمین سے افضل قرار پائیں۔

تفصیلی دلیل

۱۔ امام بزار نے سند میں 'ابن جریر' ابن ابی حاتم، ابن منذر نے اپنی تفاسیر میں 'حاکم نے مستدرک میں اسے صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

کان الناس امة واحدة
لوگ امت واحد ہی تھے۔

(البقرہ، ۲۱۳)

کے تحت نقل کیا۔

بین آدم و نوح علیہما السلام
السلام عشرة قرون کلہم
علی شریعة من الحق
فاختلفوا فبعث اللہ النبیین

حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام
کے درمیان دس پشتیں گزریں وہ
تمام شریعت حقہ پر تھیں پھر لوگوں نے
اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء بھیجے۔

(المستدرک، ۲/۵۹۶)

۲۔ امام ابن ابی حاتم نے آیت مبارکہ کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ ہمیں بتایا گیا کہ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس قرون تھے تمام کے تمام علماء و ہادی تھے اور شریعت حقہ پر تھے پھر اس کے بعد لوگوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف مبعوث فرمایا۔

۳۔ قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعایوں منقول ہے۔

رب اغفر لی ولوالدی وللمن
دخل بیتی مؤمنا
اے میرے رب! مجھے بخش دے اور
میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے

(نوح، ۲۸) ساتھ میرے گھر میں ہے۔

اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت نوح تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد مومن تھے۔ حضرت نوح کے صاحبزادے حضرت سام نصی قرآن اور اجماع کی بنیاد پر مومن ہیں، انہوں نے کشتی میں اپنے والد کے ساتھ نجات پائی اور وہاں نجات صرف اہل ایمان کو ملی تھی۔

۴۔ قرآن مجید میں ہے۔

وجعلنا ذریتہ ہم الباقین
اور ہم نے اسی کی اولاد باقی رکھی۔
(الصافات، ۷۷)

بلکہ بعض آثار میں ہے کہ وہ نبی تھے ان کے بیٹے ارفخشند کے ایمان پر اثر ابن عباس میں تصریح ہے جسے ابن عبدالحکم نے تاریخ مصر میں ذکر کیا ہے۔ اس میں ہے کہ انہوں نے اپنے دادا حضرت نوح علیہ السلام کو پایا اور انہوں نے ان کے لئے یہ دعا کی اے اللہ! ان کی اولاد کو ملک اور نبوت عطا فرما۔ ابن سعد نے طبقات میں بطریق کلبی ایک اثر نقل کیا ہے جس میں شارح سے لے کر تاریخ تک تمام صحیحہ اسلام پر تصریح ہے۔

آزر چچا ہے

رہا معاملہ آزر کا تو اس میں مختار اور ارنج (جیسا کہ امام رازی نے کہا) یہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ چچا ہیں اور اسلاف کی پوری جماعت کی یہی تحقیق ہے۔

۱۔ بلکہ امام ابن حجر کی کے مطابق آزر کے والد نہ ہونے پر اجماع ہے۔ (السیرۃ النبویۃ

لذینی دحلان، ۱ = ۷۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ 'مجلد' ابن جریج اور سدی سے آسانی کے ساتھ منقول ہے کہ تمام کی رائے یہی ہے۔

لیس آزر ابا ابراہیم انماہو کہ آزر حضرت ابراہیم کے والد نہیں ابراہیم بن تاریخ بلکہ ان کے والد تاریخ ہیں۔

ابن منذر کی تفسیر میں 'میں نے ایک روایت دیکھی جس میں تصریح ہے کہ آزر چچا ہے۔

ہماری اس گفتگو سے ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت آدم سے لے کر حضرت ابراہیم تک تمام اجداد شریفہ کے ایمان پر نصوص اور اتفاق ہے ہاں آزر کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ وہ حضرت ابراہیم کے چچا ہیں یا والد اگر تو وہ والد ہیں تو ان کو مستثنیٰ کر لیا جائے اور اگر وہ چچا ہیں تو وہ خارج ہیں اور آپ کا نسب سلامت و محفوظ ہے۔

عرب دین ابراہیمی پر تھے

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے بعد احادیث صحیحہ اور اقوال علماء اس پر متفق ہیں کہ عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر رہے ان میں سے کسی نے کبھی کفر نہیں کیا اور نہ ہی کسی کی عبادت و پوجا کی۔ یہاں تک عمرو بن لُحی خزاعی کا دور آیا یہ پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی کو تبدیل کیا، بتوں کی عبادت شروع کی اور بتوں کے نام پر جانور چھوڑے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دوزخ میں آنتیں گھسیٹتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ پہلا شخص تھا جس نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے۔

ابن جریر نے تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے عمرو بن لُحی بن قعد بن خندف کو آگ میں

آنتیں کھینچتے ہوئے دیکھا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت ابراہیم کے دین میں تبدیلی کی۔ (جامع البیان)

امام احمد نے مسند احمد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سب سے پہلے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے اور بتوں کی پوجا کی اس کا نام ابو خزاعہ عمرو بن عامر ہے اور میں نے اسے روزخ میں آنتیں کھینچتے دیکھا ہے۔

شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا 'حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین قائم رہا اس طرح توحید بھی عربوں میں ابتداء سے معروف و شائع تھی۔ جس شخص نے اس میں تبدیلی کی اور بتوں کی عبادت شروع کروائی' اس کا نام عمرو بن لُحی ہے۔

(الملل والنحل، ۲۲۳=۲)

حافظ ابن کثیر کی شہادت

حافظ عماد الدین بن کثیر کہتے ہیں عرب دینِ ابراہیمی پر ہی تھے ' یہاں تک کہ عمرو بن عامر خزاعی مکہ کا والی بنا' اس نے بیت اللہ کی توحید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد سے چھین لی' اس نے بتوں کی عبادت ایجا کی اور عربوں میں گمراہی شروع کروائیں تلبیہ میں

مگر تیرا ایک شریک ہے تو اس
"لا شریک لک" کے بعد
کا بھی مالک ہے اور اس کا بھی
الاشریکا ہولک
جس کا وہ مالک ہے۔
تملکہ و ماملک

جس نے سب سے پہلے یہ کلمات پڑھے وہ یہی شخص تھا عربوں نے شرک میں اس کی اتباع کی ' کفر پیدا کرنے میں یہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے مشابہ ٹھہرے' اس کے بعد ان کے اسلاف ایمان پر تھے بلکہ پھر بھی ان میں کچھ ایسے لوگ تھے جو دینِ ابراہیمی پر رہے۔

ابن حبیب نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

کان عدنان ومعد وربیعة
ومضر وخنزیمة والا علی ملة
ابراہیم فلا تذکروہم
الابخیر
مضر مسلمان تھے

عدنان، معد، ربیعہ، مضر، خزیمہ اور اسد
تمام ملت ابراہیمی پر تھے ان کا ذکر خیر سے
ہی کیا کرو۔

ابن سعد نے طبقات میں عبد اللہ بن خالد سے مرسلًا روایت کیا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
لا تسبوا مضر فانہ کان اسلم
(الطبقات، ۱=۵۸)

مضر کو برا نہ کہو وہ تو مسلمان تھے

الیاس مومن تھے

امام سیلی نے روض الانف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد علی ذکر
کیا۔

لا تسبوا الیاس فانہ کان معونا
(الروض الانف، ۱=۸)

الیاس کو برا نہ کہو وہ صاحب ایمان تھے

یہ بھی منقول ہے کہ ان کی مبارک پشت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تلبیہ سنا جاتا تھا۔
(الروض الانف، ۱=۸)

کعب بن لوی اور جمعہ کا خطاب

اس میں یہ بھی ہے کہ کعب بن لوی نے سب سے پہلے جمعہ کے دن اجتماع شروع
کیا، قریش اس دن ان کے ہاں جمع ہوتے وہ خطاب کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی بعثت اور مقام بعثت کا تذکرہ کرتے اور بتاتے وہ میری اولاد میں سے
ہوئے، انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پر ایمان لانے کی تعلیم دیتے اس بارے میں ان سے کچھ اشعار بھی منقول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

یا لیتنی شاہدا نجواء دعوتہ

اذا قریش تبغی الحق خذلانا

(کاش میں ان کی دعوت و تبلیغ کے موقعہ پر موجود ہوتا جب قریش حق کو کمزور کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے) (الردض الانف، ۶۱)

امام سہیلی نے لکھا امام مادردی نے یہی روایت کتاب الاعلام میں حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے۔ (اعلام النبوة، ۱۵۵)

میں کہتا ہوں ابو نعیم نے بھی اسے دلائل النبوة میں ذکر کیا۔ (دلائل النبوة، ۹۰) اس تمام تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر کعب بن لوٹی اور ان کے بیٹے مرثدہ تک کے ایمان پر نصوص ہیں اس میں امت کے دو افراد میں بھی اختلاف نہیں۔

چار آباؤ اجداد

رہا معاملہ مرثدہ اور عبدالمطلب کے درمیان چار آباء کلاب، قصی، عبدمناف، اور ہاشم کا تو میں ان کے بارے میں کسی نص پر مطلع نہ ہوا، ان کے ایمان پر اور نہ عدم ایمان پر۔

تین دلائل

یہاں تین دلائل باقی ہیں جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اس اولاد کے بارے میں ہیں جن کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ نسب سے ہے۔

ان چارہ کے تفصیلی حالات کے لئے شیخ محمود شکاری کی کتاب بلوغ الارباب کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ (قادری غفرلہ)

الاخلاص والتوحيد لايزال
 في ذريته من يوحد الله ويعبده
 اخلاص اور توحيد مراد ہے، حضرت ابراہیم
 کی اولاد میں ایسے لوگ موجود رہے جو
 اللہ کو واحد جانتے اور اس کی عبادت
 کرتے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

رب اجعلني مقيم الصلاة
 ومن ذريتي
 اے میرے رب: مجھے نماز قائم کرنے
 والا بنا اور میری اولاد کو بھی۔

(ابراہیم ۴۰)

مفسرین نے اس کے تحت کہا۔

فلن يزال من ذرية ابراهيم اناس
 على الفطرة يعبدون الله
 سیدنا ابراہیم کی اولاد میں سے کچھ لوگ
 فطرت پر تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت
 کرتے تھے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

واذقال ابراهيم رب اجعل
 هذا بلداً آمناً واجنبى وبنى ان
 نعبد الا صنم
 اور جب ابراہیم نے عرض کیا اے میرے
 رب: اس شہر کو امن والا بنا اور مجھے اور
 میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے محفوظ
 فرما۔

(ابراہیم ۳۵)

سیدنا ابراہیم کی دعا

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد سے اس آیت کے تحت نقل کیا اللہ تعالیٰ نے
 حضرت ابراہیم کی دعا ان کی اولاد کے بارے میں قبول فرمائی، ان کی دعا کے بعد ان میں
 سے کسی نے بت پرستی نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرتے ہوئے اس شہر کو
 امن والا بنایا، آپ کے اہل کو ثمرات عطا فرمائے اور آپ کو امامت کا درجہ دیا اور آپ
 کی اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنایا۔
 (جامع البیہن ۸۷۸)

امام ابن ابی حاتم نے سفیان بن عیینہ کے بارے میں نقل کیا ان سے سوال ہوا، کیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد نے بت پرستی کی؟ تو فرمایا ہرگز نہیں کیا تم نے ان کی یہ دعا نہیں سنی۔

واجبئی وبنی ان نعبد الا صنم اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے محفوظ فرما۔

سوال ہوا اس میں حضرت اسحاق کی اور سیدنا ابراہیم علیہما السلام کی بقیہ اولاد کیوں شامل نہیں؟ فرمایا اس خاص شہر کے بسنے والے اہل کے لئے دعا تھی کہ وہ جب یہاں ٹھہریں تو بت پرستی نہ کریں عرض کیا۔

اجعل هذا البلدا منا اے اللہ: اس شہر کو امن والا بنا دے۔

اس میں تمام شہروں کے لئے دعا نہیں تھی ان کے الفاظ یہ ہیں۔

واجبئی وبنی ان نعبد الا صنم اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھنا۔ (ابراہیم ۳۵)

اس میں انہوں نے اپنے اہل کو مخصوص فرمایا ہے۔

اس تمام گفتگو سے وہی کچھ ثابت ہو رہا ہے جو امام فخرالدین رازی نے کہا ہے۔ حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے کیا خوب کہا ہے۔

تنقل احمد نورا عظیما تلالاً فی جباہ الساجدینا
نقلب فیہم قرنا فقرنا الی ان جاء خیر المرسلینا
(حضور علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں چمکتا ہوا منتقل ہوتا رہا ہے۔ اور ان میں سے بہتر سے بہتر کی طرف بڑھا حتیٰ کہ خیر المرسلین کی صورت میں ظہور پذیر ہوا)

حضرت عبدالمطلب کا معاملہ

اب صرف معاملہ حضرت عبدالمطلب کا رہ جاتا ہے ان کے بارے میں تو وہوں کا اختلاف ہے۔ مختار قول یہی ہے کہ انہیں دعوت نہیں پہنچی۔

اہم شہرستانی کہتے ہیں، حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا ظہور تھا، اس نور کی برکت سے بیٹے کے ذبح کی نذر الہام ہوئی اس کی برکت سے انہوں نے ابرہہ سے کہا

ان لہذا البیت ربای حفظہ
اس گھر کا مالک ہے جو اس کی حفاظت کرے گا۔

اس کی تائید کرتا ہے وہ واقعہ کہ وہ ابو قیس پر چڑھے اور کہا۔

لاہم ان المرء یمنع رحلہ فامنع رحالک
لا یغفلن صلیبہم ومحالہم عدوا محالک

(اے اللہ ہر آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی کعبہ کی حفاظت فرما، ان کی صلیب تیرے گھر پر کبھی غالب نہیں ہوگی۔)

اس نور کی برکت سے وہ اپنی اولاد کو ظلم و سرکشی سے منع فرماتے، انہیں اچھے اخلاق اپنانے پر ابھارنے اور گھنیا امور سے منع کرتے، اس نور کی برکت سے انہوں نے اپنی وصیتوں میں کہا جو دنیا سے ظالم جائے گا اس سے بدلا لیا جائے گا اور اسے ضرور سزا ملے گی یہاں تک کہ آپ سے عرض کیا گیا ایک ظالم فوت ہو گیا مگر اس کے ظلم کی سزا اسے نہیں ملی

حضرت عبدالمطلب نے غور فرما کر کہا۔

واللہ ان وراء ہذا الدار دار
یجزی فیہا المحسن
باحسانہ وبعاقب فیہا
المسئی باسانہ

اللہ کی قسم اس دار دنیا کے بعد ایک ایسی دارِ آخرت ہے جس میں محسن کو اس کے احسان کا اور برے کو اس کی برائی کا بدلہ ضرور ملے گا۔ (المعلیٰ والنس، ۲۳۸=۲)

یہ باتیں واضح کر رہی ہیں کہ انہیں تفصیلاً دعوت نہیں پہنچی اور نہ ہی انہیں کوئی شخص ملا جو انہیں ان حقائق سے آگاہ کرتا جو رسول لے کر آتے ہیں کیونکہ انہیں انبیاء کے حوالے سے حشر و نشر کی اطلاع ہو جاتی تو وہ اس سے غافل نہ ہوتے اور نہ ہی یہ واقعہ پیش آتا کہ غور کر کے کہا کہ دوسرا جہاں ہے (یعنی نظر و استدلال کی حاجت ہی نہ تھی)

قولِ ساقط

ان کے بارے میں ایک قولِ ساقط بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے، اسے ابن سید الناس نے سیرت میں نقل کیا۔

لیکن یہ مردود ہے میں نے اسے کسی اہل سنت کے امام کا قول نہیں پایا بلکہ یہ شیعہ کی طرف سے آیا ہے اور یہ ایسا قول ہے جس پر کوئی دلیل نہیں، اس بارے میں کوئی حدیث مروی نہیں، نہ ضعیف اور نہ غیر ضعیف۔

اس سے امام فخر الدین رازی اور قائل کے درمیان فرق بھی واضح ہو گیا کہ قائل کا دعویٰ یہ ہے کہ عبدالمطلب زندہ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملت پر ہو گئے، امام فخر الدین رازی یہ نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں وہ اصلاً ملتِ ابراہیمی پر تھے، انہیں اس ملت میں داخلہ حاصل نہیں ہوا۔

ضمیمہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے موصدہ ہونے پر یہ روایت دلالت کر رہی ہے، جسے امام ابو نعیم نے دلائل النبوة میں سندِ ضعیف کے ساتھ بطریقِ زہری حضرت ام سلمہ بنت ابی رعم سے انہوں نے اپنی والدہ سے بیان کیا میں سیدہ آمنہ کے مرضِ وصل کے وقت ان کی پاس تھی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی عمر پانچ سال تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سزاقدس کے پاس تشریف فرما تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

بارک اللہ فیک من غلام یا ابن الذی من حومة الحمام
(اے نوجوان: تجھے اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے تو اس شخص کا بیٹا ہے جس نے
مہرت سے نجات پائی)

انحابعون الملک المنعم فودی غداۃ الضرب بالسہام
(ملک اور انعام کرنے والے کی مدد سے نجات پائی اور ان کا فدیہ ادا کر دیا گیا)
بمائة من ابل سوام ان صح ما بصرت فی المنام
(وہ سو اونٹ تھے تاکہ خواب کی تعبیر پوری ہو جائے)

فانت مبعوث الی الانام من عندی ذی الجلال والاکرام
اتم لوگوں کی طرف رسول ہو اللہ صاحب جلال و کمال کی طرف سے)

تبعث فی الحل و فی الحرام تبعث بالتحقیق والاسلام
(تم حرم اور غیر حرم کے نبی ہو اور تمہیں اسلام اور حقائق دے کر بھیجا گیا)

دین ابیک البرا ابراہام فاللہ انہاک عن الاصنام
(آپ کے والد ابراہیم کا دین اعلیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے بت پرستی سے منع فرمایا)

ان لاتوالیہامع الاقوام

(تم لوگوں سمیت بت پرستی سے بچو)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ نے فرمایا ہر زندہ مرنے والا ہے، ہر جدید
پرانہ ہونے والا ہے، ہر صاحب کثرت فنا ہو جائے گا، میں جا رہی ہوں لیکن میرا ذکر باقی
ہے۔ میں نے خیر چھوڑی ہے اور پاکیزہ کو جنم دیا ہے اس کے بعد ان کا وصل ہو گیا
ہم نے ان کے وصل پر جنات کا نوحہ سنا اور ان کے کلام میں سے ہمیں یہ یاد

تبکی الفتاة البرة الامنيه
ذات الجمال العفة الرزينة

(نوجوان صلح صاحبِ امانت خاتون پر آنسو بہانے چاہیں جو صاحبِ جمل اور عقیقہ

تھیں)

زوجة عبدالله والقرينه
ام نبی اللہ ذی السکینه

(وہ حضرت عبداللہ کی بیوی اور صاحبِ سکینہ اللہ کے نبی کی والدہ ہیں۔)

وصاحب المنبر بالمدينه
صارت لى . حضرتها رهينه

(وہ نبی مدینہ کے منبر کے تاجدار ہیں اب وہ قبر میں مدفون ہیں۔)

تم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کا کھام پڑھا، اس میں صراحۃً
بتوں کی عبارت سے منع موجود ہے، دین ابراہیمی کا اعتراف ہے، اپنے بیٹے کا اللہ تعالیٰ
کی طرف سے نبی ہونے کا تذکرہ اور اعتراف ہے، یہ تمام الفاظ شرک کے منافی ہیں۔

تمام انبیاء کی مائیں

پھر میں نے انبیاء علیہم السلام کی ماؤں کے بارے میں تحقیق کی تو ان میں سے اکثر
کے ایمان پر تصریح پائی اور جن پر نص نہ تھی ان پر سکوت تھا، کوئی شے ان کے
بارے میں ہرگز منقول نہیں، اور ظاہر یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صاحبِ
ایمان ہوں گی، اس کی وجہ اور راز یہ ہے کہ ان تمام نے نورِ الہی کا مشاہدہ کیا تھا جیسا
کہ اس حدیث میں موجود ہے۔

امام احمد، بزار، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے حضرت عریض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے روایت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں
خاتم النبیین تھا اور آدم اپنی تیاری میں تھے، میں تمہیں یہ بھی بتاؤں میں اپنے والد
حضرت ابراہیم کی دعا، حضرت عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں اور اس طرح

تمام انبیاء کی مائیں ایسا خواب دیکھتیں ہیں۔ (المستدرک، ۲: ۴۵۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ نے حمل اور ولادت کے دنوں میں بہت سی ایسی نشانیوں دیکھیں جو انبیاء کی مائیں دیکھا کرتی ہیں، اس پر تفصیلاً احادیث ہم نے کتاب المعجزات میں ذکر کی ہیں۔

اس مسئلہ پر یہ تیسری تصنیف ہے جو نہایت مختصر ہے، میں نے اس موضوع پر جو تھی کتاب بھی لکھی ہے جس میں حدیث احیا (زندہ ہو کر ایمان لانا) پر اصول حدیث کے اعتبار سے گفتگو کی ہے۔ اب میں پانچویں تصنیف کی طرف بڑھتا ہوں جو شرکی صورت میں بطریق انشاء مقلد ہے۔

خاتمہ

ہمارے استاذ امام تقی الدین کے والد امام کمال الدین شمش کی مجموعہ تحریر میں ہے کہ قاضی ابوبکر بن العربی سے اس آدمی کے بارے میں سوال ہوا جو کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد دوزخ میں ہیں تو انہوں نے فرمایا وہ ملعون ہے اور اس پر یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ
لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ
واعادلہم عذابا مہینا
(الاحزاب، ۵۷)

بلاشبہ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لعنت دی، ان پر اللہ کی لعنت دنیا و آخرت میں اور ان کے لئے اس نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اے جو تھی کا ترجمہ بنام "والدین مصلقی کا زندہ ہو کر ایمان لانا" اور پانچویں کا ترجمہ بنام "نسب نبوی کا بنام" شائع ہو چکا ہے۔ (قادی غفرلہ)

پھر فرمایا۔

اس سے بڑھ کر کیا ازیت ہو سکتی ہے کہ یہ کہا جائے کہ فلاں کا والد دوزخ میں

ہے۔

امام محب طبری نے ذخائر العقبیٰ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا سبیحہ بنت ابی لب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا 'یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ کہتے ہیں تو دوزخی کی بیٹی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا

ما بال اقوام یؤذوننی فی
قرباتی من لذی قرباتی فقد
آذانی ومن آذانی فقد آذی اللہ
(الذخائر العقبیٰ، ۱۷)

ان لوگوں کا حمل کیا ہو گا جو مجھے قربت
داروں کے حوالے سے ازیت دیتے ہیں
جس نے میرے کسی رشتہ دار کو ازیت
دی اس نے مجھے ازیت دی اور جس نے
مجھے ازیت دی اس نے اللہ کو ازیت
دی۔

امام ابو نعیم نے علیہ میں بطریق عبداللہ بن یونس کہا کہ میں نے اپنے بعض اساتذہ
سے سنا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک فحشی لایا گیا جو مسلمان تھا
لیکن اس کا والد کافر تھا، آپ نے لاپنے والے سے فرمایا تم مہاجرین کی اولاد میں سے
کسی کو لاتے، اس پر فحشی بول پڑا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد
بھی تو ہم وہ گلہ ذکر نہیں کرتے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوئے
اور فرمایا یہاں سے دفعہ ہو جا تو کبھی بھی ہمارے ہاں نہیں رہ سکتا۔

(اللقاء، ۲=۹۹۳)

شیخ الاسلام ہروی نے ذم الکلام میں ابن ابی جمیلہ سے نقل کیا حضرت عمر بن
عبدالعزیز نے سلیمان بن سعد سے کہا مجھے معلوم ہوا ہے تیرا والد فلاں فلاں جگہ پر ہمارا

عالم رہا ہے۔ حالانکہ وہ کافر تھا اس نے آگے سے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد..... ہم وہ کلمات ذکر نہیں کرتے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر سخت ناراض ہوئے اور اسے دیوان سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

امام شافعی کا ادب

قاضی تاج الدین سبکی نے التریح میں کہا، امام شافعی نے جب یہ روایت بیان کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بڑے خاندان کی عورت کا ہاتھ کاٹا تو لوگوں نے باتیں کیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر فلاں خاتون بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کٹ دیتا، ابن سبکی کہتے ہیں غور کرو امام شافعی نے اس مقام کا ادب کرتے ہوئے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام نہیں لیا۔ بلکہ فلالۃ کہہ دیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام لیا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ چیز زیب دیتی ہے مگر دوسروں کے لئے یہ کہاں جائز؟

امام ابو داؤد کا ادب

صاحب سنن امام ابو داؤد نے بھی ادب ہی کا طریقہ اپناتے ہوئے حضرت عبدالمطلب کے حوالے سے حدیث نقل کی مگر ان کے بارے میں جو سخت الفاظ تھے ان کی تصریح نہ کی، (ابو داؤد، ۲=۸۹)

حالانکہ وہ حدیث مسند احمد اور نسائی میں موجود ہے۔ یہ اور دیگران آئمہ کے آداب کی مثالیں ہمارے لئے رہنمائی و تعلیم ہیں کہ ہم ادب کرتے ہوئے ایسے معاملات میں خاموشی اختیار کریں۔ اس لئے میں نے اس کتاب بلکہ بقیہ کتب میں بھی چوتھے گروہ کا قول (کفر والا) ذکر ہی نہیں کیا بس صرف تین گروہ (جو ناجی مانتے ہیں) کا ہی ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے۔



ترجمہ و تحقیق

تصنیف

مفتی محمد سعید خان قلوبی

امام جلال الدین سیوطیؒ

حجاز پبلی کیشنز، لاہور

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

المقامة السندسية في النسبة المصطفوية	نام کتاب
امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)	مصنف
نسب نبوی ﷺ کا مقام	ترجمہ کا نام
مفتی محمد خان قادری	مترجم
علامہ محمد فاروق قادری	اہتمام
حافظ ابوسفیان نقشبندی	پروف ریڈنگ
حجاز پبلی کیشنز لاہور	ناشر
۱۹۹۹ء	اشاعت اول
۲۰۱۲ء	اشاعت دوم

ملنے کے لیے

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور	☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی	☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی	☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی	☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور	☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور	☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور	☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور	☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم	☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور - 1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاں بیک لاہور

042.35300353...0300.4407048.

انتساب رحمۃ اللہ علیہ سلطان العلماء علامہ سلطان احمد گوٹروی حاصلانوالہ کے نام

- ۱- جو سراپا اخلاص و لکھیت تھے۔
- ۲- جو رات کے پچھلے پیر درسیات کے بڑے اسباق پڑھاتے بلکہ چاشت سے پہلے پہلے اسباق سے فارغ ہو جاتے۔
- ۳- حضور ﷺ کے فرمان مبارک "اوپروالابا تمھ نیچے والے سے بہتر ہوتا ہے" پر عمل پیرا ہو کر سارا دن تجارت و حکمت میں بسر کرتے۔
- ۴- مدرسہ کے نام پر لینا تو کجا اپنے گھر سے طلبہ کی خدمت کرتے۔

محمد خان قادری

٥

المقامة السندسية

في

النسبة المصطفوية

بشيخ العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر الشيوطي

متوفى سنة ١٥٠٥/٩١١م

قدم له وشرحه وعلق عليه

الدكتور محمد عز الدين السعيد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى
اس اہم اور قیمتی مقالہ میں حضور ﷺ کے والدین شریفین کے اسلام پر
دلائل فراہم کر کے بہت سے مخفی گوشوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ اس کا نام 'المقامۃ
السندسیۃ فی النسبۃ المصطفویۃ' ہے۔

لقد جاءكم رسول من
انفسكم عزیز علیہ ما عنتم
حریص علیکم بالمؤمنین
رؤف رحیم (التوبہ: ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم
میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت
میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے
نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال
مہربان۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب شرف نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی قدر و منزلت نہایت بلند، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل نہایت روشن، مخلوق
میں ماں اور والد کے حوالے سے سب سے افضل، حسب و نسب میں سب سے پاکیزہ
ہیں۔

خلق اللہ لاجلہ الکوینین اللہ تعالیٰ نے ان کی خاطر دو جہانوں کو
پیدا فرمایا۔

تمام اہل ایمان کی آنکھوں کی ٹھنڈک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس
ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت انبیاء کا نبی بنایا، ابھی
حضرت آدم کا وجود تیار نہ ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم
مبارک عرش پر اس اطلاع کے لئے لکھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کے ہاں آپ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا مرتبہ اور فضیلت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنایا تو ان کی توبہ قبول ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ اگر یہ نہ

ہوتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں پیدائہ فرماتا اس سے بڑھ کر فضیلت کیا ہو سکتی ہے؟

بنی خص بالتقدیم قلما و آدم بعد فی طین و ماء
(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بت پہلے نبی کا درجہ دیا گیا تھا حالانکہ ابھی آدم
علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔)

کریم بالحیا من راحتہ یجود و فی المحیا بالمحیا
(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیوں کی برکت اور چہرہ اقدس کی برکت سے
بارش کا نزول ہوا کرتا۔)

جنت کا مالک

امام غزالی اور دیگر اہل علم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں لکھا

ہے۔

ان اللہ ملکہ الجنة و اذن له ان یقطع منها من یشاء ما یشاء
و سلم کو جنت کا مالک بنا دیا ہے اس میں
(مرقاۃ المفاتیح ۳ = ۲۲۳) سے جتنی جس کو چاہیں عطا فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس سے بھی بڑھ کر احسان ہے، تعظیم شان کے
لئے نسب کی خصوصی طہارت عطا فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کامل برہان
بنانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کو ہر قسم کی میل سے پاک رکھا
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر اصل کو اپنے دور میں سب سے بہتر بنایا، جیسا کہ
بخاری کی روایت میں ذکر ہے اور اس میں بیان کردہ مضمون پر ہمارا یقین ہے۔

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من
مجھے اولاد آدم کے ہر دور کے بہتر
خاندانوں میں پیدا کیا گیا حتیٰ کہ میں اس
خاندان میں ہوا جس میں اب ہوں۔
القرن الذی کنت فیہ

(البخاری باب صفة النبی)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے۔

انا خیرکم انفسکم نسبا میں تم میں نسب مسرال اور حسب کے
وصہرا وحسبا (الثقاء ۱=۱۷) اعتبار سے نہیں و اعلیٰ ہوں۔

یہ بھی فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرماتا رہا وہ
تمام مزکی اور منذب تھے۔ جب بھی ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا مجھے ان میں
سے بہتر میں رکھا گیا۔

فانا خیرکم نفسا وخیرکم میں تم سے اپنی ذات کے حوالے سے
ابا (دلائل النبوة ۱-۵۸) بھی افضل ہوں اور والدین کے حوالے
سے بھی افضل ہوں۔

صاحب بروہ نے کیا خوب کہا اللہ تعالیٰ انہیں روز قیامت انعام عطا فرمائے۔

ویدالوجود منک کریم من کریم آباءہ کرماء
نسب تحسب العلی بحلالہ قلد تھا نجومها الجوزاء
حبنا عقد سوددوفخار انت فیہ الیتیمہ العصماء
(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود صاحب شرف ہے اور آپ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے آباء بھی صاحب کرم و شرف ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب
عالی اور خوبصورت ہے، جیسا کہ آسمان کے وسط میں ستارہ ہے، اس قدر بلندی مبارک
ہو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام میں بے مثل ہیں۔) (قصیدہ ہمزہ ۶)
اس طریقہ سے نظم کرتے ہوئے حافظ العصر ابو الفضل بن حجر کہتے ہیں۔

نبی الہدی المختار من آل ہاشم
فعن فخر ہم فلیقصر المتطاول
تنقل فی اصلاب قوم تشرفوا
به مثل ماللبدر تلک المنار

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہادی ہیں اور آل ہاشم سے منتخب وہ فخر کی وجہ
سے بہت بلند ہیں، جن ہستیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتقل ہوتے ہیں،

ان کی مثل تو بدرنے بھی منازل نہیں پائیں (قریش کی تخلیق)

یہ بھی منقول ہے کہ قریش حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بصورت نور تھے اور وہ نور اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتا، ملائکہ ان کی تسبیح پر تسبیح کہتے پھر وہ نور صلب آدم میں رکھا گیا اور وہ سب سے قیمتی جوہر تھا، فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا، اس کی تائید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اشعار سے بھی ہوتی ہے۔

من قبلها طبت فی الظلال وفی مستودع حیث یخسف الورق
ثم هبطت البلاد لابشر انت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین وقد الجسم نسرا واهله الغرق
تنقل من صالب الی رحم اذا مضی عالم بدنا طبق
حتی احتوی بیتک المہیمن من خندف علیاء تحتها النطق
وانت لما ولدت اشرق ت الارض وضاء ت بنورک الافق
فنحن فی ذلک الضیاء وفی النور وسبل الرشاد نخترق

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی موجود تھے جب حضرت آدم نے اپنے جسم پر پتے سجے، پھر آپ زمین پر تشریف لائے اس وقت نہ کوئی بشر تھا اور نہ کوئی رحم مادر میں، آپ کشتی نوح میں سوار ہوئے اور ان کے مخالف لوگ غرق ہو گئے، آپ پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل ہوتے رہے حتیٰ کہ آپ اپنے مبارک گھر میں تشریف فرما ہوئے اور آپ کاتب سب سے اعلیٰ ہے، جب آپ کی ولادت ہوئی تو تمام زمین و آسمان روشن ہو گئے اور ہم اس ضیاء روشنی میں راستہ و منزل پارہے ہیں)

(الوفاء=۱۳۵)

حضرات انبیاء علیہم السلام سے عہد

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے، اگر تم ان کو پالو تو پھر ان کی اتباع اور تعظیم و توقیر کریں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوق کی طرف رسول بتایا گیا، خواہ وہ انسان ہیں یا جنات یا ملائکہ۔ شیخ بارزی کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائرہ دعوت میں حیوانات، جمادات، حجر اور شجر بھی شامل ہیں۔

امام سبکی کا کہنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سابقہ تمام امتوں کے بھی رسول ہیں، پھر فرمایا تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی تمام امتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کے دائرہ کے اندر ہیں اس وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر آئیں گے۔ جو شریعتیں سابقہ انبیاء علیہم السلام لے کر آئے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف منسوب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، انبیاء علیہم السلام کے بھی نبی ہیں۔ اور وہ جو کچھ اپنی امتوں کی طرف لے کر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بھی نبی ہیں۔

مذکورہ ماہر امام نے جو شاندار گفتگو کی اس کی نظیر سننے میں نہیں آئی، انہوں نے اس موضوع پر مستقل کتاب "التعظیم والرب" لکھی، حق یہ ہے کہ اسے ریشم کے کپڑے پر سنہری حروف سے لکھا جائے، اس بے مثل گفتگو کے مطابق امام بو صیری کا قول بھی ہے۔

وکل آی اتی الرسل الکرام بها فانما اتصلت من نورہ بهم
فانہ شمس فضل ہم کواکبها یظہرن انوارها للناس فی الظلم
وکلہم من رسول اللہ ملتئم غرفا من البحر ورفا من الدیم
وواقفون لہ عند حدہم من نقطۃ العلم او من شکلة الحکم

جو جو کلمات رسولان کرام کو ملے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کے وسیلہ سے تھے، آپ بزرگی میں سورج اور انبیاء ستارے ہیں جو لوگوں کی تاریکیوں میں رہنمائی کرتے ہیں، قلم رسل حضور سے حاصل کرنے والے ہیں، جیسے سمندر سے چلو یا شبنم سے قطرہ۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ایسے ہیں جیسے علم کے مقابلہ میں ایک نقطہ ہو۔ (تصیّدہ بروہ)

ہزار ہا معجزات

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر ہزار ہا معجزات کا ظہور ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے خصائص عطا ہوئے جو پہلے کسی بھی نبی کو نہیں ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص و معجزات میں سے اپنے والدین کو زندہ کرنا اور ان کا ایمان لانا بھی ہے۔ ہمیشہ سے اہل علم اور محدثین متقدمین و متاخرین نے اس پر گفتگو کرتے ہوئے اسے نقل کیا۔ اس پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ انہوں نے اسے چھپایا نہیں، بلکہ لوگوں کے درمیان اسے آشکار کیا اور پھیلایا۔ اسے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات، خصائص اور مناقب و فضائل میں شمار کیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا اس مقام پر سند کا ضعف نہیں دیکھا جاتا بلکہ فضائل و مناقب میں ضعیف روایت معتبر ہوتی ہے۔ آئمہ محدثین نے ابواب مناقب میں اس سے بھی زیادہ ضعیف روایات ذکر کی ہیں بلکہ جو اس کے رتبہ کو نہیں پہنچیں ان کے ذکر میں بھی تسامح سے کلام لیا اور ان کی مختلف توجیہات کیں۔

امام قرطبی کی رائے

امام قرطبی کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقلات و خصائص و اوصاف تک تسلسل کے ساتھ بڑھتے رہے تو یہ (احیاء والدین) بھی اللہ تعالیٰ کے ان انعمت اور فضل میں سے ہے اور والدین کا زندہ ہونا شرعاً اور محققاً محال نہیں۔

(التذکرہ ۱۷۱)

اسی طرح ابن سید الناس کہتے ہیں بعض اہل علم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقلات مبارکہ اور درجات عالیہ 'روح طیبہ کے قبض ہونے اور رفتی اعلیٰ سے ملاقات سے پہلے بڑھتے رہے۔ ممکن ہے یہ شان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے حاصل نہ ہو اور پھر عطا کر دی گئی تو والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا دیگر مخالف احادیث کے بعد ہو۔ (عیون الاثر، ۱، ۱۷۳)

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے خوب کہا

حب اللہ النبی مزید فضل علی فضل وکان بہ رؤوفا
 فاحیا امہ وکنا اباہ لایمان بہ فضلا لطیفا
 فسلم فالقدیم بناقدیر وان کان الحدیث بہ ضعیفا
 (اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی پر خصوصی عطا فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
 نہایت ہی مہربان ہے، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا وہ
 (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
 کس قدر لطف ہے۔ اے لوگو تسلیم کرو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اگرچہ اس معاملہ میں
 وارد حدیث ضعیف ہے)

ایک اہم ضابطہ

بعض اہل علم نے اسے یوں مٹوید 'قوی' پختہ' مضبوط اور ثقہ کرنے کے لئے کہا کہ
 یہ ایک امت کے متفقہ و مسلمہ قاعدہ کے مطابق ہے کہ کسی نبی کو جو بھی خصوصیت و
 معجزہ عطا کیا گیا ہے اس کی مثل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور حاصل
 ہوئی، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قبور سے مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ نصیب
 ہوا تو اب اس کی نظیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی ہوگی اور وہ یہی
 مشہور و منقول واقعہ ہے۔ اگرچہ دیگر واقعات بھی اس طرح کے واقع ہوئے، مثلاً
 گوشت کا بولنا، کھجور کے تنے کا فراق، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رونما، لیکن

والدین کا زندہ ہونا اس کے زیادہ مماثل و مشابہ ہے، اور مسلمہ ضابطہ یہ ہے کہ حدیث ضعیف قاعدہ مقررہ کے مطابق ہونے کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہے۔

محققین علماء کی رائے

محققین علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے حوالے سے اس (احیاء والدین) سے بھی زیادہ قوی اور اصح راستہ اختیار کیا ہے۔ کہ وہ ان اہل فترت میں سے ہیں جنہیں دین کی دعوت پہنچی ہی نہیں۔ کیونکہ یہ ہرگز ثابت نہیں کہ ان تک دعوت پہنچی اور انہوں نے اس کا انکار کیا۔ حالانکہ ہر بچہ فطرت دین پر ہی پیدا ہوتا ہے اور ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ وہ دونوں ابتداء جوانی میں رحلت فرما گئے۔ انہوں نے بڑھاپا نہیں دیکھا، انہوں نے اتنی عمر نہیں پائی کہ وہ علماء کی تعلیمات سے باخبر ہوتے یا وہ سفر کے ذریعہ اہل علم کی مجالس اور صحبتوں میں استفادہ کرتے۔

اہل فترت کا حکم

اہل فترت کے بارے میں صحیح اور حسن احادیث ہیں کہ روز قیامت باری تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے امتحان تک ان کا معاملہ موقوف رہے گا، جس کے نصیب میں سعادت مندی ہوگی وہ طاعت کر کے جنت میں جائے گا۔ اور جو شقی ہو گا وہ نافرمانی کر کے دوزخ میں چلا جائے گا۔ اسی سے یہ قاعدہ سامنے آیا کہ جن لوگوں کو دعوت نہیں پہنچی ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں عذاب نہیں ہو گا اب جس کا مذہب بھی امام شافعی اور امام اشعری کے مطابق ہے وہ ان کی نجات کا قائل ہے۔

روایات کا جواب

مخالف روایات جو مسلم وغیرہ میں ہیں ان کے جواب میں محققین نے فرمایا یہ ان دلائل کی بنا پر منسوخ ہیں جن پر شکر منعم کا قاعدہ جنی ہے اور اس پر انہوں نے قرآن مجید

سے یہ آیات بطور استدلال ذکر کی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا (الاسراء: ۱۵)

ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک کہ رسول نہ بھیج لیں۔

۲۔ ایک مقام پر یہ بیان فرماتے ہوئے کہ دعوت پہنچنے سے پہلے کسی کو عذاب و ثواب نہ ہو گا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ولو انا ابلکنہم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع آیتک من قبل ان نزل ونخزی (طہ: ۱۳۳)

اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے باز نہ کرتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔

۳۔ سورۃ القصص میں فرمایا

ولو لا ان تصیبہم فسیبۃ بما قدمت ایدیہم فیقولوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک ونکون من المؤمنین (القصص: ۲۷)

اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

۴۔ اسی سورت میں دوسرے مقام پر ارشاد ہوا جس سے اہل علم نے استدلال کیا۔

وما كان ربك مهلك القرى حتى يبعث في أمها رسولا يتلوا عليهم آياتنا وما كنا مهلكي القرى إلا وابلها ظلّمون (القصص: ٥٩)

اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے مگر جب کہ ان کے ساکن ستم گار ہوں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ جاہل مکلف نہیں اور اہل نقل نے یہی بات اس آیت سے استنباط کی۔

ذلک ان لم یکن ربک مهلك القرى بظلم واهلها غفلون (الانعام: ۱۳۱)

یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

۶۔ اسی سورت میں سب سے سچے قول والے نے فرمایا ان تقولوا انما انزل الکتب علی طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستهم لغفلین (الانعام: ۱۵۶)

کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

۷۔ سورہ شعراء میں اہل جہاں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا۔ وما اهلکنا من قرية الا لها منذرون ذکرى وماکنا ظلّمین (الشعراء: ۲۰۸، ۲۰۹)

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی مگر جسے ڈر سنانے والے ہوں نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے عذر کو ختم کر دیا کہ وہ دوزخ میں کوئی مددگار نہیں پائیں گے کے بارے میں فرمایا۔

وہم یصطر خون فیہا ربنا
 اخر جنا نعمل صلحا غیر
 الذی کنا نعمل اولم نعمل کم
 ما یتذکر فیہ من تذکر و جاء
 کم النذیر (الفاطر: ۳۷)

وہ اس میں چلاتے ہوں گے، اے ہمارے
 رب، ہمیں نکل کہ ہم اچھا کام کریں
 اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا
 ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں
 سمجھ لیتا جسے سمجھتا ہوتا اور ڈر سنانے والا
 تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔

الغرض مذکورہ قاعدہ ہمارے فقہ و اصول میں قطعی اور مسلمہ ہے اور یہ اس کا
 محتاج نہیں کہ اس پر کوئی نقل پیش کی جائے۔
 اس کی نظیر مشرکین کے بچوں کا عذاب میں ہونے والی روایات کا منسوخ ہونا ہے
 اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ناسخ ہے۔

ولانزروا ذرۃ وزرا اخری
 اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا
 (الاسراء: ۱۵) بوجھ نہ اٹھائے گی۔

اس استدلال پر وہ حدیث بھی دال ہے جسے امام حاکم نے صحیح قرار دیا کہ حضرت
 عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 سے والدین کے بارے میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
 ما سألتهما ربی فیعطیننی میں نے اپنے رب سے جو کچھ ان کے
 فیہما وانی لقائم یومئذ المقام بارے میں مانگا اس نے مجھے عطا فرمایا تو
 المحمود (المسندرک: ۳۹۷۲) میں مقام محمود پر کھڑا ہونگا۔

جو واضح کر رہا ہے کہ اس مقام پر انہیں شفاعت نصیب ہوگی اور یہ امتحان کے
 موقع پر طاعت کی صورت میں ہی ہوگی، اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی
 روایت کو محمول کیا جائے گا جسے تمام رازی نے فوائد میں ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے فرمایا۔

انا كان يوم القيامة شفعت روز قیامت میں اپنے والد 'والدہ' چچا اور
 لابی وامی وعمی واخ لی کان جاہلیت کے بھائی کی شفاعت کروں گا۔
 فی الجاہلیۃ (ذخائر العقبیٰ '۱۷)

اس سے مراد رضاعی بھائی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صاحبزادے
 ہیں۔ امام محب طبری نے چچا کے حوالے سے مذکور فرمایا کہ ان کے
 عذاب میں تخفیف کی شفاعت ہے جیسا کہ مسلم میں ہے۔ (ایضاً '۱۷)

ہاں یہ تاویل ان کے حق میں ضروری ہے کیونکہ انہوں نے بعثت کا دور پایا لیکن
 وہ اسلام نہ لائے۔

امام فخرالدین رازی کا خوبصورت مسلک

امام فخرالدین رازی نے ایک اور مسلک اختیار کیا ہے جو نہایت ہی خوبصورت اور
 تعظیم و تکریم پر مشتمل ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین مشرک
 نہیں تھے۔ بلکہ وہ اہل توحید اور دین ابراہیمی پر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کے تمام اجداد حضرت آدم تک توحید پر ہی رہے۔ انہوں نے اس پر قرآن سے
 استدلال کیا جو تمام عابدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

الذی یراک حین تقوم جو تجھے دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے
 وتقلبک فی السجدين ہو۔ اور تمہارا سجدہ کرنے والوں میں
 (الشعراء ۲۱۸'۲۱۹) غمگن ہوتا۔

دوسرے مقام پر فرمایا
 انما المشرکون نجس مشرک نرے ناپاک ہیں۔
 (النوبہ '۲۸)

یہ کفار کا حکم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان ہے۔
 لم ازل انقل من اصلااب میں پاک پشتوں سے پاک رحموں میں
 الطاہرین منتقل ہوتا رہا ہوں۔
 (دلائل النبوة لابی نعیم ۵۷۱)

سیوطی کی تحقیق

میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کے بارے میں مطالعہ کیا
 میں نے انہیں حضرت آدم سے لیکر مرثد بن کعب بن لوی تک تمام کو صاحب تقویٰ
 اور اہل ایمان پایا۔ ہاں ان میں آزر کو مستثنیٰ کیا جائے گا بشرطیکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ
 السلام کے والد ہوں اگر وہ آپ کے چچا ہیں جیسا کہ امام رازی اور اسلاف کی پوری
 جماعت کا موقف ہے تو حکم تمام کو شامل ہو گا۔

آثار کی شہادت

اور اس پر صحیح آثار شاہد ہیں کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے
 درمیان کوئی کافر نہیں، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کا یہ معنی ہے۔
 کان الناس امة واحدة لوگ امت واحدہ ہی تھے۔
 (البقرہ ۲۱۳)

تو ان میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ان الفاظ میں ہے۔

رب اغفر لی ولوالدی وللمن اے میرے رب مجھے بخش دے اور
 دحل بینی مؤمننا (نوح-۱۲۸) میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے
 ساتھ میرے گھر میں ہے۔

حضرت سام بن نوح کے بارے میں ہے کہ وہ نبی تھے آگے ان کے بیٹے
 ارفخشند صدیق تھے انہوں نے اپنے جد حضرت نوح علیہ السلام کو پایا اور انہوں
 نے ان کے لئے دعا بھی کی اور یہ بہترین ساتھی تھے۔

عربوں میں کوئی مشرک نہ تھا

طبقات ابن سعد میں ہے کہ بابل میں عہد نوح سے لوگ اسلام پر ہی تھے۔ یہاں تک کہ نمرود بن کوش بن کنعان وہاں کا بادشاہ بنا تو اس نے انہیں بت پرستی کی دعوت دی۔ (الطبقات، ۱/۴۴)

ربا معاملہ عربوں کا تو بخاری وغیرہ کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ عہد ابراہیمی سے لے کر عہد عمرو بن عامر خزاعی تک ان میں کوئی مشرک نہ تھا، یہ پہلا شخص ہے جس نے بت پرستی شروع کی اور دین ابراہیمی میں تبدیلی کی، اس سبب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دونخ میں اپنی آنتیں کھینچتے ہوئے دیکھا۔

اس بات کی متعدد علماء نے تصریح کی ہے اور مختلف محدثین نے اسے نقل کیا ہے۔ ابن جبیب نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا۔

کان عدنان ومعد وربیعة
ومضر وخریمة واسد علی
ملة ابراهیم فلا تذکروہم
الاخیر

عدنان، معد، ربیعہ، مضر، خزیمہ اور اسد تمام
ملت ابراہیمی تھے۔ ان کا تذکرہ اچھا ہی
کیا کرو۔

الروض الانف میں ہے

لانسبوا الیاس فانه کان مؤمنا
(الروض، ۸)

الیاس کو برانہ کہو کیونکہ اہل ایمان ہیں۔

دلائل النبوة از امام ابو نعیم میں ہے، حضرت کعب بن لوی نے اپنی اولاد کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی وصیت کی اور ساتھ کہا۔

یالیتی شاهد نجواء دعوتہ

اذا قریش تبغی الحق خذلانا

کاش میں اس وقت حاضر ہوتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین کی دعوت دیتے اور قریش اسے نچا کرنے کی کوشش کرتے۔ (دلائل النبوة: ۱/۹۰)

رہا کلاب، تنسی، عبد مناف اور ہاشم کا معاملہ ان کے بارے میں بندہ کسی نص سے آگاہ نہ ہو سکا باقی عبدالمطلب تو ان میں اختلاف ہے، مختار یہی ہے کہ وہ ان اہل فترت میں سے ہیں جنہیں دعوت نہیں پہنچی، قصہ اصحاب فیل میں ان کا یہ قول اس کی تائید کر رہا ہے۔

لاہم ان المرء یمنع رحلہ فامنع حلالک

وانصر علی آل الصلیب وعبادیہ الیوم آلک

(اے اللہ! آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما، ان کی صلیب اور اسلحہ تیرے گھر پر غالب نہیں آسکتے) (الطبقات - ۹۲۱)

حضرت مجاہد اور سفیان بن عیینہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے اسلام پر ہونے پر اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔

واذا قال ابراہیم رب اجعل
هذا البلد آمنا واجنبی ونبی ان
نعبد الا صنم (ابراہیم: ۳۵)

یاد کرو جب ابراہیم نے کہا میرے رب بنا
دے اس شہر کو امن والا اور مجھے بچا اور
میرے بیٹوں کو بت پرستی سے۔

ابن منذر نے تفسیر میں عالم کبیر ابن جریج سے صحت کے ساتھ اس فرمان باری تعالیٰ
رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ
ومن ذریئتی (ابراہیم: ۴۰)

اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا
بنادے اور میری اولاد کو بھی۔
کے تحت نقل کیا ہے۔

فلن یزال من ذریۃ ابراہیم ناس
علی الفترۃ یعبدون اللہ

حضرت ابراہیم کی اولاد میں ہمیشہ کچھ لوگ
فترت پر رہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت
کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس، مجاہد اور قتادہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی

وجعلها كلمة باقية في عقبه اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا تاکہ
لعلہم يرجعون (الزخرف، ۲۸) وہ باز آئیں۔

کی تفسیروں منقول کی ہے۔

الاخلاص والتوحيد لا يزال اخلاص اور توحید مراد ہے ہمیشہ حضرت
فی ذریتہ من یوحدا لله وبعبدہ ابراہیم کی اولاد میں ایسے لوگ رہے جو
(جامع البیان، ۱۳=۸۱) اللہ کو واحد مانتے اور اس کی عبادت کیا

کرتے۔

حافظ ابن ناصر الدین دمشقی نے کیا خوب کہا ہے۔

تنقل احمد نورا عظیما تلالاً فی جباہ الساجدینا
نقلب فیہم قرنا فقرنا الی ان جاء خیر المرسلینا
(نور احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں منتقل ہوتا رہا
اور ہر بہتر سے بہتر خاندان میں ہوتا ہوا خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت
میں ظہور پذیر ہوا)

یہ منقول اولہ کا خلاصہ ہے، یہ چمکتے ہوئے بدر و قمر ہیں نہ کہ ستارے، ان سے
سینوں کو شرح نصیب ہوا ہے، مسئلہ سورج کی طرح چمک اٹھا ہے، جو بھی اس مسئلہ
میں فکر و نظر کرے گا، اس کے تمام گوشوں کا مطالعہ کرے گا، اس پر مخفی معاملہ آشکار
ہو جائے گا اور جس کے ہاں اس کا موقف قوی ہے اور اس کے ہاں دوسرا موقف قوی
ہے تو وہ اسے اپنائے، ہمارا ان پر جبر نہیں، ہاں وہ آدمی ایسا ہو کہ دلائل کی بنیاد پر چلتا
ہو تو ایسا آدمی جو قول بھی اختیار کرے اور جس ترجیح کو اپنائے درست ہے اور اپنے
قول پر دلائل ذکر بھی کر سکتا ہے۔ لیکن جس کا مطالعہ بھی کہہ ہو اور پھر وہ نقش کلاہی
اور گل میں زبان دراز کرے تو "اذا لله ولا حول ولا قوة الا بذی الطول"
اگرچہ وہ یہ ارادہ رکھتا ہو کہ میں نے اپنی تحقیق میں ترجیح دی ہے اور میرا مقصد اصلاح

کے سوا کچھ نہیں۔

مجھے کسی نے ایک اہل حدیث کے بارے میں بتایا جس نے ساری عمر جلد بازی میں گزار دی ہے کہ ان کے پاس میرے دلائل کا تذکرہ ہوا تو وہ چیخ پڑھے اور نفرت کرتے ہوئے منہ پھیر لیا اور ان کے منہ سے پانی بہنا شروع ہو گیا زبان نکل آئی۔ چہرہ رات کی طرح سیاہ ہو گیا قریب تھا کہ وہ ستاروں کی طرف اڑتا دھیوں کی طرح دوڑا پھر اس کے منہ میں جو کچھ آیا اس نے کہا جو فحش کلام دگفتگو اس نے کی ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اس نے یہ بھی تذکرہ کیا کہ والدین کے بارے میں قرآن عظیم میں نازل ہوا ہے۔

ولانسئل عن اصحاب تم سے اصحاب روزخ کے بارے میں
الجحیم (البقرہ ۱۱۹) نہیں پوچھا جائے گا۔

میں نے ناقل سے کہا تم نے اس کے شیخ کے کلام سے اس کا منہ بند کرنا تھا جو نہایت ہی مضبوط اور مستحکم محدث (ابن حجر) ہیں اور اس کی جلائی ہوئی آگ کو وہاں ہی ٹھنڈا کر دینا تھا۔

اگر وہ بے وقوفی کے بغیر وہی نقل کر دیتا جو منقول ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ قصور تو ان لوگوں کا ہوتا ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں یا تو بلندی پر اترانے کی بنا پر یا حد غلو کی طرف تجاوز کرتے ہوئے یا اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے اور تکبر کرتے ہوئے یا دوسرے کو حقیر و ذلیل جانتے ہوئے یا مجھ جیسے آدمی پر حملہ آور ہوئے ایسا کوئی کرے۔

کیا یہ قواعد مسلم نہیں؟

کیا اس کے نزدیک وہ قاعدہ شکر منعم پکا نہیں جس پر یہ مسئلہ مبنی ہے۔ کیا قاعدہ حسن و قبح مضبوط نہیں جو اسے مستحکم بنا رہا ہے کیا وہ نہیں جانتا کہ غافل مکلف

نہیں ہوتا؛ کیا بعثت سے پہلے افعال کے بارے میں نہیں جانتا کہ ان پر تشدد ہے یا تخفیف؛ کیا وہ فن اصول، قواعد استدلال اور متعارض نقول کے تریج سے آگاہ نہیں،

لا تحسب ائمجدا نمرانت اكله

لن تبلغ المجد حتى تلعق الصبراً

بکھور کھانے سے انسان بزرگ نہیں ہوتا جب تک مقام صبر حاصل نہ ہو انسان بزرگی نہیں پاسکتا۔

کیا پہلا معاملہ بھول گیا ہے؟

کیا اسے وہ پہلا معاملہ بھول گیا جب میں نے لکھا تھا کہ انبیاء کی زیارت بیداری میں ممکن ہے اور اس پر آئمہ اور حفاظ کی تصریح ہے تو اس پر وہ بھراٹھا اور مجھے برا بھلا کہتے ہوئے کہنے لگا یہ تو محل ہے۔ کثرت قیل و قیل سے خوش ہونے لگا۔

جب اس پر تشدید بڑھی اور اسے اطلاع ملی کہ تجھ پر تو تکفیر لازم آرہی ہے

تو اس نے اپنے الفاظ بدلتے ہوئے کہا میں نے تو دعویٰ اجماع کا انکار کیا تو اس کا قول ثانی پہلے سے بھی بدتر ٹھہرا، کیونکہ ممکنات میں باری تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں کسی کو اختلاف ہے ہی نہیں، تو جو جائز اور محل میں فرق نہیں کر سکتا اس کے لئے خاموشی ہی بہتر و مناسب ہوتی ہے۔ میں نے اسی واقعہ کے متعلق کہا تھا۔

رؤية الانبياء بعد الممات ادخلوها في حيز الممكنات
قل لمن قال انه مستحيل اترك الخوض عنك في الغمرات
انت لانعرف المحال ولا الممكن لامابا لغير او بالذات
فاحترز ان نزل زلة كفر وتوق مواقع الزلات

(حضرات انبیاء علیہم السلام کی زیارت وصل کے بعد ممکنات میں سے ہے۔ جو کہتا ہے محل ہے اسے کہیں تو ان گمراہیوں میں غوطہ زن نہ ہو۔ کیونکہ تجھے محل و ممکن کا علم نہیں اور نہ تو جانتا ہے کہ بالغیر محل کون ہے اور کون بالذات ہے، بچ جا کہیں کفر میں نہ گر جاتا اور پھسلنے والے مقلات سے بچ کر رہو)

میرا قصور صرف یہ ہے

اس نے مجھے جو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا اور مجھے برا بھلا کہا اس کی وجہ صرف یہ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی نجات والے قول کو ترجیح دی ہے اور میرے سامنے اسلاف صالح کا اسوہ ہے، کیا مجھ سے پہلے یہ بات ایسے علماء نے نہیں کہی کہ اگر ان کا وزن پہاڑوں سے کرایا جائے تو وہ پھر بھی بھاری ٹھہریں گے۔ ہاں اگر وہ عدم اطلاع کی بات کرے تو عذر مقبول ہے یا نسیان کا قول کرے تو کوئی بات نہیں، انسان بھول سکتا ہے۔

وماسمی الانسان لالغیہ
ولا القلب الا انہ یتقلب

(انسان کہنے کی وجہ اس کا نسیان ہے اور قلب کی وجہ اس کا بدلنا ہے)

یہ بعید کیوں؟

کیا بعید ہے جس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں کو نجات عطا فرمائے کہ وہ اس کے وسیلہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو نجات دے اور اگر یہ بعید ہے تو میرے نزدیک وہ شدت کے بجائے نرمی کا راستہ بہتر ہے اور اگر وہ اس پر ڈٹا رہے گا تو وہ بخیل ہے۔ جس نے راہ سخاوت کو ترک کر دیا۔

شح السخاوی بالانحاء یدکرہ عن والدی سید الانبیاء والامم
ان عزان یتبلغ البحر الخضم یتقی من وابل الیم

(سخاوی نے نجات والدین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے بخل کیا اگر وہ محسوس کرنا کہ وہ بحر عظیم پر ہے تو کاش اس دائمی برسات سے سیراب ہو جاتا) کیا میرے پاس دلیل نہیں؟

کیا مخالف یہ سمجھتا ہے کہ ترجیح پر میرے پاس دلیل نہیں، میں نے محض خواہش

نفس کی بناء پر بغیر دلیل ترجیح دی ہے، معاذ اللہ! میرے سامنے دلائل قاطعہ، ساطعہ، خالصہ، روشن، جامع مانع، پختہ، مضبوط، مستحکم اور پکے، نفیس و اعلیٰ، جازم و لازم، مثبت، صحیح، صریح، تامہ و شاملہ ہیں جو دوسرے کی شکست کا سبب بن سکتے جیسا کہ کہا گیا۔

انحس القوافی تحت غیر لوئنا ونحن علی قوالہا امراء
یا مجھ پر اس لئے برس رہا ہے کہ میں دوسرے قول پر سکوت کیا ہے اور وہ ارادہ کرتا ہے کہ میں بھی اسے زبانوں پر جاری کرواؤں تو سبحان اللہ مجھے اس قول کی حکایت سے کیا نسبت؟ کیا میں حالت غیبت میں ہوں یا اونگھ رہا ہوں، کیا ان میں سے نہ ہوں جو اچھا قول سنتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں، کیا مجھے حق نہیں کہ اپنے اور اس کے درمیان دیوار بنا دوں جس میں دروازہ ہو اس کے اندر رحمت اور باہر عذاب ہو۔

سکوت پر دلائل

۱۔ علماء نے اس خاموشی کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے اسے حسن ادب اور احسن طریقہ قرار دیا ہے۔

۲۔ سائل ان لوگوں میں سے ہے جو آخرت کا مقرر ہے اور اس کی مجلس میں خواتین و عوام اور کم فہم بلکہ نئے نئے مسلمان ہونے والے لوگ بھی آتے ہیں، کیا ہم ان تک یہ بات پہنچانے والے بن جائیں، پھر ان کے فہم بھی کم اور طبائع بھی بہتر نہیں تو ہمیں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے، ہر مقام کے لئے مقل ہوتا ہے اور ہر معلوم کا بیان بھی کہاں ضروری ہوتا ہے؟

امام بیہقی نے شعب الایمان میں بعض اسلاف سے نقل کیا۔ جس کی عقل اس کے علم سے چھوٹی ہے اس کا علم اسے قتل کر دے گا۔ (شعب الایمان ۱۶۴)

اور جس نے کلام کیا اس کا خون مباح اور مذمت کثیر ہوئی پھر اس سے میری کیا غرض متعلق ہے؟ کیا اس مسئلہ کا تعلق اصول دین سے ہے کہ اس سے خاموشی سے

ضیاع کا خطرہ ہے یا کوئی ایسی عبارت ہے کہ خاموشی کی وجہ سے اس میں خلل و فساد آ جائے گا۔ یا عقدِ مالہ ہے جس میں نقص آ جائے گا یا مسئلہ نکاح ہے کہ اس میں حرام کو حلال بنایا جا رہا ہے یا قصاص کا معاملہ کہ وہاں خاموشی سے حق چھن جائے گا یا اس سے کسی کی ہتک عزت لازم آ رہی ہے، بلکہ یہاں تو ادب مطلوب ہے اور بہت سے مقامات پر خاموشی واجب و مستحب ہوتی ہے۔

ترک الامور النسی نخش عواقبها فی اللہ احسن فی الدنیا و فی الدین
(اللہ کی خاطر ان امور کا ترک کر دینا جن کے انجام سے خوف ہو، دنیا و دین میں احسن طریقہ ہے)

آیت سے استدلال

رہا منکر کا آیت سے استدلال کہ

ولانسئل عن اصحاب الجحیم (البقرہ ۱۱۹)
اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہو گا۔

ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تو ہم اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ علوم حدیث میں یہ ثابت ہے کہ سبب نزول کا حکم، حدیث مرفوع والا ہوتا ہے۔ اس لئے وہاں صحیح اور متصل حدیث ہی مقبول ہوگی نہ کہ ضعیف و مقطوع۔ مذکورہ سبب نزول کے بارے پوری دنیا میں کہیں بھی متصل اور صحیح سند ثابت نہیں۔ اور اس کے منکر کو بھی اعتراف ہے کیونکہ جب بات اس سے کی گئی تو اس نے انکار نہیں کیا اور اگر وہ حدیث ضعیف سے عذاب کا قول کر رہا ہے تو احادیث نجات کو بطریق اولیٰ مقبول ہونا چاہئے کیونکہ یہ اس سے افضل ہیں۔ جب وہ اس مقطوع روایت سے دوزخ ثابت کر رہا ہے تو اس متصل روایت سے جنت کیوں ثابت نہ ہوگی؟

یہاں خطاب کس کو ہے؟

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سامنے رکھا جائے کہ یہاں خطاب کس کو ہے؟ اس آیت کے آگے پیچھے ملاحظہ کر لو۔

یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی
التي انعمت عليكم
واوفو بعہدی اوف بعہدکم
وايای فارہبون (البقرہ: ۴۴)

اے یعقوب کی اولاد! یاد کرو میرا احسان جو
میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو
میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا
ہی ڈر رکھو۔

وہاں سے لے کر دوسرے مقام

یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی
التي انعمت عليكم وانی
فضلتکم علی العلمین

اے اولاد یعقوب! یاد کرو میرا وہ احسان جو
میں نے تم پر کیا اور یہ کہ اس سارے
زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔

(البقرہ: ۴۷)

تمام کا تمام خطاب اہل کتاب کو ہے یہی وجہ ہے کہ جب یہ طویل بات ختم کرنے
کا مرحلہ آیا تو پھر بنی اسرائیل کا تذکرہ کیا تاکہ واضح ہو جائے کہ ابتداء و انتہا میں وہی
مراد ہیں، تو اصحاب تجیم سے مراد اہل کتاب کے وہ کفار ہیں جنہوں نے دین کی دعوت
قبول نہ کی۔

ہمارے مؤقف کی تائید

ہمارے مؤقف کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے اس میں بنی
اسرائیل کی اولاد، خصوصاً یہود اور تورات میں تحریف و کمی کرنے والوں سے خطاب
ہے اس پر یہ قول شاہد ہے جسے امام فریابی اور عبد بن حمید نے حضرت مجاہد (جو تفسیر
قرآن کے امام ہیں) سے نقل کیا۔

من اربعین ایه من سورة البقرة الی عشرين ومائتھی بنی اسرائیل کے بارے میں
سورة البقرہ کی آیت چالیس سے ایک سو ہیں۔

اس پر آیت کے الفاظ و معانی کی بھی دلالت ہے مثلاً حجیم عظیم آگ کو کہا جاتا ہے اس پر لغت اور آثار عادل ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابومالک (جو معروف تابعی ہیں) سے نقل کیا ہے کہ اصحاب الحکم میں حجیم سے بڑی آگ مراد ہے۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

لها سبعة ابواب جنم کے سات طبقات ہیں۔

کی تشریح میں نقل کیا سب سے پہلا جنم، دوسرا لفظی تیسرا حطمة چوتھا سعیر، پانچواں ستر چھٹا حجیم، ساتواں حلویہ، پھر فرمایا۔

الجحیم فیہا ابوجہل المحو اب حجیم میں ابوجہل پاپی ہو گا۔

(جامع البیان، ۱۳، ۴۷)

اس مقام پر وہی ہو گا جس کا کفر بھی بڑا ہو، جس کا گناہ بھی بڑا اور وہ علم و یقین کے بعد انکار کرنے والا ہو گا، جس نے آیات کتاب میں تبدیلی کی ہو گی، جانتے ہوئے انکار و مذمت کی ہو گی اور تورات کو بدل ڈالا ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی اس نے تکذیب کی ہو گی، حالانکہ اسے اس کی کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق، اتباع اور طاعت کا حکم تھا۔

یہ حکم اہل فترت کا نہیں ہو سکتا

لیکن ایسا اہل فترت کے لئے نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے پاس نہ علم آیا اور نہ کتاب، نہ انہوں نے کسی کا انکار کیا اور نہ انہوں نے کسی کتاب میں تبدیلی کی، یہ لوگ اس قبیل سے نہیں، خصوصاً وہ اشخاص و افراد جن میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکل ہوتا رہا۔

حضرت ابوطالب کا سننے

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابوطالب پر سب سے کم عذاب ہو رہا ہے، وجہ اس کی فقط یہ ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی اور اپنی قرابت کا احساس کیا، بلکہ جو اس کے انہوں نے لمبی عمر پائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاعت و دعوت سے انکار بھی کیا۔

فما ظنک بابویہ اللذین ہما
اشد قربًا واکدحبا واقصر
عمرًا وایسط عنرا
اب تمہارا کیا خیال ہے آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں جن کے قرب سے بڑھ کر کسی کا قرب نہیں ان سے بڑھ کر آپ ﷺ کا محب کون ہے؟ انہوں نے کم عمر پائی اور ان کا عذر بھی نہایت ہی معقول ہے۔

معاذ اللہ! وہ طبقہ جہیم میں کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان پر اس قدر عظیم عذاب کیوں؟ یہ بات اسے ہرگز سمجھ نہیں آسکتی جو ذوق سلیم رکھتا ہے۔
منکر کارو

منکر کا یہ کہنا کہ ان کے عذاب کے بارے میں متعدد احادیث ہیں، تو میں ان تمام سے واقف ہوں، میں نے تمام کو جمع کر کے تحقیق کی ہے ان میں سے اکثر ضعیف و معلول ہیں اور جو صحیح ہیں، وہ یا تو سابقہ دلائل کی وجہ سے منسوخ ہیں اور ان کے معارض ہیں، تو پھر ان میں اصول کے مطابق ترجیح دینا ہوگی۔

آئمہ مالکیہ کا جواب

آئمہ مالکیہ میں سے بعض نے یہ روشن جواب دیا ہے کہ یہ عذاب والی روایات انہار آملو ہیں اور یہ دلائل قطعی (جن میں نجات کا ذکر ہے) کے معارض و مخالف ہی نہیں سکتیں۔

قل للسخاوی ان تعروک مشکلة .
 علمی کبحر من الامواج منتظم
 (سخاوی سے کہہ دو اگر تجھے کوئی مشکل عارض آجائے تو میرا علم سمندر کی موجوں
 کی طرح ہے)

سوال و جواب

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اس دور میں دعوت عیسیٰ علیہ السلام موجود تھی تو ہم کہتے ہیں والدین کریمین تک اس دعوت کا پہنچنا ہرگز ثابت نہیں نہ ہی انہیں کسی نے اس کی خبر دی اور نہ یہ معلوم ان پر کسی نے واضح کیا، اگر کوئی یہ بات تسلیم نہیں کرنا تو پھر تمام دنیا میں اہل فترت کا وجود ہی نہ ہو گا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بھی تمام کائنات میں رسول آئے اور جو بھی فترت کا زمانہ ہوتا ہے اس سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام نبی تشریف لائے ہوئے ہیں اور حضرت آدم سے پہلے بشر تھے نہیں کہ ان سے احکام متعلق ہوں مثلاً کفر و اسلام یا حلال و حرام۔

اگر ہم ہر بعثت کا اعتبار کریں خواہ اس کا پیغام لوگوں تک نہ پہنچا ہو تو پھر احادیثِ اہل فترت کا محل ہونا لازم آئے گا کیونکہ پھر ایسا وصف کسی قوم میں ہے ہی نہیں کہ ان پر یہ حکم (احادیث والا) لگایا جائے، حالانکہ بلاشبہ الفاظ حدیث صراحتاً ان کے وجود پر دال ہیں اور واضح کر رہے ہیں کہ اہل فترت سے وہ لوگ مرا ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مٹ جانے اور رسول کریم سراج منیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد شاہد ہے۔

ياھل الكتاب قد جاءکم
 رسولنا یبین لکم علی فترۃ
 اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس
 ہمارے رسول تشریف لائے کہ تم پر

من الرسل لن تقولوا ما جاءنا من بشير ولا نذير فقد جاءكم بشير ونذير (المائدہ ۴)

ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا بتوں بند رہا تھا کہ کبھی کہو ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر نہ آئے۔ واللہ اعلم بالصواب

مفسرین نے اعلانیہ کہا ہے کہ دو نبیوں کے درمیان کا زمانہ فترت کہلاتا ہے۔ امام ابن جریر نے اس آیت کے تحت فرمایا

الفترة انقطاع الرسل بعد مجيئهم من فتر الامر اذا هدا وسكن (جامع البيان ۱-۲۲۷)

انبیاء کی تشریف آوری میں انقطاع آ جانا فترت کہلاتا ہے۔ یہ فتر سے مشتق ہے جس کا معنی خاموشی و ساکن ہونا ہے۔

جوہری نے صلح میں کہا اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دو رسولوں کے درمیان قائلہ فترت ہوتی ہے۔ اب فترت کا زمانہ ہو گا کہ پہلے رسول دعوت لے کر آئے پھر اس کی دعوت کو بہت عرصہ گزر جائے اور ان کی شریعت مٹ جائے۔

امام حاکم نے شرائط بخاری و مسلم پر صحیح حدیث نقل کی ہے۔

اذا كان يوم القيامة جاء اهل الجاهلية يحملون لوثانهم على ظهورهم (المستدرک ۳=۳۹۷)

روز قیامت اہل جاہلیت بتوں کو اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوئے ہونگے۔

پھر حدیث کا بقیہ حصہ کہ ان کا استخوان ہو گا جو واضح ہے یہ زمانہ فترت پر دل

ہے۔

امام شافعی کی تصریح

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح کی ہے 'زمانہ فترت بعثت سے دو سو سال کے بعد آتا ہے۔۔۔۔۔ علاوہ ازیں ان کی ظاہری حیات میں ایسی قوم تھی جن تک دعوت نہ پہنچی وہ علاقہ چین میں تھی، جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے دو سو سال بعد ایسے لوگ ہیں جنہیں دعوت اسلام نہیں پہنچی جبکہ دین اسلام کا غلبہ رہا تو تمہارا کیا خیال ہے زمانہ جاہلیت کے ان لوگوں کے بارے میں جہاں تمام زمین پر کفر ہی کفر تھا۔ اور کفار کا غلبہ تھا، تو مدار دعوت کے پہنچنے اور نہ پہنچنے پر ہے جس کو دعوت نہیں پہنچی وہ نجات پانے والا ہے وہ بعثت محمدی سے پہلے تھا یا بعد میں۔ اور جس نے زمانہ فترت پایا اور اسے دعوت پہنچی لیکن اس نے انکار و روپر اصرار کیا تو وہ دوزخ میں جائے گا۔

یہ آخری قسم محل اجماع ہے اس میں کسی کا بھی نزاع نہیں۔ اس طرف امام نووی نے مسلم میں اشارہ کیا تو جس کو اللہ اور اس کا رسول معذور سمجھے وہ معذور ہے اور جسے وہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔

امام ابی نے شرح مسلم میں زیر بحث مسئلہ پر بڑی تفصیلی اور پختہ گفتگو کی ہے کہ اہل فترت سے مراد وہ لوگ ہیں جو رسولان کرام کے زمانے کے درمیان ہوتے ہیں نہ تو پہلے رسول ان کی طرف آئے اور نہ انہوں نے دوسرے رسول کو پایا، مثلاً اعراب جن کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی رسول نہ تھے اور نہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا۔

اہل فترت کی اقسام

پھر لکھا کہ حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اہل فترت تین طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔ جنہوں نے اپنی بصیرت کی بنیاد پر توحید پائی خواہ وہ شریعت میں داخل نہ تھے مثلاً زید

بن عمرو بن نفیل یا وہ شریعت عیسوی میں داخل تھے۔

۲۔ انہوں نے نہ تو شرک کیا اور وہ اہل توحید تھے۔ اور نہ وہ کسی نبی کی شریعت کے تابع تھے۔ اور نہ انہوں نے اپنے لئے شریعت کا انتخاب کیا اور نہ انہوں نے اپنے کسی دین کو گڑا، تمام عمر غفلت میں بسر ہو گئی۔

پھر لکھا زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں کا حال یہ تھا وہ حقیقتاً اہل فترت ہیں۔

۳۔ جنہوں نے شرک کیا اور توحید کا راستہ اختیار نہ کیا بلکہ اس میں تبدیلی کی کوشش کی اور اپنی ذات کے لئے نئی شریعت بتلی، خود ہی حرام و حلال کر لیا اور ایسے لوگ اکثر ہیں۔ (اکساں المعلم، ۱=۷۸)

آئیے لکھا جن لوگوں نے کہا اہل فترت پر عذاب ہے ان کی مراد یہی لوگ ہیں یا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ اخبار آحاد ہیں اور یہ دلائل قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں، جیسا کہ تفصیلاً پیچھے گزر چکا ہے بعض متاخرین اہل علم نے فرمایا۔

انہ یجب اخراج الابوین
الشریفین من ہذا القسم
حضور ﷺ کے والدین شریفین کو
اس قسم سے خارج قرار دینا لازم و فرض
ہے۔

دیگر دلائل سے تائید

کچھ دیگر دلائل بھی ہیں جو اگرچہ صراحتاً نہیں مگر تائید کرتے ہیں مثلاً امام ابن جریر نے

ولسوف يعطيك ربك
فترضى (الضحى، ۵)
اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب
تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ
گے۔

کے تحت حضرت ابن عباس نے نقل کیا
من رضى محمد صدق اللہ
حضور ﷺ کی رضایہ بھی ہے کہ

علیہ وآلہ وسلم ان لایدخل
احدمن اهل بتیہ النار
اس کا عموم شاہد ہے۔
اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں داخل
نہ ہو۔

۲۔ امام ابوسعید نے شرف النبوة وغیرہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے نقل کیا۔

سألت ربی ان لایدخل النار
احدمن اهل بیئنی فاعطانی
ذلک
میں نے اپنے رب سے عرض کیا میری
اہل بیت میں سے کسی کو بھی دوزخ میں
داخل نہ کرنا اس نے مجھے یہ عطا فرمادیا۔

اس کے الفاظ بھی عام ہیں اور اس کی توجیہ کی طرف ہم نے ابتداءً مقالہ میں
حدیث ابن عمر کے تحت گفتگو کی ہے۔

اس لئے حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر نے اصول و آثار کی رعایت کرتے ہوئے
نہایت جامع طور پر فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء و اجداد کے
بارے میں یہ حسن ظن (عقیدہ) رکھا جائے کہ روز قیامت بوقت امتحان ان کو اطاعت
نصیب ہو جائے گی، تاکہ اس سے جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں
کو ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔

اور اگر ہم موضوع روایات لانا چاہتے جیسا کہ کچھ لوگوں نے کیا تو ہم یہ حدیث
ذکر کرتے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر وحی فرمائی ہے کہ میں نے ہر اس پشت و بطن پر آگ حرام
کردی ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہرے، لیکن ہم اسے دلیل نہیں بناتے
اور نہ اس کی طرف توجہ کرتے ہیں، کیونکہ دلائل قویہ کے ہوتے ہوئے موضوع
روایات کی کیا ضرورت؟ جیسے بدر کے طلوع ہوتے ہوئے ستاروں کی کیا ضرورت ہے،
یا پانی کی موجودگی میں تمہم باطل ہو جاتا ہے۔ جو کچھ میں نے اس منکر بھائی کے لئے
لکھا ہے اسے وہ حدیث اور دین کی بنیاد پر رد نہیں کر سکتا اور یہ درجہ حفظ سے دور
نہیں، ہم نے زبان درازی کی کوشش نہیں کی۔ اچھے معانی کو تبدیل نہیں کیا، کیونکہ

اجھے کلام اور حفظ زبان کے بارے میں حکم ہے۔

وَلَا تَسْتَوِي السُّيَّةُ وَلَا الْحَسَنَةُ برائی اور نیکی برابر نہیں۔

اللہ تعالیٰ اسے بھی اور ہمیں بھی باعمل علماء میں سے بناوے ہمارے سینوں میں جو کچھ ہے اسے خارج کر دے اور جنت میں ہمیں جمع فرما دے۔

یہ ایک اہل مقلد تھا جس کے ذریعے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک نسب کی خدمت کی ہے۔

اس کا نام "المقامة السندسية" رکھ رہا ہوں اور عرصہ ہوا میں اختلافی مسائل سے دور رہتا ہوں، مگر اس مسئلہ پر گفتگو کے بغیر چارہ نہ تھا۔ میں اس عمل کے ذریعے امیدوار ہوں کہ مجھے جنت نعیم نصیب ہوگی اور رسالت مآب ﷺ کی خوشنودی حاصل ہوگی، آپ ﷺ پر بے حد و حساب صلوة سلام ہو، میں نے یہ ہر صحیح ذہن اور طبع سلیم رکھنے والے کو تحفہ دیا ہے، ہر علم والے پر علم والا ہوتا ہے،

فان تولوا فقل حسبى الله لا اله الا هو عليه توكلت وهه رب العرش العظيم۔

مُصْطَفَى
 وَالِدِ الدِّينِ
 زنده ہو کر ایمان لانا

ترجمہ و تحقیق

تصنیف

مفتی محمد خان قلوبی

امجد اللہ دین سیوطی

حجاز پبلی کیشنز لاہور

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

نام کتاب	نشر العالمین المنیفین فی احیاء الابوین الشریفین
مصنف	امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)
ترجمہ کا نام	والدین مصطفیٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا
مترجم	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	علامہ محمد فاروق قادری
پروف ریڈنگ	حافظ ابوسفیان نقشبندی
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
اشاعت اول	۱۹۹۹ء
اشاعت دوم	۲۰۱۲ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک شال اردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
 ☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
 ☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
 ☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
 ☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
 ☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ کتب بخش روز لاہور
 ☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ کتب بخش روز لاہور
 ☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ دربار مارکیٹ لاہور
 ☆ مکتبہ اہل سنت پبلی کیشنز لاہور ☆ مکتبہ علم قادری لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، اسلامیہ ٹریڈنگ کمپن ریمان ٹھوکر نیار بیک لاہور

042.35300353 0300.4407048.

انتساب

حضرت العلامة الحافظ غلام احمد چشتی گولڑوی
المعروف بابا واجی سلوئی والے
کے نام

- ۱- جنہوں نے تمام زندگی کلام الہی کی خدمت کے لئے وقف رکھی۔
- ۲- جن کی سادگی اور فقر اسلاف کی یاد دلاتے۔
- ۳- اخلاص کا یہ عالم کہ مدرسہ کا نام تک نہیں رکھا حالانکہ وہاں سے سینکڑوں
فراہ حفاظ بنے۔

- ۱- مذہبی خدمات کے ساتھ ساتھ سماجی خدمات ان کا طرہ امتیاز تھا۔
- ۵- بعدہ نے اپنی زندگی میں ایسی مثالی شخصیت آج تک نہیں دیکھی۔

محمد خان قادری

نشر العالمين المنيفين
في

أحياء الأبوين الشريفين

للشيخ العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي

للتوفى سنة ٩١١ هـ / ١٥٠٥ م

قدم له وشرحه وعلق عليه
الدكتور محمد عز الدين السعيد

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى
اس رسالہ کا نام "نشر العظیمین فی احیاء الابوین الشریفین" ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے بطور حکایت بیان فرما رہا ہے۔

يا قوم مالي ادعوكم الى النجوة (اے قوم کیا وجہ میں تمہیں نجات کی
وتدعونني الى النار طرف اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے
بالعاقبة) (و)

میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ناجی ہونے پر متعدد
مائل تحریر کئے ہیں جن میں 'میں نے اس بارے میں لوگوں کے مسالک کے تذکرہ
کے ساتھ ساتھ ان کے اقوال، دلائل اور ان کا استدلال بھی ذکر کیا ہے میں یہ بھی جانتا
ہوں کہ اس کی مخالفت میں کچھ روایات بھی وارد ہیں اور ان کے مطابق متعدد اہل علم
کا قول بھی ہے لیکن میں ناجی قرار دینے والے اہل علم کی تائید درج ذیل امور کی بنا پر
کرنا چاہتا ہوں۔

1- لوگ زبان بند رکھیں

تاکہ لوگ اس اہم اور دشوار ترین موضوع پر اپنی زبان بند رکھیں آئمہ کرام نے
تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں ایسی بات نہ
کی جائے کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینا ہے مثلاً امت کے
عظیم محدث امام سہیلی نے "الروض الاف" میں حدیث مسلم وغیرہ ذکر کرنے کے بعد
کہا ہمیں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
والدین کے بارے میں ایسی بات کہیں (کہ وہ ناجی نہیں) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لا توفوا الاحياء بالاموات
 زندہ لوگوں کو فوت شدہ کے سبب سے
 تکلیف و اذیت نہ دو۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

ان الذين يؤذون الله ورسوله
 لعنهم الله
 (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت
 دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت
 (الاحزاب 57) ہے۔)

وہ شخص ملعون ہے

آنکہ ماکیہ میں سے امام ابو بکر ابن العربی سے اس آدمی کے بارے میں سوال ہوا
 جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو دوزخی کہتا تھا تو انہوں نے اسے ملعون
 قرار دیتے ہوئے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی اور کہا۔

ولا اذی اعظم من ان یقال عن
 ابیہ انه فی النار
 اس سے بڑی اذیت کوئی نہیں کہ یہ کہا
 جائے اس کا والد دوزخ میں ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا فیصلہ

قاضی عیاض نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے ان کے غشی
 نے کہہ دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کفر پر تھے تو انہوں نے اسے معزول
 کر دیا اور فرمایا آئندہ تو کبھی بھی میرا غشی نہیں بن سکتا۔ حلیہ ابو نعیم اور ذم الکلام
 ہروی میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عمر سخت ناراض ہوئے اور اسے اپنے دیوان سے
 نکال دیا۔

2- اہل ایمان کی سینوں کی ٹھنڈک

اس سے متعدد اہل ایمان کے سینوں کو ٹھنڈک پہنچانا بھی مقصود ہے کیونکہ جو بھی
 علماء کے بارے میں گواہی دے گا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی نجات اور ان
 کے جنتی ہونے کو بیان کر رہے ہیں اور اس پر دلائل اور مسلمہ قواعد کے مطابق گفتگو

کر رہے ہیں تو اس کا سینہ یتیم اس پر ٹھنڈا ہو گا۔ دن فرحت سے معمور اور خوشی سے جھوم اٹھے گا اور اس عمل کو وہ نہایت ہی پسندیدگی سے دیکھے گا۔

جب مسائل اجتہادیہ میں اس بات کی گنجائش ہوتی ہے کہ انسان اپنے مذہب کا قول چھوڑ کر دوسرے کے قول پر عمل کر سکتا ہے مثلاً شافعی مسلک کا آدمی حنابلہ کے موقف پر عمل کرتے ہوئے نخل کو فتح قرار دیدے نہ کہ طلاق، اس طرح حنفی شافعی کے قول پر عمل پیرا ہو کر عدم صفت کا قول کر سکتا ہے۔

زیر بحث مسئلہ میں والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نجات کا قول کرنے والوں کا ساتھ دینا بلاشبہ اولیٰ ہے اور اس کی وجوہ یہ ہیں۔

وجوہ اولویت

1- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی

ان فقہی مسائل میں دوسرے کے قول کی طرف رجوع ذاتی تنگی کو دور اور آسانی کے حصول کے لئے ہو گا لیکن یہاں ایسے عمل کی طرف رجوع ہے جس سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی ہاں اس میں ہمارا فائدہ بھی ہے۔

2- اس مسلک میں ایسی خوشی کا اظہار ہے جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شوق گزرے اسے اپنانا نہایت ہی پسند ہے۔

3- اس مسلک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء اجداد کی فضیلت و شرف بھی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت اور معجزہ کا ثبوت بھی ہے۔

4- یہ لوگوں کو اس قول سے دور لے جانے کا سبب بھی ہے جس سے علماء نے خاموش رہنے کی ترغیب دی ہے۔

5- پھر اس میں کسی کا کسی صورت میں کوئی نقصان نہیں نہ کسی کا حق فوت ہو رہا ہے اور نہ کسی کے ذمہ کوئی شے عائد ہو رہی ہے بخلاف فقہی مسائل کے وہاں تو کبھی

دوسرے مسلک کے قول پر تحریم کا ارتکاب لازم آ رہا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے مسائل اختلافیہ میں احوط پر عمل ہی تقویٰ قرار پاتا ہے۔

3- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب و توسل

اس مسلک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقرب، رضا و خوشی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے حصول کا ذریعہ ہے اسے دلائل کے ساتھ پختہ کرنے اور نقول و اولہ کو تلاش کر کے جمع کرنے میں بہت بڑا اجر ہے اس میں کوئی شبہ نہیں یہ مسئلہ اجتہادی ہے اس میں کوشش کرنے والا واصل میں اجر کا مستحق ہے۔ خواہ اس نے نفس الامری میں خن پالیا یا اس نے خطا کی ہاں حق پر پہنچنے کی صورت میں دو اجر اور خطا کی صورت میں ایک اجر ہو گا۔

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک اہل حدیث نے اس مسئلہ پر میری مخالفت میں کتاب تحریر کی ہے اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والدین کے دوزخی ہونے اور نجات کا قول کرنے والوں کے دلائل کو کمزور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حمد اس ذات کی جو انعام و فضل فرمانے والا ہے۔ بلاشبہ اس کے تمام جوابات (جن سے قائلین نجات کے دلائل کو کمزور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے) کا سقم ہمارے رسائل میں موجود ہے لہذا انہیں ہم یہاں زیر بحث نہیں لانا چاہتے۔

فن حدیث سے متعلق مسئلہ

ہاں ایک معاملہ باقی ہے جس کا تعلق فن حدیث سے ہے وہ یہ ہے کہ موصوف نے حدیث اہیاء والدین کے بارے میں کہا کہ وہ قطعی اور یقینی طور پر موضوع ہے ہم یہاں واضح کریں گے کہ درست رائے یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں کیونکہ آئمہ و حفاظ حدیث کی اس کے بارے میں مختلف آراء ہیں وہ اس کے موضوع ہونے پر متفق نہیں بلکہ بعض نے اس موضوع اور بعض نے فقط اس کے ضعیف ہونے کا قول کیا ہے اور درست سمجھنے کی (دوسری) رائے ہے بدو نے اس کے ثبوت

ے نے یہ رسالہ تالیف کیا ہے۔ واللہ الموفق بآئیے سنئے۔

امام ابو حفص ابن شاہین

امت کے عظیم محدث امام ابو حفص ابن شاہین المتوفی 385ھ نے اپنی کتاب "النسخ والمنسوخ" میں کھل سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حجون پر غمگین حالت میں تشریف فرما ہوئے اور جتنا اللہ نے چاہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں قیام کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت خوشی میں واپس لوٹے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمگین حالت میں حجون میں تشریف فرما ہوئے وہاں سے خوش و مسرور واپس لوٹے معلوم کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

سالت ربی عزوجل فاحیالی میں نے اپنے رب بزرگ و برتر سے
امی فامنت بی ثم ردھا عرض کیا تو اس نے میری والدہ کو زندہ کیا
اور مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اس نے
واپس لوٹا دیا۔

امام ابن شاہین نے اسی حدیث کو ان روایات کے لئے نسخ قرار دیا جن میں ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی والدہ کے لئے استغفار کی اجازت نہ ملی اس طرح
وہ روایت جس میں فرمایا میری ماں بھی تمہاری ماں کے ساتھ دوزخ میں ہے۔

(النسخ، المنسوخ 284)

ابن جوزی کا رو

شیخ ابن جوزی نے اس روایت کو موضوعات میں درج کر کے کہا محمد بن زیاد
(نقاش) ثقہ نہیں احمد بن یحییٰ اور محمد بن یحییٰ دونوں مجہول ہیں۔ (الموضوعات
(۲۸۴)

میں کہتا ہوں محمد بن یحییٰ کا تذکرہ امام ذہبی نے میزان اور مغنی میں کرتے

ہوئے کہا یہ ابو غزیہ مدنی زہری ہیں، دار طینی نے اس میں مجہول کہا اور شیخ ازہدی نے کہا یہ ضعیف ہیں۔ یہ ضعف میں معروف ہے نہ کہ وضع میں تو جس راوی کو ان الفاظ میں یاد کیا جائے اس کی حدیث موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہوا کرتی ہے۔

امام ابن حجر کی شہادت

شیخ الاسلام ابو الفضل حافظ ابن حجر نے سن المیزان میں ابن جوزی کی گفتگو نقل کرنے کے بعد کہا محمد بن یحییٰ مجہول نہیں بلکہ وہ معروف ہیں ابو سعید بن یونس کی تاریخ مصر میں ان کا عمدہ تعارف یوں درج ہے۔ محمد بن یحییٰ بن محمد عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن عوف ابو عبداللہ ان کا لقب ابو غزیہ ہے مدنی ہیں مصر آئے۔ ان کی دو کیتیں ہیں۔ اسحاق بن ابراہیم کناسی زکریا بن یحییٰ ثغری، سہل بن سوادہ خالقی محمد بن عبداللہ بن حکیم اور محمد بن فیروز ان کے تلامذہ میں سے ہیں ان کا وصال یوم عاشورہ 258 میں ہوا، دار طینی نے غرائب مالک میں کہا ابو غزیہ صغیر منکھ الحدیث ہیں۔

امام ذہبی کی رائے

احمد بن یحییٰ حضرمی بھی مجہول نہیں امام ذہبی نے المیزان میں ان کا تذکرہ یوں کیا انہوں نے حوطہ تمیمی سے روایت لی ہے اور ابو سعید بن یونس نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ تو جس پر محدثین کا مذکورہ تبصرہ ہو اس کی حدیث معتبر ہوا کرتی ہے رہا معاملہ محمد بن زیاد کا اگر وہ نقاش ہی ہیں (جیسا کہ ابن جوزی نے کہا) تو یہ علماء قرأت اور آئمہ تفسیر میں سے ہیں۔ امام ذہبی نے میزان میں کہا بلو جو دیکہ ان میں ضعف ہے یہ اپنے دور کے قراء کے شیخ ہیں ان کی شیخ ابو عمرو دانی نے بہت تعریف کی ہے ہاں ان سے منکر اعلیٰ موی ہیں۔

دیگر روئندیں

میں کہتا ہوں اس کے بلو جو اس حدیث میں نقاش اور احمد بن یحییٰ منفرد

نہیں بلکہ ابو غزیہ سے یہ روایت دیگر دو اسناد سے بھی ثابت ہے ہم ان کا تذکرہ کیے
رہتے ہیں۔

1- امام محب الدین طبری

حافظ محب الدین طبری نے السیۃ میں اس سند سے روایت نقل کی ہے ہمیں
ابوالحسن مقبری نے بتایا انہیں حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر سلامی نے انہیں حافظ زاہد
ابومنصور محمد بن احمد بن علی بن عبدالرزاق نے انہیں قاضی ابوبکر محمد بن یحییٰ
زہری نے انہیں عبدالوہاب بن موسیٰ زہری نے انہیں عبدالرحمن بن ابی زناد نے
انہیں ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے
بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حجون میں پریشان و غمگین حالت میں
تشریف فرما ہوئے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے قیام فرمایا پھر بحالت خوشی واپس لوٹے اور فرمایا۔

سألت ربی فاحیالی امی میں نے اپنے رب سے عرض کیا تو اس
فأمنت بی ثم ردھا نے میری والدہ کو زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر
(خلاصۃ السیرۃ 21) ایمان لائیں پھر اللہ نے انہیں واپس لوٹا
دیا۔

2- امام ابوبکر خطیب بغدادی

حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے السابق واللاحق میں اس سند سے روایت کیا
ہے ہمیں ابوالعلاء جہطی نے انہیں حسین بن علی بن محمد حلبی نے انہیں زاہد
ابوطالب عمر بن ربیع نے انہیں علی بن ایوب کعبی نے انہیں محمد بن یحییٰ
زہری ابو غزیہ نے انہیں عبدالوہاب بن موسیٰ نے انہیں مالک بن انس نے انہیں ابوزناد
نے انہیں ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت
کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجتہ الوداع کے موقع پر میرے ساتھ حجون کے

پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت ہی مغموم و پریشان اور آنسو بہا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کی وجہ سے میں بھی رو پڑی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر بچے اترے۔

فرمایا میرا رک جلاؤ میں نے لونٹ کے پہلو کے ساتھ ٹیک لگالی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلنی دیر تک وہاں تشریف فرما رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس میرے پاس تشریف لائے تو نہایت ہی خوش و متبسم تھے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ فدا ہوں جب میرے پاس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تھے تو نہایت ہی غمگین تھے مگر اب نہایت ہی خوش و خرم ہیں معاملہ کیا ہے؟ فرمایا میں اپنی والدہ کی قبر پر حاضر ہوا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے انہیں زندہ کرنے کے لئے عرض کیا

فاحیاءا فامنت بی وردھا
تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا وہ مجھ پر
(السابق واللاحق)
ایمان لائیں اور پھر اللہ نے انہیں واپس
لوٹا دیا۔

اسی سند سے امام ابوالقاسم بن عساکر نے غرائب مالک میں نقل کیا اور کہا یہ روایت مذکور ہے۔

منکر متروک سے اعلیٰ ہوتی ہے

میں کہتا ہوں منکر روایت موضوع نہیں بلکہ ضعیف کی اقسام میں سے ہوتی ہے اور اس کا مقام متروک سے اعلیٰ ہوتا ہے اور وہ بھی ضعیف ہوتی ہے نہ کہ موضوع جیسا کہ اصول حدیث میں مسلم ہے کعبی میں جہالت ہے دارقطنی نے ابوطالب عمر بن ربیع خشب کو ضعیف کہا ہے سلمہ بن قاسم کہتے ہیں کہ ان کے بارے میں بعض نے کلام (جرح) کیا ہے لیکن دوسروں نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے اور یہ کثیر الحدیث ہیں ان کا انتقال 340 ھ کو مصر میں ہوا واضح ہو گیا کہ اس روایت کا مدار ابو غزیہ پر ہے اور ضعیف ہیں ان کے شیخ عبدالوہاب بن موسیٰ زہری (جن کی کنیت ابوالعباس

(ہے) کو خطیب نے امام مالک سے روایوں میں شامل کرتے ہوئے ان سے سعید بن ابی مریم معمری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہمیں عبدالوہاب بن موسیٰ زہری نے انہیں مالک بن انس نے انہیں عبداللہ بن دینار نے انہیں سعد بن حارث مولیٰ عمر بن خطاب نے بیان کیا کہ حضرت کعب الاحبار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا میں نے سابقہ کتب اہلہ میں تمہارے بارے میں دیکھا کہ تمہارے جہنم کے دروازے پر کھڑے ہو اور لوگوں کو اس سے گزرنے سے روک رہے ہو اور جب تم فوت ہو جاؤ گے تو لوگ تاقیامت اس میں گرتے رہیں گے۔ یہ اثر امام مالک کے حوالے سے معروف ہے۔ ابن سعد نے اسے طبقات میں معن بن عیسیٰ عن مالک سے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا اور متن دونوں کا ایک ہی ہے تو عبدالوہاب کے بارے میں وہ جہالت ختم ہو گئی جس کا گمان ذہبی نے ان سے دوسری روایت کی وجہ سے کیا ہے۔ ان سے حدیث ان دو سندوں سے مروی ہے۔

1- امام مالک انہوں نے ابو زناد سے انہوں نے ہشام سے

2- عبدالرحمن بن ابی زناد نے ہشام سے

ایک روایت میں دوسری سے مختلف ہے۔

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں کہا کہ عبدالوہاب بن موسیٰ کا تذکرہ خطیب نے مالک کے راویوں سے کیا ان کی کنیت ابو العباس اور نسبتاً انہیں زہری لکھا اور ان سے ایک موقوف اثر بھی ذکر کیا اور کہا اس میں وہ منقوہ ہیں لیکن ان پر کوئی جرح نہیں کی۔ دارقطنی نے اسے غرائب مالک میں اسی سند سے ذکر کر کے کہا یہ امام مالک سے صحیح طور پر ثابت ہے اور عبدالوہاب بن موسیٰ ثقہ ہیں۔

حدیث کی دو علتیں

ذہبی نے حدیث احواء میں دو علتوں کی نشاندہی کی ہے 1- عبدالوہاب کا مجہول ہونا
2- اس کا اس حدیث صحیح کے خلاف ہونا جس میں ہے کہ حضور کو استغفار کی اجازت نہیں ملی۔

عبدالنوباب کی جہالت کا ازالہ تو حافظ ابن حجر کی عبارت سے ہو جاتا ہے انہوں نے
سان میں فرمایا وہ معروف و ثقہ ہیں اور انہوں نے جرح کا ذکر تک نہیں کیا رہا حدیث
صحیح کے مخالف ہونا تو اس کا جواب آئمہ نے دیا ہے جیسا کہ آ رہا ہے۔

حافظ ابن حجر نے لسان میں فرمایا ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا۔ اور انہوں
نے نکت علی ابن صلاح میں کہا اس آدمی نے سخت غلطی کی ہے جس نے شخص
حدیث کی مخالفت کی بنا پر اسے موضوع قرار دیا اور جو زرقلنی سے یہ عمل کتاب
الاباطیل میں اکثر سرزد ہوا ہے حالانکہ کسی روایت کو موضوع قرار دینے کی صرف
یہ صورت ہوتی ہے کہ کسی بھی صورت میں ان دو احادیث میں موافقت نہ ہو سکے اگر
ان میں تطبیق ہو سکے تو پھر کسی روایت کو موضوع قرار نہیں دیا جاسکتا۔

1- مثلاً حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جسے ترمذی نے روایت کر کے حسن قرار دیا)
وہ شخص قوم کی امامت نہ کروائے جو دوسروں کو چھوڑ کر صرف اپنے لئے دعا کرے
اسے بعض نے موضوع کہا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحت کے ساتھ یہ
دعا کرنا ثابت ہے۔

اللهم باعد بینی و بین
خطایای
اے اللہ میرے اور میری خطاؤں کے
درمیان دوری پیدا فرمادے۔

حالانکہ ان میں تطبیق یوں ممکن ہے یہ دعا اس پر محمول ہے کہ ایسی دعاؤں میں
مقتدی کو شامل کرنا شروع نہیں ہوتا۔

بخلاف اس سورت کے جب امام مقتدی اس میں شریک ہوں۔ (فتح المغیث)

(2381)

2- اسی طرز شیخ ابن حبان نے صحیح میں کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک
فرمان۔

انی لست کا حدکم انی اطعم
واسقنی
میں تمہاری مثل نہیں میں کھلایا پلایا جاتا
ہوں۔

نشاندہی کر رہا ہے۔ کہ وہ روایات باطل ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیٹ پر پتھر باندھنے کا تذکرہ ہے لیکن حافظ ضیاء الدین نے اس کا کافی و شافعی رد کیا ہے۔ یہ تمام گفتگو حافظ ابن جریر نے السنکت میں کی ہے۔

شیخ بدرالدین کا قول

شیخ زرکشی نے حاشیہ ابن صلاح میں کہا بعض لوگوں نے کسی روایت کے صحیح روایت کے مخالف ہونے کو موضوع ہونے کی علامت قرار دیا ہے۔ اور یہ ابن خزیمہ اور ابن حبان کا طریق ہے۔ حالانکہ یہ ضعیف طریقہ ہے خصوصاً "جب ان احادیث کے درمیان تطبیق ممکن ہو۔ ابن خزیمہ نے صحیح میں کہا یہ حدیث کہ وہ شخص قوم کی امامت نہ کرائے جو صرف اپنے لئے دعا کرے، اگر کوئی ایسا عمل کرتا ہے تو اس نے مقتدیوں کے ساتھ خیانت کی موضوع ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے لئے مخصوص دعا منقول ہے۔

اللہم باعد بینی و بین خطایای

امام ترمذی اور دیگر محدثین نے اسے حسن قرار دیا اور حدیث استفتاح (اللہم باعد) کے خلاف و معارض نہیں کیونکہ اسے اس پر محمول کیا جاسکتا ہے جو امام و مقتدی دونوں کے لئے (مشترکہ طور پر) مشروع نہ ہو۔

ابن حبان نے صحیح میں کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان ہے میں تم سے کسی کی مانند نہیں ہوں میں کھلایا پلایا جاتا ہوں۔ یہ دلالت کر رہا ہے کہ وہ تمام روایات باطل ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک بطن پر پتھر باندھنے کا تذکرہ ہے۔ یہاں حجر یعنی پتھر نہیں بلکہ تہہ بند کی طرف مراد ہے۔

کیونکہ اللہ عزوجل وصل کے روزوں کی صورت میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلاتا ہے تو عدم وصل کی صورت میں کیوں نہیں کھلائے گا۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیٹ پر پتھر باندھنے پر مجبور ہوں حالانکہ پتھر بھوک کا ازالہ نہیں کر سکتا۔

انہوں نے اپنی کتاب الصغفاء میں ابوسفیان کے حالات میں کہا کہ انہوں نے عبد اللہ بن ابی سے نقل کیا کہ احد کے دن میرے سامنے کے دانت زخمی ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کے دانت لگوانے کی اجازت دی۔ اسی طرح انہوں نے یہ بھی روایت کیا کہ سونے والے یا باتیں کرنے والے کی طرف رخ کر کے نماز ادا نہ کرو۔

ابن حبان نے کہا یہ دونوں روایات موضوع ہیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح سونے کے دانت لگوانے کا حکم دے سکتے ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے

ان الذهب والحرير محرمان سونا اور ریشم میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔

اس طرح سونے والے کی طرف رخ کر کے نماز سے منع کیسے فرما سکتے ہیں جبکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرماتے حالانکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور قبلہ کے درمیان یعنی ہوتی،

یہ کتبہ محل نظر ہے حافظ ذہبی نے ابن حبان کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا ان دونوں روایات موضوع کا حکم لگانا تمہاری رائے کے مطابق ہے۔ لیکن یہ محل نظر ہے خصوصاً سونے کے دانت لگوانے کا معاملہ۔

رفع تعارض احادیث

حافظ فتح الدین بن سید الناس نے السیرة میں کہا۔ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین حضرت عبد اللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔

وان اللہ احیاهما لہ فامنا بہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ فرمایا اور وہ حضور ذات اقدس پر ایمان لائے۔

اور ایسی ہی بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے بارے میں بھی ہے اور یہ روایات اس کے مخالف ہیں جسے امام احمد نے حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی والدہ کے حوالے سے پوچھا تو فرمایا تیری والدہ دوزخ میں ہے میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سابقہ اہل کہاں ہیں؟ فرمایا کیا تو خوش ہے تیری والدہ میری والدہ کے ساتھ ہو؟ آگے چل کر لکھا بعض اہل علم نے ان روایات میں تطبیق دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات عالیہ میں وصل تک اضافہ و ترقی ہوتی رہی اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچنے کے قریب وقت تک خصوصی انعامات سے نوازا جاتا رہا تو ممکن ہے یہ درجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے حاصل نہ ہو لیکن بعد میں عطا کر دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا ان احادیث کے بعد ہو تو اب کوئی تعارض نہیں

امام سیہلی کا قول

امام ابوالقاسم سیہلی "الروض الانف" میں کہتے ہیں کہ ایک حدیث غریب مروی ہے لیکن ممکن ہے صحیح ہو میں نے اپنے جد ابو عمر احمد بن قاضی کے ہاتھ سے تحریری سند (جس میں مجہول راوی ہیں) میں پایا ذکر کیا کہ انہوں نے زاہد معوذ بن داؤد بن معوذ انہوں نے ابوزناد سے انہوں نے حضرت عروہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اپنے والدین کو زندہ کرنے کے لئے عرض کیا۔

فاحياهما له فامنابه ثم
لماتهما
توان اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ فرمایا وہ
دونوں آپ پر ایمان لائے پھر انہیں اللہ
تعالیٰ نے موت دے دی۔

اس کے بعد امام سیہلی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اس کی رحمت و

قدرت کے لئے کوئی رکوت نہیں اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے اہل
ہیں کہ وہ ان پر جس قدر چاہے اپنے فضل و کرم اور انعام سے مخصوص
فرمائے۔ (الروض الانف 1-113)

حدیث کی تائید

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تھا اگر
تو ان کے ساتھ قبرستان تک چلی جاتی تو جنت نہ دیکھتی حتیٰ کہ اسے تیرے والد کا دادا
نہ دیکھ لے اس کے تحت امام سیلی فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ”
تیرے والد کا دادا فرمایا ”تیرا دادا“ نہیں فرمایا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اپنے والد گرامی کا تذکرہ نہیں فرمایا جس سے اس حدیث ضعیف کی تائید ہو جاتی ہے
جس کا تذکرہ ہم نے پہلے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین
کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر ایمان لائے۔
جس حدیث کا ذکر امام سیلی نے احیاء والدین کے سلسلے میں کیا ہے اسے ابن
جوڑی نے موضوعات میں شمار نہیں کیا بلکہ اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی۔

علامہ ناصر الدین بن منذر کا قول

علامہ ناصر الدین بن منذر نے ”شرف المصطفیٰ“ میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت
میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں بھی مردوں کو
زندہ فرمایا کیونکہ حدیث میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
کفار کے لئے دعا سے منع فرما دیا۔

دعا اللہ ان یحییٰ ابویہ (تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فاحیاء مالہ فامناہہ وصدقا اپنے والدین کے زندہ کرنے کی اللہ تعالیٰ
وماتا مؤمنین سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ انہیں زندہ فرما دیا
حتیٰ کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم پر ایمان لاتے ہوئے آپ کی
تصدیق کی اور پھر حالت ایمان پر وہ فوت
ہوئے۔

امام قرطبی نے تذکرہ میں حدیث احياء والده از خطیب و ابن شاپین اور احياء
والدين از سیلی نقل کرنے کے بعد فرمایا ان دونوں احادیث اور عدم اذن استغفار والی
احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ ان کا زندہ کرنا معاملہ استغفار کے بعد کا ہے اس پر
حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شاہد ہے جس میں حجۃ الوداع کا واقعہ (احیاء
والدين) ہے اس لئے امام ابن شاپین نے اسے تمام سابقہ روایات کا ناسخ قرار دیا ہے۔

حافظ ابو خطاب بن دحیہ کا قول

ان کی رائے یہ ہے کہ حدیث احياء موضوع ہے اور اس کی تردید قرآن مجید کرتا
ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ولاالذین یموتون وهم کفار اور نہ وہ لوگ جو حالت کفر میں مر گئے
(النساء 18)

دوسرے مقام پر فرمایا۔

فیمت وهو کافر (البقرہ 217) اور وہ فوت ہوا حالانکہ کافر تھا

تو جو شخص حالت کفر میں فوت ہوا دوبارہ زندہ ہونے کے بعد اسے ایمان نفع نہیں
دے سکتا حتیٰ کہ اگر موت کے فرشتوں وغیرہ کو دیکھنے کے بعد ایمان لاتا ہے۔ تو نافع
نہیں تو دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان کس طرح نافع ہو سکتا ہے؟

تفسیر میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کاش مجھے معلوم ہو جائے میرے
والدین کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ولانسئل عن اصحاب اصحاب دونخ کے بارے میں تم سے
الجحیم (البقرہ 119) سوال نہ ہو گا

ابن دحیہ کا رو

امام قرطبی فرماتے ہیں ابن دحیہ نے جو کچھ کہا یہ محل نظر ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و خصائص میں وصل تک اضافہ ہوتا رہا اور یہ واقعہ (زندہ ہو کر ایمان لانا) ان چیزوں میں سے ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فضیلت و اکرام بخشا تو والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا عقلاً و شرعاً ہرگز ناممکن نہیں قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہو کر اپنے قاتل کے بارے میں بتانا موجود ہے اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ فرماتے اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی مقام ہے جب یہ تمام حقائق ہیں۔

فما یمتغ من ایمانہما تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
بعلا حیائہا زیانۃ فی کرامتہ عزت و فضیلت میں ترقی کی وجہ ان کا
وفضیلتہ زندہ ہو کر ایمان لانا کے لئے ممکن ہو سکتا
ہے۔

اور پھر حدیث میں بھی موجود ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہوگی۔

سورج کا لوٹ کر آنا

پھر ان کا کہنا کہ جو کفر مرتا ہے ارتح یہ اس حدیث کی بنا پر مردود ہے جس میں آیا کہ غائب ہونے کے بعد سورج کو اللہ تعالیٰ نے لوٹا دیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز لدا کی امام طلحوی نے اس کا ذکر کر کے فرمایا یہ حدیث ثابت ہے اگر رجوع شمس نافع نہ آتا اور نہ ہی وقت لوٹ کر آتا تو سورج لوٹنے کا فائدہ کیا؟ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانے کا معاملہ ہے۔
حضرت یونس کی قوم کی توبہ

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا ایمان اور توبہ اس وقت قبول

فرمائی جب وہ عذاب کے ساتھ مجلس ہو چکے تھے۔ اس مقام کی تفسیر میں یہی قول سب سے زیادہ محبوب و مختار ہے اور قرآن کا ظاہر بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

آیت کا صحیح مفہوم

رہا معاملہ آیت مبارکہ ولا توشل الایة کا تو یہ ان کے ایمان لانے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (التذکرۃ فی احوال المونسی و امور الاخرۃ 17) میں کہتا ہوں کہ یہ قرطبی کی نہایت عمدہ تحقیق ہے اور ان کا سورج کے لوٹنے سے تجدد وقت پر استدلال بہت ہی خوبصورت ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس پر اداء نماز کا حکم مرتب کیا ہے۔ ورنہ رجوع کا کیا فائدہ کیونکہ عصر کی قضا غروب کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔

اس سے زیادہ واضح استدلال

میرے سامنے اس سے بھی بڑھ کر واضح استدلال آرہا ہے تاریخ ابن عساکر میں حدیث ہے کہ اصحاب کف آخری زمانے میں زندہ ہو کر حج کریں گے اور انہیں اس امت میں شمولیت کا شرف بھی حاصل ہو گا امام ابن مردویہ نے تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
اصحاب الکہف اعوان اصحاب کف امام مہدی کے معاون بنیں
المہدی کے

یہاں اصحاب کف کے دوبارہ زندہ ہو کر عمل کرنے کا اعتبار کیا گیا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مقرر کی پھر اس نے پوری ہونے سے پہلے انہیں جلا کر دیدی پھر انہیں بقیہ عمر کی تکمیل کے لئے دوبارہ زندہ فرمایا اور وہ اس میں ایمان لائے لہذا اس کا اعتبار کیا جائے گا اس بقیہ مدت کے درمیان قاصد حصول ایمان کے لئے ہو اور یہ تمام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام و فضیلت میں سے ہے جیسا کہ اصحاب کف کے لئے اس قدر مدت کی تاخیر بھی ان کے اعزاز کے لئے ہے تاکہ وہ اس امت میں شمولیت کا شرف پاسکیں۔

سوال کا جواب

اگر کوئی کہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فاذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعه ولا يستقدمون
(الفاطر 34)
(جب ان کا وقت مقرر آئے گا تو وہ نہ اس سے ایک گھڑی پیچھے ہو سکتے ہیں اور نہ ہی پہلے ہو سکتے ہیں۔)

اس کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ اس آیت میں عمومی مدت کا اصول بیان ہوا ہے اللہ تعالیٰ جسے زندہ رکھنا چاہے وہ اسے مخصوص فرما سکتا ہے جیسا کہ یہی معاملہ ہے جو زیر بحث ہے اسی طرح اصحاب کف اور وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر زندہ فرمایا۔

پھر یہ بات جمہور کے اس قول پر ہے کہ عمر میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور اس پر میرے والد گرامی کا فتویٰ ہے لیکن دوسرے قول کے مطابق عمر میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ میرا مختار یہی ہے بلکہ شیری اس پر مستقل کتاب ہے لہذا سوال اصلاً ہی ختم ہو گیا۔

امام صفدی کا قول

امام صفدی اور دیگر محدثین نے حضرت علیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کی آمد پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام فرمانے کا ذکر کرنے کے بعد کہا
هنا جزالام عن ارضاعه لكن جزا الله عنه عظيم
(یہ رضائی ماں کا انعام ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے بڑھ کر جزا ہے۔)
وكذلك لرجوان يكون لامه عن ذاك آمنه بدلرنعيم
(اس طرح امید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی والدہ سیدہ آمنہ کو جنت عطا ہوگی۔۔۔۔)

ويكون احياها الاله وامنتم بمحمد فحد يشها معلوم
(اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور حضور پر ایمان لائیں اور اس بارے میں حدیث مشہور ہے۔)

فلربما سعدت به ایضا کما سعدت به بعد الشفاء حلیم
 (وہ بھی سعادت پائیں گے جیسا کہ حضرت شفاء کے بعد سیدہ حلیمہ نے پائی)
 حافظ شمس الدین دمشقی کے اشعار

انہوں نے ”مورد الصلوی فی مولد الہلوی“ میں حدیث احیاء ذکر کرنے کے بعد کہا
 حیا اللہ النبی مزید فضل علی فضل دکان بہ رؤوفا
 (اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر فضل در فضل فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
 نہایت ہی مہربان ہے)

فاحیاء امہ وکذاباہ لایمان بہ فضلا لطیفا
 (آپ کی والدہ اور والد دونوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے
 زندہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا لطف فرمایا)

فسلم فالقدیم ہذا قدیر وان کان الحدیث بہ ضعیفا
 (اے مخاطب اسے مان لے وہ قدیم ذات اس پر قادر ہے اگرچہ اس معاملہ میں وارد
 حدیث ضعیف ہے)

دیکھا انہوں نے بھی حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ نہ کہ موضوع اور یہ حفاظ حدیث
 میں سے شمار ہوتے ہیں۔

حافظ ابن حجر کا فتویٰ

مجھے ایک فاضل نے بتایا کہ میں نے حافظ ابن حجر کا اس سلسلہ میں فتویٰ پڑھا ہے
 جس میں انہوں نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ شرف و فضل میں
 بڑھتے رہے۔ الخ مگر میں نے اب تک فتویٰ نہیں دیکھا۔

خاتمہ

ابن جوزی نے اپنی کتاب ”الموضوعات“ میں بہت تساہل و تسامح سے کام لیا ہے
 اس پر متعدد آئمہ نے تصریح کی ہے۔

1- ابن صلاح نے علوم الحدیث میں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس دور میں دو جلدوں پر مشتمل کتاب الموضوعات میں بہت سی ایسی احادیث کو موضوع قرار دے دیا گیا جن کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں بلکہ حق یہ تھا کہ انہیں احادیث ضعیفہ میں شامل کر دیا جائے۔ (علوم الحدیث بحث معرفۃ الموضوع)

2- امام نووی نے التقریب میں فرمایا دو جلدوں میں موضوعات جمع کرنے والے نے دلیل نہ ہونے کے باوجود بہت سی احادیث کو موضوع کہہ دیا ہے ہاں وہ ضعیف ہیں۔ (التقریب مع التدریب 1-278)

3- حافظ زین الدین عراقی نے النیۃ میں فرمایا
واکثر الجامع فیہ اذ خرج

لمطلق الضعیف عنی لبا الفرج

(شیخ ابوالفرج ابن جوزی نے مطلق ضعیف احادیث کو بھی موضوعات میں جمع کر دیا ہے) (النیۃ للعراقی بحث الموضوع)

4- قاضی القضاہ بدرالدین بن جملہ نے "المختل الروی" میں کہا شیخ ابوالفرج ابن جوزی نے موضوعات رکنب لکھی جس میں انہوں نے بہت سی ایسی احادیث کو ضعیف قرار دیا جن کے ضعف پر کوئی دلیل نہیں۔

5- شیخ الاسلام سراج الدین ہلینی نے "محاسن الاصطلاح" میں یہی بات کہی ہے
متاخرین کا کسی حدیث کو موضوع قرار دینا نہایت مشکل ہے۔

حافظ صلاح الدین علائی فرماتے ہیں متاخرین کا کسی حدیث کو موضوع قرار دینا بہت ہی دشوار ہے کیونکہ یہ کام تب ہی ہو سکتا ہے جب اس حدیث کے تمام طرق جمع کر لئے جائیں اور کثرت مطالعہ سے واضح ہو جائے کہ اس متن حدیث کی فقط یہی ایک سند ہے اس میں فلاں راوی یقیناً مستحکم یا کذاب ہے اس کے علاوہ میں بھی متعدد قرائن کا ثبوت جن کا ہونا ایک معتبر حافظ حدیث کے لئے ضروری ہے تاکہ اس حدیث کو موضوع ہونے کا حکم لگانے۔ اس لئے اہل علم نے ابوالفرج ابن جوزی کی کتاب

الموضوعات پر سخت تنقید کی ہے۔ کیونکہ انہوں نے غیر موضوع احادیث کو بھی موضوع قرار دیدیا ہے۔ اور ان کے بعد ایسے لوگ آئے جنہیں فن حدیث میں مہارت نہ تھی تو انہوں نے ابن جوزی کی تقلید کرتے ہوئے ان احادیث کو موضوع ہی سمجھا اس سے بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔

یہ طریقہ متقدمین آئمہ کا نہ تھا

لیکن متقدمین آئمہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس علم اور اس کے لفظ میں تبحر اور وسعت عطا کی تھی انہوں نے ایسا نہیں کیا مثلاً "امام شعبہ، قطن، ابن مہدی وغیرہ پھر ان کے تلامذہ مثلاً "امام احمد، ابن مدینی، ابن معین، ابن راہویہ اور ایک پوری جماعت پھر ان کے تلامذہ امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اس طرح آگے امام دارقطنی اور بیہقی کے دور تک آجائے۔ ان کے بعد نہ تو کوئی ان کے برابر ہوا اور نہ ہم مثل تو اگر ان حقدمین کے کلام میں کسی روایت پر موضوع کا حکم ہے تو اس پر اعتماد کیا جائے گا کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے خصوصی فضل سے نوازا ہے۔ اور اگر ان کا آپس میں اس معاملہ میں اختلاف ہو تو پھر ترجیح کی طرف رجوع ہو گا۔ (فتح المغنیث 1-237)

امام زرکشی نے اس گفتگو کے بعد کہا حقدمین میں سے بعض نے کچھ احادیث کے بارے میں کہا ان کی کوئی اصل نہیں مگر تحقیق کے بعد اس کے خلاف ثابت ہوا اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ہے ہر صاحب علم پر علم والا ہوتا ہے۔

7- انہوں نے ابن صلاح کے قول (اس دور میں موضوعات جمع کرنے والے الخ) پر لکھا کہ ان کی مراد ابن جوزی ہے اور ان کا اعتراض بھی صحیح ہے کیونکہ جنہیں اس میں موضوع قرار دیا گیا ہے ان کے ضعف میں احتمال ہے ان کے ساتھ ترغیب و ترہیب میں استدلال کرنا درست ہے۔ بعض ان میں احادیث صحیح ہیں یا بعض آئمہ نے انہیں صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً "حدیث نماز تسبیح

8- امام محب طبری کہتے ہیں نماز تسبیح والی حدیث کو ابن جوزی کا موضوعات میں شامل کرنا غلط ہے یہ موضوع نہیں حفاظ حدیث نے اسے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے اس

طرح فرائض کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے والی حدیث کو ابن جوزی نے موضوع کہا حالانکہ اسے امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ شرائط صحیح کے مطابق روایت کیا ہے۔ حافظ مزنی نے کہا ابن جوزی کا اسے موضوعات میں شمار کرنا نہایت برا ہے اس طرح کہ متعدد مثالیں اس کتاب سے دی جا سکتی ہیں۔

باقی محدثین کے قول "یہ حدیث صحیح نہیں" اور "یہ موضوع ہے" کے درمیان بہت فرق ہے کیونکہ کسی حدیث کا موضوع ہونے کا معنی کذب و افتراء ہوتا ہے جبکہ عدم صحت سے اثبات عدم لازم نہیں آتا یہ تو عدم ثبوت کی خبر ہوتی ہے ان دونوں معاملوں میں فرق ہے ممکن ہے وہ کسی دوسری سند سے ثابت ہو۔

دوسرے مقام پر

ایک اور مقام پر امام زرکشی کہتے ہیں بعض لوگوں نے معروف بالوضع راوی کی وجہ سے متعدد احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ اور یہی طریقہ ابن جوزی کا الموضوعات میں ہے لیکن یہ طریقہ صحیح نہیں کیونکہ کسی راوی کے معروف بالوضع ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس کی تمام مرویات موضوع ہیں درست رائے یہ ہے کہ انہیں ضعیف کہا جائے نہ کہ خواہ مخواہ موضوع آگے چل کر لکھا قاضی ابوالفرج النہروائی نے "الجلیس الصالح" میں کہا محدثین میں سے کچھ اور بہت سے ایسے لوگ جن کا اس فن میں مطالعہ نہیں یہ کہتے ہیں کہ جس حدیث کے راوی میں کوئی ضعف ہو وہ باطل ہے اور اس کا انکار کرنا لازم ہے حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے بلکہ اگر راوی اپنی روایات میں معروف با کذب بھی ہو اور وہ کسی حدیث کو متفرداً روایت کرے تو وہ حق بھی ہو سکتی ہے اور باطل بھی لہذا وہاں اس کو صحیح قرار دینے میں توقف و تحقیق سے کام لیا جائے گا لیکن قطعی طور پر کسی راوی کو کذب قرار دینا اور اس کی ہر روایت کو کذب کہنا درست نہیں اس کے تحت زرکشی لکھتے ہیں شیخ عبدالغنی بن سعید کی کتاب "ادب الحدیث" میں ہے جس نے مجھ سے روایت سنی اور اس کی تکذیب کی اس نے تمہاری تکذیب کی اللہ کی اس کے رسول کی اور اسے نقل کرنے والے کی۔

9۔ حافظ ابن حجر انکت علی ابن صلاح میں رقمطراز ہیں حافظ علائی کہتے ہیں ابن جوزی کو یہ مرض لاحق ہو گیا کہ وہ احادیث کو موضوع قرار دینے میں وسیع ذہن رکھتے ہیں کیونکہ اس پر ان کے پاس دلیل راویوں کا ضعیف ہونا ہے پھر فرماتے ہیں انہوں نے ان آئمہ پر اعتماد کیا جنہوں نے بعض ساقط اور متفقہ راویوں کی وجہ سے بعض احادیث کو موضوع کہا حالانکہ ان کے کلام میں اس قید کا اعتبار کرنا ضروری تھا کہ وہ متن صرف اس سند سے مروی کیونکہ ممکن ہے وہ متن کسی اور سند سے بھی مروی ہو اور مصنف اس پر مطلع نہ ہو یا بوقت تصنیف وہ مستغفرت نہ ہو تو اس عبارت آئمہ سے انہیں مغالطہ ہو گیا جس وجہ سے انہوں نے اپنی کتاب میں منکر و ضعیف کو شامل کر دیا جن سے ترغیب و ترہیب میں استدلال ہو سکتا ہے۔ بہت کم ہیں مگر حسن احادیث کو بھی موضوع قرار دیا مثلاً نماز تسبیح والی حدیث "فرض نماز کے بعد آیت الکرسی کی تلاوت بلکہ یہ حدیث تو صحیح ہے اسے امام نسائی نے روایت کیا اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ابن جوزی کی کتاب میں اس قسم کی احادیث بہت کم ہیں ہاں مطلق ضعیف کو بہت زیادہ موضوعات میں شامل کیا ہے۔ میں نے اس پر مستقل کتاب لکھی ہے۔

حافظ ابن جوزی کے بعد جو بھی حافظ حدیث آیا اس نے ان کی بعض روایات پر تعاقب ضرور کیا۔

تعاقب ورد ابن جوزی میں حافظ ابن حجر کی متعدد تصانیف ہیں مثلاً "القول المسند فی الذب عن مسند احمد" اس میں ان چوبیس احادیث کا تذکرہ ہے جو مسند احمد کی ہیں اور انہیں ابن جوزی نے موضوع کہا حافظ نے بہت خوبصورتی سے ابن جوزی کے اعتراضات کا ازالہ کر کے ثابت کر دیا کہ یہ موضوع نہیں ابتداء کلام میں لکھتے ہیں۔

ہم پہلے بطریق اجمل جواب دیں گے کیونکہ ان میں سے کوئی حدیث ایسی نہیں جس میں احکام مثلاً "حلال و حرام کا بیان ہو اور غیر احکامی احادیث میں تساہل کا ہونا معروف ہے۔

پھر فرمایا امام احمد اور دیگر آئمہ کا ارشاد ہے جب ہم حلال و حرام کے حوالے سے

حدیث نقل کرتے ہیں تو شدت اختیار کرتے ہیں لیکن جب فحائل وغیرہ سے متعلق روایت ہو تو ہم وہ شدت اختیار نہیں کرتے۔

والله اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین وحسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم المصیر

آخر میں ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نفع دے اور ہمیں ہر اس عمل کی توفیق دے جو اسے محبوب و پسند ہے۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

والدین مصطفیٰ ﷺ
کے بارے میں صحیح عقیدہ

مصنف
ام جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ و تحقیق
مفتی محمد سعید خان قلوبی

حجاز پبلی کیشنز، لاہور

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

السبل الجلیلة فی الآباء العلیة	نام کتاب
امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)	مصنف
والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ	ترجمہ کا نام
مفتی محمد خان قادری	مترجم
علامہ محمد فاروق قادری	اہتمام
حافظ ابوسفیان نقشبندی	پروف ریڈنگ
حجاز پبلی کیشنز لاہور	ناشر
۱۹۹۹ء	اشاعت اول
۲۰۱۲ء	اشاعت دوم

ملنے کے لیے

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور	☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی	☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی	☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی	☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور	☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور	☆ مکتبہ نوریہ ضویین گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور	☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور	☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم	☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ۱، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاڈیک لاہور

042,35300353...0300.4407048.

انتساب

حضرت العلام مولانا علامہ محمد رشید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
کے نام

- ۱- جو طالب کو کتاب تک ہی محدود نہ رکھتے بلکہ انہیں معاشرتی انسان بنانے کی بھرپور کوشش کرتے۔
- ۲- وہ سیاست کو دین سے جدا نہیں بلکہ اس کے تابع تصور کرتے۔
- ۳- معاملات کو بڑا واضح و صاف رکھنا ان کا طرز امتیاز تھا۔

محمد خان قادری

السُّبُلُ الْحَسَنِيَّةُ
فِي
الْأَبَاءِ الْعَلِيَّةِ

بِشَيْخِ الْعَدَانَةِ جَلالِ الدِّينِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ السِّيُوطِيِّ
توفي سنة ١٥٠٥/٩١١ م

قدّم له وشرحه وعلق عليه
الدكتور محمد عمر الدين السعيد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى
 یہ چھٹا رسالہ ہے جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں
 لکھا ہے۔ وہ ثابت ہیں اور وہ روز قیامت نجات سے بہرہ ور ہو کر جنت میں داخل ہوں
 گے جیسا کہ جماعت آئمہ کا موقف ہے، ہاں اس کے ثبات میں انہوں نے مختلف طرق
 اور راہوں کو اپنایا ہے۔

سبیل اول

انہیں دین کی دعوت ہی نہیں پہنچی کیونکہ وہ اس زمانہ جاہلیت میں تھے جس میں
 تمام روئے زمین پر جہالت کی تاریکی تھی اور اس میں کوئی دعوت توحید دینے والا تھا ہی
 نہیں، خصوصاً ان کا وصال تو جوانی میں ہوا۔ حافظ صلاح الدین علائی کہتے ہیں یہ بات
 صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی کی عمر وصال کے
 وقت اٹھارہ سال تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا وصال تقریباً
 بیس سال کی عمر میں ہوا۔ اس عمر کے ایسے دور میں مطلوب (منزل) کی تلاش کہاں
 ہوتی ہے اور جس شخص کو دعوت نہ پہنچی ہو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ دوزخ سے نجات
 پائے گا اسے عذاب نہ ہو گا بلکہ وہ جنتی ہو گا، یہ ہمارا مسلک ہے اور اس بارے میں
 ہمارے آئمہ شوافع کو فقہ میں اور اشاعرہ کو اصول میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس پر
 ہمارے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے الام اور المختصر میں تصریح کی ہے، باقی تمام اصحاب
 نے ان کی اتباع کی ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں اس پر انہوں نے متعدد آیات
 سے استدلال کیا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

و ما كنا معذبين حتى نبعث رسولا
 اور ہم نہیں عذاب دیتے یہاں تک کہ
 رسول بھیج لیں۔ (الاسراء: ۱۵)

یہ ایک فقہی مسئلہ ہے جو کتب فقہ میں بیان ہوا ہے۔ اور یہ اس قاعدہ اصولیہ کی

فرع ہے جس پر ہمارے آئمہ اشاعرہ کا اتفاق ہے، اس کا نام شکر منعم کا قاعدہ ہے کہ منعم کا شکر شریعت کی بنا پر لازم ہے نہ کہ عقل کی بنا پر، اور اس قاعدہ کا مدار یہ قاعدہ کلامیہ ہے جسے حسن و قبح عقلی کا نام دیا جاتا ہے۔

اشاعرہ نے بلا تعلق اس کا انکار کیا ہے جیسا کہ کتب کلام و اصول میں مشہور ہے متعدد آئمہ نے ان دونوں قواعد کی تفصیل، ان سے استدلال اور اس میں مخالفت کرنے والوں کے جواب میں تفصیلی بحثیں کیں ہیں خصوصاً امام الحرمین نے البرہان، غزالی نے المستصفیٰ اور منقول میں الکیا ہر اسی نے اس کے حواشی میں، امام فخر الدین رازی نے المحصول میں ابن سماعی نے التوطیح میں، قاضی ابوبکر باقلانی نے التفتیح میں اور دیگر کثیر علماء نے اس مسئلہ پر لکھا ہے۔

غافل مکلف نہیں ہوتا

جس شخص کو دعوت دین نہیں پہنچی اس مسئلہ کا تعلق ایک اور قاعدہ اصولیہ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ غافل مکلف نہیں ہوتا اصول میں اس پر بحث ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس اس ارشاد گرامی سے استدلال کیا ہے۔

ذلک ان لم یکن ربک مہلک یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم القری بظلم و اہلہا غافلون سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ ب (الانعام ۱۳۱) خبر ہوں۔

جنہیں دعوت نہیں پہنچی ان کے بارے میں اہل علم کی مختلف تعبیرات ہیں، لیکن ان میں سے احسن یہ ہے کہ وہ صاحب نجات ہیں اور اسی کو امام بکی نے پسند فرمایا ہے بعض نے کہا ایسے لوگ فترت پر ہوتے ہیں، بعض نے کہا یہ مسلمان قرار پاتے ہیں، امام غزالی کہتے ہیں ایسے لوگ مسلمان کے حکم میں ہوتے ہیں۔

علماء کی ایک جماعت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں اسی راہ کو اپناتے ہوئے فرمایا انہیں دعوت دین ہی نہیں پہنچی، سبط ابن جوزی نے مرآة

الزمان میں اور دیگر اہل علم نے اسے نقل کیا ہے امام ابی نے شرح مسلم میں اسی قول کو اختیار کیا ہمارے استاذ شیخ الاسلام شرف الدین مناوی بھی اسی پر اکتفا کرتے ہوئے اس پر یہ فتویٰ دیا کرتے۔

سبیل ہانی

یہ دونوں اہل کثرت سے ہیں اور اہل فترت کے بارے میں احادیث وارد ہیں جن میں ہے کہ ان کا معاملہ قیامت تک موقوف رہے گا اور پھر روز قیامت ان کا امتحان ہو گا جس نے وہیں اطاعت اختیار کر لی وہ جنت میں اور جس نے نافرمانی کی وہ دوزخ میں چلا جائے گا احادیث تو اس بارے میں متعدد ہیں مگر ان میں سے تین کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔

۱۔ مسند احمد میں حضرت اسود بن سریع اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں اس کو صحیح قرار دیا۔ (مسند احمد ۶۰۲/۳)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ہے اور یہ حکم مرفوع میں ہو گی کیونکہ کسی بات وہ اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے۔ اسے امام ابن عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے اپنی اپنی تفاسیر میں ذکر کیا اور اس کی سند بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔ (جامع البیان ۷۰/۵)

۳۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے اسے امام بزار اور حاکم نے مستدرک میں نقل کیا اور کہا یہ بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے ذہبی نے مختصر میں حاکم کے حکم کو قائم رکھا۔ (المستدرک ۴۹۶/۳)

۴۔ امام بزار ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً اور ابن ابی حاتم نے اسے موقوفاً روایت کیا اور یہ مرفوع کے حکم میں ہے

اس کی سند میں عطیہ عوفی ہیں اور ان میں ضعف ہے مگر ترمذی نے ان کی حدیث کو حسن کہا "خصوصاً" جب اس کا کوئی شاہد ہو اور مذکورہ حدیث پر تو متعدد شواہد ہیں جیسا کہ تم نے ملاحظہ کیا۔

۵۔ پانچویں حدیث کو بزار اور ابو یعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا اور اس کی سند ضعیف ہے۔

۶۔ چھٹی حدیث کو طبرانی اور ابو نعیم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا اور اس کی سند بھی ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر کا قول

ان میں سے پہلی تین احادیث صحیح اور عمدہ ہیں، حافظ عمر ابوالفضل ابن حجر نے بعض لوگوں سے اس طریق کو نقل کیا اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فترت میں فوت شدہ تمام آباء کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ روز قیامت امتحان کے وقت وہ اطاعت کریں گے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے اس عمل سے خوشی نصیب ہو۔

حافظ ابن کثیر کا قول

حافظ عماد الدین بن کثیر اہل فترت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں امتحان کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ان میں سے بعض طاعت کریں گے اور بعض نہیں کریں گے۔ مگر انہوں نے یہ نہیں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین کے بارے میں ظن یہ ہے کہ وہ اطاعت ہی کریں گے۔ (السیرۃ النبویہ، ۱-۲۳۹)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں بلاشک یہ حسن ظن اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے انہیں

طاعت میں توفیق عطا کرے گا جیسا کہ تمام رازی نے فوائد میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔
میں اپنے والد کی شفاعت کروں گا

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند ضعیف کے ساتھ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اذاکان یوم القیامۃ شفعت روز قیامت میں اپنے والد گرامی کی
لابی (ذخائر العقبی ۱۴) شفاعت کروں گا۔

امام حاکم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کر کے اسے صحیح قرار دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔

ماسألتهما ربی فیعطینی میں نے اپنے رب سے ان کے لئے مانگا
فیہما وانی لقائم یومئذ المقام تو اس نے مجھے عطا فرمایا اور میں روز
المحمود (المستدرک ۲: ۳۹۱) قیامت مقام محمود پر کھڑا ہوں گا۔

اس میں واضح طور پر یہ اشارہ ہے کہ اس موقع پر ان کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت مقبول ہوگی اور انہیں امتحان کے وقت طاعت کی توفیق عطا ہو جائے گی۔

اہل بیت دونخ میں نہیں جائیں گے

اس کے ساتھ اس روایت کو ملاؤ جسے امام ابوسعید نے شرف النبوة وغیرہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

سألت زبى ان لا یدخل فی النار احد من اہل بیتی میں نے اپنے رب سے عرض کی کہ
میری اہل بیت میں سے وہ کسی کو دونخ

فاعطانی ذلک

میں داخل نہ فرمائے تو اس نے مجھے یہ
عطا کر دیا۔

اسے امام محب طبری نے (ذخائر العقبی ۲۹) میں بھی نقل کیا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

ولسوف یعطیک ربک اور عنقریب عطا کرے گا آپ کا رب کہ
فترضی (الضحیٰ: ۵) تم راضی ہو جاؤ گے۔

کی تفسیر کے تحت ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

من رضی محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ان لا یدخل
احدا من اہل بیتہ النار
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا و
خوشی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی اہل بیت میں سے کوئی دوزخ
(جامع البیان ۱۵: ۲۹۳) میں نہ جائے۔

یہ تمام احادیث ایک دوسری کو تقویت دے رہی ہیں، کیونکہ حدیث ضعیف کی جب
اسناد زیادہ ہوں تو اس سے قوت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ اصول حدیث میں مسلم ہے
ان میں سے سب سے زیادہ قابل توجہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنه کی ہے کیونکہ اسے امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ (امتاریک ۲: ۲۹۶)

کیا دونوں میں فرق ہے؟

پہلے اور دوسرے طریق میں فرق ہے جیسا کہ میں نے یہاں اور بڑی کتاب میں
ذکر کیا ہے کیونکہ پہلے طریق کا تقاضا یہ ہے کہ جن لوگوں کو دعوت نہیں پہنچی ان کی
نجات اور دخول جنت بغیر امتحان کے یقینی ہے۔ بعض لوگوں نے انہیں مترادف ہی قرار
دیا ہے جیسا کہ میں نے مسالک الحنفیۃ الدرج المنیفة اور المقامۃ السندیہ
میں کہا ہے اور یہی بات تحقیق کے زیادہ قریب ہے۔ اب پہلے طریق والوں کے قول کہ

”وہ نجات پانے والے ہیں“ کا مفہوم یہ ہو گا کہ ہر حال میں نہیں بلکہ امتحان کے بعد نجات ہو گی۔ ان کے قول ”انہیں عذاب نہ ہو گا“ یعنی ابتداءً نہ ہو گا جیسا کہ معاند کو ہو گا بلکہ ان کا امتحان ہو گا اور آخرت میں ان کا امتحان ایسے ہی ہو گا جیسے دنیا میں انبیاء کی بعثت کی وجہ سے لوگوں کا امتحان ہوتا ہے اور ان کا آخرت میں نافرمانی کرنا ایسا ہی ہو گا جیسے لوگوں نے دنیا میں نافرمانی کی ہو گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استنباط سے تائید

اس کی تائید حدیث اہل فترت کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس استدلال سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اس آیت مبارکہ کے آخر میں کہا جس آیت سے آئمہ امت نے بعثت سے پہلے لوگوں سے عذاب کی نفی کی ہے اس روایت کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

امام عبدالرزاق نے تفسیر میں ’ابن جریر‘ ابن ابی حاتم اور ابن المنذر ان تینوں نے عبدالرزاق سے انہوں نے معمر سے انہوں نے ابن طاؤس سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اہل فترت معتوہ ’گوٹے بہرے اور ان بوڑھوں کو لائیں گے جنہوں نے اسلام نہ پایا ہو تا پھر ان کی طرف وہ پیغام بھیجے گا کہ تم آگ میں داخل ہو جاؤ وہ کہیں گے کیوں ہمارے پاس تو تیرے رسول نہیں آئے؟ فرماتے ہیں اللہ کی قسم اگر وہ داخل ہو جاتے تو وہ اسے ٹھنڈا اور سرپا سلامتی پاتے پھر ان کی طرف اللہ تعالیٰ رسول کو بھیجے گا تو ان کی اطاعت ان میں سے وہی کرے گا جسے توفیق نصیب ہو گی اس کے بعد فرمانے لگے اگر تم چاہو تو اس آیت مبارکہ کی تلاوت کر لو۔

وماکنا معذبین حتی نبعث اور ہم نہیں عذاب دیتے یہاں تک کہ رسول (الاسراء: ۱۵) ہم رسول بھیج لیں۔

تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت مبارکہ میں رسول دنیا کے علاوہ:

رسول آخرت بھی مراد لیا ہے۔

اور ان کے اس فہم عظیم پر کون سا تعجب و انکار ہے؟

(جامع البیان ۷۹)

مخالف روایات کا جواب

ان دونوں طریقوں کو مان لینے کے بعد والدین کے مخالف احادیث کا جواب یہ ہو گا کہ وہ مذکورہ آیات اور احادیث کے نزول و ورود سے پہلے کی ہیں جیسا کہ ان احادیث کا جواب دیا جاتا ہے جن میں ہے کہ مشرکین کے بچے دوزخ میں جائیں گے کہ یہ روایات اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے پہلے کی ہیں۔

ولا ترزوا لرسول ولا ترزوا لرسول
کونئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا
بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (الاسراء: ۱۵)

آئمہ مالکیہ کا جواب

بعض آئمہ مالکیہ نے والدین کے مخالف احادیث کا جواب یہ دیا ہے۔

انہا اخبار احاد فلا تعارض
القاطع وهو قوله تعالى وما
کنا معذبین حتی نبعث
رسولا
یہ روایات اخبار احاد میں ان کا قطعی
دلیل سے مقابلہ نہیں ہو سکتا اور وہ اللہ
اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے اور ہم
عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم
رسول نہ بھیج لیں۔

اور اسی طرح کی دیگر آیات کے بھی یہ روایات خلاف ہیں۔

میں اس میں یہ اٹنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان مخالف روایات میں سے اکثر
ضعیف الاستاد ہیں اور جو صحیح ہیں وہ تکوین قبول کر لیتی ہیں۔

سبیل ثالث

اللہ تعالیٰ نے والدین کو زندہ فرمایا اور دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے یہ راستہ کثیر آئمہ اور حفاظ حدیث نے اپنایا ہے اس پر انہوں نے ایک حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی سند ضعیف ہے۔

ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کر دیا ہے حالانکہ وہ موضوع نہیں۔

۱۔ امام ابن صلاح نے علوم الحدیث میں اور دیگر ان کے تابعین نے تصریح کی ہے کہ ابن جوزی نے الموضوعات میں بہت تسامح سے کلام لیا ہے، انہوں نے اس میں ایسی احادیث کو موضوع کہہ دیا جو موضوع نہیں بلکہ فقط ضعیف ہیں۔ ان میں بسا اوقات حسن یا صحیح بھی ہیں۔

۲۔ حافظ زین الدین عراقی نے الفیہ میں فرمایا۔

وأكثر الجامع فيه إذ خرج

لمطلق الضعيف عنى أبا الفرج

(أبو الفرج ابن جوزی نے بہت سی مطلق ضعیف احادیث کو موضوع کہہ دیا ہے)

(الفیہ مع فتح المغیث: ۲۳۳)

۳۔ شیخ الاسلام ابو الفضل حافظ ابن حجر نے ایک مکمل کتاب لکھی ”القول المسدد فی الذب عن مسند احمد“ اس میں انہوں نے ان احادیث مسند احمد کا ذکر کیا ہے جنہیں ابن جوزی نے موضوعات میں شامل کیا اور ان تمام سے ان کے اعتراضات کا خوبصورت ازالہ کرتے ہوئے واضح کیا کہ ان میں سے بعض فقط ضعیف ہیں۔ موضوع نہیں، ان میں سے بعض صحیح ہیں حد تو یہ ہے کہ ان میں سے ایک حدیث صحیح مسلم کی ہے، اس پر شیخ الاسلام نے فرمایا ابن جوزی سے شدید غفلت ہوئی ہے کہ انہوں نے اس حدیث پر وضع کا حکم نافذ کر دیا حالانکہ یہ صحیحین میں سے ایک کی حدیث ہے۔

۴۔ ان کے شیخ حافظ عصر زین الدین عراقی نے بھی اس کا تعاقب ورد کیا ہے، میں نے شیخ الاسلام کی تصانیف کی فرست میں دیکھا کہ انہوں نے مکمل کتاب ”تعقیبات علی موضوعات ابن جوزی“ لکھی لیکن مجھے وہ نہیں ملی۔

۵۔ خود میں نے بھی اس کی احادیث کا مطالعہ کیا تو ان میں سے بعض ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مستدرک للحاکم اور دیگر معتد کتب کی احادیث موجود پائیں تو میں نے اس پر مکمل کتاب ”النکت البدیعات علی الموضوعات“ لکھی جس میں ہر حدیث کے بارے میں ضعف، حسن اور صحت پر گفتگو کی ہے۔

ابن جوزی کی مخالفت

زیر بحث حدیث احیاء کے بارے میں کثیر آئمہ اور حفاظ حدیث نے ابن جوزی کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں بلکہ ضعیف کی ان اقسام میں سے ہے جسے فضاہل و مناقب میں قبول کر لیا جاتا ہے۔

ان محدثین میں امام ابو بکر خطیب بغدادی، امام حافظ ابو القاسم ابن عساکر، امام حافظ ابو حفص ابن شاہین، امام حافظ ابو القاسم سہیلی، امام قرطبی، حافظ محب الدین طبری، علامہ ناصر الدین بن مزید مشقی اور حافظ فتح الدین بن سید الناس ہیں۔ انہوں نے بعض اہل علم سے بھی نقل کیا، حافظ ابن صلاح نے یہی راہ اختیار کی ہے۔ حافظ شمس الدین بن ناصر بدین دمشقی نے تو یہ اشعار کہے ہیں۔

حبا	اللہ	مزید فضل	علی فضل وکان بہ رؤوفا
فاحیاء	امہ	وکناباہ	لایمان بہ فضلا لطیفا
وسلم	فالقديم	بناقدیر	وان کان الحدیث بہ ضعیفا

(اللہ تعالیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خوب فضل ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہایت ہی مہربان ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ اور والد کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کیلئے زندہ فرمایا جو اس کا خصوصی کرم ہے، لوگوں تسلیم کر لو اللہ تعالیٰ کی ذات اس پر قادر مطلق ہے اگرچہ اس

بارے میں حدیث ضعیف ہے۔)

مجھے ایک فاضل نے بتایا کہ میں نے شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کا تحریری فتویٰ اس بارے میں پڑھا ہے لیکن میں اس سے آگاہ نہ ہو سکا میں نے ان کا جو کلام دیکھا ہے اس کا تذکرہ میں نے سہیل ثانی میں کر دیا ہے۔

امام سہیلی کا قول

انہوں نے الروض الانف کی ابتداء میں حدیث احياء نقل کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے اپنے والدین کے زندہ کرنے کے بارے میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر ایمان لائے اور پھر دوبارہ ان کا وصل ہوا اس کے بعد لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اس کی رحمت و قدرت میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اہل ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس بھی فضل، انعام اور بندگی سے نوازے (الروض الانف: ۱۱۳)

ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اگر تم ان کے ساتھ قبرستان تک چلی جاتیں تو جنت نہ دیکھتیں، حتیٰ کہ تیرے والد کا دادا اسے دیکھتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے والد کا دادا ”یہ نہیں فرمایا“ تیرے والد کے والد ”یہ اس حدیث ضعیف کو تقویت دے رہی ہے جس کا ذکر ہم نے پہلے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔

(الروض الانف: ۲۵۹)

باوجود اس کے جس حدیث کا تذکرہ سہیلی نے کیا ہے، ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل نہیں کیا، ابن جوزی نے ایک اور سند سے دوسری حدیث ذکر کی ہے جس میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے زندہ ہونے کا تذکرہ ہے

اور اس میں واقعہ کی تفصیل کے الفاظ بھی حدیث سہیلی کے علاوہ ہیں، جو نشاندہی کرتا ہے کہ سہیلی والی روایت مستقل دوسری حدیث ہے۔

ان مذکورہ آئمہ نے حدیث اchiاء کو مخالف روایات کے لئے تلخ قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ ان سے بعد کا واقعہ ہے لہذا اس کے اور ان کے درمیان تعارض ہے ہی نہیں۔

امام قرطبی کی رائے

وصال تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات عالیہ اور فضائل میں مسلسل اضافہ و ترقی ہوتی رہی یہ (احیاء ابویں) ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے تو والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا نہ تو عقلاً محل ہے اور نہ شرعاً۔

قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے مقتول کا تذکرہ ہے جس نے زندہ ہو کر قاتل کے بارے میں خبر دی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں پر مردے زندہ ہوتے اس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ مقام حاصل ہے۔ (التذکرہ، ۱)

سہیل رابع

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین دین ابراہیم یعنی حنیفی تھے جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ان کے ہم مثل دور جاہلیت میں اسی دین پر تھے ابن جوزی نے تلخیص فہوم الاثر میں باقاعدہ ان لوگوں پر ایک باب قائم کیا ہے جنہوں نے دور جاہلیت میں عبادت بتوں سے انکار کر دیا اس میں پوری ایک جماعت کا تذکرہ ہے، ان میں زید بن عمرو قسری، بنی ہاشم، ورقہ بن نوفل، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہم، اس مسلک کو امام محمد بن رازی نے اپناتے ہوئے کہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام کے تمام آباء حضرت آدم تک توحید پر تھے، انہوں نے اپنی کتاب

اسرار التنزیل میں لکھا ہے کہ آزر، حضرت ابراہیم کے والد نہیں بلکہ ان کے چچا ہیں۔

اس مسلک پر دلائل

جب یہ سارا کچھ ثابت ہے تو کون سی چیز رکلوٹ ہے ان کے زندہ ہو کر ایمان لانے میں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت و عظمت میں اضافہ کی بناء پر ہوا (التذکرہ ۱۷)

اس پر متعدد دلائل دیئے گئے ہیں

۱۔ تمام انبیاء کے آباء کافر نہیں

ان میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ کسی نبی کا والد کافر نہیں اس پر یہ دلائل شاہد

ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

الذی یرکحین تقوم
وتقلب فی الساجدین
(الشعراء ۲۱۸-۲۱۹)

وہ ذات جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو بوقت قیام دیکھتی ہے اور آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساجدین میں
نقل ہونے کو۔

منقول ہے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ایک ساجد
سے دوسرے ساجد کی طرف نقل ہوتا رہا۔

پھر رازی کہتے ہیں اس مفہوم کے مطابق یہ آیت مبارکہ بتا رہی ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء مسلمان تھے اب تو قطعی طور پر کہنا ہو گا حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر نہیں تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس
آیت ”وتقلب فی الساجدین“ کے اور بھی معانی ہیں، لیکن جب ہر معنی کے
بارے میں روایات ہیں اور ان کے درمیان منقالت بھی نہیں تو آیت کو ان تمام معانی

پر محمول کر لیا جائے اور جب یہ مفہوم صحیح ٹھہرا تو واضح ہو گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بتوں کی پوجا کرنے والے نہ تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آؤ جداد مشرک نہ تھے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی شہد ہے۔

لم ازل انقل من اصلاّب الطاہرین الی ارحام الطاہرات
 (دلائل النبوة لابى نعیم: ۵۷)
 اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

انما المشرکین نجس
 یقیناً تمام مشرک پلید ہیں۔
 (التوبہ: ۲۸)

لہذا ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی اب و جد مشرک نہ ہو
 (یہ امام رازی کے اپنے الفاظ تھے)

مجھے اس پر عمومی اور خصوصی قوی دلائل سامنے آرہے ہیں۔

دلیل عام اور دو مقدمات

دلیل عام دو مقدمات پر مشتمل ہے۔

مقدمہ اول

پہلا مقدمہ یہ ہے کہ احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد اپنے اپنے دور کے تمام لوگوں سے افضل تھے مثلاً "حدیث بخاری ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی بعثت
 مجھے اولاد آدم میں سب سے بہتر لوگوں میں سے مبعوث کیا گیا پھر ہر دور میں

من القرن الذی کنت فیہ
ایسا ہی ہوا حتی کہ میں اس خاندان میں
(بخاری باب صفة النبی)
آیا جس میں ہوں۔

دوسرا مقدمہ

یہ بات بھی ثابت اور حقیقت ہے کہ زمین کبھی سات ایسے مسلمانوں سے خلل
نہیں رہی جن کے سبب اللہ تعالیٰ زمین والوں پر عذاب ٹالتا تھا۔

۱۔ امام عبدالرزاق نے مصنف میں ابن منذر نے تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ (جو
بخاری و مسلم کی شرائط پر ہے) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

لم یزل علی وجه الدبر فی
الارض سبعة مسلمون
فصاعدا فلولا ذلک حلکت
الارض ومن علیہا
روئے زمین پر ہمیشہ سے سات سے زائد
مسلمان رہے ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو زمین
اور اس پر بننے والے برباد ہو جاتے۔

۲۔ امام احمد نے "الترغیب" میں اور شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں سند صحیح (جو بخاری و
مسلم کی شرائط پر ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا۔

ماخلت الارض من بعد نوح
من سبعة یرفع اللہ بہم عن
اهل الارض
حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین
ایسے سات افراد سے خالی نہیں رہی جن
کے سبب اللہ زمین والوں پر عذاب دور
کرتا ہے۔

ان دونوں مقدمات کو ملا لو تو وہی نتیجہ نکلے گا جو امام رازی نے فرمایا ہے اگر آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں سے ہر ایک ہر زمانے میں ان سات افراد میں
سے ہیں تو ہمارا دعویٰ ثابت اور اگر وہ غیر ہیں تو دوسور میں سے ایک ضرور لازم آئے
گا۔

۱۔ یا تو دوسرے ان سے بہتر ہونگے تو یہ بات حدیث صحیح کی مخالف ہونے کی وجہ سے
باطل ہے۔

۲۔ یا یہ مشرک ہونے کے باوجود بہتر ہونگے اور یہ بلا جملع باطل ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔

ولعبد مؤمن خیر من مشرک اور مؤمن غلام مشرک سے بہتر ہے۔
(البقرہ ۲۲۱)

تو لازماً ماننا پڑے گا کہ وہ توحید پر تھے تاکہ وہ ہر دور کے لوگوں سے افضل قرار پا سکیں۔

دلیل خاص

اس پر دلیل خاص یہ ہے کہ ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔

ما بین نوح الی آدم من الیاء حضرت نوح سے لے کر حضرت آدم تک
کانوا علی الاسلام تمام آیاء اسلام پر تھے۔
(النبقات ۴۲۱)

امام ابن جریر، ابن ابی ہاتم، ابن منذر، بزار نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔
کان بین آدم ونوح عشرة قرون کلہم علی شریعة من الحق فاختلفوا فبعث اللہ النبیین
حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس قرون ہیں، تمام کے تمام شریعت حقہ پر تھے پھر لوگوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا۔
(المستدرک ۴: ۵۹۶)

اور فرمایا حضرت عبد اللہ بن مسعود کی قرات اسکا طرح ہے۔

کان الناس امة واحدة لوگ امت واحدہ تھے پھر انہوں نے
فاختلفوا
اختلاف کیا۔

(البقرہ ۲۱۳)

قرآن میں حضرت نوح علیہ السلام کی یہ دعا ہے۔

رب اغفر لی ولوالدی وللمن
دخل بیتی مؤمنا
اے میرے رب مجھے معاف فرما دے
میرے والدین کو اور جو بھی حالت ایمان
میں میرے گھر داخل ہو جائے۔
(نوح، ۲۸)

حضرت سام بن نوح کا مومن ہونا تو نص قرآن اور اجماع سے ثابت ہے بلکہ
بعض روایات کے مطابق یہ نبی ہیں۔ ان کے صاحبزادے ارفخشند کے ایمان پر
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت شاہد ہے جسے ابن عبدالحکم نے تاریخ
مصر میں نقل کیا جس کے الفاظ ہیں۔

ادرک جلدہ نوحا ودعاه ان
یجعل اللہ الملک والنبوة فی
انہوں نے اپنے جد حضرت نوح علیہ
السلام کو پایا اور انہوں نے دعا کی اللہ ان
کی اولاد میں حکومت اور نبوت عطا فرما۔
ولده

ابن سعد نے طبقات میں بطریق کنبی نقل کیا ہے لوگ باہل میں حضرت نوح
علیہ السلام کے عہد تک اسلام پر رہے یہاں تک کہ نمرود حکمران بنا اس نے لوگوں کو
بتوں کی عبادت کی طرف بلایا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آزر عہد نمرود میں ہوئے۔

(الطبقات، ۱/۲۳۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں فرمان مبارک ہے۔

واذقال ابراہیم لابیہ وقومہ
انسی براء مما تعبدون الا الذی
فطرنی فانه سیہدین وجعلها
کلمہ باقیہ فی عقبہ

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی
قوم سے فرمایا میں بیزار ہوں تمہارے
معبودوں سے سوا اس کے جس نے مجھے
پیدا کیا کہ ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ
دے گا اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام

(الزخرف ۲۶ تا ۲۸)

رکھا۔

عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس اور مجاہد سے اس فرمان باری تعالیٰ -
وجعلها كلمة باقية في عقبه اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھیہ۔
کی تفسیر میں نقل کیا

لا اله الا الله باقية في عقب حضرت ابراہیم کے بعد لا اله الا الله باقی
ابراہیم رہا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس فرمان باری تعالیٰ کے بارے میں مروی
ہے۔

شهادة ان لا اله الا الله اس سے مراد لا اله الا الله کی شہادت اور
والتوحيد توحيد ہے۔

(جامع البيان ۳)

حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے ایسے لوگ ہمیشہ موجود رہے جو اس کلمہ توحید کے
قائل تھے

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

واذ قال ابراهيم رب اجعل هذا جب ابراہیم نے عرض کیا اے میرے
البلد آمنا واجنبي ويني ان رب اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے
نعبد الا صنم (ابراہیم ۳۵) اور میرے بیٹوں کی پوجا سے محفوظ
رکھنا۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد سے اس آیت کے تحت نقل کیا

فاستجاب الله لا ابراهيم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد کے
دعوته في ولده فلم يعبد من حق میں دعا قبول کی تو دعا کے بعد ان میں
ولده صنما بعد دعوته سے کسی نے بھی بت پرستی نہیں کی۔

(جامع البيان ۲۹۹۸)

امام ابن ابی حاتم نے نقل کیا کہ حضرت سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا
 هل عبد احد من ولد کیا اولاد اسماعیل میں سے کسی نے بت
 اسماعیل الاصلنام پرستی کی؟
 انہوں نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا۔
 اجنبی وینی ان نعبد الاصلنام مجھے اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے
 محفوظ رکھنا۔

عرض کیا گیا اس میں حضرت اسحاق کی اولاد اور باقی سیدنا ابراہیم کی اولاد شامل ہو
 گی؟ فرمایا حضرت ابراہیم نے اس شر کے اہل کے لئے دعا کی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ
 انہیں یہاں ٹھہرائے تو یہ بتوں کی پوجا نہ کریں تو عرض کیا
 اجعل هذا البلد آمنا اے اللہ اس شر کو امن والا بنا۔
 انہوں نے تمام شہروں کے لئے دعا نہیں کی تھی ان کی عرض تو یہ تھی۔
 واجنبی وینی ان نعبد الاصلنام اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بت پرستی
 سے بچا۔

اس میں انہوں نے اپنے اہل کو مخصوص کیا ہے اسی طرح عرض کیا
 ربنا انی اسکنت من ربنا انی اسکنت من
 ذریئتی بواد غیر ذی زرع تیرے ہمارے پروردگار میں اپنی اولاد کو
 عند بیتک المحرم ربنا ٹھہرایا ہے اس وادی میں جو سبز بھی ہیں
 لیقیموا الصلوۃ تیرے مقدس گھر کے پاس اے ہمارے
 پروردگار تاکہ یہ نماز قائم رکھیں۔
 (ابراہیم ۳۷)

امام ابن منذر نے ابن جریج کا اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی
 رب اجعلنی مقیم الصلوۃ اے میرے رب مجھے نماز قائم رکھنے والا
 ومن ذریئتی بنا دے اور میری اولاد کو بھی۔

کے تحت یہ قول نقل کیا ہے۔

فلن يزال من ذریتہ ابراہیم ؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں
ناس علی الفطرۃ یعبدون اللہ سے کچھ لوگ ہمیشہ فطرت پر رہتے ہوئے
ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔

بخاری وغیرہ میں بہت سی صحیح احادیث اور علماء کے کثرت کے ساتھ اقوال بتاتے
ہیں کہ عربوں میں سے کسی نے عہد ابراہیمی سے لے کر عہد عمرو بن عامر خذاعی تک
کفر و شرک نہیں کیا۔ اس آدمی کو عمرو بن لُحی بھی کہا جاتا ہے یہ پہلا شخص تھا جس
نے بتوں کی عبادت کی اور دین ابراہیمی میں تبدیلی پیدا کی۔

شہرستانی کا قول

شیخ شہرستانی نے "الملل والنحل" میں کہا ہے عربوں میں دین ابراہیمی اور توحید
شائع اور موجود تھی سب سے پہلے جس نے اسے بدلا اور بتوں کی عبادت شروع کی وہ
عمرو بن لُحی ہے۔

(کتاب الملل والنحل ۲۰۲۳)

سہیلی کی تحقیق

انہوں نے روض الانف میں لکھا جب خزائم کا بیت اللہ پر قبضہ ہوا اور انہوں نے
بنو جرہم کو مکہ سے نکل دیا تو عربوں نے عمرو بن لُحی کو رب مان لیا وہ جو ان کے لئے
بدعت ایجاد کرتا اسے وہ شریعت سمجھ لیتے۔

(الروض الانف ۶۳۱)

تلبیہ میں اضافہ

ابن اسحاق کہتے ہیں یہ اولین شخص ہے جس نے حرم کعبہ میں بت داخل کئے اور
لوگوں کو ان کی عبادت کی طرف ابھارا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے تلبیہ کے

الفاظ ہی تھے لبیک اللہم لبیک لا شریک لک لبیک
 حتی کہ عمرو بن لُحی کا دور آیا وہ تلبیہ کہنے لگا تو شیطان نے بھی بصورت بوڑھا اس
 کے ساتھ تلبیہ شروع کیا جب عمرو نے لبیک لا شریک لک کہا تو اس بوڑھے
 نے ان الفاظ کا اضافہ کیا تملکہ وما یملک الا شریکاً هولک، عمرو نے
 انکار کرتے ہوئے پوچھا یہ کیا؟ بوڑھا کہنے لگا۔ تملکہ وما یملک
 اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں تو عمرو نے تلبیہ میں یہ اضافہ کیا پھر عربوں نے یہ
 کلمات شروع کر دیئے۔

(الردن الاثف، ۶۳:۱)

اور عمرو بن لُحی کا دور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت کنانہ کے
 قریب ہے۔

ان کا تذکرہ خیر سے کرو

ابن حبیب نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا کہ
 عدنان، معد، ربیعہ، مضر، خزیمہ اور اسد تمام کے تمام ملت ابراہیمی پر تھے ان کا تذکرہ
 خیر پر ہی کیا کرو۔

مضر کو برانہ کہو

ابن سعد نے طبقات میں حضرت عبداللہ بن خالد سے مرسلہ ذکر کیا ہے کہ رسول
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لا تسبوا مضر فانہ کان قد اسلم مضر کو برانہ کہا کرو
 (طبقات، ۵۸:۱) وہ تو مسلمان تھے۔

ربیعہ اور مضر مومن تھے

سہلی نے روض الاثف میں کہا حدیث میں ہے کہ مضر اور ربیعہ کو برانہ کہو۔

فانہما کانا مومنین
وہ دونوں صاحب ایمان تھے۔
(الروض الانف: ۸۵)

الیاس بھی مومن تھے

ذبیح بن بکار نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الیاس کو
برانہ کہو وہ مومن تھے۔

ان کے بارے یہ بھی منقول ہے۔

کان یسمع فی صلبہ تلبیۃ
ان کی پشت سے لوگ حضور صلی اللہ
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ
علیہ وآلہ وسلم کاجج کا تلبیہ سنا کرتے۔
وسلم بالحج

(الروض الانف: ۸۵)

کعب بن لوی نے جمعہ کا اجتماع شروع کیا اس دن قریش وہاں جمع ہوتے وہ انہیں
خطاب کرتے اور حضور کی بعثت کا ذکر کرتے اور بتاتے وہ میری اولاد میں سے ہیں وہ
لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
اتباع کی تعلیم دیتے ان سے کچھ اشعار منقول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

یا ایتنی شاہدا نجواء دعوتہ

انا قریش تبغی الحق خذلانا

(کاش میں ان کی دعوت و اعلان کے وقت موجود ہوتا جب قریش حق کو مٹانے کی

(الروض الانف: ۸۵)

کوشش کریں گے)

پھر سہیلی کہتے ہیں کہ بلوردی نے کتاب الاعلام میں یہ روایت حضرت کعب سے

(علام النبوه: ۱۵۵)

ذکر کی ہے۔

میں کہتا ہوں اسے امام نعیم نے دلائل النبوه میں بھی نقل کیا ہے۔

(دلائل النبوه: ۹۰)

تمام کے ایمان پر تصریحات

ہماری اس تمام گفتگو سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت کعب بن لؤی اور ان کے بیٹے مرثدہ تک کے ایمان پر تو تصریحات موجود ہیں ہاں آج کے معاملہ میں اختلاف ہے اگر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہیں تو پھر ان کا استثناء کر دیا جائے گا اور اگر وہ چچا ہیں بیساکہ قول ہے تو پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد سے خارج ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام سلسلہ نسب محفوظ و مامون ہو گیا باقی رہا معاملہ مرثدہ اور عبدالمطلب کے درمیان چار اجداد کا ان کے بارے میں مجھے کوئی تصریح نہیں آئی۔ :-

عبدالمطلب کی وفات

عبدالمطلب میں اختلاف ہے۔ سہیلی نے روض الانف میں کہا حدیث صحیح میں آیا ہے ابو جہل اور ابن ابی امیہ نے ابو طالب کو کہا تو تم ملت عبدالمطلب سے اعراض کر رہے ہو تو انہوں نے کہا نہیں میں ان کی ملت پر ہی ہوں۔ یہ حدیث ظاہراً تقاضا کرتی ہے کہ عبدالمطلب کا انتقال شرک پر ہوا پھر لکھا میں نے مسعودی کی کتب میں عبدالمطلب کے بارے میں اختلاف پایا ہے ان کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ مسلمان فوت ہوئے کیونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے دلائل دیکھے اور ان پر واضح ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توحید کا پیغام لے کر ہی مبعوث ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم

(الروض ۲۵۹:۱)

لیکن مختار بھی ہے کہ انہیں اسلام کی دعوت نہیں پہنچی جیسا کہ بخاری کی حدیث بھی ہے۔

نوٹ: ان چار کے تفصیلی حالات کے لئے بلوغ الارباب از محمود شکاری کا مطالعہ نہایت مفید بنے گا۔

امام حلیمی کی گفتگو

امام حلیمی نے شعب الایمان میں ذکر کیا مسلم کی حدیث ہے میری امت میں چار چیزوں کو ترک نہیں کیا جائے گا ان میں سے حسب و نسب پر فخر کرنا ہے الحدیث۔

اس کے بعد یہ سوال اٹھایا کہ اگر اس کے مقابل وہ احادیث لائی جائیں جن میں خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان و نسب کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا بنو کنانہ، قریش اور بنو ہاشم کو اللہ تعالیٰ نے تمام پر فضیلت دی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ یہاں اس سے مراد فخر کرنا نہیں بلکہ ان لوگوں کے مراتب و درجات اور مقامات کا تذکرہ مقصود ہے جیسا کہ کوئی شخص کے میرے والد مجتہد ہیں اس سے فخر متسم نہیں بلکہ اپنے والد کا حال بیان کرنا مقصود ہے پھر فرمایا

قد یکون بہ الاشارة بنعمة
 علیہ فی نفسہ و آباءہ علی
 وجہ الشکر
 اس میں اپنی ذات اور اپنے آباء پر ہونے
 والی اللہ تعالیٰ کی نوازشوں پر شکر بھی
 ہے۔

تو یہ فخر و تکبر ہرگز نہیں۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں اسے نقل کر کے اس کی تائید کی

(شعب الایمان، ۲۹۱، ۴)

حافظ شمس الدین کے اشعار

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے ان اشعار میں اس طرف اشارہ فرمایا

ہے۔

تنقل احمد نور اعظیما تلاً فی جباہ الساجدینا
 نقلب فیہم قرنا فقرنا الی ان جاء خیر المرسلینا
 (نور احمدی عظیم نور کی صورت میں ساجدین کی پیشانیوں میں چمکتا رہا۔ اعلیٰ سے

اعلیٰ خاندانوں سے منتقل ہوتا ہوا خیر المرسلین کی صورت میں ظہور پذیر ہوا)
والدہ ماجدہ کے اشعار مبارکہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے حق میں جس طرف میلان ہوتا چاہئے اس کے بارے میں امام ابو نعیم نے سند ضعیف کے ساتھ دلائل النبوة میں بطریق زہری انہوں نے ام سماء بنت ابی رہم سے انہوں نے اپنی والدہ سے بیان کیا جس مرض میں سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصل ہوا میں وہاں موجود تھی۔ ان دنوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف پانچ سال کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سر کے پاس تشریف فرما تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ کی طرف دیکھا اور یہ اشعار کہے

بارک فیک اللہ من غلام یا ابن الذی من حومنه الحمام
(اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے اس شخصیت کے بیٹے جس نے موت کے حملہ سے نجات پائی)

نجابعون الملک المنام فودی غدا الضرب بالسہام
(اللہ تعالیٰ مالک و علام کی مدد سے قرعہ اندازی کے دن ان کا فدیہ دیا گیا)
بمائۃ من ابل سوام ان صح ما بصرت فی المنام
(سو قیمتی اونٹوں کے ساتھ تاکہ اس کی تعبیر ہو جائے جو خواب میں دیکھا)
فانت مبعوث الی الانام من عند ذی الجلال والاکرام
(آپ کو تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اللہ صاحب جلال و کمال کی طرف سے)

تبعث فی الحل والحرم تبعث بالتحقیق والاسلام
(آپ حرم و غیر حرم کے نبی ہی آپ کو اسلام اور حقائق دے کر بھیجا گیا ہے)
دین ابیک ابراہیم فاللہ انہاک عن الاصنام

(آب کے والد ابراہیم صلح کا دین ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبودت سے منع فرمایا ہے۔)

ان لاتوالیامع الاقوام

لور تم اپنی امت کے ساتھ ان سے بچنا

پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ نے فرمایا ہر زندہ مرنے والا ہے ہر جدید پرانا ہونے والا ہے ہر صاحب کثرت فنا ہو جائے گا۔ میں جارعی ہوں لیکن میرا ذکر باقی ہے میں نے خیر چھوڑی ہے لور پاکیزہ کو جنم دیا ہے اس کے بعد ان کا وصل ہو گیا۔

خاتمہ

امام ابو بکر کا فتویٰ

میرا دعویٰ یہ ہرگز نہیں کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے بلکہ یہ اختلافی ہے لیکن میں نے نجات کے اقوال ہی نقل کئے ہیں کیونکہ اس مقام کے مناسب وہی تھے ہمارے شیخ کے والد شیخ کمال الدین شمش کا بیان ہے امام قاضی ابو بکر ابن العربی مالکی سے اس شخص کے بارے میں سوال ہوا جو کہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد دوزخی ہیں تو انہوں نے فرمایا۔

انہ ملعون لان اللہ تعالیٰ
بقول ان الذین یؤذون اللہ
ورسوله لعنہم اللہ فی الدنیا
والاخرۃ (الاحزاب ۵)

وہ شخص لعنتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا
فرمان ہے بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے
رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و
آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

پھر فرمایا

ولا اذی اعظم من ان یقال عن
ابیه انه فی النار
اوب کیجئے

اس سے بڑھ کر کیا اذیت ہو سکتی ہے کہ
یہ کہا جائے کہ ان کے والد دوزخی ہیں۔

لام سبلی نے روض اللانف میں حدیث مسلم ذکر کی اور پھر کہا ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں ایسی بات کریں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے زندوں کو مردوں کی وجہ سے تکلیف نہ دیا کرو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

لن الذين يؤذون الله ورسوله
بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس
کے رسول کو۔

پھر لکھا معمر بن راشد نے حدیث مسلم اور الفاظ سے نقل کی ہے اور پھر حدیث
نویب ذکر کی جو ممکن ہے صحیح ہو پھر والدین کے زندہ ہونے والی روایت کا تذکرہ کیا۔

(الروض اللانف ۱/۱۰۱)

قاضی عیاض شفاء میں لکھتے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے غشی نے حضور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کے بارے میں ایسے کلمات کہے تو اسے معزول کر دیا اور
پھر آئندہ تم ہمارے لئے نہیں لکھو گے۔

(الشفاء ۲/۹۴)

علیہ ابو نعیم میں بھی یہ روایت ہے شیخ ہروی کی ذم الکلام میں یہ اضافہ بھی ہے کہ
حضرت عمر نے یہ سنا تو سخت ناراض ہوئے اور اسے اپنے دیوان سے نکل دیا۔

والله اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

بارہ ۲۲ جون ۱۹۷۱ء

طیب جلیج مسجد اہل لہور

رسالہ منبرکہ

تصحیح ابوالکریم شہید محمد عبدالعزیز

مسلمیہ

هَذَا يَتَّبِعُ الْعَمَلُ الْكَلَامَ وَاللَّيْنُ

من تصنیف عالم اجل فاضل بے بدل مولانا ذی عبدالغفار شاہ صاحب معسر بنگلوری
میں بدلائل آیات شریفہ استدلال مفسرین و اعلویہ لطیفہ و لائل الخیرات و
اقوال مذاہب اربعہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضور سرورہ و جہان رسول ہیں و حبان
احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ شریفہ و امہات لطیفہ حضرت آدم
و تو اعلیٰ نبی و طیبہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر حضرت عبداللہ و آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
تک سب کے سب میجاز و مسلمان تھے۔ اور یہی عقیدہ و مسلک جمہور علماء اہل سنت
و الجماعت کا ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اس رسالہ میں معتزین کے کل سولہ
بعینہ نقل کر کے جوابات شافیہ ہا دلہ قویہ دیے ہیں۔ اہل عقیدت و حبان رسول اکرم
انہی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے تحفہ ثایاب ہے۔

ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

استاذ کالج صوفی احمد دین آرمی پبلسٹیٹل لہور

دیوان برہننگ وکس میں باہتمام بالودیوان سنگھ پرنٹری طبع شد



کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سرور انبیاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام و اہبات عظام حضرت آدم و حوا علی نبینا و علیہا الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عبداللہ آمنہ تک مومن مسلمان تھے۔ یا نہیں بنوا تو جوہر و۔
 اجواب ہو اللہ اعلم بالصواب

حامد اللہ و مصیبا و مسلما علی رسولہ وآلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین
 صورت مسئلہ یہ ہے کہ سرور کائنات مفرج کرب و حوائج شفیع المذنبین رحمۃ
 للعالمین احمد المجتبیٰ حضرت محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آباء کرام و اہبات
 عظام حضرت آدم و حوا علی نبینا و علیہا الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عبداللہ آمنہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما تک مومن مسلمان تھے یہی ہے۔ اعتقاد جمہور حنفیہ و شافعیہ و مالکیہ و حنبلیہ
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت عظمیٰ و
 خصوصیت کبریٰ ثابت ہوتی ہے۔ اس پر آیات شریفہ و احادیث لطیفہ و اقوال فقیہہ
 مبین و شاہدین۔

فصل پہلے آیات شریفہ میں

جس سے سرور و جہان کے تمام آباء کرام و اہبات عظام کا مومن مسلمان ہونا ثابت ہے جیسا
 کہ اللہ تعالیٰ سورہ شعراء میں فرماتا ہے۔ وَكَوْنُ لِيَ الْعَرَبُ مِنَ الْحَنِمِ الَّذِي تَرَاكَ حَيْنَ كَفُوْنِهِمْ
 وَتَقْلَامُكَ فِي الْمَسْجِدِ بْنِ اٰوْرْتُوْكَلْ كِرَاوِرْ قَالِبْ مِهْرَبَانْ كَسْ جُوْدْ بَكْهْتَابْ۔ ترجمہ کو
 پارہ ۱۹، رکوع آخری سورہ شعراء، باب الوارثین ص ۱۰۰

جو وقت کہ اٹھتا ہے تو اور بھرتا نیز اتر سجدہ کرنے والوں کے تحقیق وہ ہے سنبھنے والا اور چلنے والا
اس آیت کے معنوں میں سے ایک معنی یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور شریف سلمہوں
سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا تو آیت اس پر دلیل ہے کہ سب آباء کرام و اہمات عظام آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمین تھے چنانچہ امام ابن حجر متقی افضل القریٰ لقراء ام القریٰ میں فرماتے ہیں۔
وایضا قال تعالیٰ وتقلب فی الساجدین علی احد التفاضل فیہ ان المراد منقل نورہ من ساجدہ الی
ساجد و جنتین فہن اصویح فی ان ابوی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امتہ و عبد اللہ
من اهل الجنۃ لہما اقرب المختارین لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کھذا
ہو الحق اور آیہ کریمہ وَتَقَلَّبُکَ فِی السَّاجِدِیْنَ ۔
کی بھی ایک تفسیر یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور شریف ایک ساجد سے
دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا تو اب اس سے صاف ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے والد بن حضرت آمنہ و حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اہل جنت سے ہیں۔
کہ وہ تو ان سب بندوں میں جنت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
لئے چنانچھا قریب تر ہیں۔ اور یہی قول حق ہے۔ اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
جو ام التفسیر ہے۔ تحت آیت وَتَقَلَّبُکَ فِی السَّاجِدِیْنَ کے لکھا ہے۔ و یقال فی اصحاب
ابیات الاولین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور شریف اپنے آباء کرام کے
اصحاب سے ساجدوں سے ساجدوں کی طرف نقل کرتا ہوا آتا تھا۔ مطلب یہ کہ تمام آباء
کرام و اہمات عظام آپ کے مسلمین تھے۔ اور شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوت کی
جلد اول و صل دوم میں فرماتے ہیں۔ اس کا ترجمہ بلخصاً یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا نور شریف آدم سے جو علیہ السلام میں منتقل ہوا اور بعد شیشیت پیدا ہوئے ان میں یہ نور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوا آدم علیہ السلام نے شیشیت کو و عصیت کی کہ نہ رکھے اس نور
شریف کو مگر ساعطی ہر ات میں دور شیشیت سے جب وہ نور ان کے فرزند انوش میں
منتقل ہوا شیشیت نے انوش کو یہی وصیت کی اور ہمیشہ جاری تھی یہ وصیت اور نقل
کئے جاتا تھا۔ یہ نور ایک قرن سے دوسرے قرن تک یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے

شہ پست در پست

اس نور کو عبدالمطلب میں جلوہ گر کیا بعد وہ نور ان کے فرزند حضرت عبداللہ میں آیا جس سے سرور کائنات محمد موجود است صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہور میں آئے اور پاک گردانا اللہ تعالیٰ نے اس نسب شریف کو مصلح جاہلیت سے یعنی عرب کے ایام جاہلیت میں یہ عادت تھی کہ غیر اشراف اپنی لڑکیوں کو شرف کے پاس روانہ کرتے تھے تاکہ وہ جو رہتی ان سے حاملہ ہوں یا کبھی ایسا ہوتا کہ مرد عورت سے کئی روز پہلے زنا کرتا بعد اس کو نکاح کرتا اس سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پاک و مصفا رکھا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلابت سے طرف از عام طاہر کے نقل کرتے ہوئے آدم وحواء علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام سے اپنے والدین عبد اللہ و آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک آئے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایسا ہی نقل کیا ہے۔ فی الساجدین کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ یعنی آپ کا نور شریفیت نقل کرنا آتا تھا یہاں تک کہ آپ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئے۔ ایسا ہی لکھا ہے۔ امامہؑ حافظ جلال الملئدہ والدین بیوطی نے مسانک الخفانی وندی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں رد و دیگر اپنے رسالہ خمسہ میں خاتمہ المحققین علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اور علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری نے تاریخ الخویس فی احوال النفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اور علامہ سید محمد البرزنجی نے اپنے رسالہ اسلام آباء کرام میں اور دیگر علماء نے اپنے رسائل میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس آیت شریفہ کے معنی مفسرین نے بہت کئے ہیں۔ بس خاص اس معنی پر عمل نہیں کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کا بہت معانی بہ مشتمل ہونا خاص اس معنی کی تعمیل کو مہتر نہیں کیونکہ آیت کا ہر ایک معنی پر عمل واجب ہونا ہے۔ اور ہر ایک معنی پر عمل کرنی واجب الاحتماج ہو جاتا ہے جیسا کہ مواضع شنی سے تفسیر کے ظاہر ہے۔ ایسا ہی ہے۔ تفسیر اتقان فی علوم القرآن میں امام جلال الدین سیوطی نے اور تفسیر امجدی میں ماجیوں حنفی نے اور دیگر مفسرین نے اپنی تفسیروں میں ثانیاً آیت ابنکہ جو سورہ توبہ میں ہے۔ یا ایھا الذین امنوا انما المؤمنون کونتم حسن الاذیہ اسے مومنوں کا فر تو نا پاک ہی ہیں۔ اس آیت سے بھی استدلال اسلام آباء کرام کا کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ طور کہ سرور و جہان صلی اللہ علیہ وسلم احادیث شریفہ میں فرماتے

ہیں کہ میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بنی ہوں کہ سیرتوں سے آدم و حوا علیہما السلام
 تک جو میرے والدین ہیں مستقل ہونا ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی علیہ وسلم کے تمام آباء کرام
 طاہرین و اہبات کرام طاہرات سب اہل ایمان و مجید ہوں ہمیں قرآن عظیم کسی کافر و کافرہ
 کیلئے کرم و طہارت سے حصہ نہیں چنانچہ امام شہاب الدین احمد بن حنبل نے افضل القراء
 لقراء ام القرى میں فرمایا۔ ان آباء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیر الاہل بیت و اہل بیت
 ابی ادریس جو اہل بیت میں نہیں ہیں کافر لان الکافر لا یقال فی حقہ انہ مختار و لا کولہم و لا طاہر
 بل نجس و قد صرحنا لاحادیث بانصرہ مختارون وان آباء کرام و اہل بیت
 طاہرات یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب کریم میں جتنے اہل بیت کرام علی نبینا و
 علیہم الصلوٰۃ والسلام اجداد ہیں۔ وہ تو بنیادی ہیں۔ ان کے سوا آپ کے تمام آباء کرام
 و اہبات عظام آدم و حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام تک جو ہیں۔ ان میں کوئی کافر نہ تھا کیونکہ کافر کو
 پسندیدہ یا کریم یا پاک و طاہر نہیں کہا جاتا۔ بلکہ کفار نجس ہیں۔ مطابق (انما المشرکون نجس)
 کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے آباء کرام و اہبات عظام کی نسبت احادیث شریفہ
 میں تصریح فرمادی ہے کہ وہ سب پسندیدہ بارگاہ الہی ہیں۔ آباء سب آپ کے کرام اور آپ
 اہبات طاہرات ہیں۔ ہوا امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی اور علامہ محمد بن ابی شریف حسنی
 تلمسانی شارح شفا اور علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح المواہب اور علامہ محقق سنوسی اور
 اور علامہ سید محمد البرزنجی اور شیخ عبدالحق دہلوی حنفی اور شیخ نورالحق حنفی شارح بخاری اور
 محدث شیخ الاسلام شارح بخاری، اور امام متاوی اور امام پوصیری اور مولانا معین الدین ہروی

۱۱۱۱ امام ابوحنیفہ عمر بن محمد شاہن حکم علوم دینی میں ۳۰۰ تصانیف تھیں۔ از اشملہ تفسیر تک ہزار جزیں اور مسند حدیث ایک ہزار تین ہیں
 ۱۱۱۲ شیخ ابی شامہ محمد بن حطیب بغدادی ۱۲۰ حافظ الشان بی بیٹ ماہر امام ابو القاسم علی بن حسن بن عساکر امام اہل ابو القاسم عبد الرحمن
 بن محمد سہیلی صاحب الزین ۱۵۰ حافظ الحاریف امام شہاب الدین طبری بقول علماء کرام بعد امام نووی آپ علم حدیث میں ہمیشہ تھے
 ۱۱۱۳ امام علامہ ناصر الدین ابن امین صاحب شرف المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امام حافظ الحدیث ابو القاسم محمد بن محمد بن محمد بن
 سید الناس صاحب عیون الارواح علامہ علاء الدین صفدی ۹۰ حافظ الشان حسن الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی ۱۰۰ شیخ الاسلام
 امام شہاب الدین احمد بن محمد بن عقیلانی ۱۱۰ امام حافظ الحدیث ابو یوسف محمد بن عبداللہ شیبلی بن انصر بن مالک ۱۱۱ امام ابو الحسن علی بن
 محمد بلندی بصری صاحب المجاہد الکبیر ۱۱۲ امام ابو عبد اللہ محمد بن خلف مالکی شارح صحیح مسلم امام عبد اللہ بن محمد بن احمد بن ابی
 بکر قرظی صاحب تذکرہ ۱۱۵ امام فخر الدین رازی ۱۱۶ امام شہاب الدین احمد بن محمد بن محمد بن فضل القری ۱۱۷ شیخ نور الدین
 علی بن محمد بصری شارح صحیح مسلم فی انہما فی الزین فی انہما فی الزین فی انہما فی الزین فی انہما فی الزین فی انہما فی الزین فی انہما فی الزین

و غیر ہم اکابرین عظام نے ایسا ہی لکھے ہیں۔ ثالثاً آیت آئی کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں
 وَتَعْبُدُوا مَعَنَا خَيْرٌ مِّنْ مَّا تَشْرِكُونَ اور بیشک مسلمان غلام بہتر ہیں مشرک سے۔ اور فرماتا ہے
 وَكَامَّةٌ مِّنْهُ خَيْرٌ مِّنْ مَّا تَشْرِكُونَ اور بیشک باندی مومنہ بہتر ہے۔ مشرک سے۔
 یہ دونوں آیت شریفہ سے امام حلال الدین سیوطی اپنے رسالوں میں اسلام آباء کرام و اہبات
 عظام پر بدیں طور استدلال کیا ہے۔ کہ آیت قرآنیہ ناطق ہے کہ کوئی کافر اگر کیا ہی شکیں
 القوم ہو کسی غلام مومن یا باندی مومنہ سے خیر نہ بہتر نہیں ہو سکتا۔ بخاری شریعت وغیرہ کی احادیث
 شریفہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام و اہبات عظام آدم و حوا علیہم الصلوٰۃ
 والسلام سے لیکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین یعنی حضرت عبد اللہ و آمنہ رضی اللہ عنہما تک
 خیار قرآن سے تھے۔ تو واجب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام و اہبات عظام آدم
 و حوا علیہم الصلوٰۃ والسلام تک نہیں بندگان مومن و مارتح سے ہوں۔ لہذا انھیں انحصاراً علامہ سید محمد
 الرزحی نے اپنے رسالہ میں اس کی تائید و تقویت کی ہے۔ ایسا ہی دوسرے اکابر اپنے
 رسالوں میں رابعاً آیت آئی کہ اللہ تعالیٰ آخر سورہ برات میں فرماتا ہے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ
 مِّنْ أَنْفُسِكُمْ يَفْضَحُ قَاءً بَعْضُ قُرَاءٍ يَعْنِي أَنْفُسِكُمْ پڑھتے ہیں۔ اس صورت پر آیت شریفہ
 کے یہ معنی ہوئے تحقیق آیت ہماری طرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نفیس تر تمہارے سے چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے۔ و قُرَىٰ مِنْ أَنْفُسِكُمْ ای اللہ فرمے
 بعض قراء نے نسیج فا پڑھا ہے۔ یعنی آیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف بزرگ
 تر تمہارے ایسا ہی ہے تفسیر کبیر میں اور شفا فی معنی عیاض کے ابجد رسالے کے

سید بقیہ شاہ ۱۸۸۱ء علامہ عبد الوہاب شعرائی صاحب ایواقیت و الجواہر ۲۹۱ء علامہ احمد بن محمد بن علی بن حسن
 فارسی صاحب مطالع السیرت شرح و الاصل الخیرات ۲۰۰ء امام اجل فقیہ اکل محمد بن محمد کردوری بزازی
 صاحب المناقب ۱۲۱ء علامہ محقق زین الدین بن نجیم مصری صاحب الاسماء و النظار ۲۲۱ء سید
 شریف غازیہ احمد صوبی صاحب غمز العیون و البصائر ۲۳۳ء علامہ حسین بن محمد بن حسن و یار بکری صاحب الخیر
 فی النفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲۴۱ء علامہ محقق شباب الدین احمد خفاجی مصری صاحب سیم الریاض
 ۲۵۱ء علامہ طاہر فتنی صاحب مجمع بحار الانوار ۲۷۱ء علامہ صاحب کنز القوائد ۲۷۱ء مولانا بحر العلوم ملک اعلیٰ
 عبد علی صاحب کتاب الصحیح ۲۸۱ء علامہ صاحب احمد مصری مطبوعی محشی درمختار ۲۹۱ء علامہ سید امین عابدین امین الدین محمد آفندی
 شامی صاحب رد المحتار وغیرہم من العلماء الکبار و المحققین الاخیار و زمرہ مشمول الاسلام مصنف مولانا احمد رضا صاحب تامل
 الہدایہ محمد عبد العزیز خطیب جامع مسجد عزیز منزل مرنگ لاہور

الفصل الاول میں ہے۔ نكوله تعالى لقد جاءكم رسول من انفسكم اكاية قال
 اسمقنذي وقرء بعضهم من انفسكم بفتح الفاء وكونه من اشرق قهز وادفعه صرنا
 علي قرآلا الفتح يعني امام الجليل ابو النيث نصر سمرقندی الخنفي نے فرمایا کہ بعض قراء نے فتح
 فاسے پڑھا پس جو قراء بفتح فا پڑھتے ہیں۔ اس سے سرور و جہان صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت
 و رفعت و فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور اسی شرفائے قاضی عیاض کے ابتداء رسائے
 میں ہے۔ دردی عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیہ السلام فی قوله تعالیٰ من
 انفسکم قال نسیا و صہوا و حسب اقبال یس فی ابائنی من لدن آدم سفاح کلہ ابح
 قال ابن الکلبی کتبت للثبی صلی اللہ علیہ وسلم خمس مایة امر فی اوجہات شجر
 سفاحا و لاشیئا ماکان علیہ اباہلیتہ یعنی مروی ہے حضرت علی بن ابیطالب
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا انہوں نے کہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انفسکم بفتح
 اور فرمایا اس تفسیر کو تحقیق آیا تمہاری طرف میں نفیس تر اور عمدہ تر ازوے حسب اور نسب
 کے اور نہیں تھا۔ میرے آباء کرام میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک سفاح تک
 نکاح تھا ایام جاہلیت میں بغیر نکاح کے عورت کو چند روز نہ کیا کرتے تھے بعد اس کہ
 نکاح کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نفی فرمائی اور فرمایا میرے آباء کرام آدم علیہ السلام سے
 لے کر میرے والدین تک اہل اسلام تھے اور امام ابن ابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سرور و
 جہان صلی اللہ علیہ وسلم کے اہیات کرام کا سلسلہ پانچ سو اہیات تک لکھا ہے۔ میں نے پس نہ
 پایا میں سفاح کو اور نہ ایام جاہلیت کے کسی شی کو یعنی تمام اہل کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مومنہ
 و متقیہ تھیں اور شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوة کی جلد اول و دوم باب اول کی فصل میں فرماتے
 ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے۔ انس یعنی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے
 ہیں کہ پڑھے آنحضرت لقد جاءكم رسول من انفسكم بفتح فا اور اپنی زبان درفشان سے
 فرمایا کہ میں نفیس ترین تمہارے کا ہوں ازوے نسب و صہر و حسب کے او نہیں تھا میرے
 آباء کرام میں آدم علیہ السلام سے لیکر میرے والدین تک سفاح تک نکاح تھا۔ اور یہ بھی میں پڑ

سلسلہ پانچ سو اہیات سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مائیں اور ان کے بہنیں وغیرہ اور ان مائیں اور بہنیں وغیرہ مراد ہیں

کہ نہیں تھا۔ میرے آباء کرام میں سفاح بلکہ نکاح اسلام تھا۔ یعنی میرے آباء کرام تمام مسلمان تھے۔ ان آیات سابقہ و اماویث لاحقہ سے جیسے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام و اہبات عظام آدم و نوح و عیسیٰ علیہم السلام و اسلام سے عبداللہ و آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک مسلمان تھے اسی طرح یہ بھی واضح و ثابت ہو گیا کہ ذرا برابر اسم علیہ السلام کے باپ نہیں تھے بلکہ چچا تھے ان کے باپ کا نام تاریخ تھا۔ جو مومن و منقہ تھے۔ اور قرآن شریف میں جو آیتیں اذکر آیا ہے۔ اب سے مراد مجازاً چچا ہے۔ عرب کی عادت ہے کہ چچا کو باپ کہتے ہیں اور چچا کی تعظیم باپ کے برابر کرتے ہیں۔ قرآن شریف و احادیث مطہرہ میں اس کی بہت تطہیریں ملتی ہیں۔ چنانچہ ایک مثال و بجاتی ہے۔ جو قرآن شریف کی سورہ بقرہ میں اولاد یعقوب سے حکایت ہے جو اپنے والد کو خطاب کر کے کہتے تھے۔ قَالَ اَنْعَبِدْ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ الْاَبَائِكَ اَبُو اِهْتِمْ وَ اِسْمَعِيلُ وَ اسْحٰقُ الْاَقْرَبُ يَعْنِيْ كَهْتَمُ تھے۔ وہ عبادت کریں گے۔ ہم تیرے خدا کی اور تیرے باپوں کے خدا کی جو ابراہیم و اسمعیل و اسحق ہیں۔ مالاکہ اسمعیل علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے۔ ان کو مجازاً اب کہا گیا اس آیت کے ذیل میں امام فخر الدین رازی تفسیر کے الجزء الاول میں فرماتے ہیں۔ بل الجواب ان یقال انہ اطلق لفظ ابا علی لجد و علی العم و قال علیہ الصلوٰۃ والسلام فی العباس ہذا بقیۃ ابائی و قال ردو معنی ابائی قد لک علی نذر ذکرہ علی سبیل المجاز یعنی مجازاً عرب میں اب کا اطلاق چچا اور دادا پر ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے۔ یہ میرے باپ ہیں۔ اور فرماتے پھر دو میرے پر باپ کو یعنی چچا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور تفسیر مدارک میں ہے و جعل اسمعيل من حمله ابائه وهو عمه لان العراب قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ہذا بقیۃ ابائی اس کا ترجمہ اور پر گذر تفسیر جلالین میں ہے۔ عد اسمعيل من ابائه تعلیبا لان اسمعيل من اولاد ابائہ اور تفسیر السعوی میں ہے۔ وعد اسمعيل من ابائه تعلیبا للذبح والجد لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عم الدخبل منو ابائہ و قد ارجلہ السلام فی العباس ہذا بقیۃ ابائی تفسیر بیضاوی میں ہے۔ وعد اسمعيل من ابائه تعلیبا للذبح والجد لانہ کلاب لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عم الدخبل منو ابائہ۔ کما قال فی العباس رضی اللہ عنہ ہذا بقیۃ ابائی اور

تفسیر حینی میں ہے۔ و اسمعیل را کہ عم او بودیم پدر خواندند۔ نیز اگر عرب عم را اب گویند و حضرت
 او برابر پدر چا آرنند و این نظر بر تاجا و اصل است ان تمام عبارتوں کا ترجمہ مثل او پر کے ہے
 علمائے اسی پر لایبہ عنہم کو قتل فرمایا بہ سبب ورود آیات سابقہ و احادیث لاحقہ کے
 جیسا کہ تفسیر کبیر کے الجزء الرابع میں ہے۔ الموجب الرابع ان والد ابیراہیم علیہ السلام کان
 تاریخ و لغز کان محالہ و العہ قد یطلق علیہ اسم اب لاب کما حکى الله تعالى عن اولاد
 یعقوب انکم قالوا العبد لعنک والذبا یلک ابیراہیم و اسمعیل و اسحق و معاد و صر ان
 اسمعیل کان عمای یعقوب وقد اطلقوا علیہ لفظ الاب فلکن اھننا یعنی جو کئی وجہ یہ
 کہ ابیراہیم علیہ السلام کے باپ تاریخ اور ان کے چچا آرن تھے۔ اور چچا کو قرآن شریف میں اسم
 اب المطلق کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حکایت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اولاد یعقوب سے کہ کہتے ر
 وہ عبادت کرتے ہیں پترے خدا کی اور تیرے باپوں کے خدا کی جو ابیراہیم و اسمعیل و اسحاق
 علیہم السلام تھے۔ اور اتفاق ہے۔ اس پر کہ اسمعیل علیہ السلام چچا تھے یعقوب علیہ السلام
 کے ہیں انہوں نے اب المطلق کیا پس ایسا ہے لایبہ عنہم کو قتل کرنا چاہئے۔ ایسا ہی
 لکھا ہے امام خاتم الحفظ جلال الدین سیوطی نے مسائل الحفظ والدی المصطفیٰ میں اور دیگر
 اپنے رسائل خمس میں اور علامہ ابن حجر مکی نے فضل القراری لقراء ام القراری میں ایسا ہی لکھا
 ہے۔ تفسیر ابن المنذر و دیگر تفاسیر معتبرہ میں ایسا ہے۔ حضرت عبدالستین عباس رضی
 اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد اور ابن جریر سے تصریح مروی ہے۔ اور اہل توارخ صحیح کا بھی اس
 پر اتفاق ہے۔ جیسا کہ لفظ آرن کی تشریح میں منتخب اللغات شامی جہانی میں ہے۔ و ظاہر
 قرآن و اہل سنت میں کہ نام پدر ابیراہیم علیہ السلام است و اہل توارخ صحیح گتہ اند کہ آرن عم ابیراہیم
 علیہ السلام است و نام پدرش تاریخ است و عرب بسیار است کہ پدر را گویند و احتمال دارد
 کہ اب اور قرآن بھی عم باشد جابین این قول اہل توارخ مخالفت نہیں کتاب نیست مختصر
 مطلب یہ کہ آرن ابیراہیم علیہ السلام کے چچا تھے۔ اور ان کے باپ کا نام تاریخ تھا۔ اور
 غیاب اللغات میں ہے۔ و اہل توارخ صحیح گوینا کہ نام عم ایشان است و اکثر اہل عرب عم
 را نیز پدر گویند لہذا مخالفت قرآن نیست از منتخب و کشف و دیار اس کا ترجمہ او پر کے گزرا

ایسا ہی ہے۔ دیگر لغات معتبرہ میں لہ

فصل دوسری احادیث شریفہ میں

جن سے سرور و عظمت تمام آباء شریفہ و اہمات لطیفہ آدم و حوا علی نبینا علیہما الصلوٰۃ
 والسلام سے عبد اللہ و آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک ہوتے ہیں جسے چنانچہ بخاری شریف
 اور مشکوٰۃ شریف وغیرہ کی کتاب الفضائل میں ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم بعثت من خیر قرون بنی الاحرار قرون افاقیہ کنت من القرن
 الذی کنت منہ یعنی روایت ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول
 خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا گیا ہوں۔ میں بہتر طبقوں سے نبی آدم کے ہر زمانے میں یہاں
 تک کہ ہوں میں اس طبقہ میں جو بہتر طبقہ اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق دہلوی اشعۃ المعانی
 ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ انفس الاول عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم بعثت من خیر قرون بنی الاحرار قرون افاقیہ ناگفت آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم پر ایسی نیک نسل شدہ و فرستادہ شدہ ہم من از بہترین طبقات فرزندان آدم علیہ السلام
 قرآن مجید از قرآن نے پینے در ہر قرن و در صلبہا کے ہر زمان کے کشتہ و مرا و خیر قرون بنی آدم
 ہوا قبائلیت کہ ہر زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ان طبقہ ہونا و آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم در اصلاب انہا ہون چنانچہ بعد از اسمعیل علیہ السلام کثرت و بعد از اسے قریش ہوا و بعد
 از اسے ہاشم ہوا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ تا اگر شدم از قرآن کہ شدم از اسے
 لما آہائے کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایشان از آدم تا عبد اللہ طاہر و مطہر اندازد نس کفر و
 جس شرک چنانکہ خود فرمود بیرون آمدہ ام از اصلاب طیہہ ہر نام طاہرہ انبتے مخصوصاً مختص
 ترجمہ یہ کہ مرا و خیر قرون سے بنی آدم کے وہ طبقہ ہے کہ اجیاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے اس طبقہ میں تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سلبوں میں تھے۔ اور آباء کرام
 از قبیلہ بنی شام علیہم السلام سے آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رابعہ اسی طرح تاج العروس میں بھی ہے۔ ۱۱۰۰ عباد اللہ رضی عنہ

تک پاک ہیں۔ کفر کی برائی سے اور شرک کی پلیدی سے عیب کہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
 ہیں: آباہوں میں پاک صہبوں سے طرف پاک رحمدوں کے ایسا ہی کہتے ہیں۔ اس حدیث کی
 شرح میں محدث شیخ الاسلام حنفی شرح صحیح بخاری کی چھٹیوں میں ہیں اور محدث زرقانی بوی
 تیسیر القاری شرح صحیح بخاری کے تیسرے جلد میں اور امام بدر الدین عینی عمدۃ القاری
 شرح صحیح بخاری کی ساتویں جلد میں اور امام قسطلانی ارشاد الباری شرح صحیح بخاری کی چھٹیوں میں
 میں اور امام شہاب احمد ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اور امام جلال الدین
 سیوطی مسالک المحققین والدی المصطفیٰ وغیرہ رسالوں میں اور علامہ ابن حجر مکی ایضاً اپنے رسالہ
 میں اور علامہ تلمیذ ابنی شرح شفا القامی عیاض میں اور علامہ محمد زرقانی شرح مواہب میں اور
 علامہ برزنجی مدنی اپنے رسالہ میں اور امام عبد الرؤف المناوی کتاب التیسیر شرح جامع
 الصغیر کے جلد اول میں اور قطب زمان امام بوسیری عطاء رسول اپنا رسالہ ہمزہ مطہرہ
 میں اور علامہ محدث عطاء اللہ المعروف بہ الجمال حسینی روضۃ الاحباب کے ابتداء میں اور مولانا
 معین الدین ہروی معارج النبوة میں اور عارف سامی مولانا عبد الرحمن جامی اپنے منواید
 النبوة اور دیگر علماء اپنے رسالوں میں دوسری حدیث محدث البونعم وائل النبوة میں لایا
 ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اذن
 بقتل من اصحاب الرضا لہر بن ابی ارحاہل رطاہر لہر بن ابی ارحاہل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما سے کہا انہوں نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ پاک مردوں
 کی پشتوں سے پاک دینیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا پھر یہی ہر ہر سنوں سے ہوتا ہے
 عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان محمد بن عبد اللہ بن عبد
 المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مرثدہ بن کعبہ بن لوی بن قحطیب
 بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدنی کہ من الیاء من بن مضر بن کلاب بن مدی
 بن عدنان وما فرق الناس قومین الا حبشی اللہ فی خیر فاخرج حوضاً من بین بوی
 قحطیب بنی شیبی من عھل الجاہلیۃ وخرجت من کماح و لم یرجح
 سفاح من لدن الامم طغنی انتہی من الی ابی وای فاما خیر کہ فہذا خیر کما

مروی ہے۔ انس بن مالک سے کہے وہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں ہوں۔ محمد
 بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم یوں ہی کہیں پشت تک نسب تا عبد مبارک بیان کر کے
 فرمایا کہ یہی لوگ دو درود نہ ہوتے مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر کر وہ میں پیدا کیا تو میں اپنی ماں
 باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح
 سے پیدا ہوا آدم علیہ السلام سے لیکر اپنے والدین تک تو میرا نفس کریم تم سب سے افضل
 اور میرے باپ تم سب کے آبا سے بہتر ہیں۔ روایت کیا اس حدیث کو طبرانی اور ابونعیم
 اور ابن عساکر نے الحاصل الفاظ مختلفہ سے احادیث کثیرہ اس بارے میں و بخوف
 تطویل اجمال پر اکتفا ہوں۔ ہاں تفصیل چنانچہ چوتھی حدیث صحیح مسلم جلد دوم کے کتاب
 الفضائل میں اور ترمذی شریعت اور مشکوٰۃ شریف میں پانچویں حدیث ترمذی میں عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مطلب سے چھٹی حدیث عاصم بن حمزہ بن یوسف سہمی کی وائلہ سے آٹھویں حدیث طبرانی
 سے ساتویں حدیث ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی کی وائلہ سے آٹھویں حدیث طبرانی
 ابن سعد میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نویں حدیث ملک العلماء مولانا عبد العلی
 حنفی شرح اسماء و اصحاب بدر میں امام ابن حجر عسقلانی سے لائے ہیں۔ دسویں حدیث
 حاضی عباسی مالکی کی بروایت علی کرم اللہ وجہہ گیارہویں حدیث ابن ابی العزیمہ کی ابن
 عباس رضی اللہ عنہما سے بارہویں حدیث سنن بیہقی کی طریق ثانی سے بیسویں حدیث
 ابن عساکر کی چودھویں حدیث طبرانی کی طریق ثانی سے پندرہویں حدیث ابونعیم کی طریق
 ثانی سے اور ولایت الجزائر کے چوتھے حزب میں یوم النہس کے یہ دو و شریفی
 اللہ حسہ قصل علی جمہم انہم الام لاف انقیام بالعدل والانصاف المنعوت
 سورۃ الاحزاب من اصلاح الفرائد والبطون الطوائف
 ما صنف من مناصر عبد المطلب بن عبد مناف ان الی حضرت بنت سہ
 من ایزد و بیعت بہ بتیلہ لہفان مختصر ترجمہ یہ کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ
 وسلم اپنے میں جو پرگزیدہ کیا اور بیجان کو ہانے پاک صلبوں اور پاک جموں کو مطلب یہ کہ
 آپ آدم و حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام سے لیکر اپنے ماں باپ تک اصحاب طہرہ اور

ارحام طاہرہ سے تشریح لائے تو لازم ہوا کہ آپ کے والدین سے حضرت آدم جو علیہما الصلوٰۃ والسلام تک سب مومن و مسلمان تھے۔ پس دلائل الخیرات جو ملک عرب و حکم میں معتبر اور مشہور ترین کتاب ہے۔ حیب اس میں صاف اس مسئلہ کی تشریح ہو تو بھرتی ہو کہ کونجی ایش کہاں۔

فصل تفسیری اقوال فقہیہ میں

شیخ عبدالحق دہلوی حنفی شیعہ المعانی ترجمہ مشکوٰۃ کے جلد اول میں فرماتے ہیں۔ پس تحقیق اثبات بکریہ اند اسلام والدین بلکہ تمام آباء اہل بیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا آدم علیہ السلام معنی علماء ثابت کئے ہیں اسلام والدین بلکہ تمام آباء کرام و اہل بیت نظام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدم علیہ السلام تک ایسا ہی لکھے ہیں۔ شیخ مذکور مدارج النبوة اور شرح سفر السعادت جو کاپی پندرہ سائیل میں اور وہی شیخ ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ مؤلف انسانی کے خیر و بد شیخ جلال الدین سیوطی راکہ دریں باب رسائیل تصنیف کر وہ انرا قافہ و اجادہ نمودہ ہیں مدعا راقاہرہ و ماہرگر و ایٹھ اسناد و حاشا لہ کہ کہیں نور پاک را اور جائے ظلمانی پیدا نہ ہند و مور عرصت آخرت مخزی و مخذول گردانند یعنی اللہ تعالیٰ جو پاک خیر و بد کے شیخ جلال الدین سیوطی کو جو اسلام آباء کرام میں متعدد رسائیل لکھے ہیں اس مدعا کو ظاہر کر کے تمام کہاس کا فائدہ ظاہر کئے ہیں۔ اللہ کی پناہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کو تارہ نگین کفر کے رکھیں اور آخرت میں ان کی رسائی کریں۔ اور علامہ سید محمد امجدی المدنی خاص اسلام آباء کرام میں ایک رسالہ دلیل لکھے ہیں اور علامہ شہاب الدین ابن حجر مستطی اسلام آباء کرام میں ایک رسالہ فارسی لکھے ہیں۔ اور قاضی مولوی ارتقا علی تھاں صاحب حنفی اسلام آباء کرام میں ایک فارسی رسالہ لکھے ہیں۔ جو تشبیہ الغفول فی اسلام آباء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ پس اسی طرف سے ہیں۔ جمہور علمائے حدیث نام محمد بن ابی حنیفہ صاحب تفسیر کبیر اور علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح الطواہب اور علامہ حسین بن محمد و بکر بنی صاحب الخمیس فی احوال نفس نفیس اور امام شہاب احمد بن محمد عسقلانی اور علامہ نورالحق دہلوی

۱۔ باب دیارہ قہور صفحہ ۷۵، مطبوعہ نوکلشور لکھنؤ ۱۷۱۱، برزخہ عنی عنہ صفحہ ۲۴۵، عارف نبوی و پشیش بیانی

حنفی شارح بخاری اور علامہ شیخ اسلام حنفی شارح بخاری اور امام ابو الحسن علی بن محمد طبروزی
 صاحب الحدیث الکبیر اور مولانا عبد العالی بکر العلوم اکھنڈی اور علامہ سید محمد ابن عابدین شامی
 صاحب روز المختار حاشیہ در مختار اور امام عبد الرؤوف الدنناوی صاحب التیسیر بشرح
 جامع الصغیر اور قطب امام ابو سعید بن عثمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ اور نہ
 قطب زمان امام ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان الجزوی صاحب الدلائل الخیرات اور علامہ
 محدث عطاء اللہ المعروف بہ الجمل الجیشی صاحب منہج الاحیاء مولانا سعید ابی ہروی صاحب
 معارج النبوة اور مولانا عارف ثانی مبارک خاں صاحب شواہد النبوة اور قاضی لطف اللہ بکر العلوم زمان مولانا موسیٰ
 ارتضا علی خان صاحب تفسیرہ الغنول فی اثبات اسلام آباء الرسول اور مولوی محمد باقر
 آگاہ مد راسی صاحب ہشت بہشت وغیرہ ہم من علماء الکبار و المحققین الاخیار علیہم السلام
 رحمۃ اللہ علیہم القصار اگر کوئی یہ کہے تفسیر کبریٰ ہے۔ کہ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام مسلمین تھے اور آبراہیم علیہ السلام کے چچا ہیں۔ اور اپنی
 تسک و تقربت فی الساجدین سے کرتے ہیں۔ پس اہل سنت و جماعت کو کس
 اعتقاد اور کھنا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ سلسلہ اختصاص مذہب شیعہ سے نہیں
 ہے۔ اہل سنت و جماعت سے جمہور حنفیہ و شافعیہ و مالکیہ و حنبلیہ اس مسئلہ کے قائل
 ہیں۔ کما ذکر ولایک اور خود امام رازی آبراہیم علیہ السلام کے چچا ہونا اور ان کے والد
 تاراج ہونا ثابت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابن کی عمارت مذکور میں ہے۔ و نیز اسلام آباء کرام
 کو قرآن شریف میں آیت سے ثابت کرتے ہیں۔ جیسا کہ مسند تفصیل میں آویگا۔ اور
 شیخ عبدالحق دہلوی شرح سفر السعادت کے وصل عاویث نبوی میں فرماتے ہیں
 حنفی نماز کہ صحت اسلام البرین بلکہ رائیہ آباء کے دسے صلی اللہ علیہ وسلم مشہور است و
 شیعہ اسلام ابوطالب راہیہ ازین قبیل دانندہ مختصراً اس عمارت سے یہ معلوم ہوا۔ کہ
 اسلام ابوطالب اختصاص مذہب شیعہ سے ہے۔ نہ اسلام آباء کرام
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان جو ہوا مسند الجمل کفایہ

بیان مسک تفصیل

جانتا ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مجدد کرام بقول جمہور حضرت آدم علی نبیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچا جس میں بیسالیہ حاج اور ازالہ نفس الجلیلی تبارخ القدس و الجلیل وغیرہ ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن لوی بن قریظ بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خرمیہ بن مدرکہ بن الیاس المعروف ہبیس بن مضر بن زار بن معد بن عدنان بن اد بن ادد بن شمس بن نسلح بن سلمان بن حمل بن قیدار بن اسمعیل ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ بن نوح بن نوح بن شادوخ بن ارغوث بن قارح بن عابر بن نوح بن قینان بن ارغوث بن سام بن نوح بن لا مک بن متوشلح بن اخنوخ المعروف بہ اورس بن بارو بن مہلائیل بن قینان بن انوش شیش بن آدم علی نبیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین الی یوم الدین اور حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سلسلہ کلابی طاب ہے۔ یہی طور آئمہ بنت و سب بن عبد المناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ اہل حساب سے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچا بقول جمہور جو یہ ہے۔ پس اسلام آباء کرام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آدم علیہ السلام تک مسک تفصیل سے ہے۔ کہ درمیان آدم و نوح علیہ السلام کے دس قرن گذرے نوح ابن تک ابن متوشلح ابن اخنوخ المعروف بہ اورس ابن بارو ابن مہلائیل ابن قینان ابن انوش ابن شیش ابن آدم نوح علیہ السلام کے آباء مذکور آدم علیہ السلام تک مسلمین تھے طبقات ابن سعد میں ہے۔ و من ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ما بین نوح و ادرج من الایاء کا نوا علی الاسلام ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نوح اور آدم علیہ السلام کے درمیان چھ آباء کرام نوح علیہ السلام کے ہیں۔ تمام مسلمان ہیں۔ گو یا کہ اورس علیہ السلام مبعوث ہونے کے پیشتر اولاد قابل نے بک مشی شروع کر دی تھی مگر اورس علیہ السلام کے آباء مذکورہ دین اسلام پر قائم تھے اور اورس علیہ السلام

کی اولاد نوح علیہ السلام کے مبعوث ہونے کے پشیردین اسلام میں مختلف ہو گئے تھے۔ بعض اسلام پر قائم رہے بعض مشرک رہے۔ مگر آباء نوح علیہ السلام مسلم تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ چونکہ نوح و اس کے دو مستدرک و حاکم و تفسیر ابن جریر میں معنی آئیہ کریمہ کان الناس ائمة و اسجد لائیں سے کان بین آدم و نوح علیہما السلام عشر تا قرون ماضیہ علی شریعة الحق فاختلفوا فبعث اللہ النبیین تھے درمیان آدم و نوح علیہما السلام کے دس قرن تمام قرین مسلمین تھے پھر مختلف ہوئے پس بھیجا اللہ نے انبیاء کو واضح ہو کہ جب خدا نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا نور محمدی کو ان کی پیشانی بیکر وایت صلب میں رکھا پھر خدا نے اس نور محمدی کو آدم علیہ السلام کی درخواست پر سیاہ دست راست میں منتقل کیا جب آدم علیہ السلام نے اس نور کو مشاہدہ کیا تو شہاوت میں پڑھ کے ہسکو دیدہ پر رکھ کے پوسہ وایت سے سیاہ کو کلمہ کی انگلی کہتے ہیں۔ اور اذان میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ کا نام سن کر پوسہ بیٹھے ہیں۔ یہ سنت آدم علیہ السلام ہے۔ اور احادیث میں اس کی فضیلت داروبرغرض آدم علیہ السلام اللہ سے عرض کی ان سے خداوند کوئی نور میری پیشانی یا صلب میں باقی ہے۔ خطاب آیا باقی ہے۔ آدم علیہ السلام نے تمنا کی کہ وہ نور میری دوسری انگلیوں میں منتقل فرما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نور آدم علیہ السلام کی بیچ کی انگلی میں اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نور انصر میں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نور حضرت یعنی کن انگلی میں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نور ابہام میں دست راست کے منتقل کیا پس آدم علیہ السلام کی پانچ انگلیوں سے روشنی ظاہر ہوتی تھی جیسا کہ تفسیر بحر العلوم تفسیر اور معارج وغیرہ میں ہے پھر وہ نور حوا میں اور حوا علیہا السلام سے شیث علیہ السلام میں منتقل ہوا۔ پس نور محمدی شیث کی پیشانی میں جلوہ گر ہوا جبکہ شیث بالغ ہوئے جبرائیل نے حرر بہشتی لا کے حکم اپنی شیث کو حوا میں غسل کر کے رو برو آدم علیہ السلام کے عمدہ نامہ شیث و لکھو اے اس معنی پر کہ اس نور محمدی کو ہمسایہ طبیعت سے ارحام طاہرہ کی طرف نقل کرتے رہنا پھر جبرائیل تابوت سکینہ کو جس میں تمام

بعد ہمارے مقاصد جمع ہیں اور غیرہ کتب املوہ میں ہے فتویٰ حضرت امیرہ میں ہے کہ اول میں بوقت سفیر شہدان محمد رسول اللہ کے دو نو انگلیوں سے آنکھوں پر لگا کر پوسہ دینا قرآن عینی ہک یا رسول اللہ کرنا سفیرہ۔ ۱۶۱
روایت حاشیہ منار محیط و جامع الرموز وغیرہ میں ہے کہ مستحب لکھا اور چاہئے کہ اس فعل کو کسی رنگ لکھیں ۱۶۲
سہوذا عینس فی تفصیل اللابہام اور منیر العین سندہ مروی احمد بن محمد بن جبرئیل میں اس مسئلہ کی تفصیل ہے
بہد العزیز غلط

پونہ مہینوں کی عہدہ میں تھیں آدم علیہ السلام کی خواہش پر بہشت سے لایا اور کہا کہ اس تابوت سیکھنے میں اس عہد نامہ کو رکھیں۔ تاہم عن یطین تمہارے فرزندوں کو یہ عہد نامہ یادداشت ہے۔

ترجمہ و مشکوٰۃ میں ہے کہ فرماتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ میری اولاد کو دکھلا تب آدم علیہ السلام کی بہشت سے ذریعہ نکلے تمام بنی آدم علیہ السلام کے اور ہر ایک کی چشم میں روشنی تھی۔ اور انبیاء کرام کی آنکھ میں زیادہ روشنی تھی آدم نے انبیاء میں ایک نبی کی روشنی پسند کر کے کہا یہ کون ہیں۔ حق نے کہا کہ یہ تمہارے فرزند واؤد ہیں۔ آدم علیہ السلام نے کہا ان کی کیا عمر ہے۔ جواب آیا ساٹھ سال آدم علیہ السلام نے کہا اسے عداونہ میری عمر سے انکو چالیس میں نے دیا جب وقت منقری سے آدم علیہ السلام کے چالیس سال بیشتر عزرائیل واسطے قبض روح کے نزدیک آدم علیہ السلام کے آئے آدم علیہ السلام نے کہا کیا میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں ہیں۔ عزرائیل نے کہا آپ نے واؤد کو عطا کر دیئے ہیں۔ آدم علیہ السلام نے فراموشی سے اٹھ کر دیا معارج میں ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کی عمر ستر سال مقرر تھی جب اسکے چالیس سال بیشتر عزرائیل آئے اور آدم علیہ السلام نے اٹھ کر دیا۔ اللہ سے خطاب آیا کہ اے عزرائیل آدم علیہ السلام کو بھی چالیس سال توقع کر اور میں نے واؤد کی عمر ستر سال مقرر کر دی ہے۔ آدم علیہ السلام نے وقت انتقال شیت کو وصیت کی کہ تو اسلام میں قائم رہنا اور اس نور محمدی کو مباح اسلام سے منتقل کرنا پھر آدم علیہ السلام نے شیت کو تابوت سیکھنے کے لیے کہا پھر شیت نے نو سو بار کی عمر میں انتقال کیا۔ وقت انتقال اپنے فرزند انوش کو پہلی وصیت کی اور تابوت سیکھنے دیا پھر انوش نے نو سو پچاس سال کی عمر میں انتقال کیا اور وقت انتقال اپنے فرزند قینان کو پہلی وصیت کی اور بیس برس کی عمر میں انتقال کیا اور پہلی وصیت اپنے فرزند ہلائیل کو کی اور ہلائیل نے آٹھ سو پچانوے کی عمر میں انتقال کیا اور پہلی وصیت اپنے فرزند ہار و جد مجد کو کی اور باروے کو باسٹھ کی عمر میں انتقال کیا اور یہ وصیت اپنے فرزند اوم بس کو لی حضرت ادریس نے خردگی میں اپنے بھائی آدم علیہ السلام کو دیکھا اور تین سو پچاس سال کی عمر

میں جنت میں زندہ رہ گئے۔ اور اپنے جانے کے وقت اپنے فرزند متوشلح کو یہی وصیت کی اور تابوت سیکڑہ اس کے سپرد کیا پھر متوشلح نے نو سو بیسٹھ سال زندگی کی اور پوقت انتقال اپنے فرزند لرح المعروف بملک کو یہی وصیت کی پھر لرح نے ایک سو اٹھ سال زندگی کی اور پوقت انتقال اپنے فرزند نوح کو بھی یہی وصیت کی اور نوح نے ہزار سال زندگی کی اور یہی وصیت اپنے فرزند کو کی اور تابوت سیکڑہ و بایہا نیک کہ سام سے حضرت ابراہیم تک یہی وصیت صلباً عن صلب آتی تھی۔ اور تابوت سیکڑہ ان کے دست بدست نقل کرتا ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آیا جبکہ معارج النبوة اور انس الجلیل بتاریخ قدس و الجلیل وغیرہ میں ہے۔ پس ایسا ہی نوح سے ابراہیم علیہ السلام تک کل آباء ابراہیم سلین تھے۔ ابراہیم علیہ السلام بن تارخ بن ناخور بن شاروخ بن ارعوبین ۔۔۔۔۔ قاح ۔۔۔۔۔ بن شارخ بن قینان بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ ابن سعد طبقات سے نقل کرتا ہے۔ ان الشمس من عهد نوح لم یزالوا یبابل و ہم علی الاسلام الی ان ملکھم نمرود بن کوش بن کنعان فدعاھم الی عبادۃ الاصنام تحقیق کروگ زمان طوفان نوح سے شہر بابل میں ہمیشہ رہتے تھے۔ اور وہ اسلام پر قائم تھے۔ یہاں تک کے بادشاہ انہوں کا نمرود دعوت کیا انہوں کو بت پرستی کی جانب۔ ابراہیم علیہ السلام نمرود کے زلمنے میں تھے گوکہ ابراہیم علیہ السلام کے مبعوث ہونے کے پیشتر بت پرستی پھیل گئی تھی تاہم بعض اسلام پر قائم تھے۔ آباء ابراہیم علیہ السلام انہیں گروہ مسلمین سے تھے حضرت شیریفا علی کرم اللہ وجہہ سے ابن المنذر نے روایت کیا ہے۔ لمرزل علی وجہ الدھر سبعة مسلمون فصاعدوا فلولا ذلک هلکت الارض ومن علیہا روئے زمین پر ہر زلمنے میں کم سے کم سات مسلمان ہونا ضرور ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو زمین و اہل زمین سب ہلاک ہو جاتے اور عبد اللہ بن عباس کی روایت میں ہے۔ ما خلقت الارض من بعد نوح من سبعة اقلع اللہ بعہم عن اهل الارض نوح کے بعد زمین کبھی سات ہی مسلمان خالی نہ ہوئی جن کے سب اللہ تعالیٰ

اہل زمین سے عذاب و نوح فرماتا ہے۔ سام بن نوح کا اپنے باپ کے ساتھ جہاز میں رہنا اور مسلم ہونا مصریح ہے۔ بعض ان کی نبوت کے قائل ہیں اور شیخ عبدالحکیم تاریخ مصر میں ابراہیم علیہ السلام کے باب تاریخ سے لیکر نوح علیہ السلام تک مسلمین ہونا آثار مردیہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ثابت کیا ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے باپ تھے۔ چچا تھے۔ کما ذکر دلائلہ تفصیلاً۔

ابراہیم علیہ السلام کے چار فرزند اسمعیل واسحق و مدین و مدین علیہم السلام تھے۔ محمد بن اسحق سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قریب استقال اپنے فرزندوں کو جمع کیا اور تالیفات سیکھنے جو آدم علیہ السلام سے ان کو سلسلہ بسلسلہ پہنچا تھا منگوا یا اور فرمایا یہ وہ مقدس صندوق ہے۔ کہ خداوند عالم نے آدم علیہ السلام کی درخواست پر روانہ کی اس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام پیغمبروں کی صورتیں ہیں۔ ان سے کہا کہ اس تالیف میں نظر کرو ان کی اولاد نے جب اس میں نگاہ کی ایک لاکھ چوبیس ہزار خانہ زیر جسد سبر کے دیکھے آخر نبوت میں خانہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھا یا قوت سرخ سے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت تھی چودہویں رات کے چاند کی مانند اور ان کے جانب بئیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت تھی ان کی پیشانی نورانی پر لکھا تھا کہ یہ اول اصحاب حضرت سے ہیں۔ جو اس پیغمبر آخر الزمان کی تصدیق کریں گے۔ اور بائیں جانب اسکے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت تھی ان کی پیشانی نور پر لکھا تھا کہ یہ علماء دین میں اشد اور آہن سے محکم ہیں۔ اور ملامت گر کی ملامت سے خوف نہیں کرنے والے ہیں اور سامنے اس کے حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت تھی ان کی پیشانی نور پر لکھا تھا کہ یہ تیسرے خلفاء راشدین سے ہیں۔ اور پیچھے اس کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صورت تھی جو اپنی برہنہ تلواریں دوش مبارک پر رکھے ہیں۔ ان کی پیشانی نور پر مرقوم تھا کہ یہ شیر خدا اور چوتھے خلیفہ ہیں اور اطراف

ان تصاویر خلفاء از بعد کے اصحاب کرام کی صورتیں مرقوم تھیں ہر ایک کی پیشانی سے
 الوار سعادت پیدا ہو بدلتے بعد اس کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت
 اسمعیل علیہ السلام سے مخاطب ہوئے کہ کہہ کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تیرے
 میں جلو کرے۔ تم اور تمام میری اولاد اسلام پر قائم رہنا اور اپنی اولاد کو اسلام
 پر قائم رہنے۔ اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کی وصیت کرنا اور پھر اسمعیل
 علیہ السلام عہد و میثاق لئے اور فرمایا تمہاری اولاد سے باعث اسجا و کائنات
 فخر موجودات شفیح المذنبین خاتم النبیین سرور اعیان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وسلم پیدا ہونگے۔ اس لئے تم اس نور محمدی کو اصلا ب طیبہ سے ازحام طاہرہ میں
 نکاح اسلام سے منتقل کرنا بعد اس عہد کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت
 اسمعیل علیہ السلام کو تالوت سیکھ سپرد کیا یہ معتبر روایت تواریخ کے کتب مشہورہ
 مانند معارج النبوه وغیرہ کے کچھ تغیر الفاظ سے مذکور ہے۔ فائدہ تصویر کا استعمال
 پیشتر کے ام ماضیہ میں جایز تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں فسوخ
 ہو گیا۔ اس لئے اس کا استعمال شریعت محمدی میں ناجائز اور حرام ہے۔ اور اسمعیل
 علیہ السلام کے فرزند قیدار مسلمان تھے۔ کتب سیر مثل معارج وغیرہ میں لکھا
 ہے۔ کہ اسمعیل علیہ السلام اپنے فرزند قیدار کو وصیت کئے کہ نور محمدی صلی اللہ
 علیہ وسلم تیری پیشانی میں جلوہ گر ہو اہم کو عہد آدم علیہ السلام سے سلسلہ لیلہ
 پہونچا ہے۔ مگر نہ دیکھیں اس نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو مگر ارحام طاہرہ میں اس
 لئے تو رنا اور کفر سے پرہیز کرنا حضرت قیدار کا قصہ کتب معتبرہ سیر مثل معارج

الحارثی ہے۔ تصویر بنانا یا بنوانا ہر عمل حرام ہے۔ مظاہر حق جلد دوم صفحہ ۱۵۱ میں ہے
 علمائے کبار تصویر کشی حرام ہے۔ اور مثلاً اس کا واجب اور اس کے رد پر دیکھنا نا جائز تصویر
 خواہ دستی ہو یا عکس ایک ہی حکم ہے۔ جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو اسے پہن کر نماز پڑھنا
 مکروہ تحریمی ہے۔ ماد کے علاوہ عکس ایسا کپڑا ہے نا جائز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 جس گھر میں کتا ہو یا تصویر اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے یا گل چھوٹی تصویر یا جو زمین کے
 ساتھ ہو یا سر پریدہ ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ گندی اور کس تصویر کا رکنا حرام اور کسی غازی
 یا شہید کی تصویر رکھنے کا بھی حکم وہی ہے۔ مگر جو یہ عاملاً اس زمانے میں کھیل ہوئی ہو اور لوگ اس فکر میں

(الارشاد صحیح علی حدیث)

وغیرہ میں مشہور ہے مختصر یہ کہ قیدار اکثر شکار کرنے کیلئے جنگل میں جایا کرتے تھے قوم
 جن کی خوبصورت عورت انسان کی شکل میں آکر ظاہر ہوتے اور کھپھائے بادشاہانہ
 آپ کے پیش کش کرتے اور کہتے ہم بادشاہ کی لڑکیاں ہیں ہم کو قبول کر جب یہ ان
 سے کلام کرنے کی خواہش کرتے ہر طرف سے نہ آتی اسے قیدار تو وصی اسمعیل
 علیہ السلام ہے۔ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تیری پیشانی میں جلوہ گر ہے۔
 مدت رکھے اس کو تو مگر رحمِ حلال میں خصوصاً قوم بنی اسمعیل علیہ السلام سے جو عورت
 مسلمہ ساکن عرب ہو اس کو نکاح کر آخر حاضرہ دختر ملک بنی جرہم کو جو مسلمہ تھی۔
 قیدار نے نکاح کیا جس سے ایک لڑکا حمل نام پیدا ہوا اور وہ تابلوت سیکینہ
 حضرت قیدار بن اسمعیل علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام کے پاس تھا۔ ہاتھ
 غیبی نے خدا کی جانب سے قیدار کو یہ ندا کی کہ اسے قیدار تمہارے دادا ابراہیم
 خلیل اللہ علیہ السلام کے دو نشانیاں ایک تابلوت سیکینہ دوسرا نور محمدی صلی اللہ علیہ
 وسلم تمہارے ہی پاس ہے۔ میں نے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دیا جو صلباً
 عن صلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک منتقل ہوتا رہے گا۔ تم کو کافی ہے۔ اسلئے
 تم تمہارے برادر عمزاد یعقوب المعروف بہ اسرائیل بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام
 کو تابلوت سیکینہ پہر کر دو تا تمہارے جد کی نشانی ان کے پاس رہے۔ اور تم عہد نامہ
 کو جو تابلوت سیکینہ میں ہے۔ اٹھا کے اپنے پاس رکھو اور اپنی اولاد کو صلباً عن صلب
 دیتے آؤ تاکہ اس عہد نامہ کے موافق نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح اسلام
 سے منتقل کرو جب قیدار نے ہاتھ سے تابلوت سیکینہ سے عہد
 نامہ کو اٹھایا اور مکہ سے کنعان ملک شام کو معہ تابلوت آئے اور کنعان کے
 قریب پہنچے پس تابلوت سیکینہ سے آواز مہیب نکلا کہ یعقوب علیہ السلام
 معہ فرزندوں کے سنو اور یعقوب علیہ السلام اولاد کو کہے کہ اے فرزندو میرا
 تانا بھائی قیدار بن اسمعیل علیہ السلام معہ تابلوت سیکینہ آتا ہے۔ اس کی تعظیم
 کو اٹھو اور استقبال کرو پھر قیدار اور یعقوب علیہ السلام نے بعد سلام علیکم

کے معانقہ کئے ہیں قیدار نے تالوت سکیپتہ کو یعقوب علیہ السلام کے سپرد کیا
 کہا ہو مذکور فی کتب التواریخ کا لمعارض وغیرہ و تالوت سکیپتہ اولاد یعقوب علیہ السلام
 جو بنی اسرائیل ہیں۔ بطناً عن بطن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہنچا حضرت موسیٰ
 علیہ السلام نے اس میں اپنی تعین اور عصار کھے اور ہارون علیہ السلام نے اپنا
 دستا مبارک رکھے پھر اس کو مفصل کیا اس کا مفصل قصہ کتب تواریخ اور سورہ
 بقرہ میں تحت آیت ان یا قلیکم التالوت فیہ سکیپتہ من ربکم و بقیۃ ما ترک
 الہ موسیٰ والہادون تحملہ املکتکم۔ آلائتہ کی تفسیر میں ہے۔ بعد اس کے قیدار
 مکہ معظمہ میں آیا ہے فتوفات اپنے فرزند عمل کو و عبیت کی کہ تو اسلام پر قائم رہنا
 اور نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو تیرے میں جلوہ گری اس کی احترام کر اور مت رکھ اس
 کو مگر جم حلال نکاح اسلام سے الحاصل ابراہیم علیہ السلام سے سرور و جہان صلی
 اللہ علیہ وسلم تک حضور کے آباء کرام موجد و مسلم تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ
 بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن
 لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدکر بن الیاس بن مضر
 بن نزار بن معد بن عدنان بن اؤبن اد و بن لسیح بن مسیح بن سلامان بن حمل بن
 قیدار بن اسمعیل بن ابراہیم ان احادیث سابقہ سے عموماً معلوم ہو گیا۔ کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد ابراہیم تک ابراہیم سے آدم علیہ السلام تک سب
 مسلمین سے تھے ان میں سے بعض اجداد کے مسلمان ہونے کی تصریح احادیث
 شریفہ میں وارو ہے۔ روایت ہے۔ ابن حبیب سے فرمایا ابن عباس رضی
 اللہ تعالیٰ عنہما نے عدنان اور معد اور بیعہ اور مضر اور خزیمہ مسلمین سے تھے
 پس شکی سے ان کو یاد کرو۔ اور امام سہیل روضۃ الالاف میں مروی ہے۔
 کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الیاس مومن تھے۔ اور الیاس فرماتے تھے
 کہ میں اپنے صلب میں ستا ہوں۔ تبلیغہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور
 روایت ہے۔ ابن سعد سے کہ کعب بن لوی نے اپنی اولاد کو جمع کر کے

خطبہ پڑھا۔ اور کہا ہمارے باپ دلو تمام مسلمان تھے۔ اور کفر و شرک سے پرہیز کرتے تھے تم بھی اپنا خاتمہ دین اسلام پر کرو۔ اور میری اولاد سے خاتم النبیین حضرت محی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونگے۔ تم ان کی تابعداری کرو اگر میں اس وقت تک زندہ رہوں۔ تو ان کی تابعداری اور مدد و گاری اول کروں گا۔ کہا امام جلال الدین سیوطی نے مسالک الختفانی والدی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فنبتت بهذا التقدير ان اجدادہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابراہیم بن کعب بن لوی و ولدہ صرۃ منصوص علی ایمانہم ولم یختلف فیہم اثنان یعنی یہ ثابت ہوا اس تقریر سے کہ اجداد رسول خاندان صلی اللہ علیہ وسلم کے ابراہیم علیہ السلام سے کعب بن لوی اور اس کے فرزند تک یقیناً مسلمان تھے۔ اور وہ شخص بھی اس قول میں اختلاف نہیں کئے۔ اور باقی رہا کلام کلاب اور قحی اور عبد مناف اور ہاشم اور عبد المطلب اور عبد اللہ والد ماجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے اسناد کا ثبوت احادیث اجمالیہ مابین سے واضح و ثابت ہے۔ ونیز والأصل عامہ جو حق میں اہل فترت کے ہیں۔ کافی دوائی ہے۔ اور اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام کا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تک جو طریق ثانی سے ہے۔ اس کا مجمل بیان یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام جب حکم خدا سے کعبۃ اللہ شریف بنا کئے۔ وہ لوگوں بلکہ وہ عا کئے وہ غیبوں و عامتہ قبول باری ہوئی جیسا کہ سورہ بقرہ میں ہے۔ ربتنا و اجداننا مسلمین لک و من قدر یتذامۃ مسلمۃ لک و ارنامنا سدا و تب علینا انک انت التواب الرحیم ربتنا و ابعدت فیہم رسولاً منہم یتارا علیہم الیتک و علیہم الکتب و الحکمۃ و یزکیہم انک انت العزیز الحکیم۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے کریم کو مطہر و لطف تیرے اور اولاد ہمارے کی سے ایک جماعت مومنوں کی واسطے تیرے بنا اور دکھا ہم کو بطرح عبادت کی اور پھراؤ او پر ہمارے تحقیق تو ہے۔ پھر آنیوالا مہربان اے رب ہمارے بھیج بھیج ان کے ایک پیغمبر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان جماعت مسلمہ سے بہم و دکی اولاد ہوں۔ جو پرہے۔ اور پر ان کے آئیں تیری اور سکھاوے

ان کو کتاب اور حکمت اور پاک کرنے لگا تو تحقیق تو ہے غالب حکمت والا امام فخر
 الدین رازی اپنے تفسیر کبیر کے الجوز الاول میں ربنا و البعث فیعم ای فی الاصل للسل
 رسولنا منہم ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ایک سوال مفرد کے
 جواب میں فرماتے ہیں انہ لم یزل فی ذریتہما من یعبد اللہ وحده ولا
 یشرک بہ شیئاً ولم تزل الرسل من ذریتہ ابراہیم وقد کان فی الجاہلیۃ
 زید بن عمر و بن نفیل و قیس بن ساعدۃ و یقال عبد المطلب بن ہاشم جد
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عامر بن الظرب کافوا علی دین الاسلام
 یقرون بالابداع و الاعادة و الثواب و العقاب و یوحدون اللہ تعالیٰ و لا
 یاکفون المیتۃ و لا یعبدون الا صنم۔ اس کا ترجمہ بطور خلاصہ کے یہ ہے۔
 کہ حضرت ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام نے ملکہ دعا کی کہ ہم دونوں کی اولاد سے
 ایک جماعت مسلمانوں کی بنا اور ان جماعت مسلمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 روانہ کر تو اس دعا کے موافق خداوند عالم نے ان دونوں کی اولاد سے جو مومنین تھے
 اور خدا واحد کی عبادت کرتے تھے۔ اور مشرک نہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کو روانہ کیا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و کرام عبد اللہ سے اسمعیل
 علیہ السلام تک مومن مسلمان تھے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اسحق اور یعقوب
 علیہما السلام سے دیگر انہما بنی اسرائیل ہوئے۔ حالانکہ ایام جاہلیت میں زید بن عمرو بن
 نفیل اور قیس بن ساعدہ اور عبد المطلب بن ہاشم و اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے اور عامر بن الظرب تھے مگر دین اسلام پر قائم تھے۔ قبروں سے اٹھنے کا اور
 قیامت کا اور ثواب اور عذاب کا اقرار کرتے تھے۔ اور خدا واحد کو ایک جانتے
 تھے اور نہیں کھاتے تھے مردار کو اور نہیں عبادت کرتے تھے۔ توں کی انکھد اللہ
 والہ الامام فخر الدین رازی نے اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء
 کرام اسمعیل علیہ السلام تک مومن ہونا ثابت کرتے ہیں۔ بگر اللہ صمد۔ مدارج
 النبوة میں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا نسب نامہ عدنان تک جو اکیس

پشت ہیں۔ فرمایا اور پر کا سلسلہ نفرمایا اس لئے کہ اکیس تک برابر اتفاق ہے۔ اور
 اوپر عدنان سے اسمعیل علیہ السلام تک اور اسمعیل علیہ السلام سے آدم علیہ السلام
 تک اختلاف ہے۔ اور نام حضرت عبد المطلب کا شیبہ ہے۔ بہکتی تھی ان سے
 پوشک کی اور نور محمدی ان کی پیشانی میں مانند آفتاب کے چمکتا تھا۔ اور جب اہل
 عرب کو کوئی حادثہ سخت پیش آتا یا برسات نہ ہوتا۔ تو عبد المطلب کو کوہ ثبیر پر لے
 جاتے اور ان کے وسیلہ سے دعا کرتے فوراً ان کو اس حادثہ سے خلاصی
 ہوتی اور برسات سے مشرت ہوتے جب وہ نور عبد اللہ والد امجدک پیشانی میں جلوہ
 گر ہوا کے گرامات و خرق عادات حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہوئے
 یہاں تک کے سرور کائنات منظر موجود اس صلی اللہ علیہ وسلم ظہور میں آئے۔
 فائدہ کتاب انس الجلیل بتاریخ القدس و التحلیل میں ہے۔ کہ آدم علیہ السلام
 جو جنت سے زمین پر آئے وہاں سے طوفان نوح تک دو ہزار دو سو بیالیس
 سال گزرے تھے طوفان نوح علیہ السلام سے ابراہیم علیہ السلام کی
 وفات تک ایک ہزار اسی سال ہوئے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام
 کی وفات سے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت تک دو ہزار آٹھ سے
 ترانوے سال گزرے تھے۔ پس ہبوط آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و
 سلم کی ہجرت تک چھ ہزار دو سو سال گزرے تھے۔ اب بوقت تحریر یک ہزار تین
 سو پندرہ سال گزرے۔ ہبوط آدم علیہ السلام سے اب تک سات ہزار پانسو کچھ سال
 گزرے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے۔ کہ قرآن شریف کی آیت لہا کان النبی والذین امنوا ان
 یسئلوا اللہ عنہم والذین امنوا ان یشرفوا علیہم من اللہ حق میں ہے۔ والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ وہ آیت ابو طالب کے حق میں وارد ہے۔ نہ والدین
 کے حق میں جیسا کہ امام بخاری کتاب التفسیر میں لکھتے ہیں۔ ایسا ہی تفسیر مدارک
 جلالین و ابوالسعود و حسینی وغیرہ تفسیر میں وہ جو تفسیر بیاد می کے سورہ بقرہ
 میں ولا تسئلوا عن اصحاب الجحیم کی تفسیر میں ہے۔ و قدر عذرا فاع و بہتویہ
 اب وقت جمع کافی میں سالہ ۱۳۵۲ھ ہے۔ نو گویا ۱۹۳۵ء سال گزرے ہیں۔

لَا تُسَلُّ عَلَىٰ آتِهِ نَهَى لِرَسُولٍ عَلَيْهِ لُحْنُوهُ وَالسَّلَامُ عَنِ السُّؤَالِ حَالِ الْبُرْهَانِ -
 یعنی اصلی قرأت لَا تُسَلُّ ہے۔ نافع اور یعقوب علیہم الرحمۃ جو لَا تُسَلُّ پر پڑھتے
 ہیں۔ اس کا شان نزول حق میں والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔
 اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جمہور مفسرین بنا پر لَا تُسَلُّ بھی شان نزول والدین
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں لکھتے تفسیر مدارک اور جلالین و کبیر وغیرہ
 میں شان نزول کفار مراد لٹے ہیں۔ اور تفسیر حسینی میں شان نزول یہود و قزار
 دیا ہے۔ اخطب المفسرین علامہ ابو السعود آقنہ کی الحنفی صاحب بیضاوی
 کے خیال کی تردید بدیں طور پر کی ہے۔ حملہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 عن السُّؤَالِ عَنِ حَالِ الْبُرْهَانِ مَا لَا يَسَاعِدُهُ النَّظْمُ الْكَرِيمُ یعنی حمل کرنا بیضاوی
 کا اس کو کہ اللہ تعالیٰ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والدین کے استفادہ
 حال سے منع فرمایا اس میں سے ہے۔ کہ نظم قرآن اس پر دلالت نہیں کرتا ہے۔
 اور امام رازی تفسیر کبیر میں آیت مذکور کی شرح میں فرماتے ہیں دوی اند قال لیت
 شعری ما فعل ابوی فتھی عن السُّؤَالِ وَهَذِهِ الرَّوَايَةُ يَعْبُدُهَا مَنْ تَعْبُدُهَا
 یعنی ایسا کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میرے والدین کے ساتھ کیا
 ہوا میں نہیں جانتا ہوں پس اللہ نے اس آیت سے سوال کرنا منع کر دیا یہ روایت
 بعید ہے۔ مضمون کلام الہی سے اور غیر معتبر ہے۔ وہ جو مسلم میں ہے۔ عن انس
 رجا اقل یا رسول اللہ این ابی قال فی النار فلما کفی دعاه فقال ابن ابی و ابانک
 فی النار یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول
 خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ کا ٹھکانہ دریافت کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا دوزخ میں ہے۔ راوی نے کہا جب واپس ہوا وہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر کہا کہ میرا اور تیرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں۔ اس کا
 جواب علماء کرام نے دو طور پر دیا ہے۔ پہلا جواب یہ ہے۔ علامہ شہاب
 نے نسیم الریاض شرح شفا ئے قاضی عیاض کے فصل الوجہ الخامس من وجہ

السب میں فرمایا حدیث مسلم ان ابی دیاک فی النار اذ باپیہ عمہ ایا طالب
 لان العرب تسمى العم ایا یعنی عرب کی عادت ہے۔ کہ چچا کو باپ کہتے ہیں۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی عادت پر اس حدیث میں اپنے چچا ابو طالب
 کو باپ کہہ کر فرمایا کہ وہ نار میں ہیں ایسا ہی کہا امام جلال الدین سیوطی نے مسالک الخفائی
 والدی المصطفیٰ میں دوسرا جواب ذیل میں آویگا۔ وہ جو حدیث مسلم میں ہے۔
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارتہ کی اپنے ماں باپ کی پس روئے آپ
 اور ساتھیوں کو رو لایا اور فرمایا کہ اجازت چائے میں نے ماں باپ کی مغفرت کر
 لئے دو بار اذن نہ ملا اور زیارت کے لئے اذن ملا پس زیارت کرو قبروں کو و زیاد
 دلانے والی ہے۔ موت کو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ پیشتر کی احادیث سے عموماً
 معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ آدم علیہ السلام تک ملین
 ہیں اور یہ حدیث مع حدیث بالا اس کے تضاد وارد ہوئی تو موافق قواعد حدیث
 تطبیق دینا ضرور ہوا۔ اس کی تطبیق علماء نے دو طور سے دی ہے۔ جیسا
 کہ امام سیوطی نے فرمایا الاحادیث وردت فی ان ابی النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم فی النار کلہما منسوخة بالوحی فی ان اهل الفترة لا یعدون اولادہ
 منسوخة ایضاً باحداث کونہم فی الجنة یعنی جو احادیث کہ وارد ہیں۔ اس
 باب میں کہ ماں باپ حضرت کے نار میں ہیں۔ منسوخ ہیں۔ قرآن سے کہ اہل
 فترت کو عذاب نہیں یا منسوخ ہیں ان احادیث سے جو ہمتی ہونے پر دلالت
 کرتی ہیں۔ ایسا ہی امام ابن حجر کی اپنے رسالہ میں اور علامہ برزنجی اپنے رسالہ میں
 اور دیگر علماء اپنے کتب میں لکھتے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ اخبار ہیں ان میں
 نسخ نہیں ہوتا اس کا جواب یہ ہے۔ کہ کہا امام نووی نے شرح مسلم کی کتاب
 الشفائل میں جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ملخصاً یہ جو مسلم میں ہے۔ کہ آپ کو کسی نے شہر لبر یہ
 ابراہیم علیہ السلام میں۔ اور حدیث میں آیا ہے۔ کہ نبیؐ بنی منی سے اچھا نہ کہو
 مثل ان احادیث کے منسوخ ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ اخبار ہیں اور میں نسخ نہیں ہوتا

جواب یہ ہے کہ یہ اخبار اس طرح کے نہیں ہیں جن میں نسخہ نہ ہو ورنہ یہ لازم آویگا۔ کہ ہمارے نئی پیغمبروں سے کم رتبہ ہیں۔ اور وہ خلاف اجماع ہے۔ دوسرا جواب علامہ حموی نے شرح اشباہ النظائر میں فرمایا۔ فی الجمع ما حاصلہ من الجائزۃ ان تكون ضدہ ودجۃ حصلت له علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد ان کم تکن وان یكون الاحیاء والایمان متاخرا عن ذلك فلامعارضۃ۔ یعنی جو حضرت زندہ کر کے مشرک باسلام کے واسطے شرف و تخیل امت کے بعد ہے اور احوال روایت مسلم نا آگے کا ہے۔ پس عدم اسلام کے اعادہ بیٹہ منسوخ ہیں۔ اور اسلام کے اعادہ بیٹہ ناسخ ہیں۔ ایسا ہی کہا علامہ ثامی رد المحتار حاشیہ در مختار میں اور شاہ عبد العزیز دہلوی کلاپنے فتویٰ میں وہ جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ شرح فقہ اکبر میں فرمایا ہے۔ اجوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قال علی الکفر۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین انتقال پائے ہیں۔ اور کفر کے اس کے جواب میں علماء کرام کے بین مسلک ہیں۔ پہلا مسلک یہ ہے۔ کہ شرح فقہ اکبر کے کئی نسخے متفرق جمع کر کے دیکھے تو اکثر نسخوں میں عبارت بالانہیں۔ ہانی گئی معلوم ہوا کہ قلم تاجین سے لکھی گئی ہے۔ امام صاحب سے نہیں جیسا کہ علامہ سید رضی حنفی ندویۃ الصفائی والدی المصطفیٰ میں اور امام ابن حجر مکی شیبی اپنے فتاویٰ میں اور علامہ سید محمد الہرمزی المدنی اپنے رسالہ میں دیگر علماء اپنے کتب میں لکھتے ہیں چنانچہ اب ایک قلمی نسخہ شرح فقہ اکبر کا کتب خانہ میں مولوی صیغۃ اللہ صاحب المعروف بہ بدر الدولہ صاحب مرحوم کے موجود ہے۔ جس میں عبارت مذکور نہیں ہے۔ حالانکہ اس پر شرح حضرت سید محمد حسینی بندہ نواز لیپور از قدس سرہ کے ملحق ہے۔ اس میں بھی عبارت مذکور نہیں ہے۔ مسلک دوم یہ ہے کہ کہا علامہ برزنجی نے اپنے رسالہ میں کہ شرح فقہ اکبر کے اکثر نسخوں میں الوارسول اللہ علیہ وسلم ما قال علی الکفر یا انہیں جاتا یا لفرض یا یا جاوے احتمال ہے کہ ما قال علی الکفر جو قلم تاجین سے ماسہوؤا چھوٹ گیا اس کا یہ مطلب ہوا کہ نہیں انتقال پائے والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے اوپر کفر کے بلکہ اسلام پر رحلت کے مسئلے کو سوم یہ کہ یا وجود اثبات عبارت
 مذکور مدعا سے اسلام الہویں کے معنی کہ ہرگز مخل و مضمر نہیں کیونکہ یہاں مصنفات محی و
 یعنی مآتا علی زمن الکفر یعنی انتقال پائے کفر کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے بعوت ہونے کے آگے جو زمانہ فترت تھا جیسا کہ علامہ شامی ہر دو المختار
 حاشیہ مختار میں زمان فترت سے مراد دو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کا زمانہ
 ہے۔ جو اشکام عجمی سابق کے مستند و ہوں جو لوگ کہ زمان فترت میں ہیں۔ نیز و یک
 جمہور شافعیہ اکثر حنفیہ کے اہل نجات سے ہیں۔ چنانچہ آیہ کریمہ و ما کان معدوم
 حتی نبعث رسولاً اسی پر مشرب ہے۔ اور علامہ سیدہ الحنفی حسینی قادری زبیدی
 حنفی صاحب عقود الجواہر المینقہ فی اولیٰ مذہبہ الہدایۃ الامام ابی حنیفہ نے حدیث
 الصغافی والدی المصطفیٰ او الاعتصام لوالدی النبی المختار ان ہر دو رسالوں میں
 اسلام الہویں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو قویہ و براین جلیہ سے صراحتاً ثابت کر
 دی ہے۔ ان ہر دو رسالوں سے راہم نے خلیفۃ الصغافی والدی المصطفیٰ لفظ
 کی ہے۔ اس میں امامان قادیان و تانا امام المجتہدین و قویۃ التابیین سراج اللامہ
 کشف الغمہ حضرت امام الاعظم ابوحنیفہ السعمان اوام اللہ تابعہ فی روضۃ الجنان
 و جعل مجتہد سعادۃ الابرارین و ثل السور و من لم یجعل اللہ نوراً فمالہ من نور رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کی کتاب تہذیب الموسوم بہ فقہ الاکبر کی عبارت بالامین خوب تنقیح کی ہے
 اور علماء کرام و عرفاء عظام کے ہفتی سبک کو موافق و اب علماء و طریق فضلاء زب
 رقم کی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود
 اسلام الہویں شریفین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں۔ شکر اللہ سعید و نبیر
 علامہ سید محمد البرزنجی المدنی نے اپنے رسالہ میں اس مقام پر خوب تفصیل کی ہے
 اور امام صاحب کی عبارت بالا کی عمدہ تنقیح کی ہے۔ چنانچہ یہ تحریر و لہذیر میرے
 پاس موجود ہے۔ قافلہ اور شاہ عبدالعزیز دہلوی کا فتویٰ اس بارے میں بے منظر
 ہے۔ وہ جو بلا علی قاری شرح فقہ اکبر وغیرہ میں والدین شریف کے عدم اسلام

پر زور ماسے ہیں۔ اور خاص اس مضمون پر ایک مطول رسالہ صحیح و مقفی لکھے اس کا
 جواب یہ ہے۔ کہ ان کی تحریر خاص نزدیک علماء کے اس مسئلہ میں قابل قبول نہیں
 حق یہ ہے۔ کہ اس دعویٰ کو بائیں ثبوت تک نہ پہنچا سکے غرض صحیح یہ ہے۔ کہ ان
 کو اس مسئلہ میں لغزش ہو گئی پس یہ سبب اس بے ادبی کے جو جو مضامین ان کو پہنچیں
 کتب میں مسطور ہیں۔ یہ رسالہ اس قدر شرح فقہ اکبر میں ہے۔ جس کا ترجمہ یہ سے ملخصاً
 کہ اللہ عزائے خیر و پوسے ان لوگوں کو جو والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے اسلام پر گئے ہیں۔ اور دعویٰ مخالف پر اس میں اشارہ ملا علی قاری کی
 ترویج کا ہے۔ اور علامہ سید محمد برتجی نے اپنے رسالے میں لکھا ہے۔ جس کا ترجمہ
 یہ ہے۔ کیا عمدہ کہے فقیہ محمد بن مرعشی رحمۃ اللہ ملا علی قاری کے حق میں کہ ان سے
 تعجب ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی تکفیر میں محل اور قافیہ وار
 کلام بنا کر ایک رسالہ لکھے اغلب ہے کہ ہرات کی سروی نے ان کے سر میں اثر
 کی جس سے ان کی عقل پریشان اور محفل ہو گئی۔ اور علامہ شیخ الاسلام حنفی محدث
 شرح صحیح بخاری کے چھٹیوں جلد میں فرماتے ہیں۔ بیہاد ضائع کیا اوقات بغیر
 کو وہ شخص مراد اس سے ملا علی قاری ہیں۔ جو کفر والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں
 ایک رسالہ بنا یا اور علو ہمت اس مدعا کے خطیر میں خرچ کیا لغو وباللہ من الزیغ و
 الزل ومن مکاید النفس پناہ مانگتے ہیں ہم بھی اور لغزش اور مکاید نفس سے تم کلامہ مرام
 الکلام ہیں مولانا عبد العزیز صاحب پرہاری تحریر کرتے ہیں۔ کہ جب قاری نے
 شیعہ المذنبین رحمۃ للعالمین کے والدین کی تکفیر میں رسالہ لکھا اور امام سیوطی کے
 بعض رسائل کا رد کئے اور رات کو اس نیت سے سوئے کہ صبح اسے شہر
 کہ ونگار تو صبح کے اٹھتے ہی سیر ہی سے پاؤں پھسلا اور ٹانگ ٹوٹ گئی اور اسی شب
 شیخ شہاب الدین باین حجر کی ہنسی نے خواب میں دیکھا کہ ملا علی قاری کعبہ کی چھت
 پر چڑھ کر گر پڑے ہیں۔ اس کی تعبیر علامہ نے یوں کی کہ قاری کو یہ رج و تعجب ہجیم
 اہانت والدین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچا افسوس ہے۔ کہ قاری صاحب

باوجود اس تنبیہ کے ہاؤنڈ آئے اور حضرات کر کے اس رسالہ کو علامہ ابن حجر مکی ہمتی کے
 پاس بھیجا ابن حجر مکی نے اس کے رو میں ایک بڑا لمبا چوڑا رسالہ لکھا اور قاری صاحب
 اسی بیماری میں انتقال کر گئے۔ ایسا ہی لکھا ہے۔ یہی علامہ مذکور نے اپنے رسالہ
 معجون الجواہر میں من ارشاد الغنی مخصلاً اور خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی
 عشر میں علامہ محمد بن فضل اللہ لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری نے ایک رسالہ مشتمل
 براساءت والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکھا اگر یہ رسالہ نہ لکھا جاتا تو قاری کی تمام
 تالیفات و تصنیفات سے دنیا مملو ہو جاتی اور بعضوں نے کہا کہ ملا علی قاری نے
 اس مسئلہ سے آخر عمر میں رجوع کی اور اسلام آباء کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 منقر ہوئے من ارشاد الغنی مخصلاً حاصل کلام و غایت المرام یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے آباء کرام آیوم و تو علیہا الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عب اللہ و آمنہ رضی اللہ عنہما
 تک مسلمین ہونا آیا شریفیہ و احادیث لطیفہ و اقوال فقیہہ سے ثابت ہے۔ خصوصاً
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کو معاذ اللہ کفر و شرک و دوزخ سے
 نسبت کرنا ظلم انداز ایمان ہے۔ کیونکہ ان کی تکریم و تعظیم لازم اور ہے۔ ^{تعظیم} شریعاً عظام
 ہے۔ اور شفا سے قاضی عیاض میں ہے۔ کہ سلطان عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کے روبرو سلیمان بن سعد جو ان کا منشی تھا۔ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 والدین معاذ اللہ غیر مسلم تھے۔ سلطان عمر ابن العزیز بہت غضناک ہوئے۔ اور
 اس کو کام سے نکال دئے۔ پس نسبت کرنا والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ
 کفر و یرائی کے باعث ابداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ مومن کو اس سے
 پرہیز کرنا لازم ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا باعث کفر و لعنت کے ہے
 علامہ قسطلانی مواسیب اللہیت میں اور شیخ عبدالحق دہلوی ما ثبت بالسنتہ میں لکھتے

ہیں۔ والحذر الحذر من ذکرہما بما فیہ نقص فان ذلک قد یوقی البی صلی اللہ علیہ

وسلم لان العرف جار بانہ ذکہ الی الشخص بما ینقصہ او وصف یوصف بہ
 و ذلک الوصف بہ نقص تاذی ولہ بذکر ذلک الخاطیۃ یعنی واجب

ہے۔ پر یہ بیز کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کسی قسم کے عیب لگانے سے کیونکہ یہ ایذا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ سبب اس بات کے کہ عرف جاری ہے۔ کہ جب کسی آدمی کے روبرو اس کے والد کا عیب کریں یا ایسی تعریف کریں کہ جس سے ابانت اس کے باپ کی نکلتی ہے۔ تو اس سے فرزند کو سنتے ہی ایذا ہوتی ہے۔ اور اس کے ذیل میں امام قسطلانی نے کہا۔ ولا یب ان اذاه علیہ

السلام کفر بقتل فاعله ان لم یتب عندنا یعنی اس میں شک نہیں کہ ایذا دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفر ہے۔ قتل کیا جاویگا۔ ایذا دہندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک اگر تو یہ نہ کرے۔ دلی شریک احکام شریعت جاری ہوں اور امام سیوطی صاحبک الحنفی والدی المصطفیٰ میں اور علامہ حموی شریک اشہاء و نظائیر میں اور علامہ برزنجی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں۔ مثل انقاہی امام ابو یوسف بن العربی احد

اثنی عشر من الرجال قال ان ابوالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النار و اجاب یا نہ ملعون

لقولہ تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا و الاخری واعد

لہم عن اباصہبنا و لا ذی اعظم من ان یقال ابوہ فی النار یعنی امام قاضی ابو بکر

بن العربی سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی کہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ناری

ہیں۔ تو اس کا کیا حکم ہے۔ امام مذکور نے فرمایا وہ ملعون ہے۔ حکم اس آیت کے

تحقیق جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو البتہ لعنت

کرتا ہے۔ اللہ انہوں کو دیتا اور آخرت میں اور تیار رکھا ہے۔ ان کو عذاب درد

تاک اس سے بڑھ کر کیا ایذا ہوگی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کو ناری

کہا جاوے۔ اور مولوی باقر آگاہ مدرسی مرحوم اپنی کتاب مشرت بہشت میں

جو مقبول خاص و عام ہے۔ اور جوش عشق سے مملو ہے۔ سو سال کے آگے

اسلام آباء اکرام کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔ اہل سنت و جماعت کے لئے کافی

دوانی ہے۔ وہ ابیات معظم یہ ہیں۔

وہ نور جگت کا سرمایہ	اطلاک بورسل کا پیرایہ	خوش آتما تھا عز و شرف
امتلاب سستی اور عام طرف	گرو پو لو نگا وہ سب احوال	تو بتا ہوا بیگا یہ مقال
پن آتا ہوں میں کچھ مجمل	رکھ اس کو دل میں جی دل	سب دلوں شہ کے اور داہن
سب ناہی اکی اور ناہیاں	حق ان کو زنا سوز کھاتا تین	سب بیاہ سستی پہنچتے من
تھے جو سخاوت میں بیکستا	تھے فضل شجاعت میں یکتا	تھے علم و ادب میں بے مات
تھے حسب و نسب میں بے پوند	بھی فخر و وقار اور حلم و حیا	حق لطف سزا کو بخشا تھا
ہر قرن میں وہ تھے سب کے رئیس	سب لوگ تھے نون وہ تھے سب	بھی تھے وہ سرور کے اجداد
سب مومن مسلم اہل شاد	تھے مومن پاکاں وہ سارے	آسمان شرافت کے تارے
اس بات سے کچھ مت کر شک	دل جیو کے اندر اس کو رکھ	کوئی اس کے مخالف گرو لا
تو مت کر اس کا کچھ پروا	گر آیا کوئی تکرار ا پر	اس حرف سزا کے تو بہ کر
کر دور اسے گر ہے قدرت	یا ترک تو کر اکی عجت	نزدیک عمرین عبد عزیز
وہ سلطان اہل تیسر	تھی جس کی خلافت اے ولید ان	چار دن خلفا کی مانند
کوئی بے ڈبنگ بولا عبد اللہ	کچھ نہیں تھا ایمان سے آگاہ	وہ سلطان کر کے خوار اسکو
	باہر اس کو کرایا مجلس سو	

فقیر نے یہ رسالہ جو بطور فتوے لکھا تاکہ یہ دوران اسلام اس سے نفع عظیم پاویں اور سرور
 جہان علی اسد علیہ وسلم کے تمام آباء کرام و امہات عظام آرم و حوا علی نبیہا و علیہ الصلوٰۃ و
 السلام سے حضرت عبد اللہ آتہ رضی اللہ عنہما ایک مسلمین تھے کہہ کے اعتقاد کہ میں
 امید درگاہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ہے کہ جس اپنی کرم و عنایت سے اس
 رسالہ کو قبول فرماویں اور اس فقیر کو جو آپ کے سلسلہ کا غلام اور نامہ پو اسبہ منظر
 توجہ فرماویں اور خاص اپنے فضل کے حدیث سے مرحمت فرماویں اور بس سے
 شاہان چہ عجب گریہ و زاری نہ گدازا نہ تم ہذا جواب و اللہ اعلم بالصواب الیہ المرجع و التواب
 المرقوم ۲۷ ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یاقین ۱۹ فروری

۱۸۹۱ء سنہ کتبہ العہد الضعیف الایمانی الی رحمۃ اللہ الباری المسکین السید محمد علی
الغفار شاہ قادری الحنفی بنگلوری اعلیٰ مدرس فی المدرستہ العربیۃ لجامع العلوم والواقعة
فی معکرتہ بجلورہ سائنہ اللہ عن الفتن والشروع۔ ہذا الجواب صحیح مطابق الاعتقاد ابن



اسنہ والجماعۃ کتبہ تادم الطلاب
الایمانی الحاج السید شاہ محمد
عبد القدوس قادری الحنفی بنگلوری
ناظم المدرستہ لجامع العلوم والواقعة فی
المسجد الجامع مع معکرتہ بجلورہ۔



ہذا الجواب صحیح کتبہ اہلک السید محمد الدین
حنفی بنگلوری المتخلص بہ عبرت
ہذا الجواب صحیح کتبہ السید حسن
صانہ اللہ عن الفتن۔

ہذا الجواب صحیح بلا اذنیاب لہ فی العلوم والایمان
کتبہ المسکین الایمانی لفقہ السید شاہ محمد عبد
الرزاق قادری الحنفی بنگلوری المتخلص بہ المصداق
المدرس بمدرستہ السکرانیۃ انتظامیۃ بقصیبہ
سکرانیہ کی پیٹ ضلع میدک المتعلقہ لجد رابو
دکون صانہ اللہ عن الشرور والفتن

ہذا الجواب صحیح کتبہ السید محمود
شاہ قادری الحنفی جن پتی۔
ہذا الجواب صحیح کتبہ محمد عظیم الدین

عبدالرزاق شاہ قادری ابن جلال محمد شاہ

قومی علماء کرام شاہجہان آباد

مہتمم جلیل فاضل نبیل جامع معقول حاوی منقول مخزن شریعت معدن طریقت
مخامن مولانا مولوی سید محمد عبدالغفار شاہ صاحب قادری الحنفی بنگلوری اعلیٰ
مدرس مدرسہ غریبہ جامع العلوم معکرتہ بنگلورہ نے جو یہ رسالہ ہدایتہ البقی الی اسلام آباء

البتی لکھا ہے۔ فقیر نے سن اولہ الی آخرہ مطالعہ کیا بیشک مولف علامہ نے بہت محنت کی جو نایاب کتب سے اس مسئلہ کو مضمین شریفہ و مطالب عظیمہ سے مزین کیا ان کی کتب بینی و یاقوت علمی کا یہ ایک نمونہ ہے۔ مجھ کو امید تھی ہے کہ ان سے زیادہ نائید مسائل دینیہ و ترویج مطالب شرعیہ کی ہوگی اور ہووگی۔ جزاء اللہ خیر الجزاء بیشک اس زمانہ میں اس رسالہ کی زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ جو کتابیں فی زمانہ مطبوع ہوتی ہیں۔ اس مسئلہ کا تذکرہ بہت کم ہے۔ اس مسئلہ کا رواج دنیا ہجرات و ضروریات سے ہے جس سے شرافت عظمیٰ و نجابت کبریٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت ہوتا ہے۔ مولف علامہ نے خوب کہا کہ اس کو آیات شریفہ معہ استدلال مفسرین ثبوت کی کے احادیث کرام و اقوال آئمہ عظام و علماء فخام سے اس کو مبرہن کر دیا اور معزز ضمیمہ کے اعتراض موافق و اب علماء بلاہعن و تشنیع نقل کر کے عمدہ طور سے جواب دیا اور تشفی بخش اولہ سے ہر ایک ناظر کو مسرور و متبہج کیا اور مسلک تفصیل میں ناور حکایات اور عمدہ روایات کو معتبر اور نایاب کتب سے نقل کر کے ثابت کر دیا کہ فشاء الہی ہی نفا۔ کہما لخصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو باعث کائنات و فخر موجودات ہیں من آدم و حوا الی عبداللہ و آمنہ رضی اللہ عنہم مومنین و مسلمین و مرسلین کے ارحام طیبہ سے نقل کرتے ہوئے طیب اور طاہر ظاہر کرتا تا شرافت عظمیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء پر ظاہر ہو چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے موافق حکم الہی شیت علیہ السلام سے یہی عہد نامہ لکھوانا اس مضمون پر مدلل ہے۔ مضمون اس تقریر کے مولف علامہ نے افضلیت خلفاء اربعہ موافق ترتیب خلافت جیسا کہ اعتقاد اہل سنت و جماعت ہے ثابت کر دی وہ کہ آدم علیہ السلام کی انکشت شہادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اور باقی چار انگیبوں میں خلفاء اربعہ کا نور منتقل ہونا اور تالیف سیکندریہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کے اطراف ان خلفاء اربعہ کے صورتیں ہونا یہ شہادات صاف بکار رہی ہیں۔ کہ فضیلت خلفاء اربعہ علی ترتیب موافق اعتقاد اہل سنت و جماعت فشاء الہی ہے۔ اس میں چون جبر کی قدرت نہیں الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے تمام آباء کرام و اہمات عظام من آدم و حوا الی عبداللہ و آمنہ مومن مسلمان ہونا اولیٰ قویہ و
 براہین جلیہ سے ثابت و میرمن ہے اہل سنت و جماعت کو یہی اعتقاد رکھنا چاہیے
 لکھنؤ رزب الفاضل شکر اللہ سعید حررہ المسکین خادم العلماء الہی بخش متوطن شاہ بھجان آباد

فتویٰ علماء کرام مدراس

جميع آباء و اہمات آنجناب مقدس صلی اللہ علیہ وسلم ناجی و مومن تھے کما ذکرہ المحیب کتبہ

خادم شریعت
 قاضی
 عبید اللہ حلافت
 مدراس

۱۲۸۴
 محمد

محمود دکان اللہ

یہ جواب موافق مذہب اہل سنت کے ہے عبید اللہ دکان اللہ

ابوین خضر یحییٰ والدین ماجدین بلکہ جمع آباء و اہمات حضور اکرم سرور

عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ناجی و مومن ہونا اہل سنت و جماعت کے پاس

دلائل قویہ و اسانید معتبرہ سے ثابت ہے۔ اذاجملہ یہ ہیں۔ جو فاضل

محبیب نے نقل کئے ہیں۔ جزلہ اللہ خیر الجزاء اس کے خلاف میں

تکریر و تفسیر کرنی ضعف ایمان و عدم محبت کی علامت ہے۔ کتبہ المسکین غلام رسول

عفی عنہ

فتویٰ علماء کرام نوتہ ضلع راولپنڈی

المحبیب مصیب - خادم العلماء سلطان احمد - الجواب صحیح - غلام محمد مدرس مدرسہ دارالعلوم

المحبیب مصیب

الجواب صحیح

نوتہ ہذا ہوا الحق عدوی

ہر جاگہ بنگری احمد نور محمد است

تاج محمود مہتمم مدرسہ

محمد غلیبی مدرس دوم

ناظم مدرسہ دارالعلوم نوتہ

دارالعلوم نوتہ

مدرسہ دارالعلوم نوتہ

فتویٰ علماء کرام بریلی۔ محمد الشد و المنتہ یہ۔ رسالہ بہت ہی عمدہ اور خوب ہے۔
 البتہ اپنے دستور میں تحریر کی جاتی ہیں۔ اس کا نام بلحاظ تاریخ دشمنوں الاسلام لاصول الکرام

سوال و جواب

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱
 عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی سے
 عفی عنہ محمد بن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح



محمد رضا خان قادری
 ۱۳۱۳
 محمد عبدالرحمن عمر

فتویٰ علماء کرام بھیرہ علاقہ پنجاب۔ ہذاہ المشدہ محققہ عن العلماء الرائین جمیع

الاباء والامہات البنی الکریم الی آدم علیہ السلام من المؤمنین واحادیث المسلم التي توهم خلافها من
 الما بسطہ فی التاريخ الخیس فی احوال انفس النفیس للعلامة حسین بن محمد دیار بکری وقالوا ان
 از عم الخلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام والبودہ تاریخ من المسیمین والمواحدین نور الشریعۃ ازالت
 منتقل من الساجدین فیکفی فی ہذا رسالۃ المتبرکۃ الموسوم بہ ہدایت الغیبی الی اسلام آباء البنی فلا شک
 ان موثقہ من الفاضلین العلماء اکملین ایدہ اللہ تعالیٰ فی یوم البیقین بحر منہ البنی اصحابہ المتقین حررہ
 الفقیر عبد القادر المعروف بہ غلام قادر الحنفی مذسباً والقادری طریقاً والہیروی وطالاً ہوری اقامتہ
 فتویٰ علماء کرام عظیم آباد۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء اجداد سب مسلمان
 تھے علماء کرام کا اسی پر فتویٰ ہے۔ جیسا کہ قاضی ہذا نے لکھا ہے بیکر اللہ حررہ العبد الذلیل محمد

حیدر مدعو بہ غلام صدیق سنی الحنفی الفردوسی عفی عنہ ذنوبہ
 فتویٰ علماء کرام حیدرآباد دکن۔ بیکر حضرت احمد بن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 آباء کرام واجداد عظام من آدم الی عبد اللہ کلہم اہل اسلام تھے اور یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت
 ہے اور یہ بدلائل قویہ ویرا میں حیدرآباد سے ہو سیکر علماء عجمیہ اس سال میں کھلی جو جزاہ اللہ فیہ الخیراء حررہ

العبد الید محمد بن محمد حنفی از قادری الخیدر آبادی عفی عنہ

الجواب صحیح الہی بخش صد مدرس مدرسہ
 ابو العالی آغانی

محمد رضا خان
 ۱۲۲۵

ضمیمہ

قائدہ نقیضہ مخصوصہ از رسالہ شمول الاسلام لاصول رسول الکریم مصنفہ مجدد ماہ حاضریہ

مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب
غفر اللہ لہ

ظاہر عتوان ہائے ہے۔ اور اسم آئینہ مسلمی الاسماء تنزل من السماء سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جب میری بارگاہ میں کوئی قاصد بھیجے تو اچھی صورت اچھے نام کا بھیجو (یزدانی مسندہ و طبرانی فی الاوسط بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نیز آپ فرماتے ہیں۔ زمین کو اس کے نام پر قیاس کرو۔ (رواہ ابن عدی) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ آپ اچھے نام کو دوست رکھتے (رواہ الامام احمد و الطبرانی و المعجمی فی شرح السنۃ) آپ بڑے نام کو بدل دیتے (ترمذی) جب کسی کا بڑا نام سنیے اس سے بہتر بدل دیتے۔ (طبرانی) آپ جب کسی شہر میں تشریف لے جاتے اس کا نام دریافت فرماتے اگر خوش آتا مسرور ہو جاتے اور اس کا مسرور روئے پر نور میں دکھائی دیتا اور اگر ناخوش آتا ناخوشی کا اثر روئے اطہر میں نظر آتا (رواہ ابو داؤد) سب ذرا چشم حق بین سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مراعات الہیہ کے لطافت خفیہ دیکھو نہ آپ کے والد کا نام پاک عبد اللہ کہ افضل اسمائے امت ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ احب اسمائکم الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ پیارے نام عبد اللہ و عبد الرحمن ہیں۔ (مسلم و ابو داؤد اور ترمذی و ابن ماجہ بروایت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک آمنہ کہ امن و امان سے مشتق ہے۔ اور ایمان سے ہم اشتقاق ہے۔

آپ کے دادا حضرت عبد مطلب شیبہ الحکم کہ اس پاک ستودہ مصدر سے

طیب و اطہر مشفق محمد و احمد حامد محمود صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے پیدا ہونے کا بخاری
 آپ کی جدہ ماجدہ بودی، قاطمہ بنت عمرو بن عابد اس پاک نام کی خوبی اظہر من الشمس
 ہے حدیث میں حضرت بقول زہر رثنی اللہ تعالیٰ عنہا کی وجہ تسمیہ یوں آئی ہے کہ
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا انما سماہا قاطمہ لان اللہ تعالیٰ منہا و مجیسا
 من النار۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام قاطمہ اس لئے رکھا کہ اس سے اور اس سے عقیدت
 رکھنے والوں کو آگ و دوزخ سے آزاد فرمایا۔ رواہ الخطیب عن ابن عباس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما۔

آپ کے نانا و مہرب جس کے معنی عطا و بخشش ابن کا قبیلہ نبی زہرا جس کا اصل
 چمک و تالش ہے۔

آپ کی تانی صاحبہ نیرہ یعنی نکو کار (سیرۃ ابن ہشام) یہ تو خاص اصول ہیں۔
 دو دھکی مان اول ثبیرہ کہ ثواب سے ہم اشتقاق ہے۔ اور اس فضل الہی سے پوری
 بہرہ و۔

دو دھکی مان دوم حضرت عظیمہ بنت عبداللہ بن حارث از قبیلہ نبی سعد کہ سعادت
 و نیک طالعی ہے۔ شرف اسلام و صحابیت سے مشرف ہوئیں۔ (التحفة
 الجیمہ فی اثبات اسلام علیمہ) امام مقلطانی، جب روز جنین حاضر بارگاہ ہوئیں
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ان کے لئے قیام فرمایا اور اپنی چادر انور چھا کر
 بٹھایا (الاستیعاب عن عطاء بن یسار)

آپ کے رضاعی باپ حارث سعدی یہ بھی شرف اسلام و صحبت سے مشرف
 ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم فرماتے ہیں احد قہا حارث و ہم نام سب ناموں
 میں زیادہ سچے نام حارث و ہم نام ہیں۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد والپ و او و نسائی
 آپ کے رضاعی بھائی عبداللہ سعدی یہ مشرف باسلام و صحبت ہوئے۔

(ابن سعد)

آپ کی رضاعی بڑی بہن کہ حضور صلی اللہ علیہ و سلم کو گو د میں کھلائیں سینے پر لگا کر دعا کیے

اشعار عرض کر تیں سلاہیں یا سنئے وہ بھی حضور کی ماں کہنا ہوتی۔ یہاں سعدیہ یعنی نشان
والی علامت والی جو دور سے چمکے یہ بھی مشرف ہا سلام و صحابیت ہوئیں۔ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علیہ حضور کو گود میں لئے راہ میں جاتی تھیں۔ تین تو جوان
کنواری لڑکیوں نے وہ خدا بھائی صورت دیکھی جوش محبت سے اپنی پستانیں
میں اقدس میں رکھیں تینوں کے دو وہ اتر آہستہ بکیزہ بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔
جس کے معنی زن شریفہ رئیسہ کریمہ سرا یا عطر کو دینوں قبیلہ نبی سلیم سے تھیں۔
کہ سلامت سے مشتق ہے۔ اور اسلام سے ہم اشتقاق ہے زابن عبدالبرنی
الاستیعاب بعض علماء نے حدیث انا ابن العوامک من سلیم کو اسی معنی پر
محمول کیا لاسہیل، اقول: کسی نبی نے کوئی ایسی کسبت اور کرامت نہ پائی کہ ہمارے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی مثل بلکہ اس سے بڑھ کر عطا نہ ہوئی یہ اس مرتبے کی تکمیل
تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام کو خداوند تعالیٰ نے کنواری بتول کے پیٹ سے بے باپ کے
پیدا کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تین عقیقہ لڑکیوں کے پستان میں دو وہ پیدا
فرما دیا صحیح آنچہ خواہاں ہمہ دارند تو تنہا واری صلی اللہ علیہ وسلم امام ابو بکر ابن العربی فرماتے
ہیں۔ لم تر ضعہ مرصعہ الا سکت یہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ختنی بی بیوں نے دو وہ پلایا
سب اسلام لائیں۔ ذکرہ فی کتابہ سراج المریدین اچھلا یہ تو دو وہ پلانا تھا۔ کہ انہیں بھی
یزمیت ہے۔ آپکی مرصعہ کا نام پاک برکت اور ام ایمن رضی اللہ عنہا کنیت کہہ بھی گئیں و
برکت و راستی و قوت یہ بطلہ صحابیات سے ہوئیں۔ یہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرماتے انت
امی بعد امی تم میری ماں سے بعد میری ماں ہو۔ راہ ہجرت میں انہیں پیاس لگی۔ آسمان سے
نورانی رسی میں ایک ڈیل اترا پی کر سیراب ہوئیں پھر کبھی پیاس نہ معلوم ہوئی۔ سخت
گرمی میں روزے رکھتیں اور پیاس نہ ہوتی۔ راہ ابن سعد پیدا ہوتے وقت جنہوں
نے آپ کو اپنے ہاتھوں پر لیا ان کا نام پاک دیکھے شفا و ولہ العزم یہ حضرت عبدالرحمن کی لدا اور صحابہ جلیلہ
ہیں اور ایک بی بی جو وقت لادت میں تھیں فلما بنت اللہ تقیہ بھی صحابیہ ہیں سنی لکھا عنہا نظر انصاف
چاہیے کہ ان مبارک ناموں کا اجتماع اتفاقی بلکہ عنانزل کے جان کر نام رکھے پھر یہ تھا خود کہ ہواں نو پاک بوسے ناک
و لکھی بجا وہ کوسے کا اولوں یعنی کفر شرک کو اس کے حضور نظر کھینکا۔ عاتکہ و ابان مسلمان کھلا ہواں

تقریظ

از عمدة الفضلاء رئیس الفقہاء علامہ زمانہ حضرت مولانا غلام رسول گوہر
جماعتی نعتیہ ایڈیٹریٹ ماہنامہ ازالہ الضمیر قندھار

جنوری اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کی بحث بلحاظ ان کے ایمان کے قدیم و جدیداً مختلف ہے۔ اس موضوع میں علماء متقدمین و متاخرین نے بہت اختلاف کیا ہے۔ مگر اکثر علماء جن کے علم و فضل و قیام ساری اسلامی دنیا کو علماً و عملاً منور کر رہا ہے۔ انہوں نے اپنی تصنیفات و رسائل میں دلائل و براہین پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ حضور پر نور شافع یوم النشور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب اور آپ کی والدہ ماجدہ طاهرہ حضرت آمنہ بنت وہب مومنین، بچلت یافتہ اور حنتی ہیں۔ علماء سابقین کی اس موضوع پر عربی یا فارسی زبان میں کتابیں لکھی ہیں جن سے علماء ہی استفادہ کرتے ہیں، عوام چنگو عربی فارسی کا علم نہیں ہے، ان کتب کو پڑھنے سے فاروقی

میرے مسنون دوست حضرت مولانا علی احمد صاحب چشتی خطیب جامع مسجد چک ۳۵ جنوبی ضلع مرگودھانے خلوص نیت سے عامۃ المسلمین کے عقیدہ کو صحیح کرنے اور رب تعالیٰ سے ثواب پانے کی نیت سے حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابوین کے ایمان کو ثابت کرنے کے مسئلہ کو اپنی کتاب "نور الہدای" نے "نور المصطفیٰ" میں دلائل و براہین عقلیہ و نقلیہ سے بڑی تفصیل و وضاحت سے حوالہ قلم کیا ہے۔ اس کتاب کی تصنیف میں تمام عربی اور فارسی منظوم و منثور کتب و رسائل سے جنکو متقدمین و متاخرین سے بزرگ علماء نے تصنیف کیا ہے، استفادہ کیا ہے۔

اپنی کتاب کو مولانا نے کئی ابواب پر منقسم کیا ہے۔ ہر باب میں آپ کے ابوین بلکہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام تک آپ کے تمام آباء و اہبات کی کفر و شرک کی ذمہ داری و نجاست سے طہارت و طہانہ کے متعلق جس چیز کو شروع کیا ہے اس پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور مستند اور متداولہ بین الغلام کتب کی عبارات سے اس کو مؤید و مثبت کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا، مولانا نے کتب متعددہ اور روایات متکثرہ سے

ثابت کیلئے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہ صرف الیوم ہی ایمان دار ہیں بلکہ آپ کے صحیح کلام و امہاتِ دولتِ ایمان سے مالا مال ہیں اور ان سے کوئی بھی مشرک و کافر نہیں ہوا، سب توحید کے قائل اور ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ آپ نے اس کا استدلال آیہ کریمہ و تفلینک فی المساجدین سے کیلئے کہ مساجدین سے مراد مومنین و مسلمین ہیں اور تفلب سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے آپ کی پشتوں اور اپنی اہمیت کے رجحوں میں قرناً قرناً منتقل ہونا ہے۔ اس کی تائید و تقویت میں بہت حدیثیں بااستاد پیش کی ہیں اور ان کا ماخذ و مخرج بھی بیان کیا ہے اور منکرین و مخالفین کے سوالات و اعتراضات نقل کر کے ان کے مسکتے جواب بھی دیئے ہیں۔ میں نے اس کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھا ہے، اس لئے کہ مولانا نے اس کتاب کو میرے توسط سے چھپوایا ہے۔ میں نے اس کا مسودہ پڑھا اور پھر کتابت کے بعد کامیوں کی تصحیح کی۔ اس کے بعد چھپنے سے قبل اس کا پروف بھی پڑھا، اس لئے میں پورے وثوق اور اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ اہلسنت و جماعت کے لیے یہ کتاب بڑی مفید اور ایمان کو تازہ اور درخشاں کرنے والی ہے۔ اس کا ایک ایک تسنہ ہر محبِ رسول کے گھر میں ہونا لائق ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب کا صدقہ حضرت مولانا کی یہ سعی مشکور فرمائے اور مسلمانوں کو اس کتاب کے پڑھنے کا شوق اور خریدنے کی توفیق ہو۔ اس پر فتنہ زماں میں کہ مادیات کی بادِ حرص چل رہی ہے اور روحانیت کے چراغ ٹٹا رہے ہیں۔ اسی کتابوں کا پڑھنا ازلیسِ مزوری ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُولِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَاتَّبَاعِهِ
اجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ

خاکپانی ردویشاں عاصی پرعیب و معاصی فقیر علی احمد بن مولوی سلطان احمد طبیب
مرحوم و مغفور نورانی شہر مرقده و برد اللہ مبنیجہ مولدا سکنة ملکہا نوالہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ
الآن مسکنہ چک ۱۳۱ جنوبی مضافات ضلع سرگودھا جمیع برادران اہل اسلام کی خدمت میں گزارش
کرتا ہے۔ بعض اہل اسلام کا عقیدہ دربارہ ابوبن شریفین جناب سرور کائنات فخر موجودات
خاتم الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین حبیب رب العالمین حضرت محمد رسول اللہ علیہ التحیۃ
والسلام ما دامت الیالی والایام کے متعلق نہایت بے ادبانہ اور بیجا گستاخانہ ہے۔
اعاذنا اللہ منہا کہ وہ دونوں بشک و کافر اور جہنمی ہیں۔ لہذا اس عاجز نے اس مسئلہ کی
تحقیق شروع کر دی اور عرصہ دراز تک کتب کتبہ تفاسیر و احادیث کی دیکھ بھال کی گئی الحمد للہ
کہ کئی سال کی محنت اور تفاسیر و احادیث کے مطالعہ سے ان کا ایمان اور نجات ثابت ہو گئی۔
ایک اور گروہ کثیر مفسرین و محدثین فقہاء و منکلبین علمائے راسخین فی الدین کے نزدیک
ان کا ایمان و نجات ثابت ہے اور ان کے دلائل بے حد قوی قابل قبول ہیں۔ طالب حق
کے لئے یہی بات قابل اعتماد اور اقرب الی الصواب ہے۔ اس واسطے اس ناچیز قلیل البینا سے
نے بغرض مسلام اور ہم مددی اور خیر خواہی برادران اسلام کے سماء ابوبن گرامی کے تحریر

کرنے کی جرات کی ہے۔ انشاء اللہ مجھے قومی امید ہے۔ میرے دینی بھائیوں سے اہل سعادت و ارباب بصیرت کو یہ تالیف لطیف مشعل ہدایت کا کام دے گی، اور ان کی راہبری کا کام کرے گی اور حضور پر نود کے والدین گرامی کے متعلق ان کی غلط فہمی دور ہو جائے گی۔ اگرچہ سرداران دینی کو اس کے مطالعہ سے فائدہ پہنچا تو میری محنت رائیگاں نہ ہوگی اور مجھ عاصی کو نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشنودی سے خاتمہ بالآخر کی سعادت نصیب ہوگی۔ **بِاللَّهِ التَّوْفِيقُ هُوَ الْمَوْفِقُ لِلصَّوَابِ**۔

میں نے اس رسالہ کا نام نور الہدای فی اباؤنا الصلحی رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ میری کوشش قبول فرمائے آمین یا رب العلمین بجزمۃ ظہر الیسین۔

عزمن نقتے است کز ما یاد ماند!
مگر صاحبِ کج روزے بچت
کہ ہستی رکنے بیہم بقائے
کند و رحق میں مسکین دوائے

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہا و نور عرشہا
ومظہر لطفہ محمد و آلہ واصحابہ و اولیاءہ و
اشیاعہ اجمعین بجزمتک یا ارحم الراحمین

سبب تالیف کتاب

رواہ اشعخین عن ابیریرہ رضی اللہ عنہ قال لولا انیتان انزلہما فی کتابہ ما بدت شیئا ابداً قوله تعالى فان الساعين يكتبون ما انزلنا من البيئات و
 هدى من بعد ما بيناه للناس في الكتاب اولئك يلعنهم الله ويلعنهم
 اللا عنون (سورة لقرب) وقوله تعالى: واذا اخذ الله ميثاق الذين اوتوا الكتاب
 يتبينون للناس ولا تكتونه فنينوا ورايون ظهونهم (آل عمران)

بخوبی و ستم نے سیدنا حضرت ابیریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اگر قرآن مجید اور
 قرآن مجید میں یہ دو آیات بیانات موجود نہ ہوتیں تو میں کبھی احادیث بیان کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ اللہ
 مال نے فرمایا ہے۔ جو لوگ اس چیز کو چھپاتے ہیں جو ہم نے نازل کی ہے۔ کھلی کھلی آیات اور ہدایت سے
 چھپے اس بات کے کہ ہم نے اس کو قرآن مجید میں لوگوں کی راہ نجاتی کے لئے بیان کیا ہے۔ یہ وہ
 آیت ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اور لعنت کرنے والوں نے لعنت کی ہے۔ دوسری آیت یہ ہے۔ جب
 اللہ تعالیٰ نے عہد و پیمان ان لوگوں سے جس کو کتاب دی ہے (مانند یہود و نصاریٰ کے) البتہ
 ضرور بیان کرو تم لوگوں پر نعمت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو، اور اس کو چھپانے کی کوشش نہ کرو
 اندھا حسد و حسد کے، ان لوگوں نے اپنے عہد و پیمان کو پس پشت ڈال دیا۔ تفسیر خازن میں ہے
 اس آیت گرامی کا نزول بحق علمائے یہود کے ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے دیدہ و دانستہ نبی صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و شمائل اور ان کی نعمت شریعت کو اور آیتہ رحیم کو تورات شریف میں مخفی
 کیا۔ قیل الاية على العموم فيمن حكتم شيئاً من امر الدين لان اللفظ عام والعبارة
 عموم اللفظ لا مخصوص السبب ومعنى الحكتم ترك اظهار المشي مع الحاجة الى بيانہ
 بعض علماء کرام رحمہم اللہ علیہم نے کہا ہے۔ یہ آیت عام ہے۔ ہر اس شخص پر عائد ہے جس نے
 عہد نبی سے عہد کسی بات کو پوشیدہ رکھا، باوجود حاجت اظہار کے۔ کیونکہ ہمیشہ عبرت

عام الفاظ سے ہوتی ہے نہ خصوص سبب نزول سے۔ کتم اور کتلن کے معانی کسی چیز کے اظہار کو ترک کر دینا یا وجود اس کی حاجت اظہار کے۔ ان اللہ اوجب علی علماء التوراة والا انجیل ان یشرحوا للناس ما فی هذا الكتابین من الدلائل الدالة علی نبوة محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان ظاہر الامیة انکان مخصوصاً بعلمایہما اهل الكتاب وھم الیہود والنصارى فلا یجوز ان یدخل علماء هذا صلیتہ الاسلامیة فیہ لانتہ اهل الكتاب وھو القرآن۔ اللہ تعالیٰ اجل رشتائے علمائے یہود و نصاریٰ سے پر واجب کیا تھا کہ لوگوں پر ان باتوں کو واضح طور پر بتیان کریں۔ جو تورات اور انجیل میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدق نبوت و رسالت پر شاہد ہیں۔ اگرچہ اس آیتہ شریفہ کا نزول بحق علماء اہل کتاب کے ہے۔ اور یہ بات بھی بعید از قیاس تھیں۔ کہ اس حکم میں ہمارے علماء کرام بھی شامل ہوں۔ کیونکہ وہ بھی اہل کتاب یعنی صاحب قرآن مجید کے ہیں۔ قال قتادہ رضی اللہ عنہ ہذا میثاق اخذہ اللہ تعالیٰ علی اهل العلم فمن علم شیئاً فلیعلمہ ایاکم وکون العلم فانہ ہلکة۔ امام قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ یہ وہ عہد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اجل جلالہ نے اہل علم حضرات سے لیا تھا۔ کہ جو شخص تم سے کسی بات کو جانتا ہو۔ وہ دوسروں کو تعلیم کرے۔ خبردار علم کے پھپھانے سے بچو۔ کیونکہ کتمان علم ہلاکت اور بربادی کا باعث ہوتا ہے۔ ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ جو عالم کسی علم کی بات کی نسبت پوچھا گیا، مگر اس کو جان پہچان کر پوشیدہ رکھا، قیامت کو اس کے منہ میں آگ کی لگام پھنائی جاوے گی۔ اعادنا اللہ عنہا۔

علامہ زماں سید احمد حموی شارح اشباہ والنظائر ص ۲۵۲ نے اور مولانا شیخ اسماعیل صاحب حق مصری صاحب روح البیان ص ۱۱۱ جلیما اول مطبوعہ دیوبند رقم طراز ہیں :-

اعلم ان السلف اختلفوا فی ابوی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هل مات علی الکفر ام لا فذهب الی الاقل جمع ومنہم صاحب التیسر وذهب الی الثاني جماعة منہم متمسکین باطریقہ والہ وجمع علی طہارۃ نسبہ الشریفیۃ علیہ الصلوۃ والسلام من دس الشوک وشیون الکفر۔ ونفر من المجمع اولوا بنجاتہما من النار منہم الامام القرطبی

أَنبَأَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَحْيَاهَا لَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَافْتَابَهَا - اے طالب حق - تو
 میں بات کو صدق دل سے جان لے۔ کہ علمائے سلف صالحین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے دیکھا ابوبن
 شرفین نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختلاف کیا ہے۔ کیا ان کی وفات شریف کفر کی حالت میں
 ہوئی ہے۔ یا نہ ایک گروہ نے قول اول کو اختیار کیا ہے۔ ان میں سے صاحب تیسیر کے ہیں۔ اور
 ایک جماعت نے قول ثانی کی طرف رجوع کیا ہے۔ ان لوگوں نے ان احادیث شریف سے استدلال
 کیا ہے جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف کی طہارت اور پاکیزگی ثابت ہوتی
 ہے۔ شرک کی پیدائی اور کفر کی ذلت سے۔ پہلی جماعت سے بعض لوگ ان کی نجات از نذر جہنم کے
 قائل ہیں۔ ان میں سے امام قرطبی کی بلند شخصیت ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔ کہ خداوند کریم نے ابوبن
 شرفین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے زندہ کیا۔ پھر وہ ایمان لاکر تمبرہ مسلمان میں داخل
 ہو گئے، الغرض علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی کا ایمان
 اور ان کی نجات میں طریقوں سے ثبات کیا ہے، ایک گروہ علماء نے ان آیات و احادیث شریف
 سے استدلال کیا ہے۔ جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت نسبی پر دلالت ہیں۔ ان لوگوں نے حضور پر نور
 کے والدین گرامی سے لے کر تائب تا بہتر آدم صغریٰ اللہ اور ام البشر مائے حواء صاحبہ علیہما السلام تک
 تمام سلسلہ نسب گرامی کے جملہ مرد و عورت کو کفر و شرک کی نجاست سے بری الذمہ قرار دیا،
 وہ سب ملت توحید پر قائم تھے، ان سب کا دامن کفر و شرک کی آلودگی سے بالکل پاک ہے
 مجدد و مائتہ عاشرہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیفات میں یہی مسلک اختیار کیا،
 (۲) علمائے کرام کے ایک گروہ نے احادیث اعیان ابوبن شرفین سے استدلال کیا ہے۔
 وہ کہتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی بعد از وفات بموقعہ حجۃ الوداع
 حضور کی دعاء سے زندہ کئے گئے۔ اور دعوت اسلام قبول کرنے کے بعد معافوت ہو گئے
 اجداد علمائے ما وراء النہر سے شیخ شمس الدین کروری حنفی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قرطبی کا
 یہی مسلک ہے۔

(۳) بعض علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اثبات ایمان ابوبن گرامی میں ذکر کیا ہے۔ کہ ہمارے
 آقائے نامدار تاج دار مدنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باپ کی پیدائش زمانہ فترت انبیاء میں

میں ہوئی ہے۔ ان دونوں نے حضور کی بعثت کا زمانہ نہیں پایا۔ آپ کے زمانہ طفولیت میں فوت ہو گئے۔ اس لیے وہ موافق قاعدہ اصول اسلام معذور اور سزاوار عذاب کے نہیں۔ لفظہ تعالیٰ و ما کتا معذبین حتی بعثنا سولاً بنی اسرائیلؑ اور ہم ان کو عذاب کرنے والے نہ تھے۔ یہاں تک کہ ہم رسولوں کو مبعوث کریں تا براہاں وہ ذوقہ تحت احکام الہالیان زمانہ فترت انبیاء کے شمار کے جاویں گے۔ الہالیان زمانہ فترت بالکل معذور ہیں، اور قابل مواخذہ کے نہیں اس احقر العباد فقیر حقیر نے اس لحاظ سے اس تالیف کو تین ابواب پر ترتیب دیا ہے۔ باب اول طہارت نسب شریف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں باب دوم احیاء الہدیین شریفین کے بیان میں۔ باب سوم الہالیان فترت کے احکام میں۔ ولکناس فیما یعقون مذاہب اللہ امتی علی حبہ وحب الہ و اصحابہ و اولیاءہ و اراذلنا شفاعتہ و استقامتہ و شہادۃ الہیہ

بمختصر جناب سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد الرسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

وانت لکل الخلق بالحق مرسل	یا رسول اللہ انت اعظم کائنات
وانت منذ الحق تعلو و تعدل	علیک مدار الخلق اذا انت قطبہ
و باب منہم علیہ منہ الحق یخسل	فواذک بیت اللہ و ادع لہم
فقی کل من منہ اللہ منہل	شیایع علم اللہ منہ منجرت
فکل من لہ فضل منک تفضل	منحت بفضیض الفیض کل منفضل
لا یک بانواع الکمال یحسن	نظمت نشا الانبیاء فتاجم
و یا قدرۃ الاطلاق او تیسلس	یا اے الامداد و تقطتہ خطبہ
و حقک لا ارسلوہ لانا اتول	فحال یحول القلب عنک و اتنی
صلوۃ اتصال عنک تفضل	علیک صلوات اللہ منہ تو اصلت

باب اول۔ طہارت نسب نبی مکرمؐ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں

(۱) قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اجْل جَلَّالَهُ فِي الْقُرْآنِ الْمَجِيدِ الَّذِي يَزُوكَ حِينَ تَقُومُ وَتَقْلِبُكَ فِي السَّاجِدِينَ

جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو کھڑا ہوتی ہے۔ (سورۃ شعراء پ ۱۹)

جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے۔ نماز کو۔ اور تمہارا گردش کرنا بیچ سجدہ کرنے والوں کے

قال ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اراء تَقْلِبُكَ فِي الْاَصْلَابِ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِي

الِى نَبِي حَتَّى اُخْرِجَكَ فِي هَذَا الْاُمَّةِ۔

مفسر قرآن مجید سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس عم النبی رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ آیت تَقْلِبُكَ سے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کا پشت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں گردش کرنا

مراد ہے یعنی ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت مبارک میں نقل کرنا مراد ہے۔ یہاں تک

کہ حضور پر نور اس امت مرحومہ میں مبعوث ہوئے۔ خازن ص ۵ جلد ۵ مدارج النبوت ص ۵ ج اول

(۲) معالم التنزیل مصری بر حاشیہ خازن جلد پنجم ص ۱۸۱ السنۃ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

قوله تعالى وتقلبك في الساجدين شعراء والساجدون هم الانبياء قال عطاء و

قائین عباس رضی اللہ عنہما اراء وتقلبك من نبي حتى اخرجك في هذه الامة

اور تمہارا ساجدین میں گردش کرنا ہے اور ساجدین سے مراد حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

ہیں، عطاء اور ابن عباس خدا ان سے راضی ہونے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات

عالی کا ایک نبی سے دوسرے نبی کی پشت مبارک میں گردش کرنا اور انتقال کرنا مراد ہے۔ یہاں تک

کہ آپ کو اس امت مرحومہ میں پیدا کیا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ساجدین کی تفسیر انبیاء سے کی ہے۔ آپ نے قول کی تصدیق اور

تائید میں عطاء اور ابن عباس کی تفسیر نقل کی ہے۔

(۳) امام قاضی عیاض مالکی صاحب کتاب الشفا فی حقوق المصطفیٰ مصری جلد اول ص ۱۰۰ پر لکھتے ہیں :-

قوله تعالى وتقلبك في الساجدين قال ابن عباس رضی اللہ عنہما من نبی الی

نبی حتى اخرجك نبیا۔ اور گردش کرنا تمہارا بیچ سب سے کہنے والوں کے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ

نے کہا ہے کہ ساجدین سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نبی سے دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک میں گردش کرنا مراد ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح میں ہمیشہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پشتوں میں گردش کرتے چلے آتے ہیں۔ نسیم الریاض ترجمہ شقائی عیاش ص ۱۲ (۴) تفسیر جامع البیان حاشیہ جلالین مجتبیٰ دہلی ص ۳۱۲ میں ہے۔

قوله تعالى وتقلبك في الساجدين اي تقلبك في اصلاب آباءك الاثنياء من نبي الى نبي حتى اخرجك نبيا۔ اور گردش کرنا تمہارا بیچ سجدہ کرنے والوں کے کہا اس سے مراد حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے آبا و اجداد حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مبارک پشتوں میں پھرتے آنا مراد ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی کر کے نکالا۔

(۵) تفسیر صاوی علی الجلالین جلد سوم ص ۲۸۷

تحت قول الله تعالى وتقلبك في الساجدين والمراد بالسااجدين المؤمنون والمعنى بركة متقلباً في اصلاب وارحام المؤمنين من كون آدم الى عبد الله فاصولاً جميعاً مؤمنون۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور گردش کرنا تیرا بیچ سجدہ کرنے والوں کے۔ ساجدین سے مراد اہل ایمان ہیں۔ آیت ہذا کے یہ معنی ہیں۔ یا رسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ حضور پر نور فداہ رودھی کی ذات گرامی کو بیچ عالم ارواح کے ہمیشہ اصلاب آباء کرام اور ارحام اہل ایمان میں امتعال پذیر ہوتے دیکھتا رہا ہے۔ سیدنا بہتر آدم صلوٰۃ اللہ علی نبینا وعلیہم السلام سے لے کر حضور پر نور کے والد ماجد سیدنا حضرت عبد اللہ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آبا و اجداد اور سب اہل ایمان و جدات مع آپ کے والدین گرامی کے سلسلہ سلسلہ بہتر آدم و مائی صاحبہ جو علیہا السلام تک سب کے سب ایمان دار تھے۔ کوئی شخص ان میں سے کافر و مشرک نہ تھا۔ یہ آیت کریمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصول مرد و عورت کی طہارت پر شاہد ناطق ہے۔ اکثر مفسرین کرام اور علمائے عظام نے اس آیت مشرفیہ سے جناب سرور کائنات فخر موجودات سیدنا لکونین نبی الحرمین امام القبلیین سیدنا وشفیعنا حضرت محمد الرسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مع امانہ کرام الی یوم القیام کی ہلہلہ آہنی پر استدلال کیا ہے، بلکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اہل بیت نبوت سے منسقرآن سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ تفسیر ہے۔

من آنچه شرط بلاغت با تو میگویم تو خواه از سخنم پندگیری خواه طلال
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اجل شانہ نے
لوقات کی پیدائش کا ارادہ کیا، اس وقت اپنی قدرت کاملہ سے اپنے نور پاک سے نور نبی اکرم
لیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا۔ بعد ازاں پھر اس نور مبدیہ کو خطاب کیا۔ کوئی جیسی محتداً
میرے محبوب و مطلوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ بارک و سلم کی صورت
بارک میں جلوہ نما ہو جا۔ وہ نور پاک مہتر آدم صلی اللہ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے پانچصد
سال تک شب روز عرش بریں کا طواف کرتا رہا، اور ہر آن خدا کی حمد و ثناء تسبیح و تقدیس میں
مغول رہا، خدا نے کہا۔ میں نے تیری حمد و ثناء کی کثرت سے تمہارا نام نامی اور اسم گرامی محمد
رکھ دیا ہے۔ یعنی کل دنیا کی تعریف و ثناء کے لائق بعد ازاں خالق کائنات نے حضور پر نور
یے نور گرامی سے ابوالبشر مہتر آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جدا کیا۔ اور پھر طینت حضرت آدم
لیہ السلام سے جناب سید الاولین و الآخین رحمۃ للعالمین حبیب خدا صاحب قاب قوسین او ادنی
اجداد و انبیاء و مرسلین شہنشاہ معظم سرکار دو عالم نبی مدنی علیہ من الصلوٰات افضلہا و من
تحمیات اکملہا کا وجود مبارک بنایا گیا۔ جب رب العزت نے نور محمدی کو مہتر آدم علیہ السلام کی
پشت مبارک میں داخل کیا۔ تو طاع اعلیٰ اس نور گرامی کے ادب و احترام اور اس کی تعظیم و توقیر
و خاطر مہتر آدم علیہ السلام کی پشت گرامی کے پیچھے دست بستہ صفیں باندھے کھڑے
رہتے تھے۔ اور نگاہ شوق و محبت اس نور انور کی طرف دیکھتے رہتے تھے۔ ایک روز مہتر آدم
رضی اللہ عنہ نے جناب باری سے سوال کیا، بار خدایا، یہ کیا بات ہے، کیوں یہ سب فرشتے میرے
پیچھے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ فقال اللہ تعالیٰ منظورون الیٰ نور محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم۔ حکم ہوا برائے اشتیاق رؤیتہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرض کیا، بار خدایا
تو بے حد بی ادبی اور نہایت گستاخی کا موجب ہے۔ خدا دندا۔ تو اس نور مبارک و معظم کو
میری پیٹھ سے منتقل کر کے میری پیشانی میں جلوہ گرہ کر دے۔ جب پروردگار عالمیان نے تاجدار
کا مدنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور گرامی کو حسین آدم میں جلوہ گرہ کر دیا۔ سب فرشتے نور محمدی کی
تعظیم و تکریم کے لئے آپ کے مقابل صف باندھ کر کھڑے رہتے۔ ایک روز مہتر آدم علیہ السلام کے دل

مبارک میں اس نور گرامی کے دیدارِ بجزاویں کا خیال آیا۔ آپ نے دعا کی۔ یا اللہ العالمین تو میرے دل کے تڑپ کو بہتر جانتا ہے۔ میرا دل اس نور گرامی کی روت کہے حد مشتاق اور اس کی لقاء کا نہا

آرزو مند ہے۔ یا الہی تو مجھے اس نور مبارک کے دیدارِ ہمایوں سے شرفِ قربتِ اللہ تعالیٰ عطا فرما

اپنے حبیبِ گرامی کا نور مبارک ہتر آدم علیہ السلام کی انگشت شہادت کے ناخن میں جسلوہ کر کے ہتر آدم علیہ السلام نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف بلند کیا۔ کہا۔ اشہد ان لا

الا اللہ واشہد ان محمداً عبداً ورسولہ اس وجہ سے یہ انگلی پیامِ انگشت شہادت اور اس کے نام نامی سے موسوم ہوئی۔ کیونکہ اس کے ہمراہ توحیدِ خدا کا اقرار کیا جاتا ہے وجہ یہ ہے کہ اس کو

رگِ دل کے بالکل قریب ہے۔ پھر ہتر آدم علیہ السلام نے جنابِ ربانی سے سوال کیا۔ خداوند! کیا اس نور گرامی ہنوز کچھ حصہ باقی موجود ہے۔ فرمانِ ربانی صادر ہوا، آپ کے اصحابِ خلفائے اربعہ

رضی اللہ عنہم کا نور گرامی باقی ہے۔ کہا۔ بارِ خدا یا تو اپنے فعلِ عمیم سے اس کو میری دوسری انگلیوں سے انتقال فرمایا۔ تب بحکمِ باری تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نور گرامی انگشتِ وسطیٰ میں

سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا نور مبارک انگشتِ بنصر میں اور سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نور گرامی انگشتِ خنصر میں اور سیدنا و مولانا و مولیٰ اہل المؤمنین امیر المؤمنین حضرت علی

کریم اللہ وجہہ کا نور گرامی ابہام یعنی ترا انگشت کے ناخنوں میں ظاہر کیا گیا۔ ہتر آدم علیہ السلام نے فرطِ محبت ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر رکھا۔ نزہتہ المجالس مصری جلد ۲ ص ۱۲۹

مواہب لدنیہ مصری ص ۱۱۱ جلد اول۔ لما خلق اللہ حواء لتسکن الی آدم علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ اہل شائے نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ہتر آدم علیہ السلام کی پاپی پہلو کی پسی سے ام البشر حضرت

حواء علیہ السلام کو پیدا کیا۔ تاکہ آپ کی صحبت میں بود و باش اختیار کریں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ ہم جنس ہونے کی وجہ سے آپس میں مانوس رہیں۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوترہ یا کبوترہ یا نہ با باز جب مانی صاحبہ پر ہتر آدم علیہ السلام کی صحبت کا اثر رونما ہوا ان ایام مبارک میں

قدرتِ ربانی سے مانی صاحبہ کے لہن مبارک سے بیسی شکریوں میں جنالین توام یعنی جوڑہ جوڑہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے، صرف ایک مولود عقیدہ بنام شیت علیہ السلام اکیلے تو

ہوئے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے بہتر کے بعد منصب نبوت سے سرفراز کیا۔ فلما توفي آدم عليه السلام كان شيث عليه السلام وصياً على اولاد آدم ثم اوصى شيث ولده اوصيته آدم ان يوضع هذا النور الا في المطهرات من النساء ثم لم ينزل هذا الا الوصية من قوت الى قوت الى ان اوصى الله

تعالى النور الى عبد المطلب وولده عبد الله۔ جب تقدیر ربانی سے بہتر آدم علیہ السلام کی وفات شریف واقع ہوئی۔ پھر آپ کی اولاد گرامی سے حضرت شیت علیہ السلام وصی مقرر ہوئے پھر اپنے بھی اپنے بیٹے کو بہتر آدم علیہ السلام کی وصیت سے خبردار کیا، اور تاکید شدید کی کہ اے میرے نور نظر اور نعت بجز آگاہ نہ ہو۔ کہ اس نور مبارک کو پاکیزہ عورتوں کے بطون میں بوجہ حلال سپرد کریں، پھر یہ وصیت کا سلسلہ تسلسلاً بعد نسل ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ تک متواتر جاری رہا، یہاں تک کہ خداوند کریم ردف الرحیم نے اس نور مبارک کو حضور پر نور کے جد اعلیٰ سیدنا عبدالمطلب اور ان کی اولاد گرامی سیدنا حضرت عبداللہ والد ماجد آل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ نور اور سپرد کیا

يارب صل وسلم دائماً ابداً
على روح النبي بدر الدجى محمدى

معارج النبوة ص ۱۲ جلنا وک۔ چوں انوش بحد بلوغ رسید۔ شیت علیہ السلام اور اسخواند۔ گفت اے سپر من پدر من بہتر آدم از براتے حفاظت این نور گرامی عهد و میثاق از من بستید من نیز این عهد و میثاق را از تو می ستانم۔ کہ در غیر معصومات وضع این نور نکلی۔ انوش قبول نمود جس وقت بہتر انوش حد بلوغت کو پہنچا، ایک روز بہتر شیت علیہ السلام نے اس کو بلکہ کہا۔ اے میرے نور نظر میرے والد محترم سیدنا حضرت آدم علیہ السلام نے مجھ سے اس نور محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی نگہبانی کے لئے عهد و اقرار لیا تھا۔ آج میں بھی حسب وصیت پدر خود تجھ سے یہ عهد و اقرار لیتا ہوں، خبردار۔ کہ اس نور گرامی کو عصمت فروش مستورات کے ارہام میں سپرد نہ کریں انوش نے بسرو چشم اس وصیت کو منظور کیا۔

یکذا فی المدارج

حضرت ملا جلال سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مسالک الخفاء ص ۱۲ پر تحریر کرتے ہیں :-

قال ابن عباس فی تاویل قول اللہ تعالیٰ وتقلبك فی الساجدات ای تقلبک من

اصلاب اہلک اھریقہ من اہلک فی اب الی ان جعلک نبیاً۔ کہا عبدالعزیز ابن عباس رضی اللہ

عہدہ نے تفسیر یہ قول خدا کے اور گردش کرنا تیرا بیچ سجدہ کرنے والوں کے یعنی نور محمد ص ۱۲ کا گردش کرنا

پنج پاکیزہ پشتوں کے ایک باپ کی پشت مبارک سے دو سکر والد شریف کی طرف یہاں تک کہ آپ کو منصب نبوت و رسالت سے ممتاز کیا گیا۔

گر نہ بنید برادر شپرو چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

مجدد مائتہ عاشرة امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نور کی وصیت کے قصہ سے اپنی تصنیف میں ابوبن شرفین کے ایمان دار ہونے پر استدلال کیا ہے، بلکہ حضور پر نور سرور کائنات فضل جملہ موجودات صدر دیوان نبوت و رسالت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام سلسلہ نسب جملہ رجال و نساء تا مائتہ ہتر آدم صغی اللہ علیہ السلام و ام المؤمنین سیدۃ النساء مائی خرا علیہا السلام تک سب کا دولت سعادت ایمان سے ممتاز و مکرم ہونا بیان کیا ہے، اکثر اہل تحقیق نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔ اس واقعہ کو حاکم شمس الدین ابن ناصر الدین دمشقی مؤثر شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بیایات ذیل نظم کیا ہے

تنقل احمد نور عظیم قلاؤلا فی جبین ساجدینا

تقلب فیہم قرنا بعد قرن الی ان جاء خیر المرسلینا

کتاب الشفاء فی حقوق المصطفیٰ امصری جلد اول ص ۱۲۲ میں ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما خلق اللہ

آدم اہبطنی فی صلبہ الی الارض وجعلنی فی صلب نوح فی السفینة وقد فنی فی

التاب فی صلب ابراہیم ثم لم یزل یقلبی من الاصلاب الکریمۃ الی اسحام الطاہرۃ

حتی اخر جنی من بین ابوی لم یلتقی علی سفاح قطوالی هذا اشار عباس بن

عبد المطلب فی قصیدتہ۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے

جب تبارک و تعالیٰ نے ہتر آدم کو پیدا کیا، تو مجھے اس کی پشت مبارک میں زمین پر نازل کیا۔ پھر مجھے

ہتر نوح علیہ السلام کی پشت مبارک میں کشتی میں سوار کیا، بعد ازاں مجھے نار شرودی میں ڈالا گیا، اور نکالیکہ

میں سیدنا ہتر ابراہیم خلیل الرحمن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک میں موجود تھا۔ میں ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے

ارحام مصغی مطہرہ کی طرف منتقل ہوتا چلا آیا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اپنے والدین گرامی سے وار دنیا میں تولد پذیر

ہوا۔ کوئی بشر ان سے مرکب سفاح کا نہیں ہوا۔ اس بات کی طرف حضور کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ

نے اپنے قصیدہ مبارک میں اشارہ کیا ہے۔

ستودع حيث يخفض الورق
وانت مفقته ولا غلق
الجم نسرًا واهيل الغرق
وفي صلبه وانت كيف يحترق
لعصمتهم وهي تحترق
وضاءت بنورك الأفق
وسيل الرشاد تحترق

من قبل طبت في الظلال وفي
ثم صبغت البلاد ولا بشر
بل نطفة تركب السفين وقد
وردت نار الخليل مسترًا
يا برد نار الخليل يا سببًا
انت طاوولات اشرفت الارض
فتحن في ذالك الضياء والنور

یا رسول اللہ! آپ اپنی پیدائش سے پہلے بہت بریں کے سائوں میں مقیم تھے۔ جہاں درختوں کے پتے چپکاتے جاتے ہیں۔ جو قول خدا آیا: یخسفان علیہما من ورق الجنة کی طرف اشارہ ہے۔ جب آپ زمین پر نازل ہوئے، انہ حضوری پر نور صورت بشری میں جلوہ گر تھے، نہ بصورت مضاف کے اور نہ علقہ کے۔ بلکہ بصورت نطفہ کے کشتی ہمت نوح علیہ السلام میں سوار تھے، جس وقت نصرت اور اس کے پیستاروں کو طوفان نے غرق کی لگام پتائی تھی، آپ نار نمرودی میں صلب خلیل الرحمان علیہ السلام میں داخل ہوئے آپ کی موجودگی سے خلیل کو کیسے آگ جلا سکتی تھی، نار نمرودی کو خلیل پر ٹھنڈا کرنے والے اور ان کی حفاظت کا وسیلہ بننے والے ہیں۔

— آپ کی ولادت باسعادت سے تمام بقعہ زمین روشن ہو گئی۔ اور آسمان کے کتا سے چمک گئے ہم اس روشنی اور نور سے روشن ہیں۔ اب ہدایت کی تاثر راہیں کھل گئی ہیں۔

ابن جابر نے کہا ہے :-

ونحی فی بطن سقیفتہ نوح
ومن اجلہ قال القداء الذریح

یہ اجاب اللہ آدم از دعا
وما دریات النار الخلیل لنورہ

نور قافی شرح سراہب الدتہ جلد اول مصری - ان آیاتی ما کا نوامش رکین لحدیث ابن عباس رضی

قد ارتضی ذالک العلامة المحقق السقوسی حشی الشفاء فقال لم یقدم لوالدین

صلی اللہ علیہ وسلم شرك وكان مسلمین لانما علیہ الصلوۃ والسلام انت قل من اصلاب
الکریمۃ الی الظاہرۃ لایکون ذالک الا مع الایمان باللہ تعالیٰ الا لزم المحذور بشک جناب

سرور کائنات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی ہرگز کافر و مشرک نہ تھے۔ ساتھ
دلیل حدیث بتنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے جو اوپر گزری ہے اختیار کیا اور
قبول کیا اس کو علامہ محقق متوسی اور تلمسانی شارحین شفاء عیاض نے انہوں نے کہا ہے کہ ہرگز دخل
نہیں ہوا کفر و شرک بیچ الیوم شریفین نبی کے۔ ورنہ سب کے سب مومن تھے۔ کیونکہ سید الوری تاجدار
طریقاء حبیب خدا علیہ افضل صلیۃ المصلین وازکی سلام المسلمین کی ذات عالی ہمیشہ عالم ارواح
میں بزرگوار پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف انتقال پذیر ہوتی رہی ہے۔ اور نہیں لازم ہوتی یہ بات
مگر ساتھ حاصل ہونے ایمان و اسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے۔ ورنہ گرامی کا خطرہ لاحق ہوتا۔

سے تفسیر ص ۲۹۶ قولہ تعالیٰ - وتقلبک فی الساجدین - فتر بعضہم بیا المؤمنین
ای یداک متقلباً فی اصلاب وارجام المؤمنین من لدن آدم وحواء الی عبد اللہ
وآمنۃ جمیع اصولہا ونبیاء مؤمنون - اور گردش کرنا تمہارا بیچ سجدہ کرنے والوں کے
بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ساجدین کی تفسیر مؤمنین سے کی ہے جس سے یہ مراد ہے
کہ خدا کی ذات عالی آپ کو گردش کرتے ہوئے دکھتی رہی ہے۔ بیچ پشت آباء کرام و ارحام
اہل ایمان کے۔ سیدنا مہتر آدم علیہ السلام و ام البشر مانی حوا صاحبہ علیہا السلام سے
لے کر حضرت عبد اللہ اور آپکی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ خاتون تک آپ کے تمام اصول مروں
اور عورتوں سے سب کے سب ایمان دار تھے۔

زرقانی ص ۱۲۱ جلد اول مصری - علامہ دوران امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۲۱ التبریل
میں فرماتے ہیں - ان آباء الانبیاء ما کانوا کفاراً یبدل علیہ قولہ تعالیٰ الذی یورع حین
تقوم وتقلبک فی الساجدین قبل معناه ینقل نورہ من ساجد الی ساجد قال ففیہ
دلالتہ علی ان جمیع آباءہ صلی اللہ علیہ کانوا مسلمین - بے شک حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام کے والدین گرامی سے کوئی شخص کافر نہ تھا۔ اس پر خدا کا فرمودہ صاف دلالت کرتا ہے
جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے نماز میں - اور گردش کرنا بیچ سجدہ کرنے والوں کے اکثر
عناہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے۔ آیت ہد سے یہ مراد ہے کہ ہمیشہ ان حضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا نور مبارک ایک مومن سے دوسرے مومن کی صلب مبارک میں انتقال پذیر ہوتا رہا

م رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ آیت گرامی اس بات پر صریحاً دال ہے کہ نبی صلی اللہ
وسلم کے سلسلہ نسب کے جملہ آباء و اہمات ایمان وار تھے۔

نیار دباورت اعنی زالوان

وگر صد سال کوئی نقل و برهان

سفید و زرد و سرخ و سبز کا ہی

بہ نزد او نباشد خبر سیاہی

مواہب لایہ مصری ص ۳۲ جلد اول - و من ایذل علی ان آباء محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کانوا مشرکین قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لحدانک انقل من اصحاب الطاہرین الی

حام الطاہرات وقال اللہ تعالیٰ انما المشرکون نجس فوجب ان لا یلکون احد فی اجدادہ

مشرکاً۔ اور جو چیز اس بات پر صاف صاف دلالت کرتی ہے بالتحقیق سلطان الانبیاء والمرسلین

لیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین گرامی ہرگز کافر نہ تھے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان

گرامی ہے کہ میں ہمیشہ (عالم ارواح میں) پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل ہوتا

جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سوا اس کے نہیں کہ مشرک پلید ہیں۔ بنا برآں یہ بات لازم ہوئی

یہ آپ کے جملہ آبا و اجداد و اہمات و جدات سے کوئی شخص کافر و مشرک نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

علامہ زماں شیخ الحدیث عالم نبیل شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ افضل القرنی میں رقم طراز ہیں :-

ان اباؤ البنی صلی اللہ علیہ وسلم غیر الانبیاء و اہماتہا الی آدم و حوا لیس فیہم کافرا

لک الکافر لایقال فی حقہ انت مختار ولا کریم ولا طاہر بل ہو نجس وقد صرح الاحادیث

بالنعم مختارون وان آباء کرام والامہات طاہرہ قال اللہ تعالیٰ وتقلبت فی الساجدین

تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ماسیہ الانبیاء کرام کے اور آپ کی مائیں بہتر آدم صلی اللہ

ورمائی صاحبہ حوا علیہا السلام تک کوئی شخص ان میں سے کافر نہ تھا۔ کیونکہ کفار کے حق میں یہ نہیں

کہا جاتا کہ وہ برگزیدہ اور برگوار اور پاکیزہ ہیں، خدا کا فرمان ہے بلکہ وہ کافر اور پلید ہیں۔ اور

احادیث صحیحہ میں ماہر لفظوں میں تصریح موجود ہے۔ کہ وہ سب خدا کے مقبول برگزیدہ بندے

ہیں۔ حضور پر نور شافع یوم الفتر کے تمام والدین گرامی اور سب مائیں پاکیزہ تھیں۔ کیونکہ خداوند کریم

عزوجل نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ اور تمہارا گزشتہ شس کرنا بیچ سچا کر نے والوں کے۔ یعنی بیچ ہمنام

دار حام الہ اسلام کے۔

محمد سید الکونین و الثقلین
فائق البنین فی خلق و فی خلق
لم یدا توه فی علم و لا کرم
و انہ اخیر خلق اللہ کلہم

علامہ دوران شیخ الوجودیان رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر سحر محیط میں فرماتے ہیں :-

ان الراقضۃ ہم القائلون ان ابا عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنین مستدین

بقولہ تعالیٰ و تقلبک فی الساجدین و لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لم ازل انقل من

اصلاب الطاہرین الی اسرام الطاہرات مواہب لدنیہ جلد اول ص ۳۲ ذرقانی جلد اول ص ۱۴۶

مصری - شیعہ حضرات کہتے ہیں بے شک والدین گرامی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب کے

سب ایمان دار تھے - اور انہوں نے استدلال کیا ہے - ساتھ اس قول خدا کے اور تمہارا

گردش کرنا بیچ ایمان داروں کے اور ساتھ اس فرمودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا - میں

ہمیشہ منتقل ہوتا رہا ہوں پاکیزہ پشتوں سے طرف پاکیزہ ارحام کے بیچ عالم ارواح کے -

ما جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ السبل الجلیتہ کے ص ۱ پر لکھتے ہیں -

ان ابا عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی آدم علیہ السلام کا نوعی علیہ التوحید نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین مبارک جہتر آدم خلیفۃ اللہ علیہ السلام کے سب کے سب

ملت توحید پر قائم تھے - مصرعہ - اگر درخانہ کس است حرفے بس است

ذرقانی شرح مواہب لدنیہ ص ۳۲ اجلداول مصری ان ابا عبد اللہ ما کانوا کفاراً توفیاً

بمقام النبوة و کذا لک امہاتکم کما فی الفوائد بوجہ منہا قولہ تعالیٰ الذی یراہ

حین تقوم و تقلبک فی الساجدین قیل معناه ینقل توراہ من ساجد الی ساجد ان

لدن آدم الی ان نظہر قال الرازی فالآیۃ دالۃ علی جمیع اباہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کانوا مسلمین - حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے والدین گرامی سے کوئی شخص کافر

نہ تھا - واسطے بزرگی اور بلند کا منصب نبوت و رسالت کے - اسی طرح ان کی والدہ شریفہ

جیسا کہ نوایہ میں ہے بواسطہ چند وجوہ کے - ایک ان میں سے خدا کافر مودہ ہے - جو دیکھتا ہے

تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے اور پھر تیرا بیچ ایمان والوں کے۔ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے کہا ہے۔ کہ آیت ہذا کے یہ معانی ہیں۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ایک مومن سے دوسرے مومن کی طرف انتقال پذیر ہوتا رہا ہے۔ مہتر آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سلسلہ سلسلہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیالہ گرامی تک۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس آیت مبارک کا مضمون صاف دلالت کرتا ہے کہ حضور پُر نور فَا وَرُوحِی کے سب آباء و اجداد مومن تھے۔ زاد اللیب ص ۲۳ قلمی قالت المعتزلة ان احداً من آباء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم واحدہ ماکان کافرًا وکذا الذک والد ابراہیم ماکان کافرًا و احوما علی قولہم بوجہ۔ الحجۃ الاولی ماکانوا کفاساً یدل علیہ قولہ تعالیٰ توکل علی العزیز العزیز الذی یراک حین تقوم وتغلبک فی الساجدین قبل معناه انما علیہ الصلوٰۃ والسلام انتقل روحاً من ساجدانی ساجد و بعد التصدیق بالآیۃ دالۃ علی ان جمیع آباءہ صلی اللہ علیہ و اہلہ وسلم نے کہا ہے۔ کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ اور اس کے کافر نہ تھا۔ اسی طرح سینا مہتر ابراہیم خلیل الرحمن صلوٰۃ اللہ علی نبیہ و علیہ التسلیم کا والد گرامی کافر نہ تھے۔ خدایا کافر مان گرامی ہے۔ اور بھروسہ کر اور غالب اور نہ مان کے جوڑ لیکھا ہے تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے۔ نماز کو اور گردش کرنا تمہارا بیچ سیدہ کرنے والوں کے۔ بعض علماء کرام نے کہا ہے۔ آیت ہذا کے یہ معنی ہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک ایک مومن سے دوسرے مومن کی پشت مبارک میں انتقال کرتی چلی آتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ آیت گرامی نشا دلالت کرتی ہے کہ آپ کے سب آباء و اجداد مسلمان تھے۔

شعر: احمق نول کیہہ بند و نصیحت پتھرنوں کیہہ پالا پکا لاکس نمل دھویے پھر کالیہ کالا
 مولوی سید امیر علی صاحب مترجم قادی عالم گیری اپنی تفسیر موابب الرحمن کی جلد ہفتم ص ۱۳۲ آیت و تغلبک فی الساجدین تحریر کرتے ہیں۔ بزادہ اور ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ اس آیت گرامی سے یہ مراد ہے کہ گردش کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت گرامی میں یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کر کے نکالا۔ لکھتے ہیں کہ تفسیر معالم التنزیل اور سراج المنیر اور دیگر مفسرین

یہی معانی مراد لیتے ہیں۔ صاحب تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی سے ساجدین کی تفسیر مؤمنین سے نقل کی ہے۔

خصائص کبریٰ للسیوطی مصری ص ۳۸ جلد اول۔ رواہ بنیازہ و طبرانی و ابو نعیم عن عکرمہ عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ و تقبلیک فی الساجدین قال ما زال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینقلب فی الاصلاب الانبیاء حتی ولدتہ امّہ۔ امام بنیازہ و طبرانی و ابو نعیم نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ یہ تفسیر قول خدا کے جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے اور گردش کرتا ہے سجدہ کرنے والوں کے یہاں تک کہ حضور پیمبر کو والدہ محترمہ نے جنا۔ قال اللہ تعالیٰ و اذ قال ابراہیم رب اجعل هذا البلد آمناً و اجنّتی و منی ان تعبد الا صنم سورۃ ابراہیم باب

رواہ ابن جریر عن مجاہد قال فاستجاب اللہ لابراہیم دعاءہ فی ولدہ فلم یعبد احد من ولدہ صنماً قط بعد دعوتہ فی ولدہ اور جب کہا ابراہیم نے اے رب میرے کہ اس شہر کو (یعنی مکہ معظمہ زاد اللہ شہرہ کا کو) امن والا اور بچا مجھ کو اور اولاد میری کو بت پرستی سے علامہ ابن جریر نے امام مجاہد سے روایت کی ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ہر ابراہیم علیہ السلام کی دعاء ان کی اولاد کے حق میں قبول کی بعد ازاں ان کی اولاد سے کسی نے بت پرستی اختیار نہیں کی۔ یعنی حضرت خلیل کی دعاء کے بعد یعنی اولاد سیدنا اسمعیل علیہ السلام مراد ہے۔

مسائل الخلفاء ص ۳۳ مصری امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم عن سفیان بن عیینہ انہ سئل عن عبد احد من ولد اسمعیل الا صنم قال سمع قولاً تعالیٰ و اجنّتی و منی ان تعبد الا صنم قیل فکیف لم یدخل ولد اسحاق و سایر اولاد ابراہیم فقال لانہم اهل هذا البلد ان یعبدوا اذا سکنہم ایاہ و قال رب اجعل هذا البلد آمناً و لم یدع لجمیع البلدان بذالک قال و اجنّتی و منی ان تعبد الا صنم و قد خصت اہلک

ابن ابی حاتم نے سفیان بن عیینہ سے روایت کی ہے کسی شخص نے آپ سے پوچھا کیا

نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد گرامی سے کسی نے بت پرستی اختیار کی ہے۔ کہا گیا
قرآن باری کہ نہیں سنا، یارب بچا مجھ کو اور اولاد میری کو بت پرستی سے۔ اس نے پوچھا
سبب ہے۔ کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد کے سوا حضرت اسحاق علیہ السلام
لاوا اور خلیل کی دوسری اولاد اس دعا میں شامل نہ ہوئی۔ آپ نے سائل کو یہ جواب دیا۔ وہ
کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمن صلوة اللہ علی نبینا وعلیہ التسلیم نے صرف اہل مکہ کے لئے دعا
بارخدا یا۔ تو اس شہر مکرم کے رہنے والوں کو بت پرستی سے بچا، اور اس شہر گرامی کو امن
ایبنتی سے مراد بنو اسمعیل علیہ السلام ہی مراد ہیں۔ جو ساکنان بیت الحرام ہیں۔ دوسری
اولاد اس دعا سے خارج ہے۔ بنو اسحاق ملک شام میں آباد تھے۔

قال اللہ تعالیٰ۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیکم ما عنتم حرم علیکم
المؤمنین ما رؤف رحیم توبہ ۱۰۱ البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس رسول تم میں سے نہایت شاق
ہے اس پر تکلیف تمہاری اور طمع کرنے والا ہے تمہارے ایمان کا۔ اور ایمان والوں کے
شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ خصائص کبریٰ جلد اول ص ۳۵ مواہب لدنیہ جلد اول
مارج النبوة ص ۲۔

رواہ ابن مردویہ عن انس رضی اللہ عنہ قال قرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد جاءکم
رسول من انفسکم بفتح الفاء قال انا انفسکم نسبا وصبہا وحباً لیس فی آباء من لدن آدم
لاح کلنا نکاح۔ ابن مردویہ نے یہ تا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت گرامی لقد جاءکم رسول من انفسکم کی تلاوت کی۔ اور
سکھ کو ساتھ فاء کے پڑھا۔ پھر فرمایا۔ میں تم سب کے ازروئے نسب اور سسرال اور
ب کے بہت پاکیزہ ہوں۔ سچ میرے آبا و اجداد کے سفاح داخل نہیں ہوا۔ تمام سلسلہ نسب
مہتر آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسم جاری رہی ہے شفاء مصری جلد اول ص ۱۱۱۔ طبرانی نے معجم
سطح میں ابو نعیم نے حلیہ اور ابن عساکر نے مدینۃ العلوم والمطالب سیدنا علی ابن ابی طالب
صلی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ فرمایا نسبا وصبہا وحباً لیس فی آباء من لدن آدم سفاح
نکاح۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ازروئے نسب اور حسب کے پاک ہوں۔ سفاح کی تاثیر نے

میرے آباؤ اجداد گرامی میں نفوذ نہیں کیا۔ سب میں سیدنا مہتر آدم صلی اللہ تک ہمیشہ کا کار و راج جاری رہا ہے۔

امام کبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ کتبت لنبی صلی اللہ علیہ وسلم خمس ما یثبتمہ ووجدت فیہن سفاہاً ولا شیئاً مما علیہ الجاہلیۃ کما فی الشفاء واکم فی نبی صلی اللہ وسلم کی پانچ صدماؤں کے حالات قلم بند کئے۔ میں نے ان میں سے کسی فرد واحد میں اثر اور رسوم جاہلیت کو نہیں پایا۔ اللہ درہن قال

خلقت مبر من کل عیب کاتک خلقت کما عشاء

واحسن منک لم تر قط عیبی و اجمل منک لم تلد النساء

مفسر قرآن علامہ زماں مولانا اسمعیل صاحب حق رحمۃ اللہ علیہ روح البیان میں لکھتے ہیں

وقری من انفسکم بفتح القاء ای من افضلکم واشرفکم۔ بعض قراء نے انفسکم کو

زبہ فاع کے پڑھا ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ کہ میں تم سے بے حد بزرگ اور بلند پایہ ہوں

اور تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۱۴۱ قرآن ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن محبض انفسکم

بفتح القاء ای اشرفکم افضلکم۔ سیدنا مفسر قرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور

امام زہری اور ابن محبض نے انفسکم کو ساتھ زبہ فاع کے پڑھا ہے۔ بے حد شریف اور

بہت بزرگ مرتبہ۔ جس کا کوئی ثانی نہیں۔

صاری علی الجلالین جلد ثانی ص ۱۴۱۔ قوله تعالیٰ :- لقد جاءکم رسول من انفسکم اللام

بقسم محدود فی عزتی و جلالی لقد جاءکم رسول من انفسکم خطاب للعرب

قال ابن عباس رضی اللہ عنہ لیس قبیلۃ من العرب الا وقد ولدت النبی صلی اللہ علیہ

وسلم ولد فیہا نسب و انفسکم باتفاق السبعۃ و قری من انفسکم بفتح القاء من

و المعنی قد جاءکم رسول من انفسکم من اشرفکم افضلکم قدرأ۔ لمانی الحدیث و

مسلم عن وائل بن اسقع قال ان اللہ اصطفیٰ کنانۃ من ولد اسمعیل واصطفیٰ قریشاً

من کنانۃ واصطفیٰ بنی ہاشم من قریش واصطفیٰ من بنی ہاشم فانا خیار من خیار۔ البتہ

تحقیق آیا تمہارے پاس رسول تم میں سے۔ اور یہاں پر ولام قائم مقام قسم محدود کے ہم

تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے۔ آیا پاس تمہارے سے میرا رسول مہتمم
ان یہ خطاب اہل عرب کو ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ تمام قبائل عرب میں سے
میں قبیلہ ایسا موجود نہیں جس میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری نہ ہو۔ اور انفسکم ساتھ
کہ کے قراءت کی قرأت ہے۔ لیکن بعض نے انفسکم کو ساتھ نہ لیا ہے۔ پھر کہا ہے۔ یعنی
انفسکم کے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے اہل عرب تمہارے پاس میرا رسول کریم صاحب
ق عظیم رؤف رحیم صاحب صراط مستقیم منبع رشد و ہدایت سر تاج انبیاء و عباد ہی جمیع فضائل
مالات نبوت و رسالت امام القبلین نجیب الطرفین آیا ہے علیہ الف الصلوٰۃ والسلام ما مات
میالی والایام۔ من عند ذی الجلال والاکرام

مسلم شریف میں داؤد بن اسحاق سے مروی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔
تعالیٰ جل شانہ نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد گرامی سے کنانہ کو منتخب کیا۔ پھر
اولاد کنانہ سے قریش کو انتخاب کیا، پھر قریش کی اولاد سے بنی ہاشم کو برگزیدہ کہا۔ پھر سب
تہا ان بنی ہاشم نے مجھے برگزیدہ کہا۔ میں ابدالآباد تمام برگزیدہ لوگوں سے برگزیدہ ہوتا
لا آیا ہوں۔ خصائص کبریٰ ص ۳۱۰ جلد اول مصری شفاء عیاض ص ۳۱۰ مصری التعظیم والمنہ لسیوطی
ابن عباس رضی اللہ عنہ ان قریشاً کانوا نوراً بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق اللہ تعالیٰ
(ای آدم عم) بالفی عام یسبح ذالک النور ویسبح الملائکۃ یتسبحہ فلما خلق آدم الفی ذالک النور
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاهبطنی اللہ الی الارض فی صلب آدم وجعلنی فی صلب
ح و قد فاضل فی صلب ابراہیم ثم لم یزل ینقلنی من الاصلاب الکریمیۃ الی اس حام الطاہرۃ
فی اخر حنی بین البوتی ثم یتقی علی سقاح قط سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ
تم سے مروی ہے کہ قریش بصورت ایک نور گرامی کے اللہ تعالیٰ کے سامنے موجود تھا، مہتر آدم
یہ السلام کی ولادت سے دو ہزار سال پہلے دائم الاوقات یہ نور مبارک خدا کی حمد و ثنا اور تسبیح
فی مشغول رہتا تھا، اور ملا علی اس کی تسبیح کی آواز سن کر تسبیح کیا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ جل شانہ
مہتر آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدرت کا لہ سے پیدا کیا۔ یہ نور پاکہ اس کی پشت گرامی میں داخل کیا گیا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے صلب آدم علیہ السلام

میں زمین پر اتارا۔ پھر مجھے بہتر نوح علیہ السلام کی پشت مبارک میں کشتی میں سوار کیا پھر میں خود
 ابراہیم خلیل الرحمن صلوٰۃ اللہ علی نبیہا وعلیہ التسلیم کی پشت گرامی میں تار نمرودی میں پھینکا گیا
 پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارقام کی طرف گردش کرتا رہا ہوں ابہاں تک کہ میں اپنے والدین کو
 تولد پذیر ہوا۔ کوئی شخص ان میں سے سفاح کا مرکب نہیں ہوا۔ محبت زماں قاضی عیاض
 رحمۃ اللہ علیہ بعد نقل حدیث شریف کے رقم طراز ہیں۔ ویشهد بصحۃ ہذا الخذیث بشرف اللہ
 المشہورۃ فی مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث شریف کی صحت پر سیدنا حضرت
 رضی اللہ عنہ کے اشعار گواہی دیتے ہیں۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں عنان
 مشہور و معروف ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد شریف سیدنا حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی عجمی
 عفت کا ایک واقعہ مصنف رحمۃ للعالمین صلاۃ اللہ علیہما فی تحریر کیا ہے۔ ابو نعیم اور خراطی اور
 نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ دیکھو خصائص کبریٰ ص ۹۶۔ جس وقت
 پرنور شافع یوم النور علیہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم القیام کے جدا علی سیدنا عبدالمطلب
 نور بصر نحت جگر سیدنا حضرت عبداللہ کہ ہمراہ لے کر ان کے نکاح کے ارادہ سے گھر سے
 ہوتے۔ راستہ میں ایک کاہنہ عورت قوم خشم سے کھڑی تھی جب یہ دونوں حضرات اس کے
 گزرنے لگے۔ اس عورت کا نام فاطمہ دختر مڑ الخنعبہ تھا۔ جس نے تورات شریف کو پڑھا
 اور دین یہود کو اختیار کیا تھا۔ تب اس نے اپنی علمی فراست سے سیدنا حضرت عبداللہ کے
 پر نور نبوت کی تابانی کے انوار ملاحظہ کئے۔ اس نے حضرت عبداللہ سے عرض کی۔ اے جو
 فی الحال عورت کی خواہش ہے۔ اگر اب تو میری تمنا قلبی کو پورا کرے۔ میں تجھے اس کے
 میں سوادنٹ دوں گی۔ جو تمہاری فدا میں تمہارے والد شریف نے سحر کئے تھے۔ آپ
 کیا یہ جواب دیا۔

فالحصل لاصل قاستبنا

اما الحرام فاللمات دونه

نیم الکرم عرضہ ودینہ

فکیف الامر الذی تبغیثہ

فعل حرام کے ارتکاب سے موت بہتر ہے۔ میں تو فعل حلال کا خواہاں ہوں اگر اس

اعلان کرنا ضروری ہے۔ افسوس ہے۔ کہ تو مجھے اپنی خواہش نفسانی کی۔ مطلب برآری کے لئے
 ذرا غلامی ہے۔ ہر شریف انسان پر اپنی آبرو اور دین کی نگہبانی کرنا بے حد لازم ہوتی ہے۔
 حنیف صاحب جالسندھری نے کیا خوب کہا ہے

کہ ہٹ جا ڈورا کرنے نہیں اشراف کام ایسا سمجھتا ہوں میں بدتر موت سے نعل ہرام ایسا
 اگر تو عقد کو کہتی تو شامندان جاتا میں مطابق رسم قومی کے تجھے بیوی بناتا میں
 مگر تو نے تو بے شرمی دکھائی اور ہیکایا فریب و مکر سے مجھ کو گناہ کرتے پر اکسایا
 تری صورت سے بچے مجھ کو بچا احساسِ نفرت کا شریف انسان پہ لازم ہے بچا دینِ عزت کا

لیکن مدارج النبوت ص ۳۱۱ جلد ثانی میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی تو والدہ مرقہ نے اس عورت
 کا نام رقیقہ دختر نوقل ذکر کیا ہے جس نے ایک صداوتھ دینے کا لالچ دیا تھا، یہی قول اربابِ الصواب
 مواب لہ نہ ص ۳۲۲ جلد اول مسالک الحنفیاء ص ۴۲ الدرر الجلیہ عملا میں ہے۔ ابو نعیم نے روایت
 نہ ہری ام سماء دختر ابی رھم سے اور اس نے اپنی والدہ سے روایت کی ہے۔ کہ میں سیدہ عقیقہ سیدنا
 حضرت آمنہ خاتون والدہ ماجدہ سیدنا وشفیعنا و مولانا محمد صلعم کی بیماری کی حالت میں آپ کی خدمت
 مبارک میں حاضر ہوئی۔ جس سے آپ جان بر نہ ہوئی۔ اس وقت جناب آقائے ناما رتا جدار مدینہ
 طیبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پانچ سال کی عمر کے تھے۔ اور اپنی اماں جان کے سرمانے بیٹھے ہوئے تھے
 ناگہاں سیدہ آمنہ خاتون نے اپنا سر مبارک اٹھا کر حضرت کے چہرہ مبارک کی طرف نگاہ کی، اور منہ
 ذیل آیات پڑھے :-

یا ابن الذی من هو متدھمام بادشاہ اللہ نیلک یا غلام
 فودی غدا آلا الخس و ما السوا نجابون الملک العلم
 ان صح ما البصیرت فی المنام ہایتہ ایل من سوام
 من عند ذی الجفول والاکرام فانت مبعوث الی الانام
 تبعث فی الحل والحرام دین ایلک ایشراہام
 فامثدینہا ک عن الاوصنام
 ان لو تو الیہا مع الوقوام

پھر کہا۔ ہر ایک جان دار فنا ہونے والا ہے۔ نہ ہونے کہہ کر ہونے والا ہے۔ میں عنقریب اس دار فانی سے سفر
 آخرت اختیار کرنے والی ہوں، مگر عالم دنیا میں میری یاد اور شہرت ابد الابد قائم اور تازہ رہے گی، کیونکہ
 میں نے اپنے پیچھے بھلائی کو اپنی یادگار چھوڑا ہے، میں نے آپ کو ہر عیب و نقص سے پاکیزہ بنا ہے، بعد
 انہی حضرات کی والدہ ماجدہ نے اپنی جان عزیز کو جان آفریں کے سپرد کر دیا۔ اللہ ہم نے ان کی ذفات شریفہ
 پر جنات کو مندرجہ ذیل اشعار کے ساتھ گریہ زاری کرتے سنا۔
 نبی الفتاة المبرالوصینہ ذات الجمال والعفة والسزینہ زوجة عبد الله والقربینہ
 ام نبی الله ذی السکینہ صاحب المنیر والمحراب فی المدینہ صاحب لدی حضورنا رھینہ

ہم اس مستورہ جواں سال نیکو کار پر روتے ہیں۔ جو حسن و جمال کی دیوی اور عفت و عصمت کی الہ
 تھیں۔ جو سیدنا حضرت عبدالقدکا بیوی اور رفیق حیات تھی، جو رسول خدا صاحب سکینہ کی والدہ ماجدہ
 تھی، جو دینہ شریفہ میں صاحب محراب و منبر ہوں گے۔

افسوس صد افسوس۔ کہ اس یرتیم کی والدہ مکرمہ قبر کے گڑھے میں مرہون ہو چکی ہیں۔ ارباب دانش
 وینش پر واقعہ مندرجہ بالا کے آیات کے مضمون سے صاف طور پر عیاں ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم کی والدہ محترمہ کو آپ کی نبوت اور بعثت کا علم تھا۔ اور اس کی تصدیق انہیں من اسٹمس ہے۔ کہ
 آپ دین ابراہیمی کو از سر نو زندہ کریں گے، اور بت پرستی کی رسوم کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر رکھ دیں گے
 تو حیا۔ کا علم بلند کریں گے۔ لوگوں کو اسلام حقانی کی دعوت دیں گے۔ اور آپ کی بعثت کا آغاز مکہ
 منظرہ زاد اللہ شرفاً و عظیماً ہے ہوگا۔ اس وقت صرف ایمان اجمالی کی ضرورت تھی، اس وقت حضور منصب
 نبوت پر سرفراز نہ تھے۔ وہ تقدیر الہی سے آپ کے حصول پایہ نبوت و رسالت سے عرصہ دراز پہلے فوت
 ہو گئے۔ ان کا دامن شرک و کفر کی آلائش سے بالکل پاکیزہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ مرجع والمآب
 قال الله تعالى۔ الله نور السموات والارض مثل نور کشف کاشفاً فیها مصباح المصباح
 فی زجاجة الزجاجة کانتھا کوكب دترتی یوقد من شجرة مبارکة زیتونہ لا شوقید ولا
 غریبہ یکا ذریتھا یضئ لولم تمسسه نار نور علی نور یهدی اللہ لنورہ من یشاء۔ سورۃ
 نورہ نور بی۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ماہی طاق
 کے ہے جس میں چراغ رکھا جو، اور چراغ بیخ تبدیل کے ہے۔ اور وہ قندیل مانند چمک دار

راہ کے وزخشاں ہے۔ جو برکت والے درخت کے روغن سے جلاجاتا ہے جس کا نام گرامی زیتون
 نہیں ہوتا بیچ مالک شرقی میں اور نہ ارض غربی میں قریب ہے کہ اس کا روغن روشنی دے۔
 پھوٹے اس کو آگ۔ روشنی ہے اوپر روشنی کے اللہ تعالیٰ راہ نمائی کرتا ہے اپنے نور کی طرف
 کو جی چاہے۔ آبی بن کعب اور ابو العالیہ رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر میں مروی ہے :-

اللہ مزین السموات والارض زمین السماء بالشمس والقمر والنجوم والملائکة وزین
 ارض بالانبياء والعلماء والمؤمنين - اللہ تعالیٰ زمینت دہندہ آسمانوں اور زمینوں کا ہے
 ایش وزینا ایش دی آسمانوں کو ساتھ آفتاب و ماہتاب اور ستاروں اور فرشتوں کے اور زمین
 زمین کو ساتھ وجود گرامی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے

اور حضرات اولیاء و علماء کرام اور اہل ایمان کے اور مختلف اقسام کی

آگوں نباتات و اشجار سے۔ مثل نورہ اس کے نور کی مثال۔ سہل بن عبد اللہ نے کہا ہے

نور محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی مثال جبکہ وہ عالم روحانی میں اپنے آباء و اجداد کی پشت
 رک میں مانند طاق کے تھے جس میں چراغ روشن ہو۔ شفا شریف صلا مواب لدنیرہ ۵۵ تفسیر عباسی

سید بن محمد قرظی نے کہا ہے۔ المشکاة ابراہیم والزجاجة اسمعيل والمصباح محمد صلی اللہ علیہ

و سلم و شجرة مبارکة ابراہیم و سماہ مياس کالات اکثر الانبياء من صلبک نور نبی من نسل نبی نور

محمد و نور ابراہیم۔ مشکوة یعنی مہراب سے مراد سیدنا مہتر ابراہیم خلیل اور قنیل سے سیدنا حضرت اسمعیل

السلام اور چراغ سے مراد سیدنا انبیاء و المرسلین رحمۃ للعالمین محبوب رب العالمین حضرت محمد الرسول اللہ

یہ من الصلوة افتلها ومن التیجة اکلها ہیں۔ اور درخت مبارک سیدنا مہتر ابراہیم علیہ السلام میں، خدانے

ان کا نام نامی اور اسم گرامی مبارک رکھا ہے کہ تمام انبیاء بنو اسرئیل علیہم السلام کے آپ

را علی ہیں۔ نور علی نور۔ آپ نبی ہیں۔ نسل حضرات انبیاء اکرم علیہم السلام سے۔

پدر نورست پسر نورست مشہود از نخب انہم کن نور علی نور

تفسیر قادری ص ۱۲۱ جلد ثانی میں ہے کہ روح الادواح میں ہے کہ نور سے مراد حضرت

الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور گرامی مراد ہے مشکاة سے مراد سیدنا ابو البشر مہتر

صلی اللہ اور نوجاہد شیخ الانبیاء حضرت نور علیہ السلام اور زیتون مہتر ابراہیم خلیل علیہ السلام اور مصباح

ہمارے آقائے نامدار تاج دار کی مدنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کی طرف اشارہ ہے
روح البیان ص ۹۴ مطبوعہ دیوبند۔ مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام علتہ غایتہ لوجود
کل کون فوجودہ شریف عنصراً لطیف افضل الموجودات الکونیتہ وروضتہ
افضل الارواح القدسیا، وقبیلہ افضل القبائل ولساننا خیر الالسننہ وکتابنا خیر الکتب
الالہیہ وآلہ واصحابہ خیر الال و خیر الصحابہ وزمان ولادتہ خیر الزمان و
روضتہ المنورۃ اعلیٰ المکاتی مطلقاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی تمام کائنات ارحمی
وسمائی کے لئے بمنزلہ علتہ عالی کے ہے۔ حضور پر نور کا وجود مبارک بے حد بزرگ آپ کا عنصر
بے حد پاکیزہ و مقدس ہے اور تمام موجودات کو میرے افضل اور عن اللہ بے حد کرم
اور جناب کی روح گرامی تمام ارواح مقدسہ سے عند اللہ افضل و اشرف ہے۔ اور آپ کا قبیلہ
گرامی قبائل عرب کا سردار اور سر تاج ہے۔ آپ کی بولی تمام بولیوں سے افضل ہے۔ آپ کا
آل گرامی اصحاب کبار تمام نبیوں کی آل و اصحاب شریف سے بلند پایہ ہیں۔ اور آپ کی پیدائش
شریف کا زمانہ تمام ازمندے سے بہتر ہے۔ اور روضہ مطہرہ تمام مقامات مقدسہ سے خدا کے
نزدیک بے حد بلند پایہ ہے۔ یہاں تک کہ بعض علماء کرام نے اس کو عرش بریں اور کرسی پر
رتبہ میں فوقیت دی ہے کما فی الدر المنجرب و شرحہ رد المحتار۔ مواہب لدنیہ مدارج النبوة
یا صاحب الجہال یا سید البشر من و جھک المینر لقد نور القمر
لا یکن الشاء کما کان حقہ - بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
ابو نعیم نے دلائل النبوة میں اور قاضی عیاض مالکی نے شفاء میں حبیبہ حبیب البریتہ
من السماء سیدۃ النساء صدیقہ عقیقہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے
روایت کی ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے روح القدس بہتر جبرئیل
علیہ السلام نے فرمایا۔ قلت مشارق الارض و مغاربہا قلہ ارجو جلا افضل من محمد
لم اربوا بافضل من بنو ہاشم میں نے تمام شرقی اور غربی زمین کا کونہ کونہ جہان مارا لیکن
مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانند بلند پایہ کوئی بشر نہ ملا۔ اور میں نے کسی باپ کو نہیں دیکھا
جو اولاد بنو ہاشم سے افضل ہوں۔ قال الحافظ شیخ الاسلام ابن حجر کی رحمۃ اللہ علیہ لولیع الصحابہ

ظاہرہ علی صفحات ہذا المتن - مواہب لدنیہ ص ۳۱ ج ۱ - امام زمان جا قطف شیخ الحدیث علامہ
ابن حجر کی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کی صحت کے انوار متن سے ہویدا
ہیں۔ کذا فی الخصائص کبریٰ - امیر خسرو گوید۔

آقا تھا گردیدہ ام ہر تیان و زیدام بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دگری
ہرگز نیاید در نظر صورت زرتیت خوبتر شمس ندانم یا قسمر یا زہرہ یا مشتری
مصرعہ - گئے دو نوجوان نظر سے گذر تری شان کا کوئی بشر نہ ملا

علامہ زمان شیخ الحدیث قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الشفا عن فی حقوق المصطفیٰ
ص ۶۲ میں لکھتے ہیں - اما شرف نسباً صلی اللہ علیہ وسلم مما لا یمتاج الی اقامہ دلیل علیہ
ولایان مثل ولا خفی عننا فانما نخبتہ بنی ہاشم و سلالۃ قریش و صیہا و اشرف العرب و
اعزہم لقرا من قبل ابد و ائمتہ من اهل مکة اکرم بلاد اللہ علی اللہ - بنی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے نسب شریف کی بزرگی اور فصیلت ان امور سے ہے - جو محتاج دلیل اور قابل
بیان کے نہیں، اور یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں - کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات
خدا کا برگزیدہ رسول اور چیدہ اشخاص خاندان تو ہاشم سے ہیں - اور خلاصہ قوم قریش
اور نہایت بزرگ ترین ہستی اہلیان ملک عرب سے ہیں - اور تمام لوگوں سے نجیب الطرفین
شرف الاولین میں - خصوصاً اہلیان مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً سے - جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک
تمام شہروں سے افضل ہے - ف جس کی شان میں قرآن شریف مطلق ہے - قوله تعالیٰ لا اقم
بجذ البلد و انت حل بحد البلد - قسم کھاتا ہوں میں اس شہر مکرم کی - ورا نحالیکہ تو اس
شہر مبارک کا باشندہ ہے - جو بنی صلعم کی پیدائش کا محل اور مہبط وحی اور نزول برکات انوار
کا مقام اور کعبہ شریف قبلہ گاہ اہل اسلام کا ہے - اور کثرت ثواب کا گھر ہے - مجد و زباں محمد
عبدالہادی فریب و اصول حضرت ملا جلال الدین سیوطی نور اللہ مرقدہ مسالک المجتہدین
الذریع المتیفہ ص ۱ پر لکھتے ہیں -

(۱) ان الزحادیات الصیحت زلت علی ان کل اصل من اصول البنی صلی اللہ علیہ
و سلم من اذی الی ایہ عین انقل قصورا قتل اہلہ قریبہ و الا حد فی قرینہ ذالک

(۱۶) ان الاحادیث والاخبار والآثار دلت علی انما تخل الارض من عهد نوح و آدم الی بعثۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تقوم الساعة من ناس قائم علی الفطرة یسجدون اللہ ویوحدونہ ویصلون لہ وہم تحفظ الارض من لولاہم لملکت الارض و من علیہا و اذا قرنت بین ہاتین المقدستین انج متہامان آباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن فیہم مشرک لانا قد ثبت فی کل زمان التہم خیر قونہا فالکل الناس علی الفطرة ہم آباء ہم نھوا المدعی فان کان غیرہم خیر منہم وہم علی شریک لزم احد الامور اما ان ینکون المشرک خیرا من المسلم وهو باطل بالاجماع و اما غیرہم خیر منہم وهو باطل لمخالفة الاحادیث الصحیحة فوجب ان لا یكون منہم مشرک لیکون خیرا من الارض فی کل قونہا یہ احادیث صحیحہ اس بات پر صاف دلالت کرتی ہیں۔

(۱۷) کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ آباء و اجداد جہتر آدم صغی اللہ سے لے کر سیدنا حضرت عبداللہ حضرت یوسف علیہ السلام کے والد ماجد تک تمام لوگ اپنے اپنے اہل نمانہ سے بہترین انھوں میں سے تھے۔ کہل دوسرا شخص ان کے زمانہ میں ان سے افضل و اکرم نہ تھا۔

(۱۸) احادیث و اخبار و آثار دلالت کرتے ہیں۔ کہ زمانہ جہتر نوح علیہ السلام اور الی البشیرینا جہتر آدم خلیفۃ اللہ سے لے کر آں حضرت صلعم کی بعثت تک اور قیامت تک ہرگز زمین ایسے لوگوں سے خالی نہ رہی ہے۔ جو ابداً لآباد فطرت پر قائم ہوں، جو ہمیشہ عبادت گزار ہوں اور توحید الہی کا اقرار کنندہ اور نماز خوان ہوں اور ان کی طفیل اہل زمین کی نگہبانی کی جاتی ہو۔ اگر ایسے لوگ فرماں بردار ہر عصر میں موجود نہ ہوتے۔ تو تمام روئے زمین اور اہالیان زمین بالکل تباہ و برباد ہو جاتے۔ جب درمیان ان ہر دو مقدمات کے تطبیق دی جائے۔ تو صاف صاف یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ و اداوں سے کوئی شخص مشرک کافر نہ تھا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کا اپنے جلد معاصرین سے افضل و ارفع ہونا ثابت ہے اگر دیگر لوگ ملت توحید پر قائم اور خدا پرست تھے۔ تو یہ لوگ ان سب کے آبا و اجداد میں سے تھے۔ پھر اگر دوسرے لوگوں کو ان سے بہتر تصور کیا جاوے، اور ان کو کافر و مشرک قرار دیا

جاوے۔ تو پھر ان دو باتوں سے ایک کو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا۔

(۱) ہر ایک کافر و مشرک کو مسلم سے بہتر ماننا پڑے گا۔ یہ بات بالکل غلط اور سیارہ اعتبار سے ساقط اور اجماع کے برخلاف ہوگی، کوئی کافر و مشرک مسلمان سے بہتر نہیں ہو سکتا۔
(۲) دوسرے یہ بات ناممکن و محال ہے۔ کہ ان سے دوسرے لوگ افضل ہوں۔ تو یہ بات احادیث و اخبار صحیحہ کے برخلاف ہونے سے باطل ہے۔ بہر کیف یہ بات واجب التسلیم اور صحیح قابل قبول ہوگی۔ کہ کوئی شخص ان میں سے کافر و مشرک تصور نہ ہو، تاکہ وہ لوگ ہر عصر میں اپنے معاصرین سے افضل و اشرف تسلیم کئے جائیں۔

کہ من عائبہ قولاً صحیحاً
و آفة من الفہم السقیم

احادیث طہارت نسبی

یہ بھی اور ابو نعیم اور طبرانی وغیرہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان الله اختار خلقاً فاختر منہم بنی آدم فاختر منہم العرب ثم اختار فی من العرب قلمنازل خیاراً من خیار الامم احب العرب فبغی احمہم ومن بغض العرب فبغضی ابقضہم۔
جب اللہ تعالیٰ بل شائے نے مخلوقات کو پیدا کیا، تو ان میں سے بنی آدم کو پسند کیا پھر بہتر آدم کی تمام اولاد سے اہل عرب کو منتخب کیا۔ پھر مجھے اہل عرب کو سب سے برگزیدہ اور پسند کیا۔ میں ہمیشہ ہر عصر میں ہر انتخاب میں سب سے بہترین گروہ میں نامزد ہوتا رہا ہوں، خبردار جو شخص اہل عرب سے محبت و دوستی اختیار کرے۔ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت و پیار رکھے، اور جو شخص ان سے بغض و عداوت کو اختیار کرے۔ وہ بھی میری عداوت کی وجہ سے ان کو دشمن تصور کرے۔

(۲) یہ بھی اور ابن عساکر نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔
قال ابنتی صلی اللہ علیہ وسلم ما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرھا فاخرجت من ابوتی فلم یصبنی شیء من ولادۃ الجاہلیۃ خرجت من نکاح ولیم

اخرج من سفوح من لدن آدم حتى انتهت الى ابي وامي وانا خيركم نساء وخيركم آيات۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں
 کو دو گروہوں میں مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے ان سے بہترین جماعت میں مقرر کیا ہے۔ میں اپنے
 والدین سے تولد پذیر ہوا ہوں، مجھے رسوم جاہلیت سے کوئی چیز نہیں
 پہنچائی میں ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوتا رہا ہوں، نہ سفاح سے۔ زمانہ مہتر آدم سے لے کر اپنے
 والدین گرامحی تک میں سب لوگوں سے شرافت ذاتی اور وجاہت، جلالت قائدانی کے لحاظ
 سے بزرگ ترین خلائق سے ہوں۔

محدث عربی کہ آہر و ہر دوسراست کسیک خاک و رش نیست خاک بر سر او

(۳) ترمذی نے سیدنا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے
 قال البقی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیر فرقہم ثم تخیر العاقل
 فجعلنی فی خیر القبلیتہم ثم تخیر البیوت فجعلنی فی خیر بیوتہم فانا خیرہم نساء وخیرہم
 میتاً۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا۔ مجھ کو
 ان سے بہترین جماعت میں شامل رکھا۔ پھر جب ان کے قبائل مقرر کئے۔ مجھے ان سب سے
 بہترین قبیلہ میں مقرر کیا، پھر جب ان کے گھرانے مقرر کئے۔ مجھے ان سب سے اعلیٰ خاندان
 میں مبعوث کیا۔ میں تمام لوگوں سے اندر سے ذات عالی اور شرافت قائدانی کے افضل و
 بلند پایہ ہوں۔

کلم اب علا با بن ذی شرف کما علت برسول اللہ عند تک

یہ بھی طبرانی ابو نعیم نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی
 ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مخلوقات کو
 دو حصوں پر تقسیم کیا۔ مجھے ہر دو گروہ سے بہترین جماعت میں مقرر کیا۔ یہ خدا کا فرمودہ ہے
 دائیں ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے فرمایا میں اصحاب الیمین سے ہوں۔ مگر رتبہ میں ان
 سب کا سرتاج ہوں۔ پھر جب ان کو جماعتوں میں تقسیم کیا، گروہ سابقین و مقتصدین ^{المن}
 میں بنا یا۔ میں سابقین کی جماعت سے ہوں۔ بلکہ رتبہ میں ان سب سے افضل ہوں، پھر جب

نے قبائل مقرر کئے۔ کہا قال اللہ تعالیٰ وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا۔ پھر
 نے تمہارے لئے شعب و قبائل مقرر کئے۔ تاکہ تم ایک دوسرے سے شناخت کئے جاؤ
 پھر ان کو خاندانوں پر تقسیم کیا مجھے تمام لوگوں سے اعلیٰ و اشرف خاندان میں پیدا کیا۔
 قال اللہ تعالیٰ۔ یرید اللہ لیذہب عنکم الرجز اہل البیت و یطہرکم تطہیراً
 (انضویا ۷۲) چاہتا ہے اللہ تعالیٰ تاکہ دور کرے تم سے پلیدی گناہ کے گھر و گھر اور
 پاک کرے تم کو پاک کرنا۔

فاتم پیغامبران خیر الرسل

بہتر و بہتر شیخ مجراں

رحمت عالم محبوب خدا

سید الکونین ہادی السبل

سید و سرور محمد نور حیاں

بہترین و بہترین انبیاء

اللہم عظم شاننا و بین برہاننا و تقبل شفاعتنا فی امتہم و احسننا
 فی زممرتنا و ادرنا محبتہ و صحبہ آلہ و اصحابہ و اقتنا علی سنتہ
 و احسننا فی زممرتہا و اسقنا من حوضہ مشرباً سائغاً ہنیئاً لا اطماء
 بعدہ ایداً صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ و اصحابہ اجمعین
 برحمتک یا ارحم الراحمین ہ



فصل ثانی

در بیان احیاء ابون شریفین نبی صلعم کے بیان میں

رواه الطبرانی فی العجم الاوسط عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت ان ابنتی
صلی اللہ علیہ وسلم نزل الجحون کئیا حزیناً فاقام بها ما شاء اللہ عزوجل ثم
رجع مسروراً قال سألت رابی فاحیا لى اُمی فامنت بی ثم رادھا۔

امام طبرانی نے معجم اوسط میں ام المؤمنین حضرت مسیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے
روایت کی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بموقع حج الوداع کے جحون قبرستان
مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً و تکریماً میں نزول فرمایا۔ اور اس حالیکہ حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام
بے حد غمگین و حزین تھے، آپ نے کچھ عرصہ تک وہاں اقامت اختیار کی جس قدر خداوند کریم کو
منظور تھی۔ پھر جناب رسالت مآب علیہ التحیۃ و الصلوٰۃ نہایت خوش و خرم میرے پاس تشریف
لئے۔ فرمایا۔ اے عائشہ رضی اللہ عنہا میں نے اپنے پاک پروردگار سے سوال کیا۔ اس نے اپنے فضل و کرم
سے میری والدہ ماجدہ کو زندہ کر دیا، اس نے میری نبوت و رسالت کی دعوت کو صدق
دل سے تسلیم کر لیا۔ پھر فوت ہو گئیں۔ مواہب لدنیہ ص ۳۳ اثبت بالسنتہ ص ۳۴ تعظیم و المنۃ سیوطی
علامہ زماں امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ کہ اس حدیث شریفہ کو علامہ و درالام
قرطبی اور طبری اور ملا جلال الدین سیوطی اور خطیب بغدادی نے روایت کیا ہے امام حافظ الحدیث عمر بن
محمد بن عثمان بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب النسخ و المنسوخ میں حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا و عن والدیہ سے روایت کی ہے۔ قالت حج بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فترجلی
علی عقبہ الجحون وهو یابک حزیناً منعم فیکت بکاءً بطائسنا انما نزل فقال یا حمیرا اتمسکی
فاستندت الی جنب البعیر فکت ملیاً ثم عاد الی وهو فرح متبسّم فقال فہبت الی قبر
اُمی فسألت رابی ان یحییها فاحیاھا قامت بی۔ زرقانی مصری ص ۶۶ اج ازاد اللیب ص ۲۳۶ قلی
مواہب لدنیہ ص ۳۳ رج امصری۔ اثبت بالسنتہ۔ کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

بہراہ حج بیت اللہ شریف کا کیا۔ جب آپ نے مکہ معظمہ زاد اللہ شرقا کے گورستان پر
 آیا۔ اس وقت حضور پر نور تاج دار مدنی فراہ اپنی دامی گریہ وزاری اور غمناکی حالت
 بلا تھے۔ میں خود جناب کی گریہ وزاری کو دیکھ کر رو پڑی۔ حضور اپنی سواری سے
 اترے فرمایا اسے عائشہ سواری کی باگ روک لے۔ میں اپنی ناقہ کو بٹھا کر اس کے
 سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئی۔ آپ وہاں کچھ مدت ٹھہر کر واپس تشریف آ رہے۔ آپ بے حد
 و خرم اور غم سے تھے۔ فرمایا۔ میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر گرامی پر گیا تھا، میں نے
 تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں سوال کیا۔ بار خدا یا۔ میری والدہ گرامی کو از سر نو زندہ کر دے
 تعالیٰ نے میری دعا سے ان کو زندہ کر دیا۔ اور اس نے میری دعوت کو قبول کر لیا۔
 زاد اللیب ص ۱۳۲ میں ہے قد جزم بعض العلماء بان ابویہا علیہ الصلوٰۃ والسلام
 بیان لیس فی النار۔ بعض علمائے کرام رحمت اللہ علیہم نے اس حدیث شریف
 استدلال کیا ہے۔ کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی ناجی ہیں۔ اور نارہم
 نہیں ہیں۔

تفسیر روح البیان ص ۱۳۱ اقل مطبوعہ دیوبند۔ بحوالہ تذکرہ امام قرطبی روایت کی ہے۔
 ان عائشہ رضی اللہ عنہا قالت حج بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم آتانا
 تک فقال یا حیرا (ای عائشہ) استمسکی (ای زہام الناقۃ) فاستندت الی
 لب البعیر فمکت عنی طویلاً ثم عاد الی وهو فرح متبسم قلت فسادا یا رسول اللہ
 قال تخسبت الی قبر منی افا سألت اللہ ان یمیہا فاحیاھا فامت حضرت عائشہ صدیقہ
 نبی اللہ عنہا وعن والدیہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ
 بیت اللہ شریف کا حج کیا۔ پھر حضور پر نور صلعم نے مجھ کو قبرستان مکہ معظمہ پر نازل فرمایا
 اسے عائشہ تو۔ ہمارے گور روک لے۔ میں اپنی سواری کو بٹھا کر اس کے پہلو سے تکیہ
 لگا کر بیٹھ گئی۔ حضور نے کچھ مدت تک وہاں قیام کیا۔ پھر نہایت خوش و خرم واپس تشریف
 آئے اور خوشی کی وجہ سے غم سے تھے، میں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ میرے ماں باپ
 حضور پر قربان ہوں۔ اس خوشی کا کیا سبب ہے۔ فرمایا۔ اسے عائشہ میں اپنی والدہ

سیّدہ آمنہ خاتون کی قبر شریف پر گیا تھا۔ اور میں نے رب العزت سے سوال کیا کہ بار خدایا میری والدہ محترمہ کو زندہ کر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کو زندہ کر دیا، تو اپنے میری نبوت و رسالت کو تسلیم کر لیا۔ پھر فوت ہو گئیں۔

نشر العالمین للسنوٹی حافظ ابو بکر خطیب بغدادی نے کتاب السابق واللاحقین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے :-

قالت حج بنا رسول الله صلى الله عليه حجة الوداع فمررت على عقبه الحجون وهو باك حزينا فليت بكاء رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم تزل فقال يا حبيرا استمسكي فاستندت الى جنب البعير فبكيت عني طويلا ثم انما عاد الى وهو قرح متيسم فقلت لئيبا بي وائمتي يا رسول الله نزلت من عندى انت باك حزينا فبكيت بكاءك ثم عدت الى ذات متيسم فماذا يا رسول الله قال ذهبت الى قبر امتي فالت الله ان يجيها فاحياها فانمت بي ثم ردها۔

زرقانی شرح سوانح لادنیہ مصری جلد اول ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ حج حجة الوداع ادا کیا۔ جب گورستان مکہ معظمہ زاد اللہ شرفا پہنچا تو گریا آپ بے حد غم ناک اور گریہ زاری میں مبتلا تھے۔ مجھے خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت گریہ زاری کو دیکھ کر ہونا آگیا، آپ اپنی سواری سے نیچے اتر پڑے فرمایا اسے عائشہ صدیقہ اپنے اونٹ کی ہار روک لے میں اونٹ کو بٹھا کر اس کے پہلو سے مکہ لگا کر بیٹھ گئی، آپ نے عرصہ دراز تک وہاں قیام کیا جب واپس لوٹے تو حضور پرنور نہایت خوش و خرم اور متبسم تھے۔ میں نے استفسار کیا، یا رسول اللہ! والدین گرامی حضور پرنور پر قربان و نثار ہوں، آپ میرے پاس سے غمناکی کی حالت میں تشریف لے گئے تھے۔ میں آپ کی غمگینی سے متاثر ہو کر رونے لگی، اس خوشی کا کیا سبب ہے۔ فرمایا میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر گرامی کی زیارت کرنے گیا تھا۔ میں نے باری تعالیٰ سے ال کیا، بار خدایا، اس کو زندہ کر دے۔ وہ خدا کی قدرت کاملہ سے زندہ ہو گئیں وہ مجھ پر ایمان لاکر دوبارہ فوت ہو گئیں۔

علامہ زماں مجدد و دوران حضرت ملا جلال الدین سیوطی نیز القدر مرقدرہ الذریح المحققہ
 ذکر حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رقم طراز میں۔ روایت کیا اس حدیث
 میں کہ خطیب بغدادی نے کتاب السائق والشرعی میں اور محدث دارقطنی اور ابن عساکر نے
 کتاب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں اور امام محدث ابو حفص بن شاہین نے کتاب الناسخ والمنسوخ
 در محب طبری نے سیرت نبوی میں علامہ زماں امام سہلی نے روض الالف میں اور امام قرطبی
 تذکرہ میں اور ابن منیر اور فتح الدین دمشقی نے اور دوسرے اہل علم حضرات نے مانند
 ح الدین صفدی اور حافظ شمس الدین ابن ناصر الدین دمشقی نے ایسے آیات میں ذکر کیا
 - وجعلوا ناسخا لما خالف من الاحادیث متاخرہ ولم یبالوا بالضعف لان الحدیث
 عیف یعمل فی الفضائل والناقب۔ اور اس حدیث شریف کی دوسری تمام مخالف حدیثیں
 لے کر ناسخ قرار دیا ہے، اور اس بارہ میں ضعف اسناد کی کچھ پرواہ نہیں کی، کیونکہ جمہور علمائے
 رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک فضائل اور مناقب میں ضعیف احادیث پر عمل کرنا جائز ہے۔
 فی اصول الحدیث

ہر آنکس کہ آتو بحدیث و قرآن نہی آنت جو ابش کہ جو ابش نہی
 تفسیر روح البیان چ ۱ میں علامہ زمان شیخ میلانا اسمعیل صاحب حقی مصری رحمۃ اللہ علیہ تحریر
 ہے ہیں۔ ذکر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکی بکاء شدیداً عند قبر امہ وغرس شجرۃ یابینہ
 ان حضرت فہو علامۃ لا مکان ایسا تھا ما حضرت ثم خرجا من قبرہ ببرکتہ دعا النبی
 اللہ علیہ وسلم واسلماد ارتحلا۔ مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ بارک وسلم
 اپنی والدہ شریفہ کی قبر گرامی پر بے حد گریہ تزاری کی۔ اور ایک خشک درخت لے کر والدہ ماجدہ
 کے نزدیک زمین میں گاڑ دیا اور اپنے قلب گرامی میں گمان کیا۔ اگر یہ درخت قدرت ربانی سے
 بیرو شاداب ہو گیا۔ تو یہ میرے والدین شریفین کے قبول اسلام کی علامت ہو گی، پھر وہ درخت
 کی قدرت سے فوراً ہرا بھرا ہو گیا۔ اور حضور پر نور کے والدین گرامی حضور پر نور کی دعا سے
 ہو گئے۔ اور دعوت اسلام حقانی کی قبلی کرنے کے بعد وفات پا گئے۔

اللہ یختص برحمۃ من یشاء واللہ قوالفضل العظیم۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پس چہرا اندر تختہ ماندہ
نایب ست اور ست اور ست
گر چہ از علقوم عبد اللہ بود

یفضل اللہ ما یشاء وراخواندہ
آندعلتے شیخ نے چوں بروعات
گفتہ او گفتہ اللہ بود

حضرت امام سہلی رحمۃ اللہ علیہ روغن الالف میں بعد اچار ابون شہر یضین کے تخریر فرمایا
ہیں۔ وَاللّٰهُ قَادِرٌ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مِّسْرًا رَّحْمَةً وَقَدْرًا تَعْجِزُ مِنْ شَيْءٍ وَنَبِيًّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِإِذْنِ اللَّهِ بِمَا شَاءَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَتَعَمَّرُ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةِ اللَّهِ تَعَالَىٰ أَمْرٌ حَزِينٌ قَادِرٌ
اس کی رحمت عامہ اور قدرت کاملہ کسی چیز کی محتاج نہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ
کی ذات عالی اس بات کی مستحق ہے۔ کہ پورے دگار عالمیان کی ذات گرامی اپنی خصوصی نعمتوں
جو نعمت چاہے اپنے حبیب رحمۃ اللہ علیہ سید الاولین والآخرین فاطمہ الانبیاء والمرسلین علیہ
من الصلوٰۃ افضلها ومن الحجۃ اکملها عطا کرے۔ کیونکہ وہ قادر مطلق ہر ایک شے کا خود مختار مالک
ہے۔ جو چاہے کرے۔

من آنچه شرط بلاغت است با تو میگویم تو خواه از سخنم پندگیری خواه طلال
سوال :- بعضے گفتہ اند کہ اس حدیث صحیح نیست زیرا کہ ابن جوزی اور اور موضوعات ذکر کر
کہ در سند لے احمد بن داؤد است دو سے متروک الحدیث و کذاب است۔ ابن حبان گفتہ کہ
میکرد حدیث را۔ بعض علماء کرام نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث شریف صحیح
ہے۔ علامہ ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں احمد بن
ہے۔ جو متروک الحدیث ہے اور کاذب۔ ابن حبان نے کہا ہے۔ کہ وہ جھوٹی حدیث بنایا کرتا تھا
جواب میں علامہ زماں سیّد احمد جموی شارح اشباہ والنظائر رحمۃ اللہ علیہ میں لکھتے ہیں
ان قلت ایس الحدیث الذی در دقّی ا جباہا موضوعاً قلت وغیر بعض الناس

الا ان الصواب انما ضعیف ولقد قال الحافظ تاج الدین الدمشقی حیث قال فیما

علی فضل کلان بہ ہر وفا

حیا اللہ البتی مزید فضل

لانیان بہ فضلا لطیفا

نامیا تمہا و کذا ایام

والیکان الحدیث بہ ضعیفا

مستور ذال لہب بہ قدیراً

اگر تو یہ بات کہے کہ حدیث احیاء ابویں شریفین کی موضوع ہے۔ سید احمد خموی رحمۃ اللہ
 ابویں دیتے ہیں۔ یہ صرف بعض بے شعور اور نا فہم لوگوں کا اپنا دھم و گمان ہے۔ کیونکہ قابل
 و اثر ابی الصواب یہ بات ہوگی، کہ یہ حدیث ضعیف ہوگی ہرگز موضوع نہیں،
 جو حافظ امام ناصر الدین دمشقی نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کا حضور
 برکی ذات گرامی سے محبت و پیار کرنا آپ کی فضیلت اور نہایت بزرگی کی روشن دلیل ہے
 تعالیٰ اجل جلالہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر بے حد مہربان ہے۔ اس نے
 سدا مدنی کے والدین گرامی کو حصول دولت ایمان و ایقان کے لئے از سر نو دو بارہ
 کہا۔ یہ بڑی بھاری بزرگی کی نشانی ہے۔ تو اس بات کو (یعنی احیاء ابویں اور قبول اسلام
 صدق دل سے مان لے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے اگرچہ اس بارہ میں حدیث ضعیف
 بڑی ہے۔ یہ آیات نص توہی ہے۔ کہ حدیث شریف ضعیف ہوگی۔ ہرگز موضوع نہیں،
 حدیث ضعیف حجت اور قابل استدلال تصور ہوگی۔

(۱۲) محدث دوران محقق زباں مجتہد مائتہ عاشرہ حادی جمیع اصول و فروع جامع معقول و
 منقول حضرت ماحلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ در مقالہ سند شریف فرماتے
 ۔ وکان ممانب من المعجزات والخصائص الیہ احیاء حتی آمنابا ابویہ ومانال
 هل العلم والحديث فی القديس والحديث يروون هذا الخبر وليرونا به وينشرون
 جعلونا في عداد الخصائص والمعجزات ويدخلوننا في المناقب والكلمات ويروون ان
 عرف الامتاد في هذا المقام معفون ابراهيم ما ضعف في الفضائل والمناقب معتبرا اور جو چیز
 معجزات اور خصائص سے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ ان میں سے
 یا ابویں شریفین ادران کے قبول اسلام کا واقعہ ہے۔ ہمیشہ اہل علم حضرات اور محدثین کرام
 رحمۃ اللہ علیہم جمیع گروہ بیچ نان گذشتہ اور عہد حاضرہ کے اس حدیث شریف کی روایت
 تے چلے آئے ہیں۔ اور اس بات کے اظہار سے خوش ہوتے ہیں۔ اور عوام الناس کے
 میان اس کی تشہیر کرتے ہیں۔ اور ہرگز اس کو مخفی نہیں کرتے۔ اور اس بات کو آں حضرت
 مسلم کے خصائص اور معجزات سے شمار کرتے ہیں۔ اور آپ کے مناقب اور فضائل میں درج

کرتے ہیں۔ اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اس بارہ میں سند کا ضعیف ہونا معاف ہے۔ کیونکہ یہ اور خصائص نبوی میں ضعیف حدیثوں سے احتجاج کرنا جمہور اہل حدیث کے نزدیک معتبرا قابل اعتماد ہے۔

(۳) شیخ الہند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللغات شرح مشکاوت فارسی جلد اول ص ۱۸۱ پر رقم طراز ہیں:-

حدیث احياء والدين اگرچہ در قد خود ضعیف است ولیکن تصحیح و تحسین کردندہ اندہ طرق۔ یعنی حدیث شریف احياء الوین شریفین کی اگرچہ بہ لحاظ اسناد ضعیف ہے۔ لیکن کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس کو بواسطہ تعدد طرق حدیث کے صحیح اور حسن تصور کیا ہے۔ جواب ۱۲۔ زاد اللیب ص ۲۳۶ میں ہے و حدیث الاحیاء انکان فی حد ذاتہ ضعیفاً صحیحاً لبعضہم لبلوغہما حجتہ الصحتہ و متعدد طرقہ و ہذا العلم کان مستوراً للمتقدمین فکشف علی المتأخرین فاللہ یحقق برحمتہ من یشاء۔

حدیث احياء الوین شریفین اگرچہ سنداً ضعیف درجہ کی ہے۔ لیکن علماء نے اس کو صحیح تصور کیا ہے۔ بوجہ پہنچنے درجہ صحت تک اور بواسطہ تعدد طرق حدیث کے۔ گویا یہ علم متقدمین پر پوشیدہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے علمائے متاخرین پر اس رائے صحیحی کو کھول دیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا محض فضل و کرم ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے۔ اپنے فضل سے محض ضرورتاً ردالمختار شرح درمختار مصری ص ۲۹۸ میں علامہ زمانہ فقیہ دوران مولانا ابن عابدین

رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: الاتری ان نبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد اکرہما اللہ تعالیٰ علیہما الویسا لک حتی آمتابا کما فی الحدیث صحیحہ القرطبی وابن ناصو الدین دمشقی تانستفعا بالایمان بعد الموت علی خلاف القاعدة اکر ما یتیم صلی اللہ علیہ وسلم و صح ان اللہ تعالیٰ رد علیہ الشمس بعد مغیبا حتی صلی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ العزیز کما اکر بعد الشمس والوقت بعد وفاتہا فکذا لک اکر بعد الحیات والوقت الايمان بعد وفاتہا کیا تو اس بات کو جانتا۔ کہ رسول کریم و بالموئین ردوف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے یہ کرم عطا کی ہے۔ کہ آپ کے والدین گرامی کو دوبارہ زندہ کیا، اور وہ آپ کی نبوت پر ایمان لائے۔

جیسا کہ حدیث شریفی میں ہے، صحیح تسلیم کیا اس کو امام قرطبی اور ابن ناصر الدین دمشقی نے پس ان کا مرنے کے بعد دولت ایمان سے مشرف اور فائدہ مند ہونا برخلاف قواعد شرعی کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اور کرامت کی نہایت زبردست دلیل ہے۔ اور یہ بات بھی بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پر نورؐ کی دعا سے بمقام خیر خورشید عالمیاب کو بعد غروب ہونے کے الٹا پھیرا تھا یہاں تک کہ سیدنا و مرشدنا حضرت علیؑ کریم اللہ وجہہ نے اپنی نماز عصر ادا کی جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو اعادہ خورشید و تجدید وقت نماز سے بعد قضا ہونے نماز عصر کے ادا کی نماز کی کرامت عطا کی تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اجل شانہ نے حضور پر نورؐ کے ابوبن شریفین کو زندہ کرنے اور قبول ایمان کی کرامت عطا کی ہے۔

بعد فوتیگی وقت قبول ایمان کے اللهم غفرہ شانہ ابوبن بربانہ فقہ اعظم اب محقق شامی کی تحریر سے صاف عیان ہوتا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی کا ان کی وفات شریفی کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ایمان لانا بالکل حق بات ہے۔ جو حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ یہ فضیلت اور کرامت حضور پر نورؐ کے سوا کسی دیگر مامور من اللہ کو نصیب نہیں ہوتی۔ کہ برخلاف قواعد شرعی کے کسی کے والدین گرامی کو بعد از وفات زندہ کر کے دولت ایمان سے مشرف کیا ہو۔ فقط یہ منصب جلیلہ اور فضیلت عظمیٰ محض ہمارے آقائی نامدار سید عالی وقار حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کی ہے۔

ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء

اين سعادت بزرگوار نہایت تانہ بخشند خدا سے بخشندہ

(۲) احیاء ابوبن شریفین کی حدیث عند العلماء بالکل صحیح قابل قبول ہے جس کی تصدیق و تصحیح جلیل القدر امام قرطبی اور ابن ناصر الدین دمشقی محدثانے کی ہے۔

(۳) اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مروی ہے کہ جب سیدنا و شہنا مہدیانا امیر المؤمنین حضرت علیؑ کریم اللہ وجہہ کی نماز عصر بمقام خیر قضا ہو گئی تھی۔ پھر حضور پر نور شفیع یوم النور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے بعد از غروب آفتاب دوبارہ طلوع پذیر ہوا تھا۔ حضرت خیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز عصر ادا کی تھی اگر وہ تھی طور پر نماز ادا و صحیح نہ ہوتی۔ تو اعادہ آفتاب

کا کیا حاجت تھی۔ عود خود شدید سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ آپ کی نماز بالکل وقتی طور پر صحیح
 اور اٹھوئی اور نہ بصورت عدم قبول کے آپ قضا کر سکتے تھے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے لیلۃ القریس میں اپنی نماز فجر قضا کی تھی جب رتو الشمس بالکل حق بات ہے تو پھر اس لحاظ سے
 ابین شریفین کا بعد از وفات نہ نہ ہونا اور ایمان لانا بالکل صحیح اور قابل قبول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ
 کی ذات عالی ہر چیز پر قادر ہے۔

سوال۔ بعض علمائے کرام نے کہلے۔ من مات کافرًا لا ینفص الا یمان بعد الرجعت بل لو آمن
 عند المعائنت لم ینفعنا فکیف بعد الاعادة۔ جو شخص کفر کی حالت میں فوت ہو گیا۔ پھر اسکو
 عود الی الدنیا اور ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دیتا بلکہ اگر کوئی شخص نزدیک معائنہ کرنے غناہ
 اخروی کے ایمان قبول کرے۔ جس کو ایمان باءس کہتے ہیں۔ کچھ فائدہ نہیں کرتا۔ تو پھر بعد حیات
 ثانی سے کیونکہ قبول اور فائدہ مند ہوگا۔

الجواب۔ مولانا ابی الدنیا ص ۲۳ مصری ج اول زرقانی جلد اول مصری ص ۱۰۱ من مات کافرًا
 کلام مروود بساری فی الخبر ان اللہ تعالیٰ مر ذالشمس علی نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 بعد منیبہا ذکر الطحافی وقال اتنا حدیث ثابتة فلو لم یکن رجوع الشمس نافعاً
 وانما لا یتجدد ب الوقت لما ردها علیہ فکذا ینفص الا یمان بعد الرجعت بل لو آمن
 نافعاً لایمانہما وتصدقہما یا البتی صلی اللہ علیہ وسلم۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے
 کہا ہے قول قابل کہ من مات لم ینفص الا یمان کلام مروود ہے۔ کیونکہ حدیث شریف
 میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چھپ جانے کے بعد سورج کو اٹھا
 پھیرا تھا۔ روایت کیا اس کو امام طحاوی نے معانی الآثار میں اور کہا یہ حدیث شریف بالکل
 قابل اعتماد ہے اگر عادہ آفتاب سے تجدید وقت نماز عصر کا صحیح نہ تھا تو پھر عادہ
 آفتاب کی وعا کرنا عیب اور عادہ آفتاب کی کیا حاجت تھی۔ آپ نماز قضا پڑھ سکتے تھے
 اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کا نہ نہ ہونا اور ایمان لانا صحیح تصور ہوگا
 جو حضور پر نور پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق تہذیب و رسالت کے لئے فائدہ مند ہے
 جو میندہ راجعہ نم کہ نصیحت قبول نیست پھر نامہ رد کتہ نہ گناہ رسول نیست

درارج النبوة ص ۲۵۴ جلد ثانی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: —
 نت کاتب الحروف رضی اللہ عنہ کہ قول میں شامل کہ نماز عصر بغروب آفتاب قضا گشت و
 جمع شمس اولواغنائے گرداند۔ محل نظر است۔ زیرا کہ قضا بر تقدیر سے کر دے کہ آفتاب
 قی ماند بر غیبت ذوات وقت اما اگر وقت نیز عامہ گردد چہ روا الشرح معنی اور انیت مگر دفعہ
 زود وقت اگرچہ با عادیہ وقت باث۔ میں کہتا ہوں، کہ معترض کا قول جبکہ نماز عصر
 ریب آفتاب کے ساتھ قضا ہو گئی ہے۔ پھر اعادہ آفتاب سے کیونکر ادا ہوگی۔ یہ بات
 بل غور ہے۔ اس لئے کہ آپ نے اس سورت میں نماز قضا کی جبکہ آفتاب طلوع
 یہ تھا۔ بعد غروب ہونے اور فوت وقت نماز کے۔ جب اعادہ آفتاب کے خود وقت
 از بھی عود کر آئے تو پھر نماز کیونکر ادا نہ ہوگی۔ اس سے مراد ادا ایسی نماز کا ہے۔
 صحیح وقت نماز کے۔

نشر العالمین ص ۳۱۶ مجدد زمان حضرت ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر
 فرماتے ہیں۔ قلت استدلالاً علی تجدد الوقت بقصر رجوع الشمس فی غایت المحسن ولهذا
 حکم یكون الصلوة اداءً بالمرکی برجوعها فائداً اذا كان یصح قضاء العصر بعد الغروب
 میں کہتا ہوں کہ استدلال کرنا اوپر تجدید وقت نماز عصر کے ساتھ حدیث رد الشمس کے
 نہایت درجہ احسن ہے۔ بنا بیان اوپر صحیح ہونے اور ایسی نماز عصر کے حکم کیا گیا ہے۔ اوپر
 وقت مقررہ کے۔ ورنہ سورج کے پلٹنے کا کچھ ناگوار نہ تھا اس صورت میں نماز عصر
 کی قضاء بعد غروب آفتاب کے بالکل صحیح ہوتی۔ خاندہ۔ میں کہتا ہوں، اب کوئی اشکال نہ رہا
 جب اعادہ آفتاب سے نماز عصر کا وقت عود کر آیا۔ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کی نماز
 وقتی طور پر ادا ہو گئی۔ علماء کرام نے اس بات کو بالکل صحیح تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ اوپر لکھا
 اسی طرح اگر البین شریفین کے زندہ ہونے کے بعد ان کے قبول ایمان کا وقت عود کر آئے
 تو یہ بالکل قرین قیاس تصور ہوگی۔ کیونکہ جب وقت قبول دعوت کا صحیح ہو گیا، پھر ان کا قبول اسلام
 بھی بالکل صحیح ہو گیا۔ رواہ طحاوی عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا قالت ان النبوی صلی اللہ
 علیہ وسلم کان یوحی الیہ و ما سانی جہر علی فلم یصل العصر حتی غربت الشمس فقال رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم اصليت يا على فقال لانفال اللهم كان في طاعتك وطاعة
رسولك فاسد عليه الشمس قالت الاسماء فرأيتما غربت ثم طلعت ووقفت
على الجبال والارض ذالك بالصبا في خيبر۔

امام طحاوی نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا سر مبارک شیر خدا حضرت علی کریم اللہ وجہہ کی گود مبارک میں تھا۔ جبکہ حضور پند
پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ اور حضرت علی کریم اللہ وجہہ نے نماز عصر ادا نہ کی تھی۔ اور سورج غروب ہو گیا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔ اسے علی۔ کیا تو نے نماز عصر ادا کی ہے۔ کہا نہیں، فرمایا
اسے اللہ تعالیٰ۔ بے شک علی تیری نذر واری اور تیرے رسول کریم کی تابعداری میں مشغول تھا
اور اس کی نماز فوت ہو گئی ہے۔ بار خدایا۔ تو اس کے لئے سورج کو الٹا پھیر دے اسماء رضی نے کہا۔ میں
اپنی آنکھوں سے سورج کو غروب ہوتے دیکھا۔ اور پھر اسے دوبارہ طلوع ہوتے دیکھا، اس کی
دھوپ کی شعائیں پہاڑوں اور زمین پر پڑیں۔ حضرت علی کریم اللہ وجہہ نے نماز عصر ادا
کی۔ یہ واقعہ بموقعہ جنگ خیبر کے مقام صہبا عربہ ہوا تھا۔

امام طحاوی نے دو طریقوں سے اس کی روایت کی ہے۔

قال هذان حديثان ثابتان وما دامتا ثقات۔ کہا یہ دو نو حدیثیں بالکل صحیح الٰہی
ہیں۔ ان کے راوی بالکل ثقہ ہیں۔ عوامہ بالذمہ ص ۳۵ ج ۱ سخانی غیض ص ۲۴ جلد اول مصری
خاقانی گوید ہے۔

الذی روت علیہ الشمس والنسح القمر

الذی فی کفہ الکفار لتساوا

کان اُمیاء و لکن عندنا ام الكتاب

تکم المحصى وقالوا سئیلی عجائب

سوال۔ رد الشمس کی حدیث قابل اعتبار نہیں، کیونکہ اس کو علامہ ابن جوزی اور بعض دیگر
علماء نے موشرعات میں شمار کیا ہے۔
الجواب۔ یہ بعض لوگوں کا اپنا وہم و گمان ہے۔ مگر حقیقت بالکل اس کے خلاف ہے۔
شیخ الاسلام محدث دوداں علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ صواعق مرقومہ مصری
رد رقم طراز ہے۔ حدیث راقدھا صحیح الطحاوی والقاضی فی الشفاء وحسنہا

شیخ الاسلام ابو زرعہ رازی و تبعاً غیرہ و راوی علیٰ جمیع قالوا تا موضوع و زرعہ فوات
وقت بغروبها فلا فائدة فی محل المنع بل نقل کما ان راویها خصوصیتہ کذا لک ادراک العو
اء خصوصیتہ و کرامتہ علی کرم اللہ وجہہ لیکن روایہ الشمس کی حدیث شریف صحیح کیا اس کو امام طحاوی
سعی فی الآثار میں اور امام قاضی عیاض مالکی نے بیح شفا شریف کے اور شیخ الاسلام ابو زرعہ
رازی نے اس کے تابع داروں کی جماعت نے کہا کہ یہ حدیث درجہ احسن ہے اور ان لوگوں
نے قول کی پس زور الفاظ میں تردید کی۔ جو اسے موضوع قرار دیتے ہیں۔ اور کہا کہ ان لوگوں
نے غروب آفتاب سے نماز عصر کا وقت فوت ہو جانے کا خوف کیا ہے۔ تو پھر محل نعت
سورج کا پلٹنا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں (یعنی شیخ ابن حجر کی) جس طرح سورج کا
پلٹنا معجزہ اور خصائص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ بعینہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے نماز
عصر کا وقت عود کرنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کرامت ہے۔ پھر اس بات کی تائید میں سبط
بن جندی رحمۃ علیہ سے ایک حکایت نقل کی ہے۔ ابن جوزیؒ کی اولاد سے بعض ثقہ لوگوں نے
پوچھا کہ میرے سامنے علمائے عراق کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ ہم نے داعی اللہ
ابو شیر قیادی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے۔ وہ ایک بار کسی مجلس میں اہل بیت نبوت کے فضائل و مناقب
میں روایہ شمس کو بیان فرما رہے تھے۔ اچانک فضا آسمانی پر ابر سیاہ کی تاریکی چھا گئی اور
اس نے آفتاب عالمتاب کو اپنے دامن ظلمت میں چھپا لیا۔ لوگوں نے غروب آفتاب کا دم نہ
گمان کیا۔ اس وقت حاضرین محفل کی پریشانی کو ملاحظہ کرنے کے بعد ابو المنصور واعظ منبر پر
کھڑے ہوئے اور سورج کی طرف متوجہ ہو کر مندرجہ ذیل ابیات پڑھے۔ اللہ دہن قال

لا تفرج الشمس حتیٰ ینتهی

لا تفرج الشمس حتیٰ ینتهی

الشیء عنانک ان اردت تناہم

ان کان نسویٰ فلیکن و توقد فلیکن

فورتا بول بھٹ گیا اور سورج نکل آیا۔ مواہب اللدنیہ ص ۳۵۵ مصری جلد اول بعینہ ذکر حدیث

روایہ شمس کے علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ قد صحیح الطحاوی والفاضل العیاض

اخرج ابن مندہ وابن شاہین من حدیث اسماء بنت عمیس وابن مردویہ من حدیث

ابن ہریرۃ رضی اللہ عنہ ورفاۃ الطبرانی فی منجیب کبیر یا ساد حسن کما مکاہ الشیخ الاسلام ابن
العراقی فی شرح التقریب۔ لیکن روایات شمس کی حدیث شریف صحیح کیا اس کو امام طحاوی نے
اور قاضی عیاض مالکی نے اور روایت کیا اس کو ابن مندہ اور ابن شاہین نے اسماعیل
عمیس سے اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے امام طبرانی نے معجم
کبیر میں ساتھ سند حسن کے روایت کیا ہے۔ ذکر کیا اس کو شیخ الاسلام ابن العراقی نے صحیح
شرح تقریب کے۔

امام زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد اول ص ۲۱۰ میں فرماتے ہیں۔

قد ساد المخلطائی والعاظما بن حجر مکی والقطب الحیضری والسیوطی وغیرہم

علی ابن الجوزی وقالوا اننا اخطاۃہ اور ابن جوزی کے قول کی تردید کی ہے۔ علامہ
مخلطائی اور ابن حجر مکی اور قطب حیفزی اور سلا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہم محدثین کرام نے
اجلہ ملائے حدیث سے۔ اور کہا ہے کہ ابن الجوزی نے روایات شمس کو موضوعات میں شمار
کرنے سے سخت غلطی کی ہے۔

مدارج النبوة جلد ثانی ص ۲۵ پر شیخ الحدیث عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے
ہیں۔ گفت کاتب الحروف عفا اللہ عنہ کے قول میں قائل کہ نماز عصر بغروب آفتاب قضاء گشت
در جوع شمس روانے گردانہ اور محل نظر است۔ زیرا کہ قضا بر تقدیر کرو۔ کہ آفتاب باقی
ماند بر غیوبیت وفوات وقت اما اگر وقت نیز عاتمگردد چرا ادا نشود۔ معنی او انیت مگر وقوع نماز
در وقت اگرچہ با عافہ وقت باشد نیز بعد از اعتراف بجلالت قاضی و علو خطروسے مناسب
توقف است نہ کہ بطلان والکاسا وجودیکہ امام طحاوی و احمد بن صالح آنرا تصحیح کر وہ اندہ ابن
جوزی مستعمل است در وضع۔ ادعای آن قابل وثوق نیست

ان حروف کا لکھنے والا یعنی شیخ عبد الحق دہلوی کہتے ہیں۔ یہ بات کہنے والے کا قول کہ جب
نماز عصر غروب آفتاب اور خروج اوقات سے قضا ہو گئی ہے۔ اعادہ آفتاب اس کو ادا کر
تہیں سکتا۔ یہ بات قابل غور ہے۔ کیونکہ حضرت امیر علیہ السلام نے اس صورت میں نماز
اوا کی جبکہ آفتاب قائم تھا۔ اور بعد غروب کے دوبارہ طلوع پذیر ہوا تھا۔ جب خود وقت نماز

کی عود کر آئے۔ پھر نماز کیونکر ادا نہ ہوگی۔ اس کا یہ مطلب ہوگا، کہ ادا کی گئی نماز کی بیچ وقت نماز کے۔ خواہ اعادہ وقت نماز سے ہو۔ نیز عیسا عتراف بزرگی شان امد طبعی مقام قاضی عیاش کے ٹھہرنا مناسب و موزوں تھا، نہ کہ اس کے قول گرامی کا بطلان اور انکار باوجود اس بات کے کہ امام طحاوی اور احمد بن صالح نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ ابن جوزی احادیث صحیحہ کو موضوع قرار دینے میں بہت جلد باز ہے۔ اس کا دعویٰ کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ پایہ اعتبار سے بالکل ساقط ہے۔

سوال - حدیث رد الشمس کتب صحاح میں موجود نہیں۔ اور اس کی راوی ایک عورت ہے۔ جس کے حالات کی چنداں معرفت نہیں۔ لہذا قابل حجت نہیں۔

جواب - مخفی نہ رہے۔ کہ معترض کا یہ قول کہ حدیث صحاح ستہ میں موجود نہیں۔ اس واسطے قابل وثوق اور ہرگز صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ صحاح ستہ کی تمام حدیثیں صحیح نہیں، ان میں ہی ہر قسم کی حدیثیں موجود ہیں۔ اور یہ بات اہل حضرات پر ہرگز پوشیدہ نہیں صحاح ستہ کے سوا دوسری کتب حدیث میں بے شمار ایسی حدیثیں موجود ہیں۔ جو بالکل صحیح اور قابل حجاج ہیں۔ جیسا کہ معتبرہ حدیث میں مانند طحاوی اور شافعی عیاض طبرانی اور ابن مندہ اور ابن شاہین اور احمد بن صالح مصری اور ابن حجر کی ابو زرہ رازی قسطلانی قسطلانی قسطلانی اور قطب حیسری جلال الدین سیوطی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اہل حدیث اور فقہاء و متکلمین نے اس کی تصدیق اور تصحیح اور تحسین کی ہے۔ اور ابن جوزی وغیرہ مخالفین کی پُر زور تردید کی ہے۔ تو اب یہی بات بالکل صحیح و اقرب الی الصواب ہے۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۲) یہ بات بالکل صحیح ہے۔ کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے حالات کی عدم واقفیت و جہالت خود ان کے قول کی تردید اور تکذیب کرتی ہے۔ کیونکہ حضرت اسماء ہرگز جہول الاحوال و اسباب علم سے مخفی نہیں۔ حضرت اسماء بنت عمیس کو کل دنیا جانتی ہے کہ وہ کون ہے۔ اہل علم حضرات پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے۔ کہ یہ نیک بخت فاتون ابتداً سنیانا امیر المؤمنین خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقیقی بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی جس سے عبداللہ بن جعفر طیار پیدا ہوئے تھے۔ ان کی شہادت سے بعد قلیفہ اول

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و عن آباء الکرام کے حرم سرا میں داخل ہوئی اور ان کے بطن مبارک سے محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تولد پذیر ہوئے۔ پھر خلیفہ اول کی وفات شریف کے بعد تیسرا نکاح سیدنا و مولانا و مرشدنا امیر المؤمنین حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہوا اور اس نسبت کے لحاظ سے اہل بیت نبوت میں شمار ہوئیں۔ پھر ان کے بطن مبارک سے امام سجاد بن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ ابھی آپ مچھول الاول یا بریں عقل و دانش بیاید گزشت

سہ عندہ ہوب انما شرت علی المحبی یصول قضبان البان لا الحجر الصلد
 امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ میں فرماتے ہیں۔ ان خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یزل تتوالی و تتابع الیٰ احین مما تبہا فیکون مما فضل اللہ بہہ و اکرمہ قال لیس احياءها و ايمانها یمنع عقلًا ولا شعورًا فقد ورد فی کتاب العزیز احياء قاتل بنی اسرائیل و اخبارہ بقاتلہ و کان عیسیٰ علیہ السلام یحیی الموتی و کذا لک نبیا صلی اللہ علیہ وسلم احياء اللہ تعالیٰ علی یدیہا جماعت من الموتی اذا ثبت هذا فلا ینتفع ایمانہا و احياءہا فیکون ذالک زیادتی کراہتہ و فضیلتہ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص متواتر طور پر پہلے و پہلے ہنگام و وفات شریف تک جاری رہے ہیں۔ احياء ابون شریفین کا واقعہ خصائص نبوی میں سے شمار کیا جاوے گا جس کے باعث اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضور پر نور صلعم کو یہ فضیلت اور کرامت عطا کی۔ ان دو سے عقل سلیم اور شریعت حقانی کے ان کا زندہ ہونا اور ایمان لانا محال نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں بنی اسرائیل کے مقتول کا دوبارہ زندہ ہونا اور اپنے قاتل کا پتہ دینا مذکور ہے۔ اور سیدنا مہتر عیسیٰ صلوٰۃ اللہ علی نبیہ و علیہ التسلیم صبی مردوں کو زندہ کر سکتے۔ بعینہ ہمارے آقائے نامدار تاجدار مدینہ طیبہ حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم القیام کے دست مبارک پر ایک جماعت مردگان زندہ ہوئی ہے۔ جب احياء اموات نصوص قرآنی سے ثابت و متحقق ہے۔ تو پھر انہیں بصورت ابون شریفین کا زندہ ہونا اور ایمان لانا نامکن و محال نہیں، بلکہ احياء ابون شریفین کا واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان اور فضیلت و کرامت کی زیادتی کا نشان ہوگا۔

یت - علامہ سید شریف مصری رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ ورد میں لکھتے ہیں کہ ایک مولوی صاحب
بجھڑتا ابوبن شریفین کی روایات کی تطبیق میں غور و تدبیر کرنے سے بیدار رہے۔ کہ کسی طرح
بات معارض میں کوئی تسووت تطبیق کی پیدا ہو۔ شب بیداری اور کثرت دعاغ سوزی سے
پر غنودگی کی حالت طاری ہو گئی، مولوی صاحب عالم بے ہوشی میں چراغ پر جھک پڑنے
عصہ جسم کا جل گیا۔ بوقت صبح کوئی فوجی آفسر آپ کی دعوت ضیافت کرنے کے لئے حاضر
مت ہوئے۔ آپ نے دعوت قبول کی۔ جب وقت مقررہ پر مولوی صاحب گھوڑے پر
برہو کر دعوت کھانے کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک سبزی فروش بیٹھ کر سبزی
بخت کر رہا تھا۔ جب آپ اس کے قریب سے گزرنے لگے۔ اس نے فوراً کھڑے ہو کر گھوڑے
کام پکڑ لی۔ اور مولوی صاحب کے کان میں آہستگی سے یہ اشعار پڑھے :-

آمنت ان ابا عبد اللہی وامنہ
حقی شہدہ بالریالہ
یہ حدیث و من یقول بضعفہ

احیا ہما للھی القیوم الباری
صدق ذالک الکرامۃ المختارہ
فہو الضعیف عن حقیقۃ العارہ

میں اس بات پر ایمان لایا ہوں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کو خدای
قیوم اور باری نے زندہ کیا تھا ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت
شہادت دی۔ یہ بالکل سچی بات ہے۔ اور آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت سے ہے۔ اس بار
حدیث شریف مروی ہے۔ جو اس کے ضعف کا قائل ہے۔ وہ ضعیف حقیقت حال سے عاری ہے
علامہ زماں فقیہ دوران رئیس العلماء شیخ ابو نعیم صاحب بحر الرائق رحمۃ اللہ علیہ الاشباہ والنظائر میں
لکھتے ہیں۔ ومن مات علی الکفر ارج لعننا الا والدی رسول اللہ علیہ وسلم لبوت ان اللہ
تعالیٰ احیا ہما حتی آمتا بہ کما فی المناقب الکروری۔ جو شخص کفر کی حالت میں مر گیا۔ اس پر لعنت
کرنا مباح ہے۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کو منع ہے۔ بسبب اس بات کے ثابت
ہونے کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا تھا۔ وہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان
لے آئے تھے۔ جیسا کہ مناقب کروری میں ہے۔

علامہ زماں سید احمد صوفی شارح اشباہ والنظائر ص ۲۵۴ مندرجہ بالا عبارت کے تحت تحریر

کرتے ہیں۔ لبثوت ان الله تعالى احياهما له قآمنابا خصوصيته لهما ومحل كون الايمان لا
ينفع بعد الموت في غير خصوصيته وقد صح انما عليه الصلوة والسلام ثم دت عليه الشمس بعد

غروبها نجا بالوقت حتى صلى على كرم الله وجهه العواد اعكرامة لئلا ضل الله عليه وسلم فكذا

هذا في شرح المنزلية لابن الحج الميمني رحمه الله عليه بوجوه ثابتة ہونے اس بات کے کہ بے شک

اللہ تعالیٰ جل ثنا کہ انے اپنی قدرت کاملہ سے ابوبن شرفین کو زندہ کیا تھا، اور وہ دونوں حضور پر نور

صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لائے۔ ان کا زندہ ہونا اور ایمان لانا خاصا نص نبوی سے ہے۔ اور

ایمان کا بعد از وفات مقبول و مفید نہ ہونا مقام غیر مخصوص میں ہے۔ کیونکہ یہ بات بالکل صحیح ہے

کہ حضور پر نور صلعم کی دعاء سے آفتاب بعد از غروب دوبارہ طلوع پذیر ہوا۔ اور نماز عصر کا وقت

عود کر آیا سیدنا مولانا مولیٰ المسلمین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے اپنی نماز عصر ادا

کی۔ یہ آپ کی کرامت سے ہے۔ اسی طرح پر واقعہ احياء ابوبن شرفین اور ان کے قبول اسلام کا

جیسا کہ بیچ قصیدہ ہمزئیہ شیخ ابن حجر کی رحمتہ اللہ علیہ کے ہے۔ شیخ سعدی گوئے :-

باراں کہ در لطافت طبعش خلاق نیست • در بارغ لاله روید در شورہ یوم خمس

علامہ زمان امام ناصر الدین ابن المینرالکی رحمتہ اللہ علیہ کتاب المقتضی فی شرف المصطفیٰ میں تحریر

کرتے ہیں۔ قد وقع لنا صلی اللہ علیہ وسلم احياء الموتى نظير ما وقع لعيسى عليه السلام

الى ان قال وقد جاء في الحديث ان النبي صلى الله عليه وسلم لما مع من الاستغفار الكفار

دعاء الله تعالى ان يحيى لنا ابويا قاحياهما وامنابا وصدقا وعتا مومنين۔ نشر العالمين سيوطي

بے شک ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بعض مردوں کا زندہ ہونا

دو بار پذیر ہوا ہے مانند نظیر منہر عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام مدینہ شریف میں ہے جب رسول کریم صلعم کو کفار بدکار کیلئے مڑیں

کرنے سے منع کیا گیا۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عجز و الحاح سے بارگاہ ربانی میں دعا

کی بار خدایا۔ تو اپنے فضل و کرم سے میرے والدین گرامی کو زندہ فرما۔ اللہ تعالیٰ نے حضور

کا کوفہ مبارک سے ان کو زندہ کر دیا افضل نے خوش ہو کر حضور پر نور کی نبوت تسلیم

کیا۔ پھر سچا ایمان لانے کے فوت ہو گئے۔

رئیس المحدثین نقیہ اعظم عالم بے مثال شیخ عبدالحق دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب

لغة اللحيات شرح مشکوٰۃ ص ۱۰ فارسی جلد اول میں تحریر کرتے ہیں۔ امامت ائمان پس اثبات
 وہ ائمہ ایمان والدین بلکہ تمام آباء و ائمتہات آں حضرت صلعم را تا بہتر آدم علم و ایش انرا در اثبات
 سہ طریقہ است۔ یا ایشاں بر دین بہتر ابراہیم علیہ السلام بودند۔ یا کہ ایشاں را دعوت نرسید
 آوردہ در زمان فترت بودند۔ و پیش از نبوت مردند۔ یا آنکہ زندہ گرداینند خدای تعالیٰ ایشاں را
 دست آں حضرت صلعم و بدعا و ولے۔ پس ایمان آوردند و حدیث احیاء اگرچہ در حد خود ضعیف
 ت۔ لیکن تصحیح و تحسین کردہ اند تبعاً و طرق۔ و این علم گویا مستور بود بر متقدمین پس کشف کرد
 راحق تعالیٰ بر متاخرین و اللہ تخص بر حمتہ من یشاء لیکن علمائے متاخرین رحمۃ اللہ علیہم جمعین
 نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی کا ایمان لانا تسلیم کیا ہے بلکہ ان کے ہمراہ
 حضور پر نور صلعم سے لے کر تمام آباء و اہبات کاتب البشر بہتر آدم صغی اللہ آدم ام البشر مانی
 صاحبہ علیہ السلام تک ائمہ انھوں نے دربارہ اثبات ایمان ابوین شریفین کے تین طریقے
 اختیار کئے ہیں۔

(۱) وہ خود بخود اپنی نقل خدا واد اور فراست صحیح سے دین ضیف سیدنا بہتر ابراہیم خلیل الرحمن
 صلوة اللہ علی نبیہا وعلیہ التسلیم کے پابند تھے۔ (اور شرک و کفر سے مجتنب تھے)
 (۲) یا ان کو کسی رسول یا پیغمبر کی دعوت نہیں پہنچی۔ اور وہ زمانہ فترت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
 والسلام میں بقیہ حیات موجود تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے عرصہ دراز
 پہلے فوت ہو گئے تھے۔

(۳) یا ان کو اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور صلعم کی دعوت سے زندہ کیا۔ پھر وہ ایمان لائے۔ آپ کی
 دعوت کو قبول کیا۔ حدیث احیاء ابوین اگرچہ سنداً ضعیف ہے۔ لیکن حضرات علماء کرام
 نے تعدد طرق حدیث کو مد نظر رکھ کر اس کی تصحیح و تحسین کی ہے۔ گویا یہ بات علمائے متقدمین
 پر مخفی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے متاخرین پر اس بات کو منکشف کر دیا۔ حق تعالیٰ جس کو جی چاہے
 اپنی رحمت سے مخصوص کرتا ہے۔ وہ صاحب فضل عظیم کہتا ہے۔

عزائم زمان سید احمد عمومی شہادہ اشباہ والنظائر ص ۲۵۳ لکھتے ہیں:

دعی ان عبد اللہ بن عبد المطلب و ائمتہ ائمتہ و عبد ابوی النوق صلی اللہ

علیہ وسلم اسلما وادلہ تعالیٰ احیا ہما فآمتابہ۔

مروی ہے کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب اور سیدنا آمنہ خاتون دختر وہب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی اسلام لائے ہیں خدا نے ان کو زندہ کیا پھر وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔

حضرت مولانا اسماعیل حقی صاحب تفسیر روح البیان نے ابوین شریفین کے ہمراہ سیدنا حضرت ابو طالب و حضور کے جد اعلیٰ سیدنا عبدالمطلب کا زندہ ہونا اور ایمان لانا تحریر کیا ہے اور

اس بارہ میں ایک حدیث شریف بھی نقل کی ہے فمن شاف لیبر جمع الیہ
من آنچه شرط بلاغت با تو میگویم تو خود از سخن پند گیری خواہ مسلل
سوال :- جب عند التزاع بوقت معاینہ عذاب اخروی کے ایمان لانا فائدہ نہیں دیتا بلکہ عند اللہ قرین
اجابت نہیں ہوتا جس کو ایمان بارس کہتے ہیں

كما قال الله تعالى فليس يك ينفعهم ايمانهم لما اسلوبا رسنا۔

ہرگز نہ نفع دے گا کہ فائدہ دیتا ان کو ایمان لانا جب دیکھا انہوں نے عذاب ہمارا۔

جب ایمان بارس مقبول نہیں تو پھر بعد از موت حیات کے کیونکر فائدہ رسانی کرے گا۔

الجواب هو الموفق للصواب :- صاحب روح البیان رقمطراز ہیں

قلت الایمان عند المعاینة ایمان بارس فلا یقبل بخلوف الایمان

بعد الاعادة لما وس دان اصحاب الکہف یبعثون فی آخر الزمان و

یحیون ویکولون من هذا وادامته نشر یقالہم اذ اللک ورج

مرفوعاً ان اصحاب الکہف اعوان الہدی فقد اعتد بما

یفعلة اصحاب الکہف بعد احیا یہم من الموت۔

میں کہتا ہوں کہ نزدیک معاینہ عذاب اخروی کے ایمان لانا بیشک ایمان بارس

کہلاتا ہے جو عند اللہ قبول نہیں بر خلاف بعد از حیات کے ایمان لانے کے جو

مقبول ہے۔ حدیث شریف میں ہے بیشک اصحاب کہف آخر زمانہ میں زندہ

کئے جاویں گے اور ہریش اللہ شریف کا حج کریں گے اور اس است مرحومہ میں

شمار کئے جاویں گے۔ ان کو یہ کرامت دی گئی ہے حدیث مرفوعہ میں مروی ہے
کہ اصحاب کہف مہدی آخر الزمان کے مددگار ہوں گے اللہ تعالیٰ نے ابویں شریفین
کو بھی وہی کرامت دی ہے جو اصحاب کہف کو عطا کرے گا۔

مولوی نواب صدیق حسن خان صاحب مجھو پالوسی رحمۃ اللہ علیہ ریح الکرامۃ فی آثار القیامۃ ص ۹۶
لکھتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہ اصحاب کہف اصحاب مہدی اند، ذکرہ ابن مرویہ
فی تفسیر سیوطی کفرہ تاخیر اصحاب کہف تا ابن مدت مفید اکرام ایشان است تا
شرف دخول مدینہ امت دریا بندہ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اصحاب کہف مہدی کے
ممدومعاون ہوں گے۔ اس کو ابن مرویہ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ سیوطی
نے کہا ہے کہ اصحاب کہف کے احیاء میں عرصہ وراذ کی تاخیر کرنے کی یہ وجہ ہے تاکہ ان
کو امت محمدی میں داخل ہونے کی کرامت حاصل ہو

اب یہ بات ادباً علم اور صاحب دانش پر نصف النہار کی طرح روشن ہے کہ جب
اصحاب کہف کا زندہ ہونا اور ایمان لانا اور اس امت مرحومہ میں داخل ہونے کی تفصیلت
پانا عند الشرح مقبول و ممکن بات ہے تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو الدین گرامی کا دوبارہ زندہ ہونا
اور ایمان لانا کیوں صحیح نہ ہوگا۔ یہ سب تعسب اور عناد کا باعث ہے اعاذنا اللہ منها
اللہم انا الحق حقا وارتقا ابتاعہ وانا الباطل باطل ولس زتنا اجتنابہ
تنتانی عشا۔ فلوما نبع من حیوان احیاء المیت وانشاعها بحیاتیہ
بعد لا خرق اللعادۃ فکذلک ینکون احیاء ابوی النبی صلی اللہ علیہ
سلحہ تا فعال یمانہما تصدیقہا

کوئی چیز مردہ کے زندہ ہونے اور اس حیات کے ساتھ فائدہ حاصل کرنے میں کبھی
ڈالنے والی نہیں بصورت خرق عادت یعنی معجزہ کے پھر اسی طرح پر ہوگا واقعہ
احیاء ابویں شریفین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حیوان کے ایمان لانے اور تصدیق ہونا

رسالت نبوی کرتے ہیں بالضرور فایذہ رساں ہوگا۔

ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ التعظیم ص ۱۸ پر بعد ذکر الایمان فترت تحریر کرتے ہیں
یوخذ من هذا الاحادیث، التي (یعنی جارت فی احوال اهل الفترة
السود علی ابن حبیبة فی کلامہ اسالف عند قوله ان الایمان لا ینفع بعد الموت
فاذا کان الایمان ینفع اهل الفترة الا فی الآخرة التي لیست بداس تکلیف
وقد شاهدوا جهنم بشهادة هذا الاحادیث فان ینفعهم
بالاحیاء فی الدنیا من باب اولی۔

ان احادیث شریفہ سے جو بیچ احوال الایمان زمانہ فترت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام کے مروی ہیں ابن دمیہ کے قول گزشتہ کی پمذوب تردید کی جاتی ہے اس
نے کہا ہے کہ مرئیے بعد زندہ ہو کر ایمان قبول کرنا کچھ ناکمہ نہیں دیتا جب ایمان
لانا الایمان زمانہ فترت کو بیچ دار آخرت کے مفید ہوگا جو تکلیف کا گھر نہیں ہے۔
وہ آنحالیکہ انہوں نے دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا۔ ان حدیثوں کی گواہی
سے تو پھر اس وار دنیا میں زندہ ہو کر ایمان لانا کیونکر مقبول و مفید نہ ہوگا۔

ہر علم باکہ کار نہ بندی چہ فتایہ	چشم از برائے آن بود آخر کہ بسنگری
از من بگفتی آن عالم تعبیر گوئی را	گرد عمل نکوشی ناواہ، مقصوری
دعوی ممکن کہ بہ ترم از دیگران بعلم	چوں گبر کردی از ہمہ دہان فروتری
علم آدمیت است جو انمردی و ادب	ود نہ دوی بصورت انسان مصوری

بحر جلیل عالم بنیل مولانا عبدالباقی صاحب المعروف بنزد قافی رحمۃ اللہ علیہ نزد قافی شرح مواہب

جلداول ص ۱۸ پر لکھتے ہیں۔

بہا بیرو علی ابن دمیہ لدن الایمان اذا کان ینفع اهل الفترة فی الداس
الآخرة التي لیست داس تکلیف قد شاهدوا جهنم بشهادة الاحادیث
فلان ینفعهم بالاحیاء من الموت من باب اولی۔ فقد حصل المطاب
بدلیل الخصوصیة۔

ان حدیثوں سے ابن دمیہ کے قول کی تردید ہوتی ہے جو اہل فترت کے بارہ میں مرتباً
 ہے۔ جب زمانہ فترت کے رہنے والوں کا دار آخرت میں ایمان لانا فائدہ مند ہوگا
 جو تکلیف کا گھر نہیں۔ انہوں نے ان احادیث کی شہادت سے مار جہنم کو بحشم خود ملا
 کیا پھر الوین شریعین کا مکر زندہ ہو کر ایمان لانا کیونکر مقبول ہوگا کیونکہ اولہ خصوصاً
 سے مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا اسماعیل صاحب ترقی مصنف روح البیان فرماتے ہیں۔

لا بدع ان يكون الله تعالى كتب لا بوي النبي صلى الله عليه وسلم
 عمراً ثم قبضها قبل استيغايه تلك اللحظة الباقية آهنا فيها
 فيحتد به وتكون تلك اللحظة الباقية بالمدّة الفاضلة بينهما
 لا تستدراك الايمان من جملة ما احكمه الله تعالى به نيته صلى الله
 عليه وسلم۔

یہ کچھ تعجب و حیرانگی کی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو پہلے وفات دے
 دی ہو پھر ان کی عمر کی کچھ مہیا و مقرر کی ہو پھر ان کو تعیل حیات سے کچھ عرصہ پہلے وفات دے
 دی ہو پھر ان کو بقایا عمر کی تکمیل کے لئے زندہ کر دیا ہو۔ اور وہ بقایا مہیا و عمر ان کے قبول ایمان
 کے لئے کافی ہو یہ وہ کرامت اور خصوصیت ہے جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً
 کیا ہو۔

سوال :- حاکم اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

قال خرج النبي صلى الله عليه وسلم يوماً الى المقابر فجلس اذا قبر منها فتا
 جاء طويلاً ثم بكى فقال ان القبر الذي جلست منده قبري و ابني
 استاذت سآتي في الدعاء ففلس يا دن لي فانزل الله تعالى على قوله تعالى
 وما كان النبي والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا ادلى القربى
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز قبرستان کی طرف تشریف لے گئے اور ایک قبر کے سر پر
 بیٹھ گئے اور دیر تک دعا میں مشغول رہے پھر روپڑے فرمایا میں جس قبر کے پاس
 بیٹھا تھا یہ میری والدہ ماجدہ کی قبر گرامی عقی میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا

کرنے کی اجازت مانگی بھے اجازت نہیں ملی اور پھر پر یہ آیت شریف نازل ہوئی
 "وہرگز نہیں لائق واسطے نبی کے اور ایمان والوں کے یہ کہ بخشش مانگیں واسطے مشرکین
 کے اگرچہ وہ ان کے قرابت دار ہوں۔"

ابواب:۔ تطبیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ثانی صفحہ ۲۴۲ میں ہے۔

اما ما وقع فی حدیث عبد اللہ بن مسعود ^{رضی} فنزلت وما كان للنبي
 والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين الخ مخالف لما ساءة الثقات
 من ائق نزولها انما كانت. فی قصۃ ابوطالب کما اخرج البخاری
 لیکن جو بات عبد اللہ بن مسعود کی حدیث شریف میں ہے کہ بھے دعا کرنے کی اجازت نہ
 ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی اور نہیں لائق واسطے نبی کے اور ایمان والوں کے یہ کہ بخشش
 مانگیں واسطے مشرکین کے اگرچہ وہ ان کے قرابت دار ہوں یہ ثقات کی روایات کے
 بالکل مخالف ہے کیونکہ اس کا نزول بیچ قصہ وفات ابوطالب کے ہے رواہ بخاری و مسلم
 ذکر آپ کی والدہ ماجدہ کے حق میں ہے مسلم صفحہ ۲۹۳ نے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے۔

کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب کی وفات کا وقت قریب ہوا
 حضور پر نور اس کے پاس تشریف لے گئے اور کفار مکہ سے مانند ابو جہل اور ولید بن مغیرہ اور عبد اللہ
 بن امیہ وغیرہ پہلے وہاں موجود تھے آپ نے فرمایا چچا جی آپ کلمہ شہادت پڑھیں تاکہ میں کل بمود حشر
 خدا کے حضور سے اس کے ذریعہ سے تمہاری نجات طلب کروں یہ بات سن کر ابو جہل نے کہا اے ابوطالب
 کیا تو اپنے باپ سیدنا عبد المطلب کے دین سے منحرف ہو جائے گا ہر چند حضور پر نور نے اصرار کیا مگر ابوطالب
 نے انکار کیا اور وہ یہ بات کہتے ہوئے فوت ہو گئے یہاں کہ اپنے باپ عبد المطلب کے دین پر قائم ہوں آپ نے
 کہا خدا کی قسم میں ہمیشہ تمہارے لئے جناب باری سے بخشش طلب کرنا ہوں گا جب تک مجھے دکا نہ گیا
 پھر یہ آیت اتی وما كان للنبي والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين

ختمائیں کبریٰ سیدوطی مصری صفحہ ۸۷ ابن عساکر نے حسن بن عمارہ رضی سے روایت کی ہے۔

ان النبي صلی اللہ علیہ وسلم و علی ابن ابی طالب ذہب الی قبر ابیطالب

يَسْتَغْفِرُهُ فَاَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى دُمُوكَانَ لِبَنِي وَالدِّينِ آمَنُوا لِيَسْتَغْفِرُوا
لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَى الْقُرْبَى فَاَنْتَدَى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْتِ
أَبِي طَالِبٍ عَلَى الْكُفْرِ فَاَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى - إِنَّكَ لَا تَجِدِي مَنْ أَحْبَبْتَ يَعْنِي
أَبُو طَالِبٍ وَكَرَّمَ اللهُ بِهِدِي مَنْ يَشَارِكُنِي عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ -

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا و مولانا و مولیٰ المسلمین حضرت علی کریم اللہ وجہ ابو طالب کی قبر
مشریف لے گئے تاکہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کریں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی -
اور نہیں لائق واسطے نبی کے اور ایمان والوں کے یہ کہ بخشش مانگیں واسطے شرک کرنے
وانوں کے اگرچہ وہ ان کے قرابت دار ہوں - پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر چچا
کی وفات کفر پر بیحد ناگوار محسوس کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی - تحقیق تو نہیں ہدایت
کر سکتا جس کو جی چاہے یعنی ابو طالب کو لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو جی
چاہے جو سیدنا حضرت عباس بن عبدالمطلب سے مراد ہے -

علامہ زہمان فقیہ دوران ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ رد المحتار شرح در مختار جلد ۳۹۹ باب
نکاح کافر میں تحریر فرماتے ہیں -

لَوْ بِنَاتِي أَيْضاً مَا قَالَ الْأَمَامُ فِي الْفَقْهِ الْأَكْبَرَاتِ وَالْأَكْبَرَاتِ مَا قَالَ عَلِيُّ الْكُفْرِ
وَلَوْ مَا فِي صَمِيحِ الْمُسْلِمِ اسْتَأْذِنْتُ رَبِّي اسْتَغْفِرُ لَأَمِي فَلَمْ يَأْذِنْ لِي - وَ
مَا فِيهَا يَضَانُ سِرْجُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ آيُنَ أَبِي قَالَ فِي النَّارِ فَلَمَّا قَفَا دَعَا
فَقَالَ ابْنُ ابْنِ ابْنِ النَّارِ لَمْ يَكُنْ أَنْ يَكُونَ الْوَحْيَارُ بَعْدَ خَالِ الْكَلْبِ لَنْ كَانَتْ
فِي حِجَّةِ الْوَدَاعِ -

اسی طرح یہ قول منافی ایمان ابوبن شریفین کا نہیں جو ہمارے امام الائمہ سیدنا امام
اعظم ابوحنیفہ کو فی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے بیچ فقہ اکبر کے بیشک والدین گرامی
نبی صلعم کے فوت ہونے کے بیچ حالت کفر کے اور نہ جو صحیح مسلم میں حدیث ہے میں نے
اللہ تعالیٰ جل شانہ سے اجازت مانگی کہ میں اپنی والدہ گرامی کے لئے بخشش طلب
کیا کروں مجھے اجازت نہ ملی -

حدیث شریف میں ہے یک اومی نے پوچھا یا رسول اللہ میرا باپ کہاں ہے فرمایا آگ میں۔
 نب واپس پھرا، پھر اسے بلایا اور کہا میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں ممکن ہے کہ ابوین شریفین کا
 منہ ہونا اور قبول اسلام ان احادیث کے بعد کا ہو کیونکہ اجبار کا واقعہ صحیح زمانہ صحیح الوداع ستھ
 نے وقوع پذیر ہوا ہے۔ اس صورت میں تعارض بین الرواۃین نہ رہتا۔ دیکھو تفسیر روح البیان جلد اول ص ۱۰۰

دائمًا ما روى عنده فلم يؤذن لى فى الشفاعة فهو متقدم على احياء الجنة كات
 فى حجة الوداع فمن الجائز ان تكون هذا الدرجة حصلت له عليه الصلوة
 والسلام بعد ان لم تكن -

جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھے شفاعت طلب کرنے کی اجازت نہ ملی یہ روایت
 واقعہ اجبار سے پہلے کی ہے کیونکہ ان کے اجبار کا واقعہ صحیح الوداع میں ظہور پذیر ہوا ہے اور یہ بات بالکل
 ممکن الوقوع اور جائز ہے کہ یہ کرامت اجبار ابوین گرامی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان روایات
 مخالف کے بعد میں حاصل ہوئی ہو۔ یہی بات قابل اعتماد ہے۔

علا مر زمان سید احمد جموی شرح اشباہ والنظائر ص ۳۳ صاحب روح البیان کے قول کی تائید کرتے ہیں۔
 وذکر بعض اهل العلم فى الجمع ما حصله ان من الجائز ان تكون هذا
 الاصل حجة حصلت له عليه الصلوة والسلام بعد ان لم تكن وان يكون الایة
 والایمان متاخرا۔

بعض اہل علم نے بیچ تطبیق روایات کے ذکر کیا ہے ممکن ہے کہ یہ کرامت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کو بعد میں حاصل ہوئی ہو اور پہلے حاصل نہ ہو یہ کہ ابوین شریفین کا زندہ ہونا اور ایمان لانے کا
 احادیث سے بعد کا واقعہ ہو تو اس صورت کوئی تعارض باقی نہ رہتا پھر ان کا اجبار ایمان صاف منطبق ہو گیا۔

حضرت ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مسالك المنقار فی الوداع المصطلح ص ۵۵ میں تحریر کرتے ہیں

قال القرطبي رحمه لا تعارض بين الحديث الاحياء وحدث نبى الاستغفار ان
 حديث الوحي متاخرا عن الاستغفار لهما بدليل حديث عائشة رضي الله
 عنها ان ذلك كان في حجة الوداع ولذلك جعله ابن شاهين فاستغفارنا

منه الوحي -

اما قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ احادیث اجماعیہ روایتیں شریفین اور عن الاستغفر کے مدین
 کوئی تعارض نہیں ساتھ دلیل حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے یہ ہے کہ اجماعیہ روایتیں
 گرامی کا واقعہ صحیح زمانہ صحیح الوداع کے گزرا ہے۔ اس لئے ابن شامین محدث نے حدیث اجماعیہ
 کو کتاب التاخر والمفسوخ میں دوسری حدیثوں کے لئے ناسخ قرار دیا ہے اور یہی بات اقرب
 للی الصواب اور قابل اعتماد ہے۔

حافظ فتح الدین ابن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت میں حدیث اجماعیہ کو حدیث نبوی عن الاستغفر
 کو خرد کر کیا ہے۔

قال وقد روي بعض اهل القلم في الجمع بين الروايات ما حاصله ان النبي صلى الله
 عليه وسلم يزل راقباً في المقامات المستوية صاعداً في الدرجات العلية الى ان قبض
 الله روحه المطهرة اليد واللفه بما خصه الله لا يد من انكارات حين المقدم
 عليه فمن الجائز ان يكون هذا لا الدرجه حصلت له صلى الله عليه وسلم بعد ان
 لم تكن وان يكون الاحبار والایمان متأخر امر تلك الاحاديث۔

کہا بعض اہل علم حضرات نے یہ بیچ تطبیق دینے اور حدیث کے ذکر کیا ہے جس کا ما حاصل یہ ہے
 کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وایم اللہ اوقات حصول مقامات سنیہ اور درجات
 رفیہ کے حصول کے منتظر رہتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور کے روح
 مطہرہ و مقدس کو قبض کیا اور ان کو ان فضائل اور خصائص سے اپنے قریب کیا جو خدا کو
 منظور تھا۔ بالکل ممکن اور جائز ہے یہ وجہ حضور پر نور کو بعد میں حاصل ہوا ہو پس نہ تھا
 یہ کہ اجماعیہ روایتیں شریفین اور قبول اسلام ان تمام مخالف احادیث کے بعد کا واقعہ ہے اس
 صورت میں حدیث میں کوئی تعارض باقی نہیں۔

ندواتی جداول مسری ص ۱۴۶ و يمكن الجواب عن الحريين انهما كانت عوحد في غير وقت
 بل بلغا شان البعث والنشردانك اصل كبير فالحياهما الله له حتى آتيا بالبعث
 في جميع ما في الشريعة ولذا تأخر احياهما ان حجة الوداع حتى تمت الشريعة ومنزل
 اليوم اكملت لكم دينكم واتممت تليكم نعمتي ورزيت لكم الاسلام ديناً

فاحیبت حتی آمنت بجمیع ما انزل اللہ علیہ ہذا معنی نفیس جدا۔
 معارض حدیثوں کا یہ جواب ممکن ہے کہ ابوین شریفین پہلے ہی موحداورد خدا پرست تھے مگر
 انکو کماحقہ علم وراثت کا حاصل نہ تھا چونکہ آخرت پر ایمان لانا دین حقانی کے اصولی چیزوں
 سے ہی پھر اللہ تعالیٰ نے انکو زندہ کیا تاکہ وراثت اوتمام احکام شرعی پر کامل طور پر
 ایمان لائیں اس لئے اللہ نے عجمۃ الوداع کے زمانہ تک ان کے زندہ کرنے میں تاخیر کی یہاں
 دین اسلام مکمل ہو گیا اور یہ آیت نازل ہوئی آج کے دن کامل کیا میں نے دین تمہارا ادا
 پہنچا دیا میں نے تم پر نعمت اپنی اور پسند کیا تمہارا لئے اسلام حقانی کو دین پھر ان کو
 زندہ کیا گیا تاکہ تمام امور دینی اور احکام شرعی پر مکمل طور پہ لائیں

یہ جواب نہایت پسندیدہ اور مقبول عام علماء کرام کا ہے اور یہ بات بالکل صحیح اور قابل اعتماد

اور ان کے ایمان پر استدلال کے لائق ہے

مچھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے پیر کا جگر - مرد ناناں پر کلام نرم و نازک بے اثر

سوال :- حدیث شریف میں ہے قال ان ابی والک فی الناس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 میرا باپ اور تیرا باپ دونوں میں ہیں -

جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ابی سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سینا ابو طالب مراد میں
 سینا حضرت عبداللہ حضور پر نور صلعم نے سائل کو ذرا معنی جواب دیا جس سے بظاہر تو اس کی تسکین
 ہو گئی لیکن اس پر حقیقت حال منضی رہی کیونکہ ابی سے چچا کی طرف اشارہ کیا تھا ترمذی نے ابو ہریرہ سے
 سے روایت کی ہے قال حماد بن اسود ابیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آدمی کا چچا اس
 باپ کے مانند ہوتا ہے کیونکہ اہل عرب اپنے چچا صاحب کو مانند باپ کے تصور کرتے تھے امام محمد بن کمال
 فرمائی اور ابو العالیتر رضی اللہ عنہا نے کہا ہے -

انحال والد والعم والد و نزل قوله تعالیٰ ان کنتم شہدا لہ حضرت یعقوب اموت اذ تل
 لہتیر ما تعیدون بعدی قالوا نعبد الہاک والہ اباہ ابراہیم واسمعیل و اسحاق
 ماموں مانند باپ کے ہے اور چچا بمنزلہ والد کے ہے پھر یہ آیت تلاوت کی کہا تم اس وقت
 موجود بننے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو موت آئی جو اس نے اپنے بیٹوں کو کہا تم میرے

بعد کس کی پرستش کریں گے انہوں نے جواب دیا تیرے خدا کی اور تیرے باپ و ادا امیر
ابراہیم و حضرت اسماعیل و حضرت اسحاق علیہم السلام کے خدا کی پوجا کریں گے حالانکہ
حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے رشتہ میں چچا تھے لیکن بہتر یعقوب علیہ السلام کی افلاوٹا کو اپنا
باپ ذکر کیا ہے۔ و تمس علیٰ هذا لعمراہ

سوال: جب دو حدیثوں کے درمیان تعارض واقع ہو تو پھر تطبیق کی کیا صورت ہوگی۔

الجواب: جب دو حدیثوں کے درمیان تعارض واقع ہو اس وقت تطبیق روایات کی یہ صورت —
— ہوگی کہ ہر دو روایت کے درمیان روایت کا زمانہ دیکھا جائے گا تو پھر موافق قواعد اصول حدیث
مقدم کو منسوخ اور متاخر کو ناسخ قرار دیا جائے گا چونکہ احیاء ابویں گرامی کا واقعہ بیچ زمانہ ہجرت الوداع ۱۰
کے ظہور پذیر ہوا ہے اس لحاظ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث دوسری تمام حدیثوں
کے لئے ناسخ تصور ہوگی۔ دیکھو ابن شاہین محدث وغیر نے نہی عن الاستغفار کی حدیث کو حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے منسوخ قرار دیا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
شرح نخبۃ الفکر ص ۱۱۶ پر تحریر فرماتے ہیں۔

وان لم یکن الجمع فلا یخلوا امان یصرف الناس یخادوا فان صرف

الناس یخربت المتأخر فهو التامیخ والآخر منسوخ

لیکن اگر جمع میں الروایین ممکن نہ ہو پھر تاریخ روایت ملاحظہ کی جائے گی پس اگر تاریخ روایت
کی معرفت حاصل ہو جائے تو اندر میں صورت پھلی روایت کو پہلی کے لئے ناسخ تصور کیا جائے گا
نور الانوار ص ۱۹۶ کے بحث تعارض میں ہے

ومن قبل اختلاف الزمان صحیحاً فائتہ اذا علمت تاریخ فلقدان

یکون المتأخر ناسخاً للتقدم

یہ اختلاف زمانہ سے پہلے کی بات ہے لیکن جب روایت کی صحیح تاریخ معلوم ہو
گی تو پھر ضروری بات ہے کہ پھلی روایت پہلی کے لئے ناسخ تصور ہوگی۔

اب صاف اظہر من الشمس ہے کہ احیاء ابویں کا ہجرت الوداع ۱۰ھ میں وقوع پذیر ہوا ہے اس
واسطے اس سے پہلی تمام مخالف روایات کو منسوخ تصور کیا جائے گا جب یہ سب ناقابل قبول اور

نادا جب العمل تصور ہوئیں تو پھر ابوین الشریعین کا زندہ ہونا اور ایمان قبول کرنا بالکل صحیح ہو گیا اور کوئی نزاع باقی نہ رہا۔

امام عبدالباقی ندقانی رحمۃ اللہ علیہ زرقاتی جلد اول ص ۱۴۲ مصری پر رقمطراز ہیں
قال بعض اهل العلم في الجمع ان يكون الرحياء متنا خرا من
فلت الحديث

اور بعض اہل علم حضرات نے یہی تطبیق میں الروایات کے کہہ ہے یہ کہ اجیار ابوین
شریعیں کا واقعہ تمام مخالف حدیثوں کے بعد کہے فلا تعارض تو پھر تعارض کا شبہ
زائل ہو گیا۔ والحق الحق ان يتبع

ایک اور اصولی بات قابل ذکر ہے جس کا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا نورالانوار شرح منار میں
ملا جیون صاحب استاوا المسکرم شہنشاہ معظم اورنگ زیب عالمگیر نور اللہ مرقد وجعل اللہ الخیر
شواہد رکھتے ہیں۔

المثبت اولی من النافی یعنی اذا تعارض المثبت والنافی فال مثبت اولی
بالعمل من النافی۔

مثبت روایات پر عمل کرنا نافی سے بہتر ہے یعنی جس وقت مثبت اور نافی روایات میں
تعارض پیدا ہو تو اس صورت میں مثبت پر عمل کرنا نفی کرنے والوں سے بہتر ہوگا۔

امام جلال الدین سیوطی التظیم والمنترہ ص ۲۶ پر تحریر کرتے ہیں

المقول فی الوجود بیث التی وسنت فی ان ابوی البنی صل اللہ علیہ وسلم
فی الناس کلہا منسوخة اما باحیاءہا واما بانہما واما بالوحی فی ان اهل التی
لا یعدون۔

لیکن ان حدیثوں میں کلام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کے حق میں مروی ہیں بیشک
وہ نسخ میں ہیں یہ ہے کہ وہ سب حدیثیں منسوخ العمل قرار دی جائیں گی یا تو ان کے زعمہ ہونے اور
ایمان لانے کے ذریعہ سے یا بواسطہ نزول وحی کے کہ زمانہ فترت انبیاء کے لوگ عذاب نذ کے
جاویں گے۔ بہر کیف بہر دو صورت ابوین الشریعین کا ایمان اور نجات ایک جماعت علماء کرام

کے نزدیک بالکل ثابت ہے۔ جزاء ہنر اللہ عنی خیر الجزاء
 گر نیاید جوش و رغبت کس بر رسولان بلاغ باشد و بس
 سوال۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو فی رحمۃ اللہ علیہ و علی اتباعہ نے اپنی مشہور کتاب تصنیف لطیف
 فقہ اکبر میں لکھا ہے

ووالدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتا علی الکفر
 بنی کریم کے والدین گرامی کفر کی حالت میں فوت ہو گئے ہیں۔

الجواب: ۱۔ سبوتا حضرت امام اعظم نور اللہ مرقدہ نے عدم اوداک زمانہ نبوت کو کفر سے تعبیر

کیا ہے یعنی ماتا علی زمانہ اکھنر یعنی ان کی فوتیگی زمانہ کفر میں واقع ہوئی اور انہوں
 نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ نہیں پایا بلکہ کفر کی تاریکی کے زمانہ میں فوت ہو گئے

۲۔ صاحب عمون نے کہا ہے۔ ورسوس عنی از ومار دیندنی علیہ ان فی نسخہ

المعمداتہ منہم فیہا شئی من فالک۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر تہمت

تراشی گئی ہے جس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ فقہ اکبر بعض صحیح اور معتبر نسخہ جات میں یہ

بات مندرجہ نہیں یہ ابوحنیفہ بخاری کا مقولہ ہے جو قابل اعتبار نہیں۔

۳۔ بالفرض اگر اس قول کو بالکل صحیح مان لیا جائے اور اس کی کوئی تاویل نہ کی جائے پھر بھی یہ بات

ہرگز لازم نہیں ہوتی کہ ان کا زندہ ہونا اور ایمان لانا صحیح نہیں کیونکہ اہل علم حضرات کے

نزدیک ان کا زندہ ہونا اور ایمان لانا امور مسلمہ سے صحیح بات قابل اعتبار ہے۔

۴۔ بعض علماء کے نزدیک فقہ اکبر کی عبارت یہ ہے واما ماتا علی الکفر ابوین گرامی کفر پر

فوت نہیں ہوئے مگر ماتا کے اول سے لفظ ما سہو کاتب یا دوسری وجہ سے ساقط ہو گیا

اور عوام الناس میں ماتا علی الکفر کے الفاظ سے رواج پذیر ہو گیا جیسا کہ ارشاد غنی ص ۱۱۱ میں ہے

۵۔ یہ بات ممکن اور قرین قیاس ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث احیاء نہ پہنچی ہو کیونکہ

زمانہ سلف میں عوام الناس کی توجہ اس مسئلہ شریف کی طرف چنداں مائل نہ تھی بعد ازاں

اس کی ضرورت لاحق ہوئی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں گویا ابن علم مستد

بود بر مقتدین پس کشف کرد حق تعالیٰ آزار ہر تاخرین۔ واللہ یختص بوجہ من یشاء

دیکھو عالم باعمل فاضل بے بدل استاد الحدیثین سنداً المحققین رئیس العلماء والفقہاء مفسر قرآن
 حاوی فروع و اصول شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ سوزنی میں بحوالہ سوال ایمان ابوالین الشافعیین
 کے تحریر فرماتے ہیں۔ حضرات علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے دربارہ اثبات ایمان ابوالین شریعین کے
 تین مسلک اختیار کئے۔

۱۔ پہلا مسلک یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین گرامی زمانہ فترت انبیاء کرام علیہم
 الصلوٰۃ والسلام میں بغیر حیات موجود تھے اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے
 قوله تعالیٰ وما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً بنی اسوائیل علیہ
 نہ تھے ہم عذاب کرنے والے یہاں تک کہ بھیجیں ہم رسولا۔

اس آیت گرامی کے مضمون سے حضور پر نور صلعم سے پہلے فترت کا زمانہ ثابت ہوتا ہے
 پھر تمہ تعالیٰ اس آیت تشریف کے زمانہ فترت کے لوگ قابل مواخذہ اور سزاوار عذاب کے
 نہیں اور باعتبار اس مسلک کے فقہ اکبر کی عبارت بھی صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں صرف
 ما تاعلیٰ الکفر موجود ہے۔ ان کے تعذیب کا کچھ مذکور نہیں۔ اب صاف ظاہر ہوتا ہے۔ وہ
 ناجی ہوں گے۔

۲۔ دوسرا مسلک علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا یہ ہے کہ جناب سرور کائنات فخر موجودات
 سید اقرین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین علیہ من الصلوٰۃ اکملہا
 ومن التحیبت افضلہا کے والدین گرامی بعد از وفات زندہ کئے گئے اور انہوں نے بعد اچار
 آپ کی نبوت و رسالت کو صحیح تسلیم کر لیا اور یہ مسلک بھی بالکل فقہ اکبر کی عبارت کے
 منافی نہیں علامہ دوران الشیخ شمس الدین صاحب کورسی جو جلیل القدر علماء احناف
 ملک ماوراء النہر سے ہیں کہتے ہیں۔

بجھوس لمن من مات علی الکفر الذی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم لغیبت ان اللہ تعالیٰ احیا ہما آمنابہ

اس شخص پر لعنت بھیجا جاتا ہے جو کفر کی حالت میں فوت ہو گیا مگر نبی کریم صلعم
 کے والدین گرامی کو منع ہے بسبب ثبوت اس بات کے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا۔

کی نبوت پر ایمان لائے ہیں۔ ان کا جب اثبات ایمان ہو گیا تو ان سے کفر کا اتلا ہو گیا۔

تیسرا مسلک علماء کرام رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ حضور پر لیس کے والدین گرامی نے توفیق بانی سے اپنی عقل خدا و اسے ملت ابراہیم حنیف علیہ السلام کو اختیار کر لیا تھا اور وہ مراسم شرک و کفر سے بیزار اور توحید بانی کے قائل تھے اور بت پرستی سے بید منتفر تھے اور قدیم الایام سے اپنے آباء و اجداد سے نبی آخر الزمان کی بعثت کی خبریں سنتے رہے وہ دل و جان سے آپ کی آمد کے منتظر تھے ان کے دل میں یہ ارادہ تھا جب خاتم النبیین کی بعثت ہوگی تو ہم آپ کی نبوت کو تسلیم کر لیں گے چنانچہ اس مسلک کی تائید کے لئے حضور پر نور صلعم کے نور مبارک کا قصہ اور اس کی تگرانی کی وصیت سلسلہ وار جاری رہنا شاہد ہے اور وہ نور مبارک حضور پر نور کے والد ماجد سینا عبد اللہ کی جبین مبارک پر جلوہ گرہن تھا آپ کو اس نور کی حفاظت کے لئے اپنے آباء و اجداد سے یہ وصیت پہنچی تھی کہ اس نور گرامی کو پاکیزہ شکموں میں سپرد کریں۔ حضرت ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ اثبات ایمان والدین گرامی میں بھی مسلک اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ان میں کفر و شرک کی آلائش کا پایا جانا ناممکن اور محال ہے۔ لہذا اس طریقہ سے ان کا ایمان متحقق ہوتا ہے۔ کیونکہ اس وقت صرف ایمان اجمالی کی ضرورت لاحق تھی۔ جیسا کہ درقہ بن نوفل کے حق میں ثابت ہے جو ام المومنین سیدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا چچا زاد بھائی مابہر علم تورات و انجیل کا متقا۔ فقہ اکبر کی عبارت بھی اس مسلک کے منافی نہیں کیونکہ فقہ اکبر میں امام اعظم رح نے عدم ایمان تفصیلی کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔

ترجمہ فتاویٰ عزیزی جلد اول ص ۲۹۵

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ اخبار الاخیار ص ۱۳۵ میں لکھتے ہیں۔

کہ حضرت خواجہ سید محمد گیسوی دراز خلیفہ حضرت شیخ المشائخ شیخ نصیر الحق والدین دہلوی سے سزا اپنی تفسیر قرآن ام المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ جبرائیل علیہ السلام نے فرستادہ بودند چون حضرت علی کرم اللہ وجہہ ازاں مسلمات باز آمد سوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم با و فرمود۔ اے علی رض شنبیدی کہ خدای تعالیٰ دوش با من چہ کر امت طا کر و۔ گفتم یا رسول اللہ شنیدم۔ فرمود دوش حلقہ گرفتہ اور ابو طالب و پدیر و ماور خود را

مغفرت خواستم فرمان شد تم مقتضی است بر من ہر کہ بیگانی من و نبوت تو ایمان بنا دو بت
 و باطل نگو بید من ادا بہشت تدم بر و بر فلان شعب و ما در و پدر خویش و الو طالب را فدا رک
 ایشان زندہ بشوند و پیش تو آید تو ایشان را دعوت کنی تو ایمان آرد ہمچنان کہ ہم بر بلندی رفت
 فریاد کرد یا آباہ یا اُمّاہ یا عمّاہ - ہر سہ تن از خاک سر ہر آرد و من ایمان آرد و نہ و از عذاب خلاص
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے ایام میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ
 کو کسی کام کے لئے کہیں روانہ کیا تھا جب شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ واپس
 تشریف لاگے اے علی رض تو نے کچھ بات سنی ہے کہ کل اللہ تعالیٰ نے مجھے کیا کرامت ع
 کی ہے میں نے کہا یا رسول اللہ میں نے کوئی بات نہیں سنی فرمایا کل میں نے جناب بل
 میں دعا کی اور اپنے والدین گرامی اور چچا کے لئے بخشش مانگی جناب باری سے فرمان صادر
 ہوا کہ میں نے یہ نطعی فیصلہ کر رکھا ہے جو شخص میری وحدت والو بیت اور آپ کی نبوت
 ایمان نہ لائے گا اور بت پرستی کو باطل تصور نہ کرے گا میں اس کو کبھی بہشت ہریں میں تو
 نہ کرے گا حکم ہر اتہم ناپ مقام پر جا کر اپنے والدین اور چچا کو پکارو وہ زندہ ہو کر تمہارے پاس حاضر ہوا
 گئے تم ان کو دعوت دو وہ قبول کریں گے - میں بموجب فرمان باری بلندی پر جا کر پکارا اے
 میری ماں اے میرے باپ اے میرے چچا جی میری پکار پر وہ تیلوں اپنی اپنی قبروں سے باہر
 نکل آئے اور ترول سے میری دعوت کو تسلیم کر لیا اور عذاب الہی سے خلاص پائی - ہذا
 من سابقہ ہمدی دس عبتہ لقوم یوحنون -

فدانی مصری جلد اول ص ۱۸۶ اذا سکت عنہما قتل ہما جیان فی الجنة اما
 اتہا احیا حتی آما آما بہ عما جزم بہ السہیلی والقرطبی و
 فاصول الدین ابن المنیر انہما الحدیث الضعیف اکما جزم
 بہ اولہم و وافقہ جماعتہ من الحفاظ لا شہ فی منقبہ وہی
 یعمل فیہا بالحدیث الضعیف - و اما لہما ما

علی القترۃ قبل البشۃ ولا تعذیب فیہا جزم بہراخی و
 اما لہما ما علی الخیفۃ والتوحید لہم یتخذہ لہما شریک

كما قطع به السنوسي والتلمساني المتأخر محش الشغار فهذا ما وقفنا
عليه نصوص العلماء فاولهم من غير صملا ما يشهد نفس ابن
وحيد وقد تكفيل بردها قرطبي -

جس وقت تو نبی کریم کے والدین گرامی کے متعلق پوچھا جائے کہ وہ ناجی اور جنتی ہیں تو کوہ بوا ^{سطح}
اسبات کے کہ وہ دونوں زندہ کئے گئے اور ایمان لائے جیسا کہ قطع کیا ساتھ اس کے امام ماقط پہلی
نے اور امام قرطبی نے اور امام ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہم نے اگرچہ اس بارہ میں حدیث ضعیف
مروی ہے جیسا کہ قطع کیا ساتھ اثبات کے پہلی جماعت نے اور اسبات پر موافقت اختیار کی ایک
گروہ علمائے حدیث نے اور کہا یہ حدیث شریف مناقب نبوی میں مروی ہے۔ مناقب و فضائل
نبوی میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا بالکل جائز ہے یا وہ دونوں زمانہ فترت انبیاء میں پیدا ہوئے
اور بعثت نبوی سے عرصہ راز پہلے فوت ہو گئے وصول و حوت سے پہلے عذاب دینا جائز نہیں
جیسا کہ قطع کیا اس بات کے ساتھ میرے والد نے یا تو بوا ^{سطح} اسبات کے کہ یون گرامی خود بخود ملت
توحید اور دین ابراہیم حنیف کے پابند تھے۔ انہیں کوئی شرکانہ بات نہ تھی جیسا کہ قطع کیا ساتھ اسبات کے
اور سنوسی اور قلمسائی شارحین شفقانی عیاض رحمۃ اللہ علیہم نے علمائے متاخرین سے یہ وہ بات ہے جس پر
ہم نے نصوص علمائے کرام کی موافقت پائی ہے اور ہم مخالفین میں سے ہرگز نہیں دیکھتے مگر چند
اشخاص مانند ابن دمیہ وغیرہ کے لیکن امام قرطبی کی بلند شخصیت نے اس کی خوب ترمیمی کی ہے۔

عند محبوب النامشات علی الحنبی

یصول غضبان الیات لوالحجر الصلدا

اللهم صل وسلم علی سیدنا وشفیعنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ والاداجہ

واولادہ واونیایہ واتباعہ اجمعین واعطہ الوسیة والفضیلة

والبثرا مقام المحمود الذی وعدتہ وارضنا شفا عندک لا تخلف

المیعاد برحمتک یا ارحم الراحمین -

در بیان احکام زمانہ فترت کے بیان میں

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید۔ رُسُلًا مَبِشْرِينَ وَمُنذِرِينَ لَمَّا يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ يَعْنِي بَعْدَ رِسَالِ الرُّسُلِ وَأَنْزَالَ الْكُتُبَ لَمَّا بَحْتَجَّ النَّاسُ عَلَى اللَّهِ عَلَى تَرْكِ التَّوْحِيدِ وَالطَّاعَةِ بَعْدَ الرُّسُلِ فَيَقُولُوا مَا أَرْسَلْنَا رَسُولًا وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا قَفِيًّا دَلِيلًا لَوْلَمْ يَبْعَثِ الرَّسُولَ لَعَنَّ النَّاسَ عَلَيْهِ حُجَّةٌ فِي تَرْكِ التَّوْحِيدِ وَالطَّاعَةِ وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يُعَذِّبُ الْخَلْقَ قَبْلَ بَعَثَةِ الرُّسُلِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا" وَفِيهِ دَلِيلًا لِمَذْهَبِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلَى أَنَّ مَعْرِفَةَ اللَّهِ تَعَالَى لَا تَثْبُتُ إِلَّا بِالسَّمْعِ لِأَنَّ قَوْلَهُ تَعَالَى "لَمَّا يَكُونُ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ" يُدَلُّ عَلَى أَنَّ قَبْلَ بَعَثَةِ الرُّسُلِ تَكُونُ لَهُمُ الْحُجَّةُ فِي تَرْكِ التَّوْحِيدِ وَالطَّاعَةِ (غازن مصری جلد اول صفحہ ۵۲)

"رسول بشارت دیتے ولے اور ڈرانے ولے لوگوں کو تاکہ نہ ہو واسطے لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے الزام، پیچھے بعثت رسولوں کے اور نازل کرنے کتابوں کے تاکہ لوگ عجت انگیزی نہ کر سکیں، سلمنے اللہ تعالیٰ کے بیچ ترک کرنے توحید اور عبادت کے بوجہ عدم بعثت انبیاء کرام علیہم السلام کے اور یہ بات کہیں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف رسول اور نہیں اناری ہماری طرف کوئی کتاب"

اس آیت گرامی میں یہ واضح ترین دلیل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے حل شانہ بنیوں کو مبعوث نہ کرنا تو پھر ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ پر بیچ ترک توحید و عبادت میں الزام عائد ہو سکتا تھا۔ نیز اس آیت کریمہ میں یہ صاف دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو بعثت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پہلے مرگنہ عذاب نہیں نہیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور نہ تھے ہم عذاب کرنے ولے یہاں تک کہ سمجھیں ہم نبیوں کو"۔ اس آیت گرامی کے مضمون سے مذہب اہل السنۃ والجماعہ کے لیے یہ دلیل ثابت ہوتی ہے توحید اور ولادت کی ترک میں

ت بندوں کو بدوں اور کسمبھی کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تاکر نہ ہو واسطے
 کے اور پر اللہ تعالیٰ کے الزام: یہ آیت شریفہ صریحاً دلالت کرتی ہے کہ بندوں کو بعثت انبیاء
 پہلے ترک توحید و عبادت میں عذر خواہی کرنا بالکل جائز تھی۔ (تفسیر مادی جلد اول صفحہ ۲۵۹)

قوله تعالى - لئلا يكون للناس على حجة معذرة لبعثنا رسلنا
 وسماها حجة تفتننا وكرمنا فاهل الفترات ناجون ولو بدتوا
 وغيتوا قال الله تعالى وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا و
 قال الله تعالى ولو انا اهلكناهم لاجذاب من قبلنا لقالوا لولا انا
 لولم يرسل الله رسولا لكان للناس عذرا في ترك التوحيد فقطع
 الله عنهم بارسال الرسل اما قبل ارسال الرسل فكانوا يعذبون
 فلذا لك قال اهل السنة الجماعة ان معرفة الله تعالى لا تثبت
 الا بالشرع -

تاکر نہ ہو لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ پر الزام۔ جبکہ ساتھ وہ عذر خواہی کریں گے۔ اللہ
 تعالیٰ نے اس کا نام حجت بطور کرامت اور فضیلت کے رکھا ہے۔
 اس آیت گرامی سے عیاں ہے کہ زمانہ فترت کے باشندگان بالکل نجات پائیں گے اگرچہ
 نادانی سے احکام ربانی میں کچھ تبدل و تفسیر کیا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور ہم
 عذاب کرنے والے نہ تھے یہاں تک کہ سمجھیں ہم رسول:

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر ہم ان کو ہلاک کر دیتے عذاب۔ سے پہلے بعثت بنیوں
 کے السبب کہتے، کیوں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف رسول۔ لیکن فرمان باری تعالیٰ: پیچھے بعثت بنیوں
 کے اور نزول نزول کتب کے لیکن آیت ہذا سے یہ مراد ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ رسولوں کو مبعوث نہ کرتا تو
 لوگوں کو ترک توحید میں عذاب اللہ عذر خواہی ہو سکتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے بعثت رسل کرام علیہم السلام سے
 لوگوں کی عذر خواہی کو روک دیا، لیکن بعثت انبیاء سے پہلے وہ اپنا عذر پیش کر سکتے تھے۔ اسی لیے
 اہل سنت و الجماعت کثیر اللہ سواد ہم کے علماء کرام نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب اللہ عذر خواہی

بعثت انبیاء کرام علیہم السلام کے ناممکن و محال ہے۔

تفسیر بیضاری مہری ص ۱۲۸ حلیہ ثانی قولہ تعالیٰ: لئلا یکون للناس علی

اللہ حجة بعد الرسل فبقولوا لولا ارسلت الینا رسولا فیتجتنا و

یعلتنا عالم نکت لا نعلم و فیہ تنبیہ علی ان بعثت الرسل علیہم الصلوٰۃ

والسلام الی الناس ضروری۔ - کذا فی المذاک اول ص ۱۹۶

”تاکر نہ ہو اور پر اللہ تعالیٰ کے لوگوں کے لیے محبت یعنی الزام، پیچھے بعثت انبیاء کرام

کے پھر یہ بات کہیں کہیں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول جو ہمیں الگاہ کرتا اور

تعلیم دیتا اس بات کی جس کو ہم نہ جانتے تھے۔“

اس آیت میں اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت

لوگوں کی طرف نہایت ضروری ہے۔

بہ ہذا اہل السنن والجماعت کا عقیدہ راستہ یہ ہے کہ خل و حوریت کا مدار جائز و ناجائز

فائدہ کا تقریر بدون شائع کے محال ہے۔ عقل ناقص کی کیا مجال ہے۔ کہ وہ بنی نوع انسان

کے لئے کوئی قانون دستور العمل مرتب کر سکے۔ امور شرعی اگرچہ عقل کے مطابق ہیں۔ لیکن احکام شرعی

میں عقل کو دخل اندازی کا کوئی حق نہیں۔

اگر تقریر امور شرعی میں عقل کی پیروی کی جاتی تو حضرات انبیاء کرام

مالک و رب الارباب

علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حکمت بانگل مہمل و بیکار ہو

باقی اور بندوں پر وصول انی اللہ کا راستہ مسدود ہو جاتا۔ ہر ذی عقل کو حق خود مختاری حاصل ہوتا۔ جم

چاہتا وہ کرتا پھر کسی صورت میں دنیا کا نظام قائم نہ رہ سکتا تھا۔ وایم الاوقات فتن و فساد کی آگ

شعلہ زن ہوتی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی حکمت بالغہ کا منہ نے بعثت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

سے یہ نرابی و در فرمادی۔ امور دینی میں انبیاء کرام کو تمام مخلوقات، بنی نوع انسان کا ادوی و راہنا

پیشوا مقرر کیلئے کتب و صحائف کے نزول سے ان کی تائید و تاسیخ نبوت کی گئی اور بندوں پر ان

تصدیق اور فرمانبرداری لازم قرار دی گئی۔ احکام شرعی کی حدود و اقدار فیود مقرر ہوئیں۔ ہر خاص و عام

ادنیٰ و اعلیٰ پر احکام شرعی کی پابندی فرض کی گئی۔ حدود و شکنی اور نافرمانوں کے لئے سزائیں مقرر ہوئیں

بتائیں احکام شرعی کی پابندی کرنے والوں کے لئے خدا کی رضا مندی اور بہشت بریں کی ابدی نعمتوں کا وعدہ دیا گیا اور نافرمانوں کے لئے دخول جہنم اور مختلف اقسام کی سزائیں مقرر ہوئیں

مسائلک المنہار واللامصطفیٰ ص ۱۱۱ لیسوی رحمہ

اخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم فی تفسیرہما عن قتادة فی قوله
تعالى وہ لحننا معذبین حتی لبغشت برسولو۔ قال ان الله تعالى
ليس بمعذب احد حتى سبق الله من الله خيراً اذ ياتيه من
الله بيّنة۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم رضی اللہ عنہما نے اپنی تفسیر میں امام قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے
بیچ قول اللہ تعالیٰ کے نہ تھے ہم عذاب کنندہ یہاں تک کہ بھیجیں ہم رسول۔ بیشک
اللہ تعالیٰ کسی بشر کو ناحق عذاب نہیں کرتا جب تک اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے
کوئی دلیل یا اطلاع نہ آئے۔

آزاد عقل و ہمت و تدبیر ہائے نیست خوش گفت پردہ دار کہ کس دوسرے نیست
صادی علی الملبلا این جلد ثانی ص ۱۵۵ قولہ تعالیٰ۔ و ما كنا معذبین حتى نبعث
رسولا بتی اسرئیل پچھ

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں۔ جب تک رسول نہ بھیجیں۔

قال زون شروط صحة العبادات و وجوبها بلوغ الدعوة فمن لم
تبلغه الدعوة لا يجب عليه العبادات ولا يحرم منه ولو فعلها الاثاب
عليها وعموم هذا الاية يدل على ان اهل الفترة ناجون بفضل
الله تعالى ولو غيروا و بدت او ما دس و تخصیص بعض افراد کما تم
طائی وامری القیس بدخولهما الناس فهن حدیث آحاد لا تعارض
القطعی۔

کیونکہ وجوب اور صحت عبادت کے لئے دعوت انبیاء کا پورا پورا نچنا لازم ہے۔ جس کو دعوت نہیں

پہنچی۔ اس پر لزوم عبادت کا نہیں! اگر عبادت یہاں تک تو کچھ ثواب حاصل نہیں ہوگا اور نہ ہی عبادت

صحیح تصدیق ہوگی۔ آیتہ ذاکرہ صحت و طاعت کا ہے کہ ایمان زمانہ قدرت خدا کے فضل و کرم سے نجات پانچ گئے۔ اگرچہ انہوں نے جہالت یا غلطی سے احکام ربانی میں کچھ تغیر و تبدل کیا ہوگا لیکن ان میں سے بعض آواز کی تعذیب کی تخصیص مانند حاتم طائی اور امیر القیس وغیرہ کے آثار حدیثوں سے ہے جو ہرگز اولہ قطعیٰ نہ یعنی نصوح قرآنی کی معارض ہو نہیں سکتیں۔

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح فقہ اکبر ص ۵۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔

وقد جعل الشرع للبالغ الجاهل بأولہ ممن لم تبلغه الدعوة معذرة وسألقوله تعالى وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا شریعت حقہ اور ملت بیچارہ اسلام حقیقی نے ہر ایک بالغ اور جاہل باللہ شخص کو جن کو کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی معذرت قرار دے لیا ہے ساتھ اس دلیل فرمان جاری رکھے اور ہم ہرگز عذاب نازل نہیں کرتے یہاں تک کہ ہمیں ہم رسول۔

علامہ زمانہ فخر الاسلام نے کہتے ہیں۔ جن لوگوں کو حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کی دعوت نہیں

پہنچی۔ وہ ہرگز لزوم عبادت و اطاعت کے مکلف نہیں ہو سکتے۔ مکلفین کے لئے بلوغ و دعوت ضروری ہے۔

ندقاتی جلد اول ص ۱۰۰ قال السیوطی ہذا مذہب لا خلاف فیہ بین الشافعیۃ فی الفقہ والوشاعرة ونص علی ذالک امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فی الذم والمختصر وتبعہ ہاشم والاصحاب فلم یشر احدًا منہم الخلاف واستوس یوا بعد آیات منها قوله تعالى وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا

حضرت ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے یہ مذہب بالکل برحق ہے اور اس بابہ

میں کوئی اختلاف نہیں۔ درمیان فقہ شافعیہ اور علمائے اصول کے اسیر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی

کتاب ائمہ اور مختصر میں نصوص کا ذکر کیا ہے اور اس پر اس کے اصحاب نے پیروی کی ہے۔ کسی نے نہایت

کاخلاف نہیں کیا اور اس بات پر قرآن مجید کی متعدد آیات سے استدلال کیا ہے۔ جس میں سے ایک

آیتہ وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ہے۔

مسائل الفقہ سیوطی میں ہے۔ قاضی امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح عقرب ابن حاجب

کی نہیں اور امام بنو علی رضی اللہ عنہم نے تہذیب میں تحریر کیا ہے۔
 واما من لم يبلغه الدعوة فموت ولا يقا تل حتى يدعى الى
 الاسلام وهو مضمون بالكفارة واللوثة قال ابن الدانحة في

الكفاية لانه مولود على الفطرة ولم يظهر منه عناداً
 جن لوگوں کو ایمان کی دعوت نہیں پہنچی تو ہمارے نزدیک اگر وہ مر گیا تو نجات پانے
 والوں سے ہوگا لہذا قتل کیا جائے جب تک دعوت اسلام نہ کی جاوے۔ اس کا
 قاتل اس کی کفارت اور شہیت کا ذمہ وادہ ہوگا۔ ابن الرافعة نے کفایہ میں کہا ہے۔
 کیونکہ اس کی پیدائش اسلام حقانی پر ہوئی ہے اور اس سے اسلام کی خلافت حدیسی
 صادر نہیں ہوئی۔

تعليق بالصحيح على مشكوة المصابيح میں ہے۔

قدمت في ذلك كشيراً من العلماء المتأخرون فحملوا الاحاديث
 الواسدة في معنى الباب على انها كانت تمام نزول قوله تعالى وما كنا
 معذبين حتى نبعث رسولا فان اهل الفتور بموجب ما دللت
 عليه الآية انكساراً والاحاديث الواسدة لا عذاب عليهم۔
 اس بارہ میں علمائے متاخرین میں سے بہت لوگوں نے تصنیفات کی ہیں اور انہوں نے
 اس بارہ میں مخالفت حدیثوں کو اسباب پر محمول کیا ہے کہ وہ سب اس آیت کے نزول سے پہلے کی
 ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور نہیں عذاب کر نیوالے یہاں تک کہ بھیجیں ہم رسول۔ پھر اہل بیان زمانہ فترت
 کے لوگ بموجب دلیل اس آیت کریمہ کے اور احادیث کے لائق عذاب کے نہیں۔

سوال: سفان قلت هذا الآية مكثرة وزيارته، صلى الله عليه وسلم لا
 كانت عام الفاتح فكيف يتلوا ما ذكر قلت الآية ان كانت مكثرة
 ومعنى الله لم يطلع نبيه صلى الله عليه وسلم على ان حكمها عام
 في السابقين والساجدين في زمانه صلى الله عليه وسلم برعايته
 لمصلحة الامم فلما اطلع الله نبيه صلى الله عليه وسلم على ذلك اخبرنا باسوال اهل الفترة۔

اگر تو یہ بات کہے کہ یہ آیت شریف مکی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ ماجدہ کی قبر گرامی کی زیارت زمانہ فتح مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً میں کی ہے۔ تو اس صورت میں یہ بات کیونکر ممکن ہوگی۔
 جواب میں کہتا ہوں اگرچہ یہ آیت گرامی مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی صلعم کو اس آیت کی حقیقت سے اطلاع نہ دی کہ آیت ہذا کا حکم پہلے فوت شدہ لوگوں کے لئے بھی ہے جو قبل از بعثت نبوی فوت ہو گئے اور جو لوگ آپ کے زمانہ میں موجود ہیں۔ بسبب کسی مصلحت انذار کے۔ جب اللہ تعالیٰ نے بعد ازاں اس آیت کے مفہوم اور اس کی حقیقت سے خبردار کیا۔ تب حضور پر نور نے ہم کو مطلع کر دیا کہ اس آیت کا حکم قبل از بعثت فوت شدہ لوگوں کے لئے اور موجودہ زمانہ کے لوگوں کے لئے یکساں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: وما اهلكنا من قرية الا ولها منذ ماون - و كورى
 و ما كنا ظالمين -

اور ہمیں ہلاک کیا ہم نے کسی بستی کو مگر اس کے لئے ظالمیوں نے تھے۔ یہ نصیحت ہے
 اعدائے تھے ہم ظلم کرنے والے۔

عبد بن محمد اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفاسیر میں امام قتادہ رضی سے روایت کی
 قل باهلك الله من قرية الا بعد الحجته و البينة و العذر حتى يرسل
 الوصل و ينزل الكتب تذكرة لهم و موعظة و حجة لله فكورى و
 ما كنا ظالمين - يقول و ما كنا نعذبهم الا بعد الحجته -

اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہلاک کیا کسی بستی والوں کو مگر بعد ابلاغ حجت اور دلیل
 کے اور بعد رفع عذر کے۔ یہاں تک کہ بھیبے رسولوں کو اور نازل کرے کتابوں کو بطور
 یاد دہانی اور نصیحت کے۔ یہ پند نصیحت ہے لوگوں کے لئے اور نہ تھے ہم ظلم کرنے والے۔

اسی بات پر روشنی کی طرح عیاں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی

زمانہ فترت انبیاء میں پیدا ہوئے اور بعثت نبوی سے عرصہ صحت پہلے فوت ہو گئے

آپ کی نبوت کا زمانہ نہیں پایا۔ اس واسطے وہ دونوں بموجب ان آیات بیانات کے سزاوار عذاب اور
 قابل عتاب نہ تھے۔ جس قدر احادیث ان کی تعذیب کے بارہ میں مروی ہیں۔ نصوص قرآنی کی

ہی کے مقابلہ میں سب بیچے ہیں۔

نہی صل اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل جبکہ قدرت کا زمانہ تھا۔ جس پر خدا کا فرمودہ شامہ نا حق ہے
قولہ تعالیٰ یا اهل الكتاب قد جا رحمد رسولنا یبیتن لکم علی

فترة من الوسل ان تقولوا ما جا رفا من بشیر ولا نذیر۔

پہلے کتاب آیا پاس تمہارے رسول ہمنا بیان کرتا ہے تمہارے لئے احکام سبانی کو
پیچھے منقطع ہونے سلسلہ رسولوں کے مابوا تم کہو۔ نہیں آیا ہمارے پاس کوئی رسول

نوشخیری سینے والا اور خدا کے والا۔

اس آیت گرامی کے مضمون سے صراحتاً ثابت ہے کہ حضور پرورد کی بعثت سے پہلے بالکل

ترت کا زمانہ تھا۔ تفسیر جلالین میں ہے۔

قولہ تعالیٰ علی فترة من الرسل لم یکن بینہ و بین

عینی رسول و ہدیت ذالک خمس ما یتہ سنہ۔

بعد منقطع ہونے رسولوں کے کہا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ہتر علیہ علیہ

السلام کے درمیان کوئی پیغامیر مبعوث نہیں ہوا۔ جسکی مدت پانچ سو سال تھی۔

حدیث میں ہے

قال انا اهل الناس بعیثی بن مریم لیس نبی و یتینہ رسول

میں بیت قریب لوگوں سے ہوں ساتھ ہتر علیہ بن مریم علیہ السلام کے میرے

لہذا اس کے درمیان کوئی رسول نہیں گزرا۔

بقول امام ضحاک مدہ قدرت کا زمانہ چار سو تیس سال کی مدت تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے

بقول سلمان پانچ سو سال کا زمانہ ذکر کیا ہے۔ اور امام قتادہ رحمہ نے اس کی مدت پچھ سو سال کی

بیان کی ہے۔ بعض صحیح ابن مریم علیہ السلام کے۔ حافظ ابن کثیر نے امام قتادہ رحمہ کے قول کو صحیح

اور قابل تسلیم تصور کیا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ۔ لتذخرن حوماً ما اؤخذنا آتیا و ہم فہم غافلون

قبل ما للنہی ای لہر تتذخرن آتیا و ہم لان تری شالم یا و تم نبی

قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

تاکہ ٹھائے تو اس قوم کو جو نہیں ڈرائے گئے بلکہ وہ ان کے پس و بالکل بے خبر ہیں۔

عز العلماء روایت ہذا میں ورد لفظ ما قبلہ اور ما بعدہ کے لئے جس سے مراد یہ ہے یا رسول اللہ تاکہ تو اس قوم کو عذاب الہی سے ڈرائے و حکمائے جن کے آباؤ اجداد نہیں ڈرائے گئے۔ آیت ہذا کے مضمون سے صاف عیاں ہے کہ قوم قریش انبیاء کرام کی دعوت سے بے خبر و غافل تھی۔ حضور پر نور سے پہلے ان میں کوئی رسول مبعوث پیدا نہیں ہوا۔ ان کو کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی۔ ساری قوم تکلیف شریعی سے بے خبر اور احکام ربانی سے بے خبر تھی

كما قال الله تعالى - لتذوقوا ما اتاكم نذير من قبل يعلم ما ترون
تاکہ ٹھائے تو اس قوم کو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرائیوالا نہیں آیا۔ شاید وہ نصیحت قبول کریں اور قوم سے مراد قوم قریش ہی ہے۔

قال الله تعالى - لولا ان تصيبهم مصيبة دعوتهم و نعمته بما قدمت
لیدیہم من انفسهم و المعاصی) فيقولوا ربنا لولا انزلنا سوطاً من
سماواتنا لكانوا كفرا. یعنی لولا انہم محبتوں تہوں
الوسعال لعاجلناهم بما العقوبية بكنهم هم قبل معناه لما اشتك
ليهم رسولوا لئلا يكون على الله حجة بعد المرسل

کما فی الخاتمة والمعاصی جلد پنجم

اگر یہ بات لازم نہ ہوتی کہ جب ان لوگوں کو کوئی مصیبت یا عذاب پہنچتا۔ بسبب اس چیز
کے جو آگے بھی ہے ان کے ہاتھوں نے کفر اور بیکاری سے وہ کہتے یا بسبب کیوں نہیں بھیجا
تھو نے ہماری طرف کوئی رسول پھر پوری کہتے ہم تیری آیتوں کی ادھرتے ہم ایسا
دلائل سے۔ اگر وہ لوگ حجت انگیزی نہ کرتے بوجہ عدم بعثت انبیاء کے تو ہم ان پر
بوجہ کفر و بیکاری ان کی کے عذاب نازل کرتے میں بہت جلدی کرتے۔

بعض نے کہا ہے۔

یا رسول اللہ تم نے آپ کو ان کی طرف اس موقع کے لئے مبعوث کیا ہے تاکہ فرمایا

لوگ اللہ تعالیٰ پر الزام عائد نہ کریں۔ ترک کر کے بعثت انبیاء پر۔

آیت ہذا سے ظاہر ہے اگر اللہ تعالیٰ بل شانہ اہل مکہ پر ان کے کفر و معصیت کی وجہ سے غضب نازل کرتا ہے۔ پھر وہ لوگ عند اللہ یہ غم خواہی کر سکتے تھے بار خدایا جب تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا تو ہمیں لہرو نہی مل نہرمت طریقہ عبادت سے خبردار کرتا پھر اگر ہم تیرے احکام کی خلاف ورزی کرتے یا عبادت میں کوتاہی اختیار کرتے تو ہم تیرے نافرمان تصور ہوتے پھر تجھے ہم کو عذاب کرنے کا حق حاصل تھا۔ اب جب کہ تیرے احکام سے بے خبر ہے اور تو نے کسی رسول کو ہماری ہدایت اور راہ نمائی کے لئے مبعوث نہیں کیا۔ اس میں ہمارا کیا قصور ہے حق تعالیٰ نے حضور پر نور کی بعثت سے ان پر حجت قائم کر دی تاکہ خدا کے حضور میں ماجار نامن مذیرو ولا بشیر کا عند پیش کر سکیں

قال الله تعالى واقسموا بالله اجهدا ايما نهم ذيعنى كفار مكن و قالوا
لما بلغهم ان اهل الكتاب كذبوا س سلهم قالوا لعن اهل اليهود
والنصارى انتهم الرسل فكذبوا واقسموا بالله لو جاز نذير
منك ن اهدى ديننا منهم و ذلك قبل بعث النبي صلى الله عليه وسلم
اور قسم کھائی انہوں نے ساتھ اللہ تعالیٰ کے محکم قسم اپنی کو یعنی کفار مکہ نے جب
ان کو یہ خبر ملی کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ نے انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی تکذیب کی ہے۔ اہالیان مکہ نے قسم کھائی اگر ہمارے پاس منجانب اللہ کوئی
رسول مبعوث ہوا تو ہم لوگ ان کی نسبت بہت زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے۔ بوجہ
قبول دعوت کے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے کی ہے۔
اور صاحب تفسیر نیشاپوری سورہ قصص میں تحریر فرماتے ہیں

ومن قبل ما كانت حجة الوبى اقامتہ علیہم و لكن بعث الله
اليهم من تجد وتلك الحجته عليهم فبعث الله تعالى تقريرا
لنتكك التعليفات وانزاله تلك الفترت .

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ان پر بعثت انبیاء کی حجت

قائم نہ تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی طرف مبعوث کیا تاکہ ان پر حجۃ اللہ قائم کریں۔ پس آنحضرت صلعم کی بعثت بغرض تقرر تکلیفات شرعی کے اور ازالہ فترت انبیاء کے ہوتی ہے۔

امام قسطلانی مواہب مدینہ میں تحریر کرتے ہیں
لما دلت القواطع علی انه لو تعذیب حتی تقوم الحجۃ علمنا انہم
غیوم معد بیت

جب دلائل قطعی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عذاب ہرگز لازم نہیں ہوتا جب تک حجۃ قائم نہ ہو۔

ثابت ہوا کہ ابوین شریفین ہرگز قابل مواخذہ اور لایق عذاب کے نہیں۔
بگو آچیزدانی سخن سووند وگر بیچ کس رانباہر پسند
کہ فروا پشیمان برآر و خروش کہ آیا چہرا حق نہ کروم بگوش

دوالا مسلم عن ابی ہریرۃ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
والذی نفسی بیدہ لا یسمع بی احد من ہذا الامتہ و لا
یہودی و لا نصرانی و مات و لم یؤمن بالذی اُرسلت
بہ الاکان من اصحاب الناس مفہومہ ان من لم یر
بہ صلی اللہ علیہ وسلم و لم تبلغہ الدعوة الاسلام قہو
معد و س علی ما تقر فی الاصول امنہ لا حکم قبل و س و
الشرع علی الصمیم

مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس شخص نے اس امت مرحومہ سے یا کسی یہودی یا نصرانی نے میری دعوت کو سن لیا پھر فوت ہو گیا اور میری رسالت پر ایمان نہ لایا مگر وہ ایمان اللہ میں سے ہوگا۔ اس حدیث شریفہ سے مراد ہے کہ جس شخص کو نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی نبوت کا علم نہیں ہوایا اسے اسلام کی دعوت نہیں پہنچی وہ بالکل غافل اللہ
معدود ہے جیسا کہ علم اصول میں مقرر ہے کہ وہ دو اور شرعی امور سے پہلے کوئی حکم
لازم نہیں ہوتا۔ مواہب مدنیہ ص۔

مسالك الحنفية جلد اول ص ۳۳۰۔ اخرج عبد الرزاق وابن
المنذر وابن ابی خاتم عن ابی هريرة رضي الله عنه قال اذا
كان يوم القيامة جمع الله اهل الفترة والمعتوة والاصم و
الوبكم والفتيوخ الذين لم يدركوا رسولا ثم
اسئل اليهم في طيعة من كان يري ان يطيعه قال ابو هريرة
اقرؤا ان شئتم وما كنا بعد بين حتى نبعث رسولا۔
اساناً حسن شرطاً للشيخين ومثله لا يقال من قبل الراي
ولله حكم الرفوع۔

حافظ عبدالرزاق اور ابن منذر نے اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
نہایت کی ہے جب فروقیات کا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اہل فترت اور دیوانہ
لوگوں کو پہرے اور گونگے اور بوردہوں کو جمع کرے گا یعنی جن لوگوں کو اسلام حقانی
کی دعوت نہیں پہنچی۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف رسول روانہ کرے گا وہ حکم دے گا
کہ تم سب آگ میں کود پڑو وہ جواب دیں گے کہ ہم کیونکر آگ میں کود پڑیں جبکہ
دار و دنیا میں ہمارے پاس کوئی رسول نہیں آیا۔ کہا خدا کی قسم اگر وہ اس کا کہتا ہے
اور آگ میں داخل ہو جاتے تو ان پر آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جاتی۔ پھر
مکہ رسول روانہ ہوگا۔ پھر وہ شخص اس کا کہنا ملے گا جو شخص عالم دنیا میں انبیاء
کرام کی فرمانبرداری کا ارادہ رکھتا ہوگا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یہ حضور تم اگر چاہو اور نہ تھے
ہم عذاب کرنے والے یہاں تک کہ بھیجیں ہم رسول۔ اس حدیث کی سند بالکل صحیح
ہے اور طریقہ بخاری مسلم کے ایسی ہی بات اپنی اسے یقیناً سے نہیں کہہ جاتی۔
اس کو حکم مرفوع کا ہے۔

تو گیتی فسور و چشم کمور۔ نشت باشد بچشم تو شک کو
 مساک الحنفا و صلا، اما ابوین شریفین فالظاہرون حالہما ما
 ذهب الیہ، هذا الطایفة من عدم بلوغہما دعوة احد و
 ذالک لاجہوہ آصوس۔ تاخر زمانہا و بعد ما بینہما و بین الانبیاء
 السابقین فان آخر الانبیاء قبل بعثت نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ السلام و كانت الفترة بینہ و بین بعثت نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم سنت ما یتہ سنتہ ثم اتیا ما ثانی من الجاہلیۃ لم
 یعش من العمر الا قلیلاً۔

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین شریفین کے احوال سے صاف ظاہر ہے جس
 کی طرف علما و کرام کی ایک کثیر جماعت گئی ہے یہ بات ہے کہ ان کو کسی رسول کی
 دعوت نہیں پہنچی بسبب چند امور کے بوجہ تاخیر زمانہ بعثت نبوی علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کے اور بسبب دلدلی زمانہ فترت انبیاء کے۔ درمیان ابوین گرامی اور
 انبیاء سابقین کے۔ کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے مہتر
 علیہ السلام ہی آخری رسول تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور
 علیہ السلام کے درمیان فترت کے زمانہ کی مدت چھ سو سال کی تھی جس
 میں کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا، نیز حضور پر نور کے والد گرامی جاہلیت کے زمانہ
 میں فوت ہو گئے۔ ان کی عمر نے وفات کی۔ اگر وہ زمانہ نبوت کا ادراک کرتے تو ضرور
 اسلام قبول فرماتے۔

مواہب النطفیۃ شرح مسند امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم ہے۔

ان الذی بعث النبی محمد	انجی بہ الثقلین مہاججہف
لومہ و آبیہ حکم شائع	ابداء اهل العلم فیما صنفوا
جماعتہ اجر و ہوا بجزی الذی	لحمیا لکم خیر الدعاۃ المسعف
والحکم فیمن لم تجبہ دعوة	ان لا عذاب علیہا حکم یولف

وجماعتہ ذهبوا فی اھیامہ
 ابو یبہ حتی آمنوا وخوفوا
 وروی ابن شاہین حدیث مسنداً
 فی ذالک ولکن الحدیث حضعف

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں مبعوث کیا اور آپ کا صدقہ جن وانس کو نجات
 حضور پر نور صلعم کے والدین گرامی کے لئے حکم صامت ظاہر ہے۔ جس کو حضرات اہل علم نے اپنی
 بیانات میں ذکر کیا ہے۔ ایک گروہ نے ان کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جن کو کسی رسول کی
 ت نہیں پہنچی اور جن لوگوں کو کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی ان کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ ہرگز
 ہواخذہ اور عذاب کے نہیں۔ ایک گروہ ان کے زندہ ہونے اور ایمان لانے کا قائل ہے یہ کہ
 لو کچھ خوف و خطرہ نہیں اور اس بارہ میں ابن شاہین محدث نے باسناد حدیث بیان کی ہے
 عن عند العلماء وہ حدیث کمزور و جبر کی ہے۔

وال فان قلت قد صحت الاحادیث بتعذیب اهل الفتوة کحدیث
 عمرو بن یحییٰ یحرق صبة فی الناس سواہ بخاسی عن ابوہریرة رض
 قال لایت صاحب المعجن فی النار وهو الذی یسرق الحجاب
 بمعجنہ فاذا البصریہ احداً قال التما تعلق بمعجنہ۔
 اگر تو یہ اعتراض پیش کرے کہ صحیح حدیثیں تعذیب اہل فترت کے بارہ میں
 مروی ہیں۔ مانند حدیث عمرو بن یحییٰ کے فرمایا کہ کھینچتا تھا اپنی انٹریوں کو
 نار جنم میں راوہ بخازی عن ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں
 نے صاحب چوگان کو نار جنم میں ملاحظہ کیا وہ شخص جو حج حج بیت الحرام کی اشیاء
 کی چوری اپنے چوگان سے کیا کرتا تھا۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو کہتا یہ خود بخود میری
 چوگان کے ہمراہ چمٹ گئی ہے۔

الجواب :- امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب لدنیہ جلد اول ص ۲۳۶ پر تحریر کرتے ہیں کہ اس
 سوال کا جواب چند وجوہ پر موقوف ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ سب حدیثیں از قسم حدیث آما
 کی ہیں جو ہرگز اولہ قطعی کی معارض ہو نہیں سکتیں۔ دوسری وجہ یہ ہے ان لوگوں کے عذاب کی
 تخصیص اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ عوام الناس کو کیا خبر کہ ان کے عذاب کی کیا وجہ ہے۔ تیسری بات

یہ ہے۔ احادیث شریفہ میں جن افراد کی تعذیب مذکور ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے کفر و عناد کی حالت میں یا غزوانی شیطان لعین کے اپنی رائے و قیاس سے احکام شرعی میں تبدیلی یا تغیر و تبدل کیا اور عوام کو راہ راست سے منحرف کر کے چاہ منالالت میں پھینک دیا۔ مانند عمرو بن لُحی کے جس نے ملت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو مٹا کر شرک و کفر کی رسومات کو جاری کیا۔ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر معالم التنزیل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکتھم بن جون خزاعی کو دیکھ کر کہا اے اکتھم میں نے عمرو بن لُحی کو نادر جہنم میں دیکھا جو اپنی امعاء کو کھینچ رہا تھا۔ میں نے اس کو شکل و شبہت میں بالکل تیرے مشابہ پایا (عمرو بن لُحی) اہل عرب سے پہلا شخص ہے جس نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کے دین میں رختہ اندازی کی اور بت پرستی اور رسوم مشرکانہ کو راسخ کیا اور جانوروں میں بچیرہ اور سائیبہ و صلیۃ وغیرہ مقرر کیا۔ میں نے اسے دوزخ میں ملاحظہ کیا کہ وہ اپنی امعاء کی بدبوئی سے اہل نادر کو ایذا رسانی کرتا تھا۔ اکتھم نے کہا یا رسول اللہ پھر یہ مشابہت تو میرے حق میں بچیرہ اور ضرہ ساں ہوگی فرمایا ہرگز نہیں تو خدا پرست و بندہ ہے اور وہ مشرک اور کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کافر قرار دیا ہے۔

كما قال الله تعالى ولجعل الله من بچيرة ولا سائبة ولا
 وصلية ولا حمار ولكن الذين كفروا يفترون على الله العذب
 سورة صائبة

اور نہیں مقرر کی اللہ تعالیٰ نے کان پھاڑی اور مٹنی اور نہ چرائی پر چھوڑی ہوئی اور نہ اپنے بھائی سے ملی ہوئی اور نہ اونٹ حمایت کرنے والا پشت اپنی کاو لیکن جو لوگ کافر ہوئے بھوٹ باندھتے ہیں۔ اوپر اللہ تعالیٰ کے۔

درقانی شرح مواہب لدینیہ اج ۱ ص ۱۰۱ فالجواب۔ من الاحادیث الواردة فی الابویں
 بما ینخالف ذالک لانتها وسومت قبل وسود الآیات والاحادیث المتشابهة
 الیہا فیما مضی۔

ان احادیث کے جواب میں ابویں شریفین کے خلاف مذکور ہیں یہ ہے کہ یہ سب احادیث

آیت گرامی و ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا سے پہلے کی مروی ہیں جیسا کہ آگے
گزر چکا ہے۔

علمائے اہل سنت و الجماعت رحمۃ اللہ علیہم نے ایمان زمانہ فترت کو تین گروہوں پر
تقسیم کیا ہے۔ پہلے گروہ میں وہ لوگ ہیں جن کو کسی رسول یا نبی کی دعوت تہیں پہنچی مگر انہوں نے
توفیق بانی کی مدد سے اپنی عقل و فہم و فراست سے توحید الہی کو معلوم کر لیا۔ پھر اس کی پیروی
کی۔ کسی خاص شریعت کی پابندی اختیار نہ کی۔ لیکن کفر و شرک بُری رسموں نے کنارہ کش رہے مانند
قتس بن ساعدہ ابن زید بن عمرو بن نفیل وغیرہ کے۔ ان میں سے بعض نے کسی شریعت کو قبول کیا مگر
بیع حیرتی کے اندر بقدر بن نوفل اور اس کے چچا عثمان بن حویرث کے۔ دوسری جماعت کے لوگ وہ
ہیں جو میانہ دہتے جنہوں نے نہ توداہ توحید کو اختیار کیا اور کسی شریعت کی پابندی قبول کی اور باوجود
اس بات کے شرک و کفر کی بُری رسموں کو اختیار کیا۔ کوئی جداگانہ طریقہ قبول نہ کیا۔ اپنی تمام عمر عزیز کا تمام
سروایہ جہالت کی تقدیر کیا اور نود ایمان کی روشنی سے بہرہ مند نہ ہوئے۔

تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے۔ جو اگرچہ بالکل زمانہ فترت میں موجود تھے۔ مگر اپنی نادانی اور جہالت
کی وجہ سے شرک و کفر کی رسومات بد کو اختیار کیا اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے حلال و حرام میں تمیز نہ کی
اور شرک و کفر کی بُری رسموں کو جاری کیا اور عوام الناس کو اس کی دعوت دی۔ مانند کسین گران
عمرو بن لُحی اور اس کے تابعداروں کے تو اس امتیاز اور تفاوت بقائے لحاظ سے بعض اہل فترت
لا معذب ہونا بھی قرین قیاس ہے۔ لیکن صحیح اور بالکل قابل قبول بات یہ ہے۔ چھوڑو علماء اہل سنت
کے نزدیک بموجب قواعد اصول کے مطابق وہ ہرگز قابل مواخذہ کے نہیں۔ خداوند ان کا عذاب قابل قبول
ہے۔ امیٹھامل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی بھی ناجی گروہ میں شامل ہوں گے
ان کی نجات اور سُنگاری از عذابِ تقنی بات ہے۔

مواہب لدنیہ ص ۱۳۴۔ قد اطبقت الائمة الشاعرة من اهل العلوم
والاصول والشافعية من الفقهاء علی ان من ملت لمرتبغا الدعوة
یسود۔ قاجا یا نھما مات قبل البعثة فی زمان الفترۃ ولو تعذیب
قبلیا نقولہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔

موافقت کی ہے۔ سائیم اشعری نے اہل کلام اور اصول سے اور فقہائے مذہب شافعیہ نے اس بات پر کہ جو شخص فوت ہوا اور اسے کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی وہ عذاب ربانی سے رهایی پائے گا۔ کیونکہ وہ بالکل بعثت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ اور اسلام سے پہلے فوت ہو گیا۔ بیچ زمانہ فترت انبیاء کے۔ کیونکہ بلوغ و عورت سے پہلے عذاب ممکن نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم عذاب کرنے والے نہیں تا وقتیکہ بھیجیں ہم رسول۔

مسائل المتعارضہ پر ہے۔ سئل الشيخ شرف الدين منادى عن والد النبي صلى الله عليه وسلم هل هو في الناس فزاس السائل من اسر قاشديق فقال له للسائل هل ثبت اسلامه فقل انما مات في الفترة ولا تعذيب قبل البعثة۔

حضرت شیخ شرف الدین مناوی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے متعلق سوال کرتے کرتے۔ کیا وہ دونوں میں سے آپ نے سوال کر بیوانے کو ڈانٹ دی سخت جھڑکا۔ سائل نے پوچھا۔ کیا ان کا اسلام لانا ثابت ہے کہا ان کی کو وہ زمانہ فترت میں فوت ہو گئے اور دعوت سے پہلے ہرگز مولد نہ نہیں ہوتا ان پر کوئی عذاب نہیں

من آنچه شرط بلاغ است با تو میگویم	تو خواه از سخنم پند گیری خواه ملال
محل قابل و آنچه نصیحت قابل	چو گوش ہوش نباشد چه سود حسن مقال
زمان آرزو بند دست و وقت بیداری	بم آرد دست و عار و روی بجاک بمال
نتیجہ عمر خدایا بر رحمت خویش	بخر کن کہ ہمیں ست غایتہ الآمال

حموی شرح اشباہ والنظائر ص ۲۵۳ روح البیان ص ۱۴۱۔ سئل القاضی ابوبکر بن العربی احد ائمة المالکیة عن رجل قال ان ابانا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النار قلباب بانہ ملعون لان انا تعالیٰ یقول ان الذین یؤفون اللہ ورسوله لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ قال ولوا عظم اذی ان یقال عن ابیہ انه فی النار۔ ینکافہ لوزگاسازانیہ مالکیہ

قاضی ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا۔ جو شخص یہ بات کہتا ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی دوزخ میں ہیں جو اب وہاں بات کہنے والا ملعون ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق جو لوگ ایذا رسانی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو لعنت کی ان پر اللہ تعالیٰ نے بیچ دار دنیا اور آخرت کے کہا پھر اس سے بڑھ کر کونسی بڑی بڑی ایذا رسانی تصور ہوگی۔ جبکہ آپ کے والدین شریفین کے متعلق کہا جائے کہ وہ آگ میں ہیں۔ اعاذنا اللہ منها

ح البیان ص ۱۴۴ عموی شرح اشیاء والنظائر ص ۴۵۳ علامہ زمان امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ
الانت میں لکھتے ہیں۔

ليس لنا ان نقول ذلك في ابويه صلي الله عليه وسلم بقوله صلي الله عليه و
سلم لا تؤذوا ذمراحيار بسبب الاموات والله تعالى يقول ان الذين
يؤذون الله ورسوله لعنهما الله في الدنيا والاخرة وقد امرنا ان
نمسك اللسان اذا ذكر اصحابه رضي الله عنهم اجمعين بلشئ يجب
ذلك العيب والتقص منهم فان مسك ووقف عن ابويه احق
واحصرى۔

ہمیں کوئی حق حاصل نہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کے حق میں
بیہودگی یا گستاخی کریں کہ وہ آگ میں ہیں حضور پر نور نے فرمایا ہے کہ نہ سبج دو
تندوں کو ساتھ بندگونی کرنے اموات کے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق جو لوگ دکھ
دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو لعنت کی ان پر اللہ تعالیٰ بیچ دار دنیا کے اور
آخرت کے اور ان کے لئے عذاب ہے وہ دنیا اور جبکہ ہم مامومہ میں کہ اپنی زبان کو بند
رکھیں جب اصحاب کیا رضی اللہ عنہم کے متعلق کوئی بات کہی جائے جس سے انکی
فات گرامی میں کسی عیب یا نقص کا اظہار ہو پھر اگر ہم اپنی زبان کو آپ کے والدین گرامی
کے حق میں بے ادبی یا گستاخی کی بات کہنے سے روک لیں تو یہ بے حد بہتر اور مفید بات ہے
عموی شرح اشیاء ص ۴۵۳ شہاب الملثہ والدین شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
وما احسن قول المتوفين في هذا المسئلة المنذرس فاخذ من ذكر

ہماہ بتقیص فان ذالك قد يؤذيه صلى الله عليه وسلم بخبر الطبراني
لو تورذ الوحيار بسب الاموات .

کیا بہتر بات ہے تو قف کہنے والوں کی بیچ اس مسئلہ کے خبروار ڈاؤن اسٹراز کرالوین
گرامی کی کسر شان کرنے سے کیونکہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو ایذا رسانی
کرتی ہے ساتھ حدیث معجم طبرانی کے۔ فرمایا کہ زندہ لوگوں کو مردہ کی بدگونی کرنے
سے دکھ نہ دو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

والذین يؤذون رسول الله لهم عذاب اليم

جو لوگ ایذا رسانی کرتے ہیں رسول خدا کو ان کے لئے عذاب ہے دردناک

مواہب۔ لدنیہ ص ۳۶ جلد اول، فالخندس الخندس بما فیہ نقص فان ذالك

قد يؤذی النبوی صلی اللہ علیہ وسلم فان العرف جار اذا ذکر الو

لشخص بما ینقصہ او یوصف بوصف بہ و ذالك الوصف فیہ نقص

قادی ولدا بذکر ذالك عند الخطاب و قد قال علیہ الصلوٰۃ

والسلام لو تورذ والوحيار بسب الاموات سواہ الطبرانی فی الصغیر

لوسیب اذا ذکر یقتل فاعلم ان لم یتب عندنا

پس ڈاؤن پر پزیر کر جس بات سے ان کی بے ابروئی ہو تحقیق یہ بات نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو رنج دیتی ہے۔ عوام الناس میں یہ بات شہرت پزیر ہے۔ جب

کسی شخص کے والدین کو برا کہا جائے یا اس کی کوئی برائی کا ذکر کیا جائے تو بالضرور

اس کے بیٹے کو رنج پہنچتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نہ ایذا رسانی

کر و زندوں کو مردوں کی بدگونی سے راوہ الطبرانی بیچ معجم صغیر کے۔ یہ شک و شبہ

کہنے کی بات نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کی ایذا رسانی باعث کفر ہے

ہمارے نزدیک اس بات کا اعلیٰ نقل کیا جاویگا اگر تو بہ نہ کرے۔ کذا فی ما ثبت بالسنن

ہزار صوم و صلوٰۃ ہر رنج داری قبول نیست گر محمد را سیا زاری

قال الله تعالى يا ايها الذين آمنوا اتحلوا شعائر الله
على ايمان والوحدانية بحرمته اذ بے آبروی کرو شعائر الہی کی -

شعائر الہی میں دو چیزیں داخل ہیں جو منسوب الی اللہ ہیں، کتاب اللہ، رسول اللہ،
ب اللہ، دین اللہ، اولیاء اللہ وغیرہ نبی سلم کو شعائر الہی میں شمار کرنے کی یہ وجہ ہے کہ آپ
انب اللہ تبلیغ احکام ربانی کے لئے معہور ہیں رسول کا معنی قاصد، ایچی، پیغام بردار من اللہ
خدا کا بھیجا ہوا۔ بنا براں بندوں پر حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کی عزت و حرمت ادب و احترام
لا لازم ہے۔ جس نے قاصد کی تعظیم کی اس نے فریستہ کی تعظیم کی

لقوله تعالى ومن اطاع الرسول فقد اطاع الله
جس شخص نے رسول کی تابعداری کی گویا خدا کی تعظیم کی

اور جس نے انکار کیا اس نے فریستہ کی قدر نہ کی جس نے سید اکونین، نبی الحرمین محمد الحسن
الحسین سیدنا و شفیعنا و مولانا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی۔ گویا اللہ
عالیٰ کی تعظیم و تکریم کی۔

قال الله تعالى من يعظم حرمات الله فهو خير له عند ربنا
اللہ جس نے فرمان الہی کی تعظیم بجالائی وہ اسکے لئے بہتر بات ہے نزدیک اسکے پروردگار کے
وقال الله تعالى لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه و تقروا -
تا کہ ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ کے اور اس کے رسول کے اور قوت دو اس کو اور بزرگ
جانو اس کو تفسیر خاندن میں ہے۔

قوله تعالى تعزروه تقروا و ينصروا والتصنير نصر مع التعظيم و
يقروا یعنی يعظموه والتوقير التعظيم والتجليل -

تعزروه کے معانی قوت دو اور تعظیم بجالاؤ کیونکہ تعزیر کے معنی مدد کرنا ہمراہ تعظیم کے ہے
اور بزرگ جانو آپ کو توقیر کے معنی عزت و حرمت کا بجالانا مراد ہے۔ معالم التنزیل میں ہے۔

وهذا الكنايات سراجة الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

آیت ہذا میں سب اشارات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہیں۔ گویا حضور کا ادب

۱۔ شرام خدا کی تعظیم و تحکیم ہے۔
در حریم سر تعظیم تو کس آگاہ نیست

از کمال احتشامش بیچ کس آگاہ نیست

کس ندانست کہ منزل گہ یار کجاست این قدر سست کہ بانگ جرس سے آید

آیت ہذا کے سیاق و سباق سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رحمہ للعالمین شفیع المذنبین
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلطان الانبیاء بنا کر مبعوث کرنے کی غرض آپ کی شان و شوکت
فضیلت و کرامت کا اظہار محتاج جس کو ایمان کے ہمراہلام کے تحت بیان کیا ہے۔ یعنی وہ شخص
صادق اور کامل الایمان محسوب ہوگا۔ جو تاجدار انبیاء حبیب خدا صاحب لولاک لما علیہ الصلوٰۃ
کی عزت و حرمت اوب و احترام میں کوتاہی نہ کریگا۔

قوله تعالى فالذين آمنوا به وعزّسوا ونصروا واتبعوا الناس

الذی انزل معہ قائلک حصرا المفلحون

جو لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تعظیم کی اور آپ کی حمایت کی اور اس نور

کی پیروی کی جو آپ پر نازل ہوا یہی لوگ خلاصی پانے والے ہیں۔

اس آیت گرامی میں بالاختصار چار چیزیں مذکور ہیں۔ آپ کی نبوت کو تسلیم کرنا

اپنے حضور پر نور فداہ رومی کا اوب و احترام بجالانا۔ دین الہی کی بہر کیفیت مدد و حمایت کرنا

باقی کی پیروی پوری فرمانبرداری کرنا اولئک حصرا المفلحون کی ترکیب حصر کے

یعنی فرو میدان محشر میں نجات کا دار و مدار ان امور اربعہ کی اتباع پر موقوف ہے۔

یا صاحب الجمال ویا سید البشر من وجہک المنیر لقد اود القہر

لا یکن التناثر کما کان حقہ بعد از خدا بندگ توئی قصہ مختصر

دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

انی معکم لئن اقمتم الصلوات و اتیتہما الزکوٰۃ و اتممتہ

برسلی و عزّستہم و

بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں یعنی میری مدد تمہارے ہمراہ ہے اگر تم ایمان کی

نے زکوٰۃ اور ایمان لائے میرے رسولوں پر اور تعظیم و توقیر کی ان کی۔
 مندرجہ بالا آیات کے مضمون سے خیال ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عموماً حبیب
 خدا صاحب تاب و حسین او اذنی خاتم النبیین شفیع المذنبین رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات
 عالی کی خصوصاً نہایت ضروری ہے۔ جس قدر حضور پر نور فداہِ روحی کی عزت و حرمت ادب و
 احترام میں مبالغہ کیا جاوے گا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کا باعث ہوگا آپ کی کمر شان
 یا بے حرمتی کرنا یا ادب و احترام میں کوتاہی کرنا یا عیب و نقص تلاش کرنا خسر الدنیا والآخرت کا
 مصداق ہوگا۔ آپ کا منکر بے ادب و گستاخ بد بخت مرد و ملعون ابدی ابدالاً باذنا جہنم کے
 قید خانہ میں محبوس ہوگا۔

از خدا جو عظیم توفیق ادب بے ادب محروم ما نذر فضل رب
 بے ادب تنہا نہ خودی داشت بد بکہ آتش دو ہمہ آفاق زد
 قال اللہ تعالیٰ ومن یعظم شعایر اللہ فانہا من تقوی القلوب
 اور جس نے تعظیم کی شعایر الہی کی تحقیق یہ بات دلونکی پر ہیزگاری سے ہے۔
 مراد یہ ہے کہ وہی شخص تقویٰ شعار اور پر ہیزگاری تصور ہوگا۔ جو شعایر اللہ کی تعظیم و
 تکریم بجالائے گا ورنہ کچھ بھی نہیں۔

تعظیم جس نے کی ہے محمد کے نام کی حق نے اس پر آگِ دوزخ سوزگ کی
 تفسیر حسینی میں ہے۔ جب ہجرت کے بعد پانچویں سال کو جنگِ مرہ سبیح ہوئی۔ حبیبہ حبیبہ
 سیتۃ النساء حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔ ایک
 منزل پر آپ کے گلے کا ہار گم ہو گیا۔ سیدہ اس کی تلاش میں منزل گہ سے دوڑ چلی گئیں اور کوچ
 کا وقت تھا آپ کا اس کی تلاش میں کچھ دیر ہو گئی۔ خادموں نے آپ کا کچادہ مبارک اونٹ کی
 پشت پر دکھ دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ یہ تو بالکل خالی پڑا ہے جب آپ واپس قیام گاہ پر تشریف
 لائیں تو لشکر روانہ ہو چکا تھا۔ اور جگہ خالی پڑی تھی۔ آپ اس خیال سے وہیں ٹھہر گئیں کہ عنقریب
 میری ویکھ بجال ہوگی۔ حضرت صفوان بن معطل صحابی نبی صلعم کے حکم سے سب لشکر کے پیچھے رہتے
 تھے۔ تاکہ گری ہوئی چیزوں کو سنبھال لیں جب وہ وہاں پہنچے تو ام المؤمنین کو وہاں موجود پایا

آپ کو پہچان لیا۔ فوراً اپنے اونٹ کو بٹھا کر اُم المؤمنین کو سوار کیا خود مجاہد پکڑ کر روانہ ہوئے اور لشکر میں جا ملے۔ رئیس المذنبین نے یہ حال دیکھ کر اپنی خیمت باطنی سے بد خبری راوی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کی شان کے بالکل برسرِ خلاف تھی۔ لوگوں میں یہ بات منتشر ہو گئی اور لوگوں نے آپس میں کانا پھوسی شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ یہ خبر بدتا جبار انبیاء کے گوش مبارک تک پہنچ گئی غیرت رباتی نے اس بات کو پسند نہ کیا۔ فوراً تہبیدی زبان صادر ہوا

قوله تعالى اولئك شوفاء بالسنتكم كما ليس لكم به علم وتحسبونه

هنيأ وهو عند الله عظيم لولا اذ سمعتموه قلت لعلنا ان

نتعلم بهذا سبحناك هذا بهتان عظيم يعظكم الله ان

تعودوا لمثله اذ ان حكتم مؤمنين - سورة نوس پانچم

جب تم اس بات کو اپنی زبانوں پر لاتے تھے جس کا تم کو کوئی علم نہ تھا اور تم اس کو گمان

اور معمولی بات تصور کرتے تھے۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بھاری گناہ ہے

و جس کے ذریعہ سے یہ گفتگو کرنے والے کو عند اللہ بڑا سخت مؤاخذہ اور بڑا سخت عذاب

ہوگا اس واسطے کہ عاصی کی بات کہتا اور معصوم اخطا پر ویدہ دانستہ تہمت لگانا اور

اہل بیت نبوت پر افتراء کرنا قرآن کریم کی صریح تکذیب اور منصب نبوت بدست

کی بے حد توہین و تمغیر ہے، کیوں نہیں جب تم نے یہ بات سنی کہا ہوتا ہم کو ہرگز نالائق

نہیں کہ اس بات کے ساتھ کلام کریں۔ پاک و بے عیب ہے تو اے خدا اس بات سے

کہ تو اپنے برگزیدہ رسول کریم سلطان الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق

حیات اور حرم محترمیں کئی خرابی یا برائی ڈالے، یہ سب بڑا بھاری گناہ اور بہتان ہے

نصیحت کرتا ہے تم کو اللہ بقول مجاہد بینہما حدیث اللہ۔ بقول ابام جابر رضی

کرتا ہے۔ تم کو اللہ تعالیٰ ایسی بات سنے اظہار سے، اگر ہو تم ایمان دار۔

کرار سد کہ کنت عیب دامن پاکت

کہ ہم جو قطرہ کہ بر برگ گل چکد پاکی

آن گریبان و اعنقش پاک است از لوثِ خطار از مذمتِ عیب جو آلودہ از سرتا بیچار
 جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان گرامی میں
 طرد و عیب کی بات کہتا سرسری ہے ادبی اور تحقیر اور بڑا بھاری گناہ ہے تو پھر حضور پر نور فدا ابی و امی کے
 والدین گرامی کی شان میں ایسی بے باکی اور گستاخی کرنا حضور کی توہین و تحقیر نہیں اور کیا چیز ہے۔
 یا رخصت یا ہمیں اپنے فضلِ عمیم سے صدقہ انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے اس گناہِ عظیم سے بچنے کی توفیق
 عطا کر۔ آمین یا رب العالمین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوینِ شریفین کو کافر کہنا یا ان کو فی النار تصور کرنا آنحضرت صلعم کی
 سمجھت ترین توہین اور بے حد بے ادبی اور بے حرمتی اور ایذا رسانی کا باعث ہے دیکھو علامہ زمان
 مولوی عبدالحی صاحب کمنوی فرنگی علی مجموعۃ الفتاویٰ جلد ۲ ص ۲۳۳ پر لکھتے ہیں۔

”اگر یہ کہتا کہ والدین گرامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کافر ہیں یا فی النار ہیں بڑی سمجھت۔
 ادبی اور موجب اذیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ حضور صلعم کی ایذا رسانی خدا کی ایذا رسانی
 ہے اس پر خدا کی دنیا میں اور آخرت میں لعنت برستی ہے۔ اور وہ مرد فوج بارگاہ رسالت لائق عقاب
 ناس کے ہے؟“

كما قال الله تعالى ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله
 في الدنيا والاخرة واعدا بما همينا۔ سورۃ احزاب
 تحقیق جو لوگ دکھ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو لعنت کی ان پر
 اللہ نے بیچ دنیا اور آخرت کے اور تیار کیا ہے ان کے لئے عذابِ رسوائی کا۔

تفسیر فاذن میں ہے۔

يُؤذُونَ اللَّهَ - اسی یؤذون اولیاء اللہ تعالیٰ

خدا کا فرمان کہ دکھ دیتے ہیں اللہ کو

مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو ایذا رسانی کرتے ہیں۔ گویا خدا کے دوستوں کی

ایذا رسانی خدا کی ایذا رسانی تصور ہوتی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے

ومن اذنی لی دلیاً فقد آذنتہ بالخوب وقال اللہ تعالیٰ

ومن اهان لي و نيا فقتد باخرقة بلا لمحاريتہ

جس شخص نے میرے کسی دوست کو ایذا رسانی کی۔ میں نے اس کو اعلان جنگ کر دیا
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”جس نے میرے دوست کی توہین یا تحقیر کی تو وہ میرے ساتھ جنگ کرنے کو سامنے آیا“

قال الله تعالى واندین یؤذون الله و لہم عذاب الیم

جو لوگ دیکھ دیتے ہیں اللہ کو ان کے عذاب ہے دردناک

ان کے راز ولی بتو گفتم وترسیم کہ ول تنگ شوی و مدہ سخن بسیارست

حموی شرح اشباہ و التظاہیر ص ۵۴۲۔ و اذا تقر هذا فحق المسلم ان یست لسانہ

عما یجمل بشرک بنیہ صلی اللہ علیہ وسلم یوجہ من الوجوہ اختار

فی ان اثبات الشریک فی البویہ اخلال ظاہر لبشرک نسب بنیہ الطاہر

فجملتہ هذا الامسئلة لیست من الاعتقادات فلو حفظہ للقلب عنہا

اما اللسان عما یتبادر منہ المقتمن خصوصاً الی و ہما العامة

لانہم لا یفقدون علی و نفعہ و متداسا کہ و هذا خلوصتہ فی هذا

المقام من العلوم۔

جب یہ بات مقرر ہو چکی ہے۔ تو پھر ہر ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی زبان کو

دوک رکھے۔ ایسی باتوں سے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسب گرامی میں دخنہ

اندازی کرنے والی ہوں۔ بوجہ چید و جوہ کہے۔ یہ بات ہرگز پوشیدہ نہیں کہ البویہ شریفین

میں شرک و کفر کا ثابت کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب گرامی میں فعل اندازی

کا باعث ہے (جو حضور پرورد کی شان عالی کی صریح توہین و تحقیر ہے) یا اہل یہ کوئی

استقامت سے نہیں جس سے دل کو لذت حاصل ہو لیکن زبان تو اس کا حق

خاموش اور بند رہتا ہے۔ جس سے نقصان کا اندیشہ ہو۔ خصوصاً عوام الناس کے

ذہن ناقص میں خرابی پیدا ہو۔ کیونکہ نادان و جاہل آدمی سے اس کا ازالہ اور تلافی ناممکن

ہوتا ہے یہ خطہ کلاماً بیچاؤ۔ تمام کے۔ عنہا لیس جمل اللہ لہ نو افرانہ اور تر

چلیں شروع شروع قاریہ جلد ۲ ص ۱۹۶۔ قد اجتمعت الؤمۃ علی ان الؤستخفاف
 لبیتنا صلی اللہ علیہ وسلم دیاتی نبی کان من الؤنیاء کفر سوا
 فعلہ استغلاؤا امر فعلہ معتقداً بحسرتہ و لیس للعلما رفیہ خسوف فی
 ذالہ والذین نقلوا الاجماع فیہ اکثران تحقیقہم امام الحرمین
 تمام امت محمدی نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا کسی
 نبی کی بنیاد کریم غیر السلام سے موجب کفر ہے۔ خواہ اس بات کا کرنے والا اس کو حلال تصور کرے
 خواہ حرام سمجھ کر کرے اس میں درمیان علماء کرام کے کوئی اختلاف نہیں جن لوگوں نے اس پر
 اجماع نقل کیا ہے گنتی سے زیادہ نہیں انہیں سے امام الحرمین کی بلند شخصیت ہے۔

شقائی عیض مصری جلفثانی ص ۳۶۔ من سب البی صلی اللہ علیہ وسلم او عابہ
 او الحق ب نقصا فی نفسہ او نسبہ او دینہ او خصلة من خصاله او غیر
 الؤشبة بشی علی طریق السبلة او الؤثر براو علیہ او لتصغیر مشافہ او افتعہ
 مشا و یعیب لہ فہو سب والحکم فیہ حکم السب۔

جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے یا کچھ عیب لگائے یا آپ کی ذات گرامی یا نسب
 شریف میں نقص پیدا کرے یا دین حقانی یا آپ کی خصال مبارک میں سے کسی خصلت میں یا آپ
 کی عز و وقار میں یا حضور کو بطور دشنام کے کسی چیز کے تشبیہ دے یا حق تصور کرے یا شان مقدس
 میں عیب جوئی کرے یہ حضور کو گالی دینے والا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ وہ گالی دینے والوں میں
 سے شمار کیا جائے گا۔

تعاہد الاسلام جلد اول ص ۲۵۰ امام تیمیہ عنہم المسلول میں لکھتے ہیں

قال مالک من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم او شتمہ او عابہ
 او تنقصا قتل مشماکان او کافرا ولو لم یختلف فیہ معتقدہم
 او ماخرہم۔

جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا برا کہے یا کوئی عیب لگائے۔ یا توہین و
 تمقیر شان گرامی کی کرے۔ مارا جاوے مسلمان ہو خواہ کافر اس بارہ میں علمائے کرام متقدمین

اول متاخرین میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔
 ہواہب الحدیث میں ہے۔

لا ریب ان اذا اذاعلیہ الصلوٰۃ وجسوا کفرا یتقل فاعلہ فان لحریتب عندنا
 اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی موجب کفر
 ہے، ہمارے نزدیک اس کا مرتکب قتل کیا جائے گا اگر تائب نہ ہو۔

بہنیں العلماء کا منی شمار اللہ صاحب پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ حالاً بدتمہہ صد تحریر کرتے ہیں
 علامہ علم الہدیٰ در بحر محیط گفتہ ہے کہ ملعون و جناب پاک سرور کائنات صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم دشنام دید یا اذانت کند یا در امرے از امور دین یا در صورت مبارک
 او یا در وصفے از اوصاف شریفہ او عیب کند خواہ مسلمان بود یا ذمی یا حربی
 اگرچہ از راہ ہزل کہ وہ باشد آن کافر واجب المقتل است تو بہ او مقبول نیست
 و اجماع امت بر آفت کہ بے ادبی و استخفاف ہر کس انبیا و کفرست خواہ وہ
 آن حلال دانستہ مرتکب شود خواہ حرام دانستہ۔

علامہ علم الہدیٰ نے بحر محیط میں کہا ہے جو ملعون جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ
 وسلم کو گالی دے یا آپ کی توہین کرے یا امور دینی میں سے کسی کام میں یا آپ کی صوت
 پاک میں یا حضور کی اوصاف حمیدہ میں سے کسی وصف میں عیب لگائے مسلمان ہو خواہ
 ذمی یا حربی خواہ بطور منسی مخزل کے ہو وہ شخص کافر واجب المقتل ہے اس کی توہین
 قبول نہیں اس پر تمام امت مرحومہ کا اتفاق ہے کہ حضرات انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
 کی توہین اور بے ادبی کفر ہے خواہ اس فعل کا ناعمل اس بات کو حلال تصور کرے خواہ حرام بہر
 کیف ہو و صوت گنہ میں برابر ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا

بدرہ حرمین و فی رد المحتار شرح در مختار ص ۳۰۰ ایما عاجل سب رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ و سلم اذ حدیثہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر
 بآلہ تعالیٰ و بانتم منہ احراسہ وان قاتل فیہا و الاقتل
 جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ کو جھٹلائے یا آپ کا عیب پکڑے

یا آپ کی توہین کرے بیشک وہ کافر ہو اساتذہ اللہ تعالیٰ کے اور اس سے اس کی عیب جاتی رہی
اگر اس نے توبہ کی تو بہتر وندہ قتل کیا جاوے۔

هذه ابصاير من ريكرو صدى ورحمته لقوم يؤمنون - سبحان
نبيك وب العز تمتصا يعفون - وسلاو على المرسلين والحمد لله رب العالمين
اللهم صلي على سيدنا وثنيعنا ومولانا محمد وعلى آله واصحابه واولادهم
واولادهم ومترتهم واتباعه واشباعه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين
بيننا اغفر لنا ولوالدينا ووالدي والدينا وارحمهم كما رحمتنا ورحمتك يا ارحم الراحمين
الاحياء منهم والاموات انك مجيب الدعوات فانه لو حول وراقت
الربا لله العلي العظيم -

پر کہ خواند طمع دعا دارم تا کہ بس عاجز و گنہ گارم

مناجات بجناب مجیب الدعوات

الم تسمع بفهمك يا رباني
 غرقني في بحور الخمر حزناً
 أتأدى بالتفرغ محل يوم
 لقد منقت على الأرض طراً
 فخذ بيدي فاني مستجيراً
 آتيت بك يا كياً فارحم بك يا
 ولي هم و انت كاشف همي
 تفعل سيدي بالعدو عني
 دعاء من ضعيف مبتلائي
 اسير بالذنوب وبالخطاي
 مسلماً في السائل والدعوى
 واهل الورى ما عرفوا دوائى
 بعفوك يا عظيم يا رباني
 رجائي منك اكثر من خطاي
 ولي دلو وانت دعاء داعي
 فاني في جلاء من بلوي

جزائي ان تغفر لي وكن
 اعوزي بحسن عفوك من جزائي

تمت بحسب الخیر

فانزل من فوقنا
 لوهود

(لا هم كما آرت بليس لا هم كما)

حسن ترتیب

5	
6	ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ
7	آئمہ امت کے حوالہ جات
30	تین راستے
32	حدیث احیاء والدین کا مقام
33	ملا علی قاری کے رسالہ کی اشاعت پر افسوس
34	خوف فتنہ کیوں؟
35	یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہی نہیں
36	اس نسخہ میں غلطی تھی
37	نہایت اہم دلیل
38	ملا علی قاری کی تشکیک
40	صحیح نسخوں کا مشاہدہ
41	ایک خوبصورت بات
43	اگر الفاظ یہی ہوں
46	ملا علی قاری کی توبہ و رجوع، شرح شفا سے تائید، دو مقامات
50	مستقل کتب کے نام
50	رسائل امام سیوطی کے تراجم کے بارے میں
51	رسائل سیوطی کا حصول
52	ترجمہ کا پروگرام
53	علامہ محمد صائم چشتی مدظلہ سے ملاقات، سانحہ ابوالشرف
54	رسائل سیوطی کا تذکرہ، ۲۔ جون کو تراجم کا افتتاح، ۱۹۔ ایام میں تکمیل
56	مراحل طباعت، رسائل چھ ہیرا
	امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح

57	اہم نوٹ، بھلا ہووی
58	نوٹ
59	پہلا مقالہ: اہمات النبی ﷺ
60	حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کانسب، حضور ﷺ کے والد ماجد کانسب
61	ابن عبدالمطلب، ابن ہاشم، ابن عبدالمنفی، ابن ابرہہ
62	ابن کلاب، ابن مرہ، ابن کعب، ابن لوی، ابن غالب
64	ابن مالک، ابن النضر، ابن کنانہ، ابن خزیمہ، ابن مدرکہ
65	ابن الیاس، ابن مضر، ابن نزار، ابن مہد
66	آپ ﷺ کانسب مبارک
67	دوسرا مقالہ: حضور ﷺ کے بارے میں اسلاف کا مذہب
67	اسلاف کا مذہب
69	انتساب
73	پہلا مسلک
76	حافظ ابن حجر کی رائے، آیات مبارکہ
81	وہ احادیث مبارکہ جن میں اہل فترت کے امتحان کا تذکرہ ہے
۸۴	شریعت اور احکام
۸۷	اعتراض و جواب، والدین کریمین کا معاملہ
89	امام عزالدین بن عبدالسلام کی رائے
90	حافظ ابن حجر کا ارشاد گرامی
93	اہم نکتہ، امام ابی کی امام نووی پر علمی گرفت
95	دلائل قطعیہ سے ثبوت، تین جوابات، اہل فترت کی تین اقسام
96	دوسری قسم مراد ہے
97	دوسرا مسلک
100	امام فخرالدین رازی کی دوسری دلیل
101	ثانی دلیل دلائل قطعیہ سے ثبوت
102	پہلے مقدمہ پر دلائل

- 107 دوسرے مقدمہ پر دلائل
- 113 آزر والد نہیں
- 115 ”اب“ کا اطلاق چچا پر
- 117 ایک اہم نکتہ
- 120 تتمہ، حدیث صحیح کہ شہادت
- 123 امر ثانی
- 130 امام ابو نعیم نے بھی، خلاصہ کلام
- 131 حضرت عبدالمطلب میں تین اقوال، امام سہیلی کی تحقیق
- 132 امام شہرستانی کی گفتگو
- 133 اس کی تائید
- 134 کافر آباء کی طرف اثبات منع ہے
- 135 تعارض نہیں ہے
- 136 امام طوسی کا فرمان، حضرت عبداللہ کے بارے میں ترجیح
- 137 امام ابوالحسن ماوردی کی گفتگو
- 140 فائدہ
- 144 امر ثالث، نور کا مشاہدہ
- 145 والدہ ماجدہ کے مشاہدات، اعتراضات
- 146 علمی اور تحقیقی جوابات، پہلے اعتراض کا جواب
- 147 اصول کی بنا پر تردید
- 148 روایت میں تصریح، لفظ حجیم سے تائید جب ابوطالب کا یہ حال ہے
- 149 دوسرے اعتراض کا جواب، تیسرے اعتراض کا جواب
- 150 امر رابع
- 151 احادیث تائید، امام اشعری کے ارشاد کا مفہوم
- 152 والدین شریفین کے بارے میں یہی بات ہے
- 153 چوتھے اہم اعتراض کا جواب، لیجیے تحقیقی بات، معمر حماد سے ثقہ ہیں
- 154 امام بخاری نے روایت نہ لی، دیگر احادیث سے معمر کی تائید

- 155 امام ابن ماجہ کی روایت، بخاری مسلم کی روایت
- 156 عدم اذن کا جواب، ایک اور واضح تائیدی روایت
- 158 مراد ہی ابوطالب ہوں، دو اہم امور
- 160 اہم نوٹ، تہمہ
- 161 میدان مجادلہ کا منصب، اگر مخالفت امام شافعی المسلك ہے
- 162 اگر مقابل مالکی ہے
- 163 اگر مقابل حنفی ہے، اگر مقابل حنبلی ہے
- 164 اگر مقابل محض ناقابل حدیث ہے
- 165 مذاہب اربعہ کے مقلدین
- 167 تیسرا مسلك
- 169 امام سہلی کی رائے
- 170 امام قرطبی کی رائے، علامہ ناصر الدین بن منیر مالکی
- 173 خاتمہ، قاضی ابوبکر بن العربی کا فتویٰ
- 174 پانچواں قول
- 176 والدین کریمین اور حدیث، دو فوائد
- 179 **تیسرا مقالہ: والدین مصطفیٰ ﷺ جنتی ہیں**
- 181 انتساب
- 183 ابتدائیہ
- 183 والدین اور جنت
- 185 امام ابن شامین اور روایت مذکورہ
- 186 ابن جوزی کا اعتراض، دونوں مجہول نہیں، محمد زیاد کا مقام
- 186 حافظ محبت الدین طبری اور روایت
- 187 روایت میں دو علتیں، امام ابوبکر خطیب بغدادی
- 189 مذکورہ روایت میں اضافہ، امام قرطبی کی تائید
- 190 متعدد فوائد
- 191 والدین کے لیے افضل ترین وقت، ایک اور روایت

- 192 ابن دجیہ کے دلائل
- 193 ابن دجیہ کا رد
- 194 حضرت یونس کی قوم کا ایمان، آیت کا صحیح مفہوم
- 194 ایک اور واضح استدلال
- 195 یہ قرآن کے خلاف نہیں، یہ حدیث حجت نہیں
- 195 ابن سید الناس کی رائے
- 196 حافظ ابن حجر کی تحقیقی گفتگو
- 197 محمد بن یحییٰ مجہول نہیں، احمد بن یحییٰ کون ہے؟
- 197 عبد الوہاب بن موسیٰ رواۃ مالک سے ہے
- 198 احمد بن یحییٰ ممتاز ہیں، ابو غزیہ کا تعارف
- 199 ابو غزیہ کبیر، علی بن احمد کا تعارف
- 202 ابن عساکر کی تائید، اقویٰ اور معتد قول
- 203 فصل: حدیث کے تمام طرق میں علت ہے
- 204 حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ
- 205 حدیث میں دو علیین، روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
- 206 روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سب سے اصح سند
- 209 فصل: موضوع کہنے والوں کی تمام علیین غیر مؤثر ہیں
- 213 فصل: آپ ﷺ کی والدہ دین صبیٰ پر تھیں
- 217 یہ دین صبیٰ پر کیوں تھے؟ بوقت حمل و ولادت نشانیوں کا ظہور
- 219 فصل: سوال و جواب
- 221 سیوطی کا خوبصورت جواب
- 222 استغفار کے عدم اذن پر کفر لازم نہیں آتا، ایک اور عمدہ جواب
- 223 فصل: تمام انبیاء کی مائیں مومن ہیں
- 225 ان کا تفصیلی تذکرہ
- 226 اجمالاً تذکرہ یہ ہے۔
- 227 اب تیسری دلیل

- 229 فصل: چوتھی دلیل
- 233 فصل: پانچویں دلیل
- 235 فصل
- 238 بچوں کے بارے میں ایک قول
- 240 ابن وحیدہ کا رد
- 241 فصل: ایک اہم نکتہ
- 245 فصل: قبل از دعوت لوگوں کے بارے میں اہل سنت کا موقف
- 249 فصل
- 253 اہم سوال و جواب
- 255 امام رافعی اور تین اقوال، کیا ایسے لوگ موجود ہیں؟
- 256 مزید وضاحت
- 259 امام نووی کے کلام کا صحیح مفہوم
- 261 فصل: مذکورہ حدیث میں دو علمیں
- 263 ایک روایت کی مثال
- 264 دوسری مثال، دوسری علت متن کے لحاظ سے
- 265 اہل علم کی توجیہ، حدیث کا دوسرا طریق
- 266 حدیث سے تائید، متعدد فوائد
- 267 بخاری و مسلم کی متعدد احادیث، برزخ کی معیت
- 267 اہم اعتراض و جواب
- 268 چار جوابات، اہم اعتراض، تین جوابات
- 269 ضمیمہ
- 271 فصل
- 275 دوسرا طریقہ استدلال
- 276 اس کی تفصیل، میں والدین کے حوالے سے بھی افضل ہوں
- 279 فصل
- 281 یہی بات والدین مصطفیٰ ﷺ کی ہے

- 283 فصل: ایمان اجداد پر تصریحات
- 291 فصل: دین صحیحی پر
- 294 مصلہ کی تین اقسام
- 299 تمام انبیاء کے آباء کا فرہیں
- 303 چوتھا مقالہ: حضور ﷺ کی شانیں
- 305 انتساب
- 307 تین درجات، درجہ اول
- 308 آئمہ شوافع اور اشاعرہ کا فیصلہ، آئمہ آیات قرآنیہ
- 310 چھ آحادیث
- 313 یہ تمام ناسخ ہیں، احادیث سے تائید
- 314 حدیث میں تصریح
- 315 درجہ ثانیہ، تمام نے اسے ہی ناسخ مانا، متفقہ قاعدہ سے تائید
- 316 تمام کے موحد ہونے پر دلائل
- 318 مجمل و مفصل دلائل، پہلے مقدمہ پر دلائل
- 319 دوسرے مقدمہ پر دلائل
- 320 تفصیلی دلائل
- 321 آزر چچا ہے
- 322 عرب دین ابراہیمی پر تھے
- 323 حافظ ابن کثیر کی شہادت
- 324 مفسر مسلمان تھے، الیاس مومن تھے، کعب بن لوی اور جمعہ کا خطاب
- 325 چار آباؤ اجداد، تین دلائل
- 326 سیدنا ابراہیم کی دعا
- 328 حضرت عبدالمطلب کا معاملہ
- 329 قول ساقط، ضمیر
- 331 تمام انبیاء کی مائیں
- 332 خاتمہ

- 335 پانچواں مقالہ: نسب نبوی ﷺ کا مقام
- 337 انتساب
- 339 ابتدائیہ
- 340 جنت کا مالک
- 342 قریش کی تخلیق
- 343 حضرت انبیاء علیہم السلام سے عہد
- 344 ہزار ہا معجزات
- 345 ایک اہم ضابطہ
- 346 محققین علماء کی رائے، اہل فترت کا حکم، روایات کا جواب
- 350 امام فخر الدین رازی کا خوبصورت مسلک
- 351 امام سیوطی کی تحقیق، آثار کی شبہات
- 352 عربوں میں کوئی مشرک نہ تھا
- 353 چار کا معاملہ
- 355 کیا یہ قواعد مسلم ہیں؟
- 356 کیا پہلا معاملہ بھول گیا ہے؟
- 357 میرا قصور صرف یہ ہے، یہ بعید کیوں؟ کیا میرے پاس دلیل نہیں؟
- 358 سکوت پر دلائل
- 359 آیت سے استدلال
- 360 یہاں خطاب کسکو ہے؟ ہمارے موقف کی تاکید
- 360 یہ حکم اہل فترت کا نہیں ہو سکتا
- 361 حضرت ابوطالب کا سینے
- 362 منکر کا رد، آئمہ مالکیہ کا جواب
- 363 سوال و جواب
- 365 امام شافعی کی تصریح، اہل فترت کی اقسام
- 366 دیگر دلائل سے تائید

- 369 چھٹا مقالہ: والدین مصطفیٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا
- 371 انتساب
- 373 مقدمہ
- 373 لوگ زبان بند رکھیں
- 374 وہ شخص ملعون ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا فیصلہ
- 374 اہل ایمان کے سینوں کی ٹھنڈک
- 375 حضور ﷺ کی خوشی
- 376 حضور ﷺ کا قرب تو سل، فن حدیث کے متعلق مسئلہ
- 377 امام ابو حفص ابن شاہین، ابن جوزی کا رد
- 378 امام ابن حجر کی شہادت، امام ذہبی کی رائے
- 378 دیگر دو مقدمین
- 379 امام محبت الدین طبری، امام ابو بکر خطیب بغدادی
- 380 منکر متروک سے اعلیٰ ہوتی ہے
- 381 حدیث کی دو علتیں
- 383 شیخ بدرالدین کا قول
- 384 رفع تعارض احادیث
- 385 امام سہیلی کا قول
- 386 حدیث کی تائید، علامہ، صرالدین بن منظر کا قول
- 387 حافظ ابو خطاب بن وحیہ کا قول
- 388 ابن وحیہ کا رد، سورج کالوٹ کر آنا، حضرت یونس کی قوم کی توبہ
- 389 آیت کا صحیح مفہوم، اس سے زیادہ واضح استدلال
- 390 سوال و جواب، امام صفدی کا قول
- 391 حافظ شمس الدین دمشقی کے اشعار، حافظ ابن حجر کا فتویٰ
- 393 یہ طریقہ حقد میں آئمہ کا نہ تھا، خاتمہ
- 397 ساتواں مقالہ: والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ
- 399 انتساب
- 401 ابتدائیہ، سبیل اول

- 402 غافل مکلف نہیں ہوتا
- 403 سبیل ثانی
- 404 حافظ ابن حجر کا قول، حافظ ابن کثیر کا قول
- 405 میں اپنے والد کی شفاعت کرونگا، اہل بیت دوزخ میں نہیں جائیں گے
- 406 کیا دونوں میں فرق ہے؟
- 407 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے استنباط سے تائید
- 408 مخالف روایات کا جواب، آئمہ مالکیہ کا جواب
- 409 سبیل ثالث
- 410 ابن جوزی کی مخالفت
- 411 امام سبیلی کا قول
- 414 امام قرطبی کی رائے، سبیل رابع
- 415 اس مسلک پر دلائل، تمام انبیاء کے آباء کا فر نہیں
- 416 حضور ﷺ کا مبارک فرمان، دلیل عام اور دو مقدمات
- 418 دلیل خاص
- 419 حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد
- 422 شہرستانی کا قول، سبیلی کی تحقیق، تلبیہ کا اضافہ
- 423 ان کا تذکرہ منیر سے کرو
- 423 مضر کو یہ کہو
- 423 ربیعہ اور مضر مومن تھے
- 424 الیاس بھی مومن تھے
- 324 تمام کے ایمان پر تصریحات، عبدالمطلب کی وفات
- 425 امام حلیمی کی گفتگو، حافظ شمس الدین کے اشعار
- 426 والدہ ماجدہ کے اشعار مبارکہ
- 427 خاتمہ، امام ابو بکر کلتوی، ادب کیجیے
- 429 آٹھواں مقالہ: ہدایۃ الغیبی الی اسلام آباء النبی ﷺ
- 469 نواں مقالہ: نور الہدیٰ فی آباء المصطفیٰ ﷺ

امیر کاوان اسلام

مفتی محمد خان قادری

کادینی، علمی اور تحقیقی لٹریچر



<ul style="list-style-type: none"> □ امام احمد رضا بحیثیت قاطع بدعات □ برکات محافل سے محرومی کیوں؟ □ زوال امت کا ازالہ کیسے؟ □ آئیے قرب مصطفیٰ ﷺ پائیں □ اساس ایمان - محبت الہی □ جماعت نماز تہنچ □ منحنے نکلنے کرنے کا حکم □ قرآنی الفاظ کے صحیح مفہام □ سرمد اور روزہ □ کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہیں □ یا رسول اللہ ﷺ کہنا ایمان یا شرک □ اسلام اور ایصال ثواب □ منہاج المنطق □ مقصد احکام □ تفسیر سورۃ الکوثر □ تفسیر سورۃ القدر □ امامت اور عمامہ □ عصمت انبیاء □ روح ایمان، محبت نبوی ﷺ □ علم نبوی اور تشابہات 	<ul style="list-style-type: none"> □ شب قدر اور اسکی فضیلت □ اسلام اور تصور رسول پاک ﷺ □ اسلام اور احترام والدین □ والدین مصطفیٰ ﷺ جنتی ہیں □ نسب نبوی ﷺ کا مقام □ وسعت علم نبوی ﷺ □ اسلام اور احترام نبوت □ اسلام اور خدمت خلق □ نظام حکومت نبوی ﷺ □ فضیلت درود و سلام □ شان نبوت ﷺ □ تفسیر سورۃ النجمی والم نشرح □ شاہکار ربوبیت ﷺ □ ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ □ حضور ﷺ کا سفر حج □ امتیازات مصطفیٰ ﷺ □ در رسول ﷺ کی حاضری □ صحابہ کی وصیتیں □ رفعت ذکر نبوی ﷺ □ مزاج نبوی ﷺ □ تبسم نبوی ﷺ □ منہاج النحو 	<ul style="list-style-type: none"> □ معارف الاحکام □ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم □ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم □ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم □ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم □ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد نہم □ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم □ ترجمہ فتاویٰ جلد پانزدہم □ ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم □ ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم □ صحابہ اور محافل نعت □ صحابہ کے معمولات □ علم نبوی ﷺ اور منافقین □ حضور رمضان کیسے گزارتے ہیں؟ □ سدرہ تھری راہ گزر □ منہاج اصول الفقہ □ ذخائر محمدیہ ﷺ □ مسلک صدیق اکبر عشق رسول ﷺ □ شرح سلام رضا □ نو بخدا سیدہ حلیمہ کے گھر □ اسلام اور تحدید ازواج □ اسلام میں ٹمٹمی کا تصور □ فضائل نطین حضور ﷺ 	<ul style="list-style-type: none"> □ شرح اج سک مترال دی □ حضور ﷺ کے آباء کی شانیں □ والدین مصطفیٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا □ علامہ نجد کے نام اہم پیغام □ جسم نبوی ﷺ کی خوشبو □ کیا سگ مدینہ کھلوانا جائز ہے؟ □ ہرمکان کا اجالا ہمارا نبی ﷺ □ سب رسولوں سے اعلیٰ ہلدا نبی ﷺ □ صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ □ محبت اور اطاعت نبوی ﷺ □ نعل پاک حضور ﷺ □ صحابہ اور علم نبوی ﷺ □ امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت ﷺ □ قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا جواب □ خواب کی شرعی حیثیت □ علم نبوی ﷺ اور امور دنیا □ معراج حبیب خدا □ محافل میلاد اور شاہ اربل □ حضور ﷺ کی رضاعی مائیں □ ترک روزہ پر شرعی وعیدیں □ عورت کی امامت کا مسئلہ □ عورت کی کتابت کا مسئلہ
---	--	---	---

Why Did The BELOVED PROPHET (SAW) Perform Many Nikkahs?

- کیا رسول اللہ ﷺ نے ہجرت پر ہمکیاں چرائیں؟
- آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا
- حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟
- نماز میں خشوع و خضوع کیسے حاصل کیا جائے؟
- رسول اللہ ﷺ کی ہل کو ترک کرنے کی حکمتیں مسئلہ ترک
- حدیث شریک پر اعتراضات کی حقیقت
- حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں سلاف کا مذہب
- احوال و آثار - مولانا عبدالحی لکھنوی
- بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور کا فیصلہ خطائیں
- والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ
- علمی مقالہ جلد اول، دوم، سوم - ابن خدا ملکیت مصطفیٰ
- تحریک تحفظ ناموس رسالت کی تاریخی کامیابی
- محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
- اللہ اللہ حضور کی باتیں ایک ہزار احادیث کا مجموعہ
- میلاد النبی اور شیخ ابوالخطاب ابن دحیہ
- مشتاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیات جذبے مستی
- فضائل قرآنیہ ترجمہ تفسیر 1 تا 12
- حضور ﷺ کے ظاہر اور باطن پر فیصلے